UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224111
UNIVERSAL
LIBRARY

فہرست مضامین تہذیب الاخلاق

بابت سنہ ۱۳۲۵ فصلي

یعني

من ابتداے شوال سنہ ۱۳۱۲ ہجري لغایت رمضان سنہ ۱۳۱۳ ہجري

نمبر	مضمون	نام نویسندہ		صفحہ
۱	عید کا دن	سید احمد	...	۱—۳
۲	سحر یعني جادو	سید احمد	...	۳—۵
۳	مذہب و علم	نواب محسن الملک مولوي سید مہدي علي خاں	...	۵—۸
۴	تمہیدانم — متعلق عالم غیب	سید احمد	...	۸—۹
۵	عالم مثال یا ملاء اعلی حسب بیان ارسطو	سید احمد	...	۹—۱۱
۶	مضمون نسبت دعا	سید احمد	...	۱۱—۱۲
۷	عالم غیب — عالم مثل حسب بیان شاہ ولي اللہ صاحب	سید احمد	...	۱۲—۱۴
۸	ہربرٹ اسپنسر کي فلاسفي	مولوي سید کرامت حسین	...	۱۴—۱۶
۹	احادیث — یعني روایت احادیث بالمعني	سید احمد	...	۱۷—۲۵
۱۰	الملاء اعلی و حظیرۃ القدس	سید احمد	...	۲۵—۲۸
۱۱	لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا	سید احمد	...	۲۹—۳۱
۱۲	العلوم الجدیدۃ والاسلام	نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي	...	۳۲—۳۷
	اطلاع از طرف ایڈیٹر متعلق مضمون مذکور	ایڈیٹر	...	۳۸
۱۳	حرکت زمین کا معاینہ عیني	شمس العلماخان بہادر مولوي محمد ذکاء اللہ	...	۳۹—۴۳
۱۴	افلاطون کا عالم مثال	مولوي سید کرامت حسین	...	۴۳—۴۶
۱۵	عالم غیب	سید احمد	...	۴۷—۵۳
۱۶	ہندوستانیوں کي تعلیم ولایت میں	سید احمد	...	۵۳—۵۵
۱۷	خلاصہ خط نواب اعظم یارجنگ متعلق مضمون العلوم الجدیدۃ والاسلام	نواب اعظم یارجنگ مولوي چراغ علي	...	۵۶
۱۸	گریجوایٹ اور تجارت	سید احمد	...	۵۷—۶۱
۱۹	المعتزلۃ والاعتزال	الاسدي الاعظمي	...	۶۱—۶۷
۲۰	ندوۃ العلماء اور مولوي محمد سلیمان شاہ صاحب کا لیکچر	منقول از نجم الاخبار اتاوہ	...	۶۸—۷۸
۲۱	ہل شاء اللہ	سید احمد	...	۷۸—۸۰
بقیہ ۲۱	ہل شاء اللہ عزوجل	سید احمد	...	۸۱—۸۵

۲۲	مکافات	...	محمد عنایت‌الله بی اے	۸۵–۱۰۰
۲۳	عزت	...	سید احمد	۱۰۰
تتمهٔ ۱۱	هل شاء الله عزوجل	...	سید احمد	۱۰۱–۱۱۱
۲۴	مکاتبات دلچسپ نواب محسن الملک متعلق دعا	...	نواب محسن الملک مولوی سید مهدیعلی	۱۱۱–۱۱۶
۲۵	مشاهیر معتزله — غیلان — واصل ابن عطا — عمر بن عبید	...	مولوی وحیدالدین پانی پتی	۱۱۷–۱۲۲
۲۶	مکاتبات دلچسپ — پانچواں خط نواب محسن الملک متعلق دعا	...	نواب محسن الملک مولوی سید مهدیعلی	۱۲۳–۱۳۰
۲۷	مکاتبات دلچسپ — چھٹا خط نواب محسن الملک متعلق دعا	...	نواب محسن الملک مولوی سید مهدیعلی	۱۳۰–۱۳۷
۲۸	الوثوق بمارعدالله (نعوذ بالله منها)	...	سید احمد	۱۳۷–۱۳۸
۲۹	مکاتبات دلچسپ — ساتواں خط نواب محسن الملک متعلق دعا	...	نواب محسن الملک مولوی سید مهدیعلی	۱۳۹–۱۴۶
۳۰	مکاتبات دلچسپ — آٹھواں خط نواب محسن الملک متعلق دعا	...	نواب محسن الملک مولوی سید مهدیعلی	۱۴۷–۱۵۲
۳۱	قضا وقدر کی نسبت اکابر اسلام کے اقوال	...	وحیدالدین پانی پتی	۱۵۲–۱۵۳
۳۲	علوم طبیعیه کی تحقیقات جدید	...	سید احمد	۱۵۳
۳۳	معاد تورینت میں	...	جناب مولانا مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی	۱۵۵–۱۶۸
۳۴	قوم نوح کے مذهبی حالات کی تحقیق	...	سید احمد	۱۶۹–۱۷۰
۳۵	کالڈیا کی نظم میں طوفان کا ذکر	...	سید احمد	۱۷۱–۱۷۷
۳۶	مشاهیر معتزله ابوالهذیل نظام جاحظ	...	مولوی وحیدالدین پانی پتی	۱۷۷–۱۸۱ ۱۸۱–۱۸۲ ۱۸۲–۱۸۳
۳۷	قوم نوح — خط مولانا عنایت رسول صاحب درباب بت پرستی قوم نوح	...	جناب مولانا مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی	۱۸۳–۱۸۶
۳۸	سید کے لفظ کا نام کے ساتھ استعمال	...	سید احمد	۱۸۶
۳۹	الدعاء والاستجابة	...	سراج‌الدین احمد	۱۸۷–۱۹۲
۴۰	ادنی حالت سے اعلی حالت پر انسان کی ترقی	...	سید احمد	۱۹۲–۱۹۵
۴۱	کالڈیوں کے مذهبی خیالات	...	سید احمد علی بی اے	۱۹۵–۱۹۸
۴۲	خضر کیا درحقیقت کوئی شخص تھے یا فرضی نام هی	...	سید احمد	۱۹۸–۲۰۸
۴۳	عرب کے بتوں کے نام اور انکے حالات	...	سید احمد	۲۰۹–۲۱۶
۴۴	طوفان کے قصه پر جو کالڈیا کی اینٹوں پر کنده هی — تاریخانه ریویو رک	...	مولوی عنایت رسول چڑیاکوٹی	۲۱۶–۲۱۹
۴۵	دلیل نقلی مفید یقین هی یا نهیں ؟	...	مولوی وحیدالدین پانی پتی	۲۲۰–۲۲۳

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم شوال سنہ ۱۳۱۲ هجري سنہ ۱۳۲۵ نبوي [نمبر ۱

نمبر ۱

عید

السلام علیکم عید مبارک ہو — وعلیکم السلام آپکو بھي مبارک ہو مصافحہ کیجئے — اس سے مجھے معاف رکھو — مصافحہ کو عید کے دن مخصوص کرنا بدعت ہی — اگر بدعت ہی تو جانے دیجئے — کیا آپ اُسے بدعت نہیں سمجھتے ؟ — جناب میں تو نہ مصافحہ کو بدعت سمجھتا ہوں نہ معانقہ کو، بدعت دراصل اعتقاد سے تعلق رکھتي ہی — عید کے مصافحہ یا معانقہ کو کوئي سنت یا مستحب یا واجب نہیں سمجھتا — عید کا دن مسلمانوں کي خوشي کا دن ہی — کوئي آپس میں دوستوں سے ہاتھہ ملاکے خوش ہوتا ہی کوئي گلے لگ کے — اسکو سنت اور بدعت سے کیا تعلق ہی *

ایکي دفعہ تو عیدگاہ میں بہت کثرت سے لوگ تھے اور سب قسم کے لوگ بہت خوش معلوم ہوتے تھے آپ نے بھي دیکھا ہوگا — ؟ میں تو عیدگاہ نہیں گیا — مگر سب قسم کے لوگوں سے آپکي کیا مراد ہی — اور وہ سب کہوں خوش تھے؟ *

حضرت — ہاں، پھر، بڈھے تو اسلیئے خوش تھے کہ اُنکو توقع نہ تھي کہ اُنکي زندگي میں پھر رمضان آویگا اور اگر آویگا تو روزے بھي رکھہ سکینگے یا نہیں — خدا کے فضل سے اُنکي زندگي میں رمضان آیا اور اُنہوں نے روزے بھي رکھے فرض سے بھي ادا ہوئے اور قیامت میں بہشت میں جانے کا سامان ہوا *

علما اور زہاد اسلیئے خوش تھے کہ اُنہوں نے روزے رکھے — تراویح پڑھیں — اعتکاف کیا — اُن کے مریدوں شاگردوں میں اُن کا تقدس زیادہ بڑھا اور اگر اُس میں سے کچھہ خدا نے بھي منظور کرلیا تو پھر کیا کہنا ہی چپڑي اور دو دو ادھر بندے خوش اودھر خدا خوش *

جوان اسلیئے خوش تھے کہ خدا خدا کرکے فاقوں کے دن گئے — اب رات، دن جو چاہو سو کھاو اور جو چاہو سو کرو چین سے رہو *

ماہ رمضان گذشت وعید آمد

لڑکے اور بچے اسلیئے خوش تھے کہ مکتب سے چھٹی ملی تھی عیدگاہ سے کھلونے خرید لائے تھے دودھ سویاں کھاکر مگن تھے *

حضرت آپ نے عورتوں کا کچھہ حال نفرمایا ؟ لواجی، اُنکے بغیر عید کیسی عشوہ و ناز کرنے والیوںکی رتھوں پر رتھوں قطار کی قطار موجود تھیں — سیکڑوں آدمی پروانہ وار اُن کے گرد تھے *

اس زمانہ کے برگشتہ خیال پردہ شکن لوگوں کا بھی کچھہ اثر تھا — ؟ نہیں خدا نکرے کہ کچھہ ہوتا — جس دن ان ناعاقبت اندیشوں کے خیال خدانخواستہ پورے ہونگے اُس دن مسلمانوں کی دین و دنیا دونوں میں پوری تضلیل وتذاہل ہوجاویگی *

بھلا حضرت اُن لوگوں کا کیا حال تھا جو اپنے آپکو رفارمر اور مسلمانوں کی دین و دنیا کی بھلائی چاہنے والے سمجھتے ہیں — ؟ *

یہہ لوگ تو اُس مجمع میں کم تھے — مگر جوتھے وہ اوداس رونی صورت بنائے ہوئے تھے *

حضرت یہہ کیوں — ہندوستان کے ہر گوشہ میں انجمن اسلامیہ قایم ہوئی ہیں اور ہوتی جاتی ہیں — اسلامیہ مدرسے اور اسکول برابر کہلتے جاتے ہیں — یتیموں کی پرورش و پرداخت کے لیئے انجمنیں قایم ہوگئی ہیں اور ہوتی جاتی ہیں — مسلمان قیدی جیلخانہ میں مرے تو اُسکی مسلمانوں کے طریقہ پر تجہیز و تکفین کرنیکو جابجا کمیٹیاں قایم ہیں — زنانہ اسکول بنتے جاتے ہیں — یتیموں کو صنعت و حرفت سکھانیکا انتظام ہوتا جاتا ہی — ایک نہایت عجیب چیز جس کے قایم ہونے کی کبھی توقع نہ تھی وہ بھی قایم ہوگئی ہی — آپ نے سنا ہوگا کہ ایک عالیشان جلسہ ندوۃالعلما کا کانپور میں ہوچکا ہی اور اب دوسرا لکھنؤ میں ہونے والا ہی پس اس سے زیادہ اور کیا سرسبزی و شاداہی مسلمانوں کی ہوسکتی ہی — پھر اب فلاح خواہاں قوم کی اوداس اور رونی صورت کیوں بنی ہوئی تھی ؟ *

ارے صاحب اول تو ان تمام کارخانوں کو قومی بہبود و فلاح کے کارخانے کہنا ہی بیجا ہی — یہہ تو سوداگری کی دوکانیں ہیں — ایک سوداگر مختلف چیزیں خرید کر دوکان بھرتا ہی اس اُمید پر کہ دوگنے تگنے نفع پر بیچے گا اور فایدہ اوتھاویگا — یہہ لوگ یہہ کام اسلیئے کرتے ہیں کہ اسکے عرض عقبی میں ثواب یا فائدہ ہوگا — کسیکو بہشت میں کوئی محل مل جاویگا — من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ — کسیکو حور و غلمان ایک کے بدلے دو اور دو کے بدلے چار ملینگی — شراب طہور کے جام پر جام پیئینگے — میوے کھانے کو ملینگے اور وہاں سب کاموں کا نفع سوایا مل جاویگا — بھلا یہہ قوم کی بھلائی ہی یا پوری سوداگری *

اسکے سوا ان چھوٹے چھوٹے اور غیر ضروری کاموں سے قوم کی کیا بھلائی ہوسکتی ہی — مردے کو کفن دیکر گاڑنے یا ننگا گاڑدینے سے قوم کی کیا بہتری اور برتری ہوسکتی ہی — یہہ باتیں اُسوقت کام کی ہیں جب قوم اور تمام ضرورتوں سے نچنت ہو تو مُردوں کی بھی فکر اچھی معلوم ہوتی ہی ورنہ خود مُردے مُردوں کے ساتھہ کیا کرینگے *

ہم نے مانا کہ ان چھوٹے چھوٹے مدرسوں سے کچھہ حرف شناسی یا شد بد آگئی — کیا اسقدر تعلیم سے قوم، قوم ہوسکتی یا کچھہ عزت پیدا کرسکتی ہی ؟ *

یہہ بھی تسلیم کرو کہ مذہبی مدرسوں میں پڑھکر بہت بڑے عالم اور فقیہہ ہو جاوینگے اور جنکو وہ اہل بدع اور اہوا سمجھتے ہیں اُنکو خوب ہراسکینگے مگر اس سے کیا ہوگا *

بزاحملہ اسوقت علوم و فلسفہ جدیدہ کا اسلام پر کیا، تمام مذاہب پر ہی — ان مدرسوں کے پڑھنے والے اُسی پرانی لکیر کو پیٹتے جاتے ہیں جس کا نشان بھی اب دنیا میں نہیں رہا — ان پڑھے ہوئے دستار فضیلت بغدھے ہوؤں کو کچھہ بھی مادہ اُن حملوں سے مذہب کی حفاظت کا ہی ؟ پھر دستار فضیلت سرکار ایگ بوجھہ ہی — قوم کو تو اُنسے کسی فائدہ کی توقع نہیں ہوسکتی *

پس قوم کے ان بھلائي چاھنے والوں یا رفارمروں کي آنکھہ میں یہہ سب ھیچ ھی — ان مدرسوں سے قومي فلاح کي اُنکو توقع نہیں — پھر وہ اوداس اور روني صورت بنائے ھوئے نہوں تو اور کیا ھوں *

(سید احمد)

نمبر ۲

سحر یعني جادو

جن چیزوں پر تمام دنیا کے لوگ یکسان اعتقاد رکھتے تھے اُنھیں میں سے جادو بھي ھی — اگلے زمانہ کي دنیا کا کوئي چپہ ایسا نہیں معلوم ھوتا کہ جہاں کے لوگ جادو کے سچ ھونے پر یقین نرکھتے ھوں — یورپ جو اب دنیا میں سب سے زیادہ سویلزڈ ھی وہ بھي اگلے زمانہ میں جادو پر پورا پورا یقین رکھتا تھا - روم میں جادوگر عورتوں پر جنکو ھندوستان میں ڈاین کہتے ھیں مقدمے قایم ھوتے تھے اور اُن کو سزا دي جاتي تھي — پوپ انوسنٹ کے حکم نے جو سنہ ۱۴۸۴ ع میں نافذ ھوا جادو گري کے متعلق اس عام خیال کو خوب مستحکم کردیا اور یورپ کے ھر ملک میں تفتیش کنندہ مقرر ھوئے — جن کا کام تھا کہ جادوگروں کا پتہ لگائیں اور قتل کرائیں — انگلستان اور اسکاٹ لینڈ میں یہہ حماقت یورپ کے دیگر ممالک کي نسبت کسیقدر دیر میں شروع ھوئي مگر جس وقت شروع ھوگئي یہاں بھي دیگر ممالک کي نسبت کچھہ کم ظلم نہیں ھوا — ملکہ ایلیزبتھہ کے قانون مجریہ سنہ ۱۵۶۲ع نے انگلستان میں اول مرتبہ جادوگري کو سب سے بڑا جرم قرار دیا - خواہ اُس کا استعمال دوسرے کو ایذا رساني میں کیا جاوے یا نہ کیا جاوے - کچھہ عرصہ بعد اس غلط خیال نے انگلستان کے ھر حصہ میں اسقدر بربادي پھیلائي کہ ایک زمیندار کے چھکڑے کے دروازہ میں اڑ جانے اور بد شوق لڑکے کے بہانہ سے قي کرنے سے جو مدرسہ جانے سے بچنے کے واسطے یہہ مکر کرتا تھا بیچاري جادوگرنہاں جلائي جانے لگیں — لانگ پارلیمنٹ کے عہد میں علاوہ اس تعداد کے جو عوام کے ھاتھہ سے قتل ھوئے — تین ھزار آدمي اس جرم میں سرکاري حکم سے قتل ھوئے — آخرکار سنہ ۱۷۱۶ع میں مسزھکس اور اُس کي نو برس کي لڑکي کو جادوگري کے الزام میں پھانسي ملنے کے بعد انگلستان سے ان مجرموں کو بحکم گورنمنٹ سزا ملنا موقوف ھوا — اگرچہ عوام کے ھاتھہ سے وہ پھر بھي تکالیف اوٹھاتے رھے — اور یورپ کے دیگر ممالک میں اس کے بعد بھي گورنمنٹ کے حکم سے سزائیں ملتي رھیں اور سب سے پچھلي سزا جو اس جرم میں دي گئي وہ سنہ ۱۷۹۳ ع میں تھي — ڈاکٹر سپرنجر کا اندازہ ھی کہ عیسائیوں کے عہد میں قریب لاکھہ آدمي جادوگري کے جرم میں قتل ھوئے ھیں *

عہد وسطي میں ایک بھي ایسا شخص نہ تھا جسکو جادو کے صحیح ھونے میں کلام ھو اور سولھویں صدي کے وسط تک کسي کو جرات نہوئي کہ ان زیادتیوں کے برخلاف جو اس غلط خیال کي وجہہ سے سرزد ھو رھي تھیں اپني صدا بلند کرے - یورپ میں پہلا شخص جس نے سنہ ۱۵۶۳ع میں اس کارروائي کو برا کہا جرمني کا رھنے والا مسمی جوھیر تھا — اس کے بعد انگلستان میں سنہ ۱۵۸۴ع میں ریجنلڈ سکاٹ نے اس غلط خیال کي اغریت ثابت کي - مگر پھر بھي یہہ خیال عرصہ دراز تک لوگوں پر مستولی رھا اور تمام دنیا میں جہلا ابتک اُسپر اعتقاد رکھتے ھیں *

مسلمانوں کو بھي بد بختي سے جادو کے برحق ھونے کا یقین رھا ھی اور اکثر علما نے قرآن مجید کي آیتوں اور بعض حدیثوں کے غلط معني سمجھکر یہہ بات قرار دي کہ قرآن مجید سے اور حدیثوں سے جادو کا برحق ھونا ثابت ھوتا ھی - حالانکہ یہہ خیال محض غلط تھا *

ھم نے یکم محرم سنہ ۱۳۰۷ ھجري کے تہذیب الاخلاق میں ایک بڑا مضمون لکھا ھی جس میں ثابت کیا ھی کہ قرآن مجید کي جن آیتوں سے سحر کا برحق ھونا سمجھا جاتا ھی وہ صحیح نہیں بلکہ وہ آیتیں سحر کے برحق ھونے پر دلالت نہیں کرتیں *

اُسي پرچہ میں نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي صاحب نے ایک نہایت عمدہ آرٹیکل لکھا ھی جس میں یہہ بتایا ھی کہ لوگوں کا جو یہہ خیال ھی کہ جناب

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سحر ہوا تھا یہہ خیال محض غلط ہی *

اگلے زمانہ میں اگرچہ لوگوں کو سحر کا یقین تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ جادو سے آدمی گدھا اور گدھا آدمی بن سکتا ہی مگر اُسی زمانہ میں جو لوگ زیادہ سمجھدار تھے — انھوں نے جادو کے برحق ہونے سے انکار کیا ہی — منجملہ اُن کے ایک حضرت امام ابو حنیفہ ہیں جنھوں نے فرمایا کہ سحر کی کچھہ اصلیت نہیں ہی — اور معتزلہ کل سحر کے برحق ہونے کے قایل نہیں ہیں — اور شافعیوں میں سے ابو جعفر استر آبادی اور حنفیوں میں سے ابوبکر رازی اور ظاہریوں میں سے ابن حزم بھی سحر کے برحق ہونے کو نہیں مانتے — چنانچہ اس کی تفصیل بخاری کی شرح میں مندرج ہی جس کو ہم اس مقام پر نقل کرتے ہیں *

بخاری کی شرح میں ایک جگہہ یہہ لکھا ہی — کہ یہہ باب جادو کے بیان میں

هذا باب في بيان السحر وانه ثابت محقق ولهذا اكثر البخاري في الاستدلال عليه بالايات الدالة عليه والحديث الصحيح واكثر الامم من العرب والروم والهند والعجم بانه ثابت و حقيقة موجودة وله تاثير وللاستحالة في العقل في ان الله تعالى يخرق العادة عند الفلق بكلام ملفق او تركيب اجسام و نحوه على وجه لا يعرفه كل احد-واما تعريف السحر فهو امر خارق للعادة صادر عن نفس شريرة لا يتعذر معارضته وانكر قوم حقيقته واضافوا فواما يقع منه الى خيالات باطلة لا حقيقة لها وهو اختيار ابي جعفر الاستراآبادي من

ہی اور جادو ثابت اور محقق ہی اس لیئے امام بخاری نے اُن آیتوں سے جو جادو پر دلالت کرتی ہیں اور صحیح حدیثوں سے جادو پر استدلال کیا ہی عرب - روم - ہند اور عجم کی اکثر قومیں جادو کو صحیح سمجھتی ہیں - اور اس کے وجود اور تاثیر کی قایل ہیں اور عقل کے نزدیک یہہ محال نہیں ہی کہ چند کلموں کو جوڑ کر بولنے یا چند جسموں کو باہم ملانے سے خدا اپنی عادت جاریہ کو توڑ ڈالے ایسی طرح پر کہ دوسرا اسکو نہ پہچانے - اور جادو کی تعریف یہہ ہی کہ وہ ایک امر خارق عادت ہی جو نفس شریر سے صادر ہوتا ہی اسکا معارضہ محال نہیں ہی — اور بہت سے لوگ جادو کی حقیقت سے منکر ہیں —

اور جو حصہ اسکا وقوع میں آتا ہی اسکو خیالات باطلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جنکی کوئی واقعی حقیقت نہیں ہی — شافعیوں میں سے ابو جعفر استر آبادی اور حنفیوں میں سے ابوبکر رازی اور ظاہریوں میں سے ابن حزم بھی یہی راے ہی *

دوسرے مقام پر یہہ لکھا ہی کہ وزیر ابوالمظفر یحیی بن محمد بن ہبیرہ نے اپنی کتاب "الاشراف علی مذاہب الاشراف" میں لکھا ہی کہ اسبات پر سب کا اتفاق ہی کہ جادو کی کوئی حقیقت ہی مگر امام ابو حنیفہ قایل نہیں ہیں — قرطبی کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک جادو حق ہی — اور اسکی ایک حقیقت ہی - اللہ جو چاہے پیدا کرسکتا ہی—مگر معتزلہ اور ابواسحاق اسفرائنی شافعی اسکے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ جادو محض دھوکے اور تخیل کا نام ہی... امام رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی کہ معتزلہ وجود سحر کا انکار کرتے ہیں — اور اکثر وجود سحر کے مانننے والے کو کافر کہتے ہیں — لیکن اہل سنت کے نزدیک یہہ جائز ہی — کہ جادوگر

وذكر الوزير ابوالمظفر يحيى بن محمد بن هبيرة في كتابه الاشراف على مذاهب الاشراف — اجمعوا على ان السحر له حقيقة الا ابا حنيفة فانه قال لا حقيقة له وقال القرطبي وعندنا ان السحر حق وله حقيقة يخلق الله تعالى عنده ما شاء خلافا للمعتزلة وابي اسحق الاسفرائني من الشافعية حيث قالوا انه تمويه و تخييل ... وقال الرازي في تفسيره عن المعتزلة انهم انكروا وجود السحر قال وربما كفروا من اعتقد وجوده قال واما اهل السنة فقد جوزوا ان يقدر الساحر ان يطير في الهواء وان يقلب الانسان حمارا والحمار انسان الا انهم قالوا ان الله يخلق الاشياء عند ما يقول الساحر تلك الرقي والكلمات الشافعية وابي بكر الرازي من الحنفية وابن حزم الظاهري (صفحہ ۲۰۴ جلد دہم عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ قسطنطنیہ)

المعيلة فاما ان يكون المرئر في ذلك هوالفلك والنجوم فلا خلافا للفلاسفة - (۵۰۹ و ۵۱۰ صفحات جلد پنجم عمدة القاري مطبوعه قسطنطنيه) —

هوا میں پرواز کرے اور انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنادے - مگر وہ کہتے ہیں کہ جادو گر کے چند منتر اور منہوں کلمات کے پڑھنے کے وقت خدا اشیا کو پیدا کرتا ہی - پھر اگر آسمان اور ستاروں کي تاثیر اُن نتائج کے ظہور میں آنے کے لیئے مانی جائے تو فلسفہ کے ساتھہ اختلاف باقي نہیں رہتا *

(سید احمد)

—

نمبر ۳

مذهب و علم

اکثر مسلمان مذهبي باتوں میں عقل کو دخل دینے یا مذهبي مسایل کو علم اور فطرت سے مطابق کرنے میں تعجب کرتے ہیں ' اور جو لوگ معقول و منقول یا مذهب و فطرت کي تطبیق میں کوشش کرتے ہیں ' اُن کو مذهب کا حامي سمجھنے کے بدلے مذهب کا دشمن جانتے ہیں اور ایسے لوگوں کي کوششوں پر حیرت زدہ ہوکر پوچھتے ہیں کہ ' کیا خدا اور رسول کے فرمانے کے بعد حقیقت اور سچائي کے دریافت کرنے کي کچھہ ضرورت باقي رہتي ہی — یا خدا اور رسول کے کلام کي تصدیق کے لیئے کسی علم اور فطرت کي ضرورت ہی - ایسي ضرورت کا خیال کرنا خود دین میں شک کرنا ہی ' اور شک بیدیني اور کفر کا پہلا زینہ ہی - اس زمانہ میں یہہ اعتراض زیادہ تر سید صاحب پر کیا جاتا ہی جنہوں نے مذهب کو فطرت سے ملانے کا مشکل کام اپنے ذمہ لیا ہی — اور اُنکي تفسیر اور دیگر مذهبي مضامین بہت تعجب اور افسوس بلکہ نفرت سے دیکھے جاتے ہیں — اور مجھے جب سے کہ میں نے اُنکي تفسیر کے متعلق لکھنے کا ارادہ کیا ہی لوگ اُنکا مخالف سمجھتے ہیں — اسلیئے میں چاہتا ہوں کہ چند لفظوں میں مذهب کو علم سے مطابق کرنے کي ضرورت اور جو فرق مہرے اور سید صاحب کے خیالات میں ہی اُسکي کیفیت بیان کروں *

جو لوگ مذهب کو صرف مذهبي دلایل اور مذهبي اسناد سے جانچتے ہیں ' بلکہ وہ لوگ جو مذهبي مسایل میں دلیل اور سند کا خیال تک نہیں کرتے بلاشبہہ اُن کے عقاید نہایت مضبوط اور مستحکم ہوتے ہیں ' اور جہالت اُن کے دین کي بڑي محافظ ہوتي ہی — مگر ایسے عقاید درحقیقت رسمي اور تقلیدي ہوتے ہیں ' اور گر ایک عاقل شخص کے لیئے درصورت سچ ہونے اُس مذهب کے جسکو وہ مانتا ہی باعتبار نتیجہ کے مفید ہوں ' مگر ایسا شخص نہ اپنے مذهب کي اشاعت کرسکتا ' نہ دوسروں کو اپنے مذهب کي دعوت دے سکتا ' نہ مخالفین کے اعتراضات کو دور کرسکتا ہی — ایسا شخص غالباً ناجي ہو مگر ہادي اور حامي دین نہیں بن سکتا - اور مذهب اسلام چونکہ تمام دنیا کے لیئے ہی ' اور ہر قسم اور ہر درجہ اور ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں کو اسلام کي دعوت دیني ہم مسلمانوں پر فرض ہی ' اس لیئے اسلام کي اشاعت کي خواہش رکھنے والے مسلمان پر لازم ہی ' کہ وہ اپنے زمانہ کے مختلف خیالات کے لوگوں کے موافق اُنکو اسلام کي دعوت دے ' اور موجودہ زمانہ کي حالت دیکھکر اسلام کي حقیت ثابت کرے - پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب خدا نے ہدایت کے لیئے مامور فرمایا ' تو صرف ایک ہي طریقہ پر اسلام کي طرف بلانے کا حکم نہیں دیا بلکہ ہر شخص کے خیال اور حالت کے موافق جدے جدے طور سے دعوت کرنے کے طریقے بتائے ' اور ایک آیت میں اُسکو بہان کردیا وہ آیت یہہ ہی — ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن - یعني اپنے پروردگار کي راہ پر لوگوں کو حکمت سے یا اچھي نصیحت سے بلانا چاہیئے ' اور جو لوگ کہ جھگڑالو ہیں اُنکو اُنہیں کے طور پر اچھي طرح سمجھانا چاہیئے — پس خدا کے اس ارشاد کے موافق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکمت اور موعظت اور مجادلہ تینوں طریقوں سے دعوت اسلام کے اصول قایم کیئے ' اور تینوں

قسم کے آدمیوں کی سمجھ کے موافق خدا نے اپنا کلام نازل فرمایا ' اور اپنے کلام معجز نظام میں ہر چیز کو اس طور پر بیان کیا کہ ہر شخص اپنے اپنے خیال و مذاق کے موافق اُس سے مستفید ہوسکے — اسی اصول کو حامیان دین اور حامیان ملت نے ہمیشہ پیش نظر رکھا ' اور ہر زمانہ کے خیالات کے موافق قران کے معنی بیان کیئے - جس زمانہ میں علم کا چرچا نہ تھا ' اور لوگوں کے دل علمی خیالات سے صاف تھے ' اُنکو اُنہیں کے خیال کے موافق ظاہری باتوں کے سمجھانے پر قناعت کی — جبکہ وہ زمانہ آیا جس میں حکمت و فلسفہ کا چرچا ہوا ' یونانی علوم شایع ہوئے ' اُسوقت حکماے اسلام نے خدا کی تعلیم کے موافق علم و حکمت سے کام لیا ' اور عالموں اور حکیموں کو علم و حکمت سے سمجھانا شروع کیا اور خدا کے کلام کے دقایق و حقایق اور نکات و اسرار بیان کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا ' اور مذہب اسلام کو علم و حکمت کے مطابق ہونا ثابت کیا — اگر بزرگان دین پہلے ہی طریقہ پر قایم رہتے ' اور فلسفہ جاننے والوں کو عرب و حجاز کے بدویوں اور عاموں کی طرح ظاہری باتوں کے سمجھانے پر کفایت کرتے ' تو غالباً بجاے فایدہ کے نقصان ہوتا ' اور اسلام اُنکی نگاہوں میں جہالت کا مجموعہ سمجھا جاتا — اس زمانہ میں جو ترقی علم وسائنس نے کی ہی ' اور جو خوفناک اثر اُس کا مذہب پر ہو رہا ہی وہ گذشتہ زمانہ سے بہت زیادہ ہی ' اور اس زمانہ میں مذہب و علم کی تطبیق کی ضرورت اُس زمانہ سے بہت بڑھکر ہی - جو لوگ اس زمانہ کی علمی ترقیوں سے بے خبر ہیں اُنکو اسکی ضرورت اور جو مشکلات اس کام میں اسوقت درپیش ہیں اُسکا سمجھانا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہی — مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اسلام کی حمایت صرف اسی ایک بات پر منحصر ہی کہ اُسکا سائنس و فطرت کے مطابق ہونا ثابت کیا جاوے — مگر اس زمانہ میں اس طرح پر حمایت اسلام کی بہ نسبت گذشتہ زمانہ کے نہایت مشکل ہی - اگلے زمانہ میں گو فلسفہ و حکمت نے ترقی کی تھی مگر اُسوقت علم محدود اور نظری تھا ' مسایل اُس کے مشتبہ اور موہوم تھے — اُس زمانہ کی فلسفہ کا رجحان روحانیت کی طرف تھا جس کو مذہب سے ایک نوع کی مناسبت تھی — علاوہ بریں مذہب کی حمایت کے لیئے حکومت موجود تھی — اس لیئے مذہبی عقاید کو عام کا چنداں خوف نہ تھا ' اور نہ اُنکی حفاظت زیادہ مشکل تھی — اسلام کا بہت بڑا وسیع دایرہ علم کے صدمہ سے اس لیئے محفوظ رہتا تھا ' کہ علم کی رسائی وہاں تک ہرگز نہ سکتی تھی — اور وہ چھوٹا حلقہ جہاں حکمت و فلسفہ کا گذر ہوتا خرد علمی مسایل کے غیر متحقق ہونے سے کسی نہ کسیطرح اپنا بچاؤ کر لیتا تھا — اسپر بھی اگر مذہب و علم میں جھگڑا ہوتا تو مذہب کی حمایت کے لیئے ایسے سامان اور ذریعے تھے کہ علم کو پوچھے ہٹنے کے سوا دوسرا چارہ نہ تھا - علم مذہب کے مقابلہ سے کبھی یہہ کہکر روک دیا جاتا ' کہ یہہ امر مکاشفہ سے متعلق ہی ایسا سوال ہی کرنا نا جایز ہی اور کبھی یہہ کہکر چپ کردیا جاتا کہ یہہ خدا کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہی اسکا فاش کرنا ممنوع ہی — اسپر بھی اگر کوئی نہ مانتا تو خدا کی زمین ایسے ملحد کے وجود سے پاک کردیجاتی - مگر اس زمانہ میں نہ علم محدود ہی ' اور نہ وہ نظری وخیالی ہی ' اور نہ حکومت اُسکی مدد کے لیئے موجود ہی - بلکہ اُسکی حدود روز بروز وسیع ہوتی جاتی ہیں ' اُس کی بنا مشاہدہ پر قایم ہو رہی ہی ' نہ مذہبی عقاید پر بحث کرنے والے کی تسلی مکاشفہ سے ہوسکتی ہی ' نہ ہذاسر من اسرارالربوبیۃ کہہ کر کوئی روکا جاسکتا ہی اور نہ خدا کی پاک زمین شک کرنے والے کے نجس وجود سے پاک کی جاسکتی ہی - اس لیئے ضروری ہی کہ یا تو ہر مذہبی عقیدہ کی بنیاد علمی مسایل کی طرح تحقیق پر قایم کی جاوے یا مذہب کو جسکی عمر طبعی غالباً قریب آگئی ہی اپنی حالت پر مرنے کے لیئے چھوڑ دیا جاوے سائنس یعنی علم اب چند خانگی مدرسوں میں بند نہیں ہی جہاں خاص لوگوں کے سوا عام کو پہونچنا مشکل ہو — نہ وہ چند پاک کتابوں میں مقفل ہی جسکا کھولنا بجز مقدس ہاتوں کے اوروں کو ممنوع ہو ' نہ وہ استعارہ میں بیان کیا

جاتا ہی کہ اُس کا سمجھنا مشکل ہو ' نہ وہ اُن اسرار الہی میں سے ہی جس کے لیئے اب الہام اور کشف صدور کی ضرورت ہو — بلکہ سائنس اب ان تمام چیزوں سے آزاد ہی ' اُس نے اپنے ساوے طوق وسلاسل تروڑ دیئے ہیں ' جو اصول فلسفیوں کے سینہ میں بند تہے وہ اب بچوں کی زبان پر ہیں ' اور وہ باتیں جنکا زبان پر لانا مشکل اور منع تھا ان دنوں نقل مجلس ہورہی ہیں — علم اب نظری نہیں رہا کہ مغلق کی بھول بھلیوں میں گھومتا رہے بلکہ وہ اب آسان ' دل پسند ' ہر دل عزیز اور زندگی میں داخل ہوگیا ہی — لیڈیاں علم پر نقابیں لکھتی ہیں ' مدرسہ کے لڑکے ارسطو اور افلاطون کے فلسفہ پر بحثیں کرتے ہیں — اخباروں میں علمی مباحثے چھپتے ہیں — قلی اور مزدور تک علمی باتیں سمجھتے ہیں ' ہر روز ایک نئی تحقیق اور جدید انکشاف کی خبر آتی ہی ' ہر رسالہ اور ہر پرچہ اور ہر خبر کے کاغذ میں کوئی نہ کوئی نئی بات نظر پڑتی ہی — غرضکہ ان دنوں دلوں میں ایک نئی تحریک پیدا ہورہی ہی الہامی باتوں پر اعتقاد دن بدن کم ہوتا جاتا ہی — تحکمانہ اور تقلیدی مذہب کا زور روز بروز گھٹ رہا ہی — مذہبی مسائل کے لیئے عام کی سند مانگی جاتی ہی — کوئی چیز سوائے تحقیق کے مقدس اور پاک نہیں مانی جاتی — یا دلیل اور ثبوت کے بغیر کسی بات کی سچائی دلمیں نہیں بیٹھتی ہی — اب اسے کوئی برا سمجھے یا اسپر افسوس کرے ' یا چند قطرے آنسو کے بہاوے — مگر زمانہ تحقیق اور علم کا ہی اور اُس کا اثر روز بروز مذہب پر پڑتا جاتا ہی — یورپ اور امریکہ کے حالات سے جلکو واقفیت ہی وہ خوب جانتے ہیں کہ مذہبی عقاید سے بہت کچھ انحراف ہوگیا ہی دہریت اور لا ادریت وباکی طرح پھیل رہی ہی ' مذہبی باتوں میں نہ صرف شک اور شبہی کیئے جاتے ہیں ' بلکہ بغیر کسی خوف یا شوم کے اُنکی ہنسی اُوڑائی جاتی ہی — دہریت کے شعلے ہرمقام پر بلند ہو رہے ہیں — چرچ اور گرجے ہر جگہہ جلتے نظر آتے ہیں — ایسے نازک زمانہ میں جو مذہب کے نادان دوست ہیں وہ صرف افسوس کرنے پر قانع ہیں ' مگر جو لوگ مذہب کی عاقلانہ حمایت کرنے والے ہیں ' وہ مذہب کی بنیاد علم اور فطرۃ پر قایم اور دینی عقاید کو علم و فطرۃ کے مطابق ثابت کرنے میں کوشش کرتے ہیں — اسلامی دنیا میں عموماً اور ہمارے ہندوستان میں خصوصاً نہ صرف الحاد اور دہریت کے پھیلنے کی مصیبت ہی بلکہ ابتک مذہب کی حمایت کا جیسی کہ اس زمانہ میں درکار ہی کسی کو خیال بھی نہیں ہی — اُن ملکوں میں جہاں اسلامی سلطنت ابتک قایم ہی شاید دروں اور فقروں سے کسیقدر مذہب کی حفاظت کی جاتی ہو — مگر دلونکے شک اس سے دور نہیں ہوسکتے ' اور مذہب جسکی بنیاد یقین پر ہی وہ ان تدبیروں سے محفوظ نہیں رہ سکتا — اور ہمارے یہاں تو یہہ کاٹھہ کے ہتیار بھی نہیں ہیں ' نہ سوائے کفر کے فتووں کے مذہب کے بچانے کا کسی کے پاس کوئی اور ہتیار ہی — اور کفر کے فتووں کا یہہ حال ہی کہ ' یا یفساریوں کی پڑیوں میں کام آتے ہیں ' یا اس سے پہلے کہ اُنکی سیاہی خشک ہو اُنہیں دیمک کھالیتی ہی — ایسے زمانہ میں جو شخص مذہب کی حمایت عاقلانہ طور پر کرے ' اور مذہبی عقاید کو قوانین قدرت سے ملانے میں ساعی ہو — وہ در حقیقت نہ صرف سچا مومن اور پکا دیندار ہی ' بلکہ مجاہد فی سبیل اللہ اور جہاد اکبر کے ثواب اور تمام مسلمانوں کی شکر گذاری کا مستحق ہی — اور چونکہ سید صاحب نے یہہ بڑا کام اپنے ذمہ لیا ہی ' اور اس جہاد اکبر کا جھنڈا اُٹھایا ہی ' اسلیئے اسلام اُنکا شکر گذار ہی ' اور تمام مسلمانوں پر اُنکا احسان ہی — رہا یہہ امر کہ کہانتک وہ اُس میں کامیاب ہوئے اور ہوسکتے ہیں ' اس کا ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہی ' کہ ابتدی جہاد کے لیئے بھی اعوان و انصار کی ضرورت ہوتی ہی ' اور ایک آدمی گو کہ سپاہی بہادر اور تجربہ کار ہو تن تنہا کامیاب نہیں ہوسکتا ' اکیلے اُن سے ایسے بڑے جہاد میں کامیاب ہونے کی کون اُمید کرسکتا ہی — اُن سے غلطیاں بھی ہونگی ' اُن کی رائیں خطائیں بھی کرینگی ' مگر چونکہ نیت اُن کی نیک اور خالصاً للہ ہی اسلیئے اُنکی غلطی بھی دوسروں کے صواب سے بہتر ہی — میں تو اُن کے اس ارادہ ہی کی تعریف

کرتا ' اور اپنے آپ کو اُن کے انصار اور اعوان میں سمجھتا هوں — میں نے اُنکي تفسیر کي نسبت جو اپنے خیالات ظاهر کرنے کا ارادہ کیا هی وہ درحقیقت ایک طرح پر اُنکي مدد اور متابعت هی نہ مخالفت *

میں اس امر میں بالکل اُن سے متفق هوں ' کہ مذهبي مسائل علمي نظر سے دیکھے جائیں ' اور جس طرح علمي مسایل کي نکتہ چیني کي جاتي هی مذهبي مسایل کي بهي اُسي طرح تحقیق کي جاوے - اور مذهب کا فطرت کے مطابق هونا (جیسا کہ درحقیقت وہ هی) ثابت کیا جاوے — یهي سچي حمایت اسلام کي هی ' اور یهي اصلي طریقہ اسلام کي حفاظت کا هی - جو لوگ مذهب کي صرف مذهبي دلایل سے تائید کرتے هیں ' اور سائنس کے محققہ مسائل کو بیهودہ اور خیالي دلیلوں سے غلط کہتے هیں ' وہ میرے نزدیک اسلام کے حامي نہیں هیں بلکہ اُسکے نادان دوست اور درحقیقت دشمن هیں — میري مخالفت سید صاحب سے اسلیئے نہیں هی کہ جو اصول مذهب کي تطبیق کا فطرت سے اُنهوں نے اختیار کیا هی اُسے میں غلط جانتا هوں یا قوانین فطرت کو قابل تبدیل سمجهتا هوں — بلکہ میرا اختلاف صرف اس میں هی کہ جن باتوں کو وہ قانون قدرت سے خارج سمجهتے هیں میرے نزدیک وہ قانون قدرت میں داخل هیں ' اور اسي امر کو میں اپني آیندہ کي تحریروں میں دکهانا چاهتا هوں — فقط

محسن الملک

نمبر ۴

ذمیدانم ذمیدانم ذمیدانم ذمیدانم

کدام چیز نمیدانی — لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العزیز الحکیم *

اس میں کچهہ شک نہیں کہ خدا نے انسان کو عقل و معرفت عطا کي هی اگر یہہ نہي هوتي تو وہ مامور بهي نہوتا — مگر وہ جو دي هی نا محدود نہیں هی اُس کے لیئے ایک حد هی جس سے آگے وہ نہیں چل سکتي مگر وہ حد بهي عقل هي همکو بتاتي هی اگر وہ نہوتي تو اُسکي حد بهي معلوم نہوتي *

جو باتیں هماري عقل کي حد سے باهر هیں خدا بهي تو اُنکو صاف صاف نہیں بتاتا بلکہ مثالوں میں سمجهاتا هی اور فرماتا هی — و یضرب الله الامثال للناس لعلهم یتذکرون — پهر کوئي شخص گو کہ والراسخون فی العلم هي کیوں نہوں اُس حد سے آگے نہیں بڑہ سکتے پهر جس طرح اُس حد کا توڑنا فطري گناہ هی اُسیطرح اُس حد کے اندر اُسکا کام میں نہ لانا فطري گناہ هی *

عالم شہادت جسکو هم دیکهتے هیں اُسکي بہت باتیں عقل کي حد سے باهر هیں کیونکہ اُسمیں هم کتني هي عقل کو کام میں لاویں بجز موجود کے اور کچهہ نہیں جان سکتے مثلاً هم نے ایک قسم کي هوا کو پایا هی اور اُسکا نام اکسیجن رکها هی اور دوسري قسم کی هوا کو پایا هی جسکا نام هیڈروجن رکها هی اول تو اسکا جاننا کہ اکسیجن اور هیڈروجن کیا هی هماري حد عقل سے خارج هی اور پهر جب وہ دونوں ملتي هیں تو پاني بن جاتا هی یہہ تو هم نے جانا کہ اُن کے ملنے سے پاني بن گیا مگر اس بات کا جاننا کہ کیوں پاني بن گیا هماري عقل کي حد سے باهر هی — علماء علوم طبعیہ یعني نیچرل سیفز جاننے والے تو یہیں تک ٹهیر جاتے هیں اور کہتے هیں کہ جو موجود هی اُس کے سوا هم اور کچهہ نہیں پاتے مگر علماء علم مذاهب اس سے آگے بڑهتے هیں اور یقین کرتے هیں کہ اکسیجن اور هیڈروجن کا پیدا کرنے والا اور اُن میں ایسي تاثیر رکهنے والا کہ جب وہ ملیں تو پاني هوجاے کوئي هی اور جسکو وہ خدا کہتے هیں *

پهر اُن میں دو قسم کے لوگ هیں ایک وہ جنکو هم مذبذبین کہتے هیں اُنکا اعتقاد هی کہ ممکن هی کو اُسکا وقوع کبهي نہوا هو کہ اکسیجن اور هیڈروجن ملے اور پاني نہ بنے اور اسیکو وہ خدا کے قادر هونے کي صفت قرار دیتے هیں — اور دوسرے وہ هیں جنکو هم راسخین کہتے هیں اُنکا اعتقاد یہہ هی کہ خدا نے جو کیا هی اُسکو تبدیل نہیں

کرتا " ان تجد لسنة الله تبدیلا " مگر پہلی قسم کے لوگ انکو نیچری کہتے ہیں *

ماوراء اس عالم شہادت کے عالم غیب ہی اُسکے نہولے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہی بلکہ جب ہم کسیکو جسے ہم خدا کہتے ہیں موثر عالم شہادت میں پاتے ہیں تو عالم غیب کا تسلیم کرنا لازم آتا ہی — مگر اُسکی حقیقت کا جاننا ہماری عقل کی حد سے خارج ہی — خدا نے بھی عالم غیب کی بہت سی باتیں بتلائی ہیں مگر تمثیلوں میں مگہم مگہم — کیونکہ جب ہم اُسکو جانتے ہی نہیں تو جو کچھہ وہاں ہی یا ہوتا ہی اور ہوگا اُسکو بعینہ ہم کیونکر جان سکتے ہیں اور خدا کیونکر بتلا سکتا ہی *

دنیا میں بھی انجان کو انجانی چیز بغیر تمثیل کے نہیں بتلائی جاتی مشہور ہی کہ ایک شخص جو ہندوستان میں آم کہا گیا تھا اُس نے ایک بدو کو اُسکا بتلانا چاہا ہرچند کوشش کی نہ وہ سمجھا نہ یہہ سمجھا سکا آخر اُس نے اپنی ٹھوڑی پر جسپر چھوٹے چھوٹے بال تھے شہد ملا اور اُسکو کہا کہ اسکو چوسو آم ایسا ہوتا ہی بدو نے کہا واہ واہ کیا اچھا ہوتا ہی مگر کجا آم کا رس اور کجا شہد — کجا آم کا ریشہ اور کجا اُسکی ریش — کجا آم کی گٹھلی اور کجا اُسکی ٹھوڑی *

حکماء یونانی اور ہمارے مذہب کے علماء اور حضرات صوفیہ سب کے سب عالم غیب کے قائل ہیں اور اُسکے مختلف نام رکھے ہیں — ملاء اعلی — عالم ملکوت — عالم عقل — عالم مثال — عالم ارواح — عالم ربوبیت — عالم امر — عالم قدس — عالم جبروت — عالم احدیت — بہر حال اُس کے کوئی نام رکھے ہوں سب اُس عالم کو غیر مادی مانتے ہیں — چنانچہ کشاف اصطلاحات الفنون میں لکہا ہی —

عالم غیب صوفیوں کے نزدیک

و عالم الغیب عند المتصوفة غیر مادی عالم پر بولا جاتا یطلق علی عالم وجد بلامدة ہی جیسے عقول ونفوس وبلامادة مثل العقول والنفوس جسطرح لفظ خلق اُس عالم کما ان الخلق یطلق علی عالم پر بولا جاتا ہی جو مادی وجد بمادة کالافلاک والعناصر ہی جیسے آسمان — عناصر والموالید الثلاثة ویسمی ایضاً نباتات — حیوانات — جمادات بعالم الخلق وعالم الملک وعالم اس عالم کو عالم خلق — الشہادة انتہی کشاف اصطلاحات عالم ملک — عالم شہادت بھی الفنون ورق ۴۱۵ صفحہ دوم — کہتے ہیں *

مگر علماے اسلام وصوفیہ کرام عالم غیب کے ایسے حالات اور واقعات تفصیلی بیان کرتے ہیں جنکو پڑہکر تعجب ہوتا ہی اور نہیں معلوم ہوتا کہ کہاں سے یہہ حالات معلوم ہوئے — لوگ کہتے ہیں کہ مکاشفہ سے یہہ سب حالات کہلتے ہیں — ہمکو تو مکاشفہ نہیں ہی کہ یہہ حالات کہلیں خدا ہمکو بھی مکاشفہ مرحمت کرے تاکہ ہمکو بھی یہہ حالات معلوم ہوں ابتک تو ہم یہی جانتے ہیں کہ جو کچھہ وہ کہتے یا سمجھتے یا جانتے یا دیکھتے ہیں وہ انہی کے خیالات ہیں جنکو خود اُن کے متخیلہ نے پیدا کیئے ہیں *

(سید احمد)

نمبر ۵

عالم مثال یا ملاء اعلی

علماء اسلام اور خصوصا صوفیہ کرام کا خیال ہی کہ سواے اس عالم کے جو موجود ہی اور جسکو عالم شہادت سے تعبیر کیا جاتا ہی ایک عالم مثال بھی موجود ہی جسکا پرتو یہہ عالم شہادت ہی — اہل کشف اور صوفیہ کرام کا دار مدار بہت کچھہ اس عالم پر ہی *

یہہ بات تو لزوما تسلیم کرنی پڑتی ہی کہ جو کچھہ عالم شہادت میں ہوا اور ہو رہا ہی اور ہوگا وہ سب علم الہی میں جسکی حقیقت و ماہیت کا جاننا عقل انسانی سے بالا تر ہی موجود ہی مگر عالم مثال جسکو علماء اسلام اور صوفیہ کرام نے تصور کیا ہی وہ اُس سے علاحدہ معلوم ہوتا ہی *

علاوہ اسکے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ حکماء یوناني جو قبل زمانہ اسلام کے تھے مثل افلاطون و ارسطو وغیرہ وہ بھي عالم مثال کے قایل تھے پھر علماء اسلام اور صوفیہ کرام میں یہہ مسئلہ کیونکر داخل ہوا ایا قران یا حدیث نبوي علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے اسکا کچھہ اثر پایا جاتا ہی یا کیا غرضکہ ہماري دانست میں اس مسئلہ کي تحقیق و تنقیح کرني ہم مسلمانوں کو نہایت ضرور ہی کیونکہ بہت سے مسایل مذہبي کي تحقیق جبکہ علوم جدیدہ کے مقابل میں کیجاتي ہی تو اس مسئلہ کے ناتحقیق ہونے سے ایک قسم کا اتکا ہوجاتا ہی *

مگر اس مسئلہ کي تحقیق نہایت غور طلب ہی اور جب تک یہہ بات نہ معلوم ہو کہ حکماء یوناني اور علماے اسلام اور صوفیہ کرام کے اسباب میں کیا اقوال ہیں اور کس بنا پر وہ اقوال ہیں اُس وقت تک اُسکي تنقیح نہیں ہوسکتي اسلیئے ہمارا ارادہ ہی کہ اُن سب بزرگوں کے اقوال کو تلاش کرکے وقتاً فوقتاً تہذیب الاخلاق میں مشتہر کرتے رہیں اور اخیر کو جو کچھہ تنقیح اسباب میں ہو اُسکو بیان کریں *

اگر کوئي دوست ہمکو اس امر کي تحقیق و تنقیح میں مدد دیگا تو ہم اُس کے نہایت دل سے شکر گذار ہونگے *

اسوقت ارسطو کي کتاب "اثولوجیا" سے جو اُس کي راے ہمکو معلوم ہوئي ہی اُسکو ذیل میں لکھتے ہیں *

ارسطو کي راے عالم مثال کي نسبت جسکو اُس نے عالم عقلي یا عالم اعلی سے تعبیر کیا ہی

ارسطو اپني کتاب اثولوجیا میں جسکا ترجمہ عربي میں عبدالمسیح بن عبداللہ بن ناعمہ حمصي نے کیا اور ابو یوسف یعقوب بن اسحق کندي نے احمد بن معتصم کے لیئے اُسکو درست کیا — لکھتا

و قلنا ان هذاالعالم الحسی کله انما هو مثال وصنم لذلک العالم فان کان هذاالعالم حیا فبالحری ان یکون ذلک العالم الاول حیا و ان کان هذاالعالم تاما کاملا فبالحری ان یکون ذلک العالم اتم تماما واکمل کمالا لانه هو المفیض علی هذ العالم الحیوۃ والقوۃ والکمال والدوام فان کان العالم الاعلی تاما فی غایة التمام فلا محال ان هذاک الاشیاء کلها اللتي ههنا الا انها فیه بنوع اعلی واشرف کما قلنا مرارا ثم سماء ذات حیوۃ وفیها کواکب مثل هذه الکواکب اللتي في هذه السماء غیر انها انور واکمل ولیس بینها افتراق کما یری ههنا وذلک انها لیست جسمانیة وهذاک ارض لیست ذات سباخ انما هي حیوۃ عامرۃ وفیها الحیوان کلها الطبیعة الارضیة اللتي ههنا وفیها نبات مغروس فی الحیوۃ وفیها بحار وانهار جاریة ومایجري جریان حیوتنا وفیها الحیوان المائیة کلها و هذاک هواء وفیه حیوان هوائیة حیة شبیهة بذلک الهواء والاشیاء اللتي هذاک کلها حیة وکیف لایکون حیة وهي في عالم الحیوۃ المحض لایشوبها الموت البتة وطبایع الحیوان اللتي هذاک مثل طبایع هذه الحیوان

ہی ہم نے کہا ہی کہ یہہ عالم حسی عالم عقلي کا نمونہ اور اس کي مثال ہی — پس اگر یہہ عالم زندہ ہی تو وہ پہلا عالم بطریق اولی زندہ ہوگا اور اگر یہہ عالم تام اور کامل ہی تو وہ عالم اتم اور اکمل ہوگا — اس لیئے کہ زندگي — قوت — کمال اور دوام کا فیضان اُس عالم سے اس دنیا میں جاري ہوتا ہی — پس اگر عالم اعلی نہایت درجہ کا کامل اور اتم ہی تو یہہ بات محال نہیں ہی کہ جتني چیزیں یہاں ہیں — وہاں بھي ہوں مگر یہاں کي چیزوں سے زیادہ اشرف اور اعلی ہوں جیسا کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں — پس وہاں زندہ آسمان ہی اور اُس میں ایسے ہي ستارے ہیں جیسے اس آسمان میں مگر اِنسے زیادہ روشن اور کامل ہیں — اور وہ جدا جدا نہیں ہیں جیسیکہ یہہ ستارے ہیں — کیونکہ وہ جسماني نہیں ہیں — اور وہاں زمین بھي ہی مگر ویران اور بنجر نہیں ہیں — بلکہ زندہ اور آباد ہی — اور اُس میں ہماري زمین کے حیوانات کي طبیعت رکھنے

الا ان الطبیعة هناك اعلی و
اشرف من هذه الطبیعة لانها
عقلیه لیست حیوانیة البته
فمن انکر قولنا وقال من این
یکون فی العالم الاعلی حیوان
وسماء وسائر الاشیاء اللتي ذکرنا
قلنا ان العالم الاعلی هو العالم
الحي التام الذي فیه جمیع
الاشیاء لانه ابدع من المبدع
الاول التام ففیه کل نفس وکل
عقل وهو س هناك فقر ولاحاجة
البته لان الاشیاء اللتي هناك
مملوة غني وحیوة کانها حیوة
تغلی وتفور وجری حیوة تلك
الاشیاء انما یقع من عین واحدة
کانها لاحرارة واحدة او ریح
واحدة فقط بل کلها کیفیة
واحدة فیها کل کیفیة یوجد
فیها کل طعم ونقول انك تجد
في تلك الکیفیة الواحدة طعم
الحلاوة والشراب وسائر الاشیاء
الطیبة الروائح وجمیع الالوان
الواقعة تحت البصر و جمیع
الاکو ان الواقعة تحت اللمس
وجمیع الاشیاء الواقعة تحت
السمع ای اللحون کلها واصناف
الایقاع وجمیع الاشیاء الواقعة
تحت الحس هذه کلها
موجودة في کیفیة واحدة
مبسوطة علی ما وصفناه لان
تلك الکیفیة عقلیة لاحیوانیة
تجمع جمیع الکیفیات اللتي
وصفنا ولایضیق عن شئی منها

والے حیوان ہیں — اور زندہ
نباتات ہیں — اور اُس
میں سمندر اور نہریں بھی
جاري ہیں — اور وہ چیزیں
ہیں جو ہماري زندگي کے
لیئے ضروري ہیں — اُنمیں
پاني کے سب جانور ہیں —
اور وہاں ہوا بھي ہی اور
اس میں ایسے ہي زندہ
ہوائي جانور ہیں جیسے اس
ہوا میں — اور وہاں کي
سب چیزیں زندہ ہیں — اور
کیوں نہ زندہ ہوں اسلیئے کہ
وہ سب ایسے عالم میں ہیں
جو زندگي محض ہی —
جہاں موت کا شائبہ نہیں
ہی وہاں کے حیوانوں کي
طبیعت یہاں کے حیوانات
کي طبائع کي مانند ہی
لیکن انکي نسبت اعلی
واشرف ہیں کیونکہ وہ
طبیعتیں عقلي ہیں — حیواني
نہیں ہیں — اگر کوئي
شخص ہمارے اس قول کا
انکار کرے کہ عالم اعلی میں
حیوان — آسمان اور تمام وہ
چیزیں جنکا ہم نے ذکر کیا
کہاں سے آئیں — تو ہم جواب
دینگے کہ عالم اعلی ایک
زندہ اور کامل دنیا ہی
جس میں تمام چیزیں
موجود ہیں — کیونکہ وہ
عالم کامل مبدع اول کا پیدا

من غیر ان یختلط بعضها
ببعض ویفسد بعضها ببعض بل
کل فیها محفوظ کان کل واحد
منها قائما علی حدته انتہی
(اثر اوجیا نسخهٔ قلمي) *

کیا ہوا ہی — اسي لیئے
اُسمیں ہر نفس اور ہر عقل
موجود ہی — اور کسي طرح
کي ضرورت اور احتیاج وہاں
نہیں ہی — کیونکہ تمام
اشیا جو وہاں موجود ہیں

زندگي اور کمال سے بھر پور ہیں — گویا کہ زندگي وہاں
جوش مارتي اور فوارہ کي طرح اُچھلتي ہی — اور اُن
تمام چیزوں کي زندگي ایک سرچشمہ سے جاري ہوتي ہی
گویا کہ وہاں نہ فقط ایک طرح کي حرارت ہی نہ ایک
قسم کي ہوا — بلکہ ہر قسم کي کیفیت — اور ہر قسم کا
ذائقہ ہی ایک ہي کیفیت میں — اور ہم کہتے ہیں کہ
اُس کیفیت واحدہ میں مٹھاس کا ذائقہ اور شراب کا مزا
ہی — اور تمام خوشبودار چیزیں — اور کل رنگ جوبصارت
پر اپنا اثر ڈالتے ہیں — اور تمام چیزیں جو چھوئي جاسکتي
ہیں — اور کل چیزیں جو سنی جاتي ہیں یعني کل
آوازیں اور قسم قسم کے سر اور تمام چیزیں جو محسوس
ہوتي ہیں — سب ایک بسیط کیفیت میں موجود ہیں
جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں — کیونکہ یہہ کیفیت عقلي
ہی — حیواني نہیں ہی — اور تمام مذکورہ بالا کیفیتوں
کو شامل ہی — ایک چیز بھي جدا نہیں ہی — نہ ایک
کیفیت دوسري سے ملتي ہی — نہ بگڑتي ہی بلکہ سب
کیفیتیں جدا جدا محفوظ ہیں *

سید احمد

نمبر ۳

مضمون دعا کي نسبت

نواب منحسن الملک مولوي سید مہدیعلیخاں کے خط
سے جو یکم رمضان کے پرچہ میں چھپا ہی ناظرین تہذیب
الاخلاق کو یہہ توقع ہوگي کہ اُنکا مضمون نسبت دعا کے

یکم شوال کے پرچہ میں نکلیگا مگر افسوس ہی کہ اس پرچہ میں نہیں ہی *

ہم کو معلوم ہوا ہی گو ہم نے دیکھا نہیں کہ نواب محسن الملک نے نہایت عمدہ عجیب و لطیف طولانی مضمون نسبت دعا کے لکھا ہی مگر ہرچند اُنھوں نے دعائیں مانگیں کہ وہ مضمون ختم ہوجاوے اور اسی یکم شوال کے پرچہ میں چھپ جاوے لیکن وہ دعائیں قبول نہوئیں اور مضمون ختم نہوا اور عرفت ربی بفسخ العزایم کا مضمون صادق آیا مگر اُمید ہی کہ یکم ذیقعدہ کے پرچہ میں چھپ جاویگا اور ناظرین کو لطف اُٹھے گا اور اگر ہم نے اُسپر کچھ ریمارک لکھے تو وہ لطف اور زیادہ ہوجاویگا *

سید احمد

نمبر ۷

عالمِ غیب

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں عالم غیب کو دو ٹکڑے کر کے بیان کیا ہی — عالم مثال اور ملاء اعلی — اور وہ اسطرح بیان کرتے ہیں *

عالم مثال

عالم مثال کی نسبت انہوں نے لکھا ہی = جان لو کہ بہت سی حدیثیں ایک عالم

اعلم انہ دلت احادیث کثیرۃ علی ان فی الوجود عالما غیر عنصری یتمثل فیہ المعانی بالجسام مناسبۃ لہا فی الصفۃ ویتحقق ھنالک الاشیاء قبل وجود ھا فی الارض فحوامن التحقق فاذا وجدت کانت

غیر عنصری کے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں اُس عالم میں مفہومات اجسام کے ساتھہ جو اُنکی صفتوں کے لیئے مناسب ہیں = متمثل ہوتی ہیں اور اُس عالم میں تمام اشیا قبل اس کے کہ اُن کا وجود زمین پر ہو ایک طرح کے تحقق سے متحقق ہوتی ہیں — پس جب وہ اشیا پائی جائینگی تو وہ ہونگی ہوبہو ایک مفہوم میں ہوہو کی مفہوموں میں سے اور بیشک عام لوگوں کے نزدیک

ھی ھی بمعنی من معانی ھو ھو وان کثیرا من الاشیاء مما لاجسم لہا عند العامۃ تنتقل و تنزل ولایراھا جمیع الناس —

(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲)

بہت سی چیزیں جنکے لیئے کوئی جسم نہیں ہی منتقل ہوتی ہیں اور اُترتی ہیں اور سب لوگ اُنکو نہیں دیکھتے *

عالم مثال کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل مثالیں حدیث سے بیان کی ہیں = کہ ایک حدیث میں آیا ہی کہ جب خدا نے رحم کو پیدا کیا تو رحم خدا کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا یہہ وہ مقام ہی کہ میں تجھسے پناہ مانگتا ہوں قطع رحم کرنے والوں سے *

اور سورہ بقر اور سورہ آل عمران قیامت کے دن بادلوں یا پرند جانوروں کے غول کی طرح آوینگی *

اور قیامت کے دن اعمال آوینگے — نماز آویگی — پھر خیرات آویگی — پھر روزے آوینگے *

اچھے کام اور برے کام مخلوق ہوکر قیامت کے دن لوگوں کے سامنے کھڑے ہونگے *

اور اللہ تعالی قیامت میں دنوں کو جیسی کہ اُن کی صورت ہی موجود کریگا — اور جمعہ کا دن چمکتا ہوگا *

اور دنیا قیامت میں ایک بدصورت مونہہ پھٹی دانت نکوسے کریہہ بالوں والی بڑھیا کی شکل میں لائی جاویگی *

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم نہیں دیکھتے میں دیکھتا ہوں تمہارے گھروں میں مونہہ کی بوندوں کی طرح فتنوں کو برستے *

اور آنحضرت صلعم نے معراج میں چار دریا دیکھے — دو باطن میں اور دو ظاہر میں اور جو ظاہر میں دیکھے

تھے اُنکی تسمت جبریل نے کہا کہ وہ دریاے نیل اور دریاے فرات ہیں *

اور رسول خدا صلعم کو جنت و نار کی صورت دکھائی گئی تھی اور آپ نے جنت میں سے انگور کا خوشہ توڑنے کو ہاتھہ بڑھایا — اور دوزخ کی آگ کی گرمی سے پیچھے ہٹ گئے — اور دوزخ میں ایک عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھکر مار ڈالا تھا — اور جنت میں ایک بدکار عورت کو دیکھا جس نے کتے کو پانی پلایا تھا *

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت تکلیف اُٹھانے سے اور نار بری خواہشوں سے ڈھانکی گئی ہی *

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آسمان سے بلا اوترتی ہی اور دعا اُس سے کشتی اوترتی ہی *

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالی نے عقل کو پیدا کیا اور اُسکو کہا کہ آگے آ — اور وہ آگے آئی اور کہا کہ پیچھے ہٹ — اور وہ پیچھے ہٹ گئی *

اور قیامت کے دن موت ایک مینڈھے کی شکل میں آویگی اور جنت اور دوزخ کے بیچ میں ذبح کی جاویگی *

اور خدا نے اپنی روح کو مریم کے پاس بھیجا اور وہ آدمی کی صورت بن گئی *

اور جبریل آنحضرت پر ظاہر ہوتے تھے اور وہ دیکھتے تھے اور اُن سے باتیں کرتے تھے — اور اور لوگ اُنکو نہیں دیکھتے تھے *

مردے کے دفن ہونے کے بعد قبر ستر در ستر گز چوڑی ہوجاتی ہی اور پھر ملتی ہی کہ مردے کی ہڈی پسلی پچپی ہوجاتی ہی *

اور فرشتے قبر میں مردے کے پاس آتے ہیں اور مردے سے سوال کرتے ہیں *

اور مردے کے عمل متمثل ہوجاتے ہیں *

اور فرشتے جاں کندنی کے وقت آتے ہیں اور اُن کے ہاتھوں میں حریر اور ثاث ہوتا ہی *

اور فرشتے مُردے کو لوہے کے ہتوڑے سے مارتے ہیں اور وہ چیختا ہی اور اُسکی چوپہ مشرق اور مغرب میں جو ہیں وہ سنتے ہیں *

اور کافر کی قبر میں نلاوے اژدھے اُسکو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں *

اور جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہی تو ڈوبتے ہوئے آفتاب کی مثال اُسکو معلوم ہوتی ہی — پھر وہ اُٹھہ بیٹھتا ہی اور آنکھیں ملتا ہی اور کہتا ہی کہ اب مجھکو چھوڑو تاکہ میں نماز پڑہ لوں *

اور اللہ تعالی بہت سی صورتوں میں اہل موقف پر تجلی کرتا ہی *

اور آنحضرت صلعم اپنے پروردگار کے پاس جاتے تھے اور وہ اپنی کرسی پر ہوتا تھا *

اور اللہ تعالی آدمیوں سے کلام کرتا ہی مونہہ در مونہہ *

اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان

والناظر في هذه الاحاديث	حدیثوں کے پڑھنے والے کے
بين احدي ثلث اماان يقر	لیئے تین صورتیں ہیں —
بظاهرها فيضطراالي اثبات	یا تو ان کے ظاہری مطلب
عالم ذكرنا شانه وهذه هي	کا یقین کرے — اس صورت
التي يقتضيها قاعدة اهل	میں اسکو عالم مثال کا تسلیم
الحديث نبه علي ذلك	کرنا ضرور ہوگا — اور اہل
السيوطي رحمه‌الله تعالى وبها	حدیث کا اصول — اسی
اليها اذهب اويقول ان هذه	بات کو چاہتا ہی — چنانچہ
الروايع تقرا اي لعص الرائے	سیوطی نے اس پر تنبیہ کی
وتتمثل له في بصيرة وان لم تكن	ہی — اور میرا یہی مذہب
خارج حسه و قال بظهر	ہی — یا وہ شخص یہہ

ذلک عبد الله ابن مسعود في قوله تعالی یوم تاتي السماء بدخان مبین انهم اصابهم الجدب فکان احدهم ینظر الی السماء فیري کهیئة الدخان من الجوع ویذکر عن ابن الماجشون ان کل حدیث جاء في التثقل والرویة في المحشر فمعناه انه یغیر ابصار خلقه فیرونه نازلا متثاقلا ویتاجي خلقه ویخاطبهم وهو غیر متغیر عن عظمته ولا منتقل لیعلموا ان الله علی کل شي قدیر او یجعلها تمثیلا لتفهم معان اخری ولست اري القصر علی الثالثة من اهل الحق — (حجة الله البالغه صفحه ۱۳)

قرار دے که یهه واقعات دیکهنے والے کو ظاهر میں اس طرح نظر آئینگے — اور اسکي نگاه میں اسیطرح صورت پکڑینگے اگرچه اسکے حس سے باهر اسکا وجود نهو — عبدالله ابن مسعود نے اسي کے مشابه کها هی قرآن کي اس آیت کي تفسیر میں یوم تاتي السماء بدخان مبین انهوں نے کهاهی که اُن لوگوں پر قحط پڑا اسوجه سے جب وه آسمان کي طرف دیکهتے تهے تو اِنکو بهوک کي وجهه سے دهواں سا نظر آتا تها — اور ابن الماجشون سے منقول هی که قیامت میں چلنے پهرنے — یا دیکهنے کے متعلق جو حدیثیں آئي هوں ان کے معني یهه هیں که خدا اپنے بندوں کي نگاه میں تغیر پیدا کردیگا — تو وه خدا کو دیکهینگے که اُتر آیا هی اور روشن هی اور لوگوں سے خطاب کررها هی — حالانکه نه وه اپني عظمت سے بدلا هی — نه منتقل هوا هی — تاکه لوگ جان لیں که خدا هر چیز پر قادر هی — یا که ان باتوں کو ایک تمثیل قرار دے جس سے کچهه اور باتوں مقصود هوں — اور جو شخص صرف اس تیسري حالت کو مانتا هی میرے نزدیک اهل حق میں سے نهیں *

ملاء اعلی کي نسبت جو کچهه شاه صاحب نے لکها هی وه آیندہ کسي پرچه میں لکهیں گے *

(سعد احمد)

نمبر ۸

هوبرٹ اسپنسر کي فلاسفی

ایک زمانه وه تها که سلطنت لوگوں کو بتاتي تهي که اُنکے مذهبي عقیدے کیا هونے چاهیئیں اب انگلینڈ میں پوري مذهبي آزادي هی جسکے جي میں جو مذهب آوے اختیار کرے سلطنت کو کوئي دخل نهیں گو سلطنت نے بهت زور لگائے لیکن رفته رفته اهل انگلستان نے چند قرنوں میں جیسي مذهبي آزادي حاصل کي هی ویسي هي گفتار کي بهي آزادي حاصل کرلي هی اس حد تک که دوسروں کو ستانا منظور نهو هر فرد مختار هی جو چاهے کهے اُس ملک والوں نے اسبات کي بهي آزادي حاصل کرلي هی که جس قوم کے ساتهه چاهیں تجارت کریں غرضکه سیاست کي نسبت انگلینڈ میں جو عقیدے اب شائع هیں اُن میں اور گذشته عقیدوں میں زمین وآسمان کا فرق هی فقط اسي میں نهیں که قوت سلطنت کن شخصوں کے هاتهه میں رهنا چاهیئے بلکه اسبات میں بهي که سلطنت کے اختیارات کي حد کیا هی کن باتوں میں سلطنت دست اندازي کرسکتي هی اور کن باتوں میں اُسکو دست اندازي کا حق نهیں هی *

سیاست کے عقیدوں کا انقلاب یهیں نهیں تهم گیا ابهي تک جو انقلاب همنے بتائے وه تو اب عام طور سے جمهور میں شائع هیں مگر جمهور کے علاوه انگلینڈ میں ایک گروه اور بهي موجود هی جسکا عقیده یهه هی که سلطنت کے اختیاروں کا دائره اب بهي بهت وسیع هی اُسکو اور بهي تنگ کرنا چاهیئے وه کهتے هیں که جب یهه بات طی هوچکي که سلطنت رعایا کي بهبود کے لیئے هی نه یهه که رعایا سلطنت کي خدمت کو جیسا کبهي عقیده تها تب جو جو تفریعیں اُس کلیه سے نکلیں اُن سب پر عمل کرنا چاهیئے وه کهتے هیں که هر شخص کو اپنے افعال و اقوال میں اُس حد تک

پوری آزادی ہونی چاہیئے جس حد تک وہ دوسرے شخص کے اقوال و افعال کی پوری آزادی میں رخنہ نہ ڈالے اور سلطنت کو ہرگز اختیار نہ ہونا چاہیئے کہ کسی طور سے فردوں کی آزادی مذکورہ میں فرق ڈال سکے اگر سلطنت اُس آزادی میں کمی کرنا چاہے تو اُسکا بڑا ظالم ہی نہ تو سلطنت کو کسی ایسے قول و فعل سے ممانعت کرنا چاہیئے جو حیطہ مذکور کے اندر ہو یا کسی ایسے قول و فعل کا حکم دینا چاہیئے جو اُس سے باہر ہو اور آزادی مذکور کے قایم رکھنے کے لیئے جتنا خراج ناگزیر ہی اُس سے زیادہ خراج بھی ہرگز نہ لینا چاہیئے *

گروہ مذکور کا یہہ بھی عقیدہ ہی کہ سلطنت کا اصلی کام یہی ہی کہ ایسا انتظام کرے جس سے ہر فرد کو اپنے افعال و اقوال میں اُس حد تک کہ دوسروں کے افعال و اقوال سے مزاحمت نکرے کامل آزادی ہو نہ تو رعایا ایک دوسرے کی آزادی میں خلل انداز ہوسکے نہ کوئی باہر کا دشمن قوم یا فردوں کی آزادی میں رخنہ پیدا کرسکے اس کام کے سوا سلطنت کا اور کچھہ کام نہیں ہی اگر وہ کچھہ اور کرنا چاہے تو ظالم ہی یا غلطی اُس گروہ کا یہہ بھی عقیدہ ہی کہ ابتک جتنی ترقی تہذیب میں ہوئی ہی اتنی ہی رعایا کی آزادی بڑھی ہی اور اُتنا ہی سلطنت کا اختیار گھٹا ہی اور اس مناسبت سے قیاس میں آتا ہی کہ بہترین سیاسی حالت وہ ہوگی جسمیں کل رعایا کی شخصی آزادی اثر اور سلطنت کا اختیار بقدر امکان اقل ہو ہر فرد کو اُس حد تک پوری آزادی ہو جس حد تک وہ باقی فردوں کی پوری آزادی میں دراندار نہ ہو اور سلطنت کا بس اتنا ہی کام رہ جاوے کہ وہ اس حالت کو قایم رکھے *

بالجملہ مختلف وقتوں اور ملکوں میں سلطنت کے عقیدے کیسے پالے گئے ہیں - بادشاہوں کی اصل میں ۔ اُنکے اختیاروں میں۔اُنکے کام میں عقیدے نے کیا کیا رنگ بدلا ہی اجمالا اُسکی بھی جنسیں ہیں جو ہم بیان کرآئے ہیں اور ہر ایک جنس میں بیشمار نوعیں ہیں جنکا تفصیل سے بیان کرنا بیکار ہوگا *

کیا حیرت انگیز نہیں ہی کہ کہاں تو ابتداء میں بادشاہ اللہ تھا پھر جزء اللہ ہوا پھر ذریۃ اللہ پھر ظل اللہ پھر خلیفۃاللہ اب خلیفۃ الناس ہی ابتدائی اور انتہائی عقیدے میں وہی تفاوت ہی جو مشرق سے مغرب تک یا سیاہی سے سپیدی تک یا سیدھی لکیر سے دائرہ تک - جب شاہی ماہیت میں ایسے انقلاب ہوں تو ضروری تفریع ہی کہ شاہی حقوق اور احکام کے رتبوں میں بھی مناسب انقلاب ہوں جب بادشاہ قادر توانا ہوگا تب بندوں کے جان و مال بھی اُسکے ہونگے یفعل مایشاء ویحکم مایرید اور اُس کے احکام قضائیم ہونگے کسی بندے کے دل میں سرتابی کا خدشہ بھی نہ آتا ہوگا اور جیسا ہی بادشاہ نے لوگوں کے دلوں میں عرش الہی سے خلیفۃالناس کے تخت کی جانب لوٹنا شروع کیا ویسا ہی اُس کی قدرت اور حکومت کی وقعت گھٹنے لگی یا تو اُسے قدرت مطلقہ تھی یا اب صرف اتنی قدرت ہی جتنی رعایا بحیثیت اوکل اُسکو سونپ دے اور یا تو اُسکے احکام پاک اور بری از خطا اور واجب العمل تھے یا رعایا کی مرضی سے بنائے ہوئے چند اصطلاحی قاعدے رہ گئے جن میں سدا خطا کا احتمال ہی اور جو ہر وقت ترمیم ہوسکتے ہیں *

ماہران فن سیاست کا ایک گروہ اسبات کا معتقد ہی کہ صفت تشریع یعنی رعایا کے لیئے قانون بنانے کا اختیار نہ تو سلطنت کی ذاتیات میں سے ہی نہ ایسی صفت ہی کہ رعایا کی اصطلاحی تفویض سے سلطنت کو مل جاوے سلطنت تو بس اُسی دستورالعمل کی پابندی کراسکتی ہی جو قومی زندگی اور بہبود کے اسباب سے مستنبط ہو

مالی کو بالذات یہہ حکومت نہیں ہوسکتی کہ ایسے قاعدے بناوے جن سے گلاب خزاں میں پھولے آم چلے کے جاڑوں میں پیلے سبزہ دھوپی دینے سے لہلہاوے درخت پتھر مارنے سے بالیدہ ہوں *

باغ کے پھولنے پھلنے اور ہرا بھرا رہنے کے لیئے قانون قدرت نے خاص اسباب مقرر کردیئے ہیں اُن اسباب سے باغ کے درست رکھنے کا ایک دستورالعمل مستنبط ہوتا ہی باغبان کو اگر وہ باغ کو شاداب رکھنا چاہے تو اُس دستورالعمل پر چلنا لازم ہی اپنی طرف سے دستورالعمل بنادینا کہ تو باغبان کی ذاتیات میں سے ہی کہ ایسی قدرت ہی جو درختوں کے سوکھ دیئے سے اگر وہ سوکھ سکتے ہوں باغبان کو حاصل ہوسکتی ہی ایسا ہی قوم کے زندہ اور خوش حال رہنے کے لیئے چند قدرتی اسباب کا موجود ہونا لازم ہی اور اُن قدرتی اسباب میں فکر کرنے سے اسبات کے لیئے ایک دستورالعمل مرتب ہوتا ہی کہ اگر قوم زندہ اور خوشحال رہنا چاہے تو بالعمی برتاؤ میں قوم کے فردوں کو کیا کرنا چاہیئے اور کیا نکرنا چاہیئے اور مالی کی طرح سلطنت کا بس انتظامی کام ہی کہ قانون فطرت کے اُس دستورالعمل پر جو قومی زندگی اور بہبود کے اسباب سے مستنبط ہوتا ہی عمل کرانے ایسے دستورالعمل پر عمل کرادینے کے سوا کہ تو سلطنت کو بالذات تشریع کا اختیار ہی کہ یہہ اختیار رعایا کے سونپ دینے سے اصطلاحا سلطانت کو حاصل ہوسکتا ہی *

سلطنت کی اصل واختیار وکام کی بابت جو مختلف عقیدے ہیں یا تو اُنمیں سے ایک بالکل صحیح ہی اور باقی بالکل غلط یا ایسا ہی کہ ایک بھی محض صحیح نہیں ہی لیکن سب میں واقعیت سے کچھہ لگاؤ ہی غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ شق اخیر یعنی ہر ایک عقیدے کو واقعیت سے فی الجملہ لگاؤ ہوتا صحیح ہی *

سلطنت کی نسبت جو عقیدے کی جنسوں بیان ہوچکی ہیں وہ کیسی ہی مختلف بلکہ متناقض کیوں نہ معلوم ہوں مگر اُن سب کا دار مدار اس واقعی اصل پر ہی کہ قوم کے زندہ اور موفہ الحال رہنے کے لیئے لازم ہی کہ اُس قوم کے فردوں کی شخصی رغبتیں قومی ضرورتوں کی گو نہ مطیع ہوں کوئی فرد اپنے شخصی اختیار سے ایسا کام نکرسکے جو قومی زندگی کے خلاف ہو اور جس سے قوم کو ضرر پہونچے اسمیں نہایت اختلاف ہی کہ شخصی رغبتیں کسی شخص کی مطیع ہوں تاکہ تہا جاسکے وہ قومی ضرورتوں کی مطیع ہیں اس میں بھی بہت اختلاف ہی کہ کیوں مطیع ہونا چاہیئے آیا اسوجہہ سے کہ مطاع کو فی ذاتہ اطاعت کا حق ہی یا قوم کے باہمی اتفاق نے اُسکی اطاعت کو واجب کردیا ہی یا اسوجہہ سے کہ قومی زندگی کے اسباب کا تقاضا ہی کہ اُسکی اطاعت ہو اور اُن میں بھی اختلاف ہی کہ شخصی رغبتوں قومی ضرورتوں کی کس حد تک مطیع ہوں مگر شخص مطاع اور باعث اطاعت اور درجہ اطاعت سے قطع نظر کرکے اسپر سب کو اتفاق ہی کہ شخصی رغبتوں کو کسی نہ کسی کا کسی نہ کسی وجہہ سے کسی نہ کسی درجہ تک ضرور مطیع ہونا چاہیئے — اُس وحشی میں جو اپنے بادشاہ کو اپنا خدا جانتا ہی اور اُسکو اپنی جان و مال کا مالک حقیقی تصور کرتا ہی اور اُس مفکر سلطان میں جسکا عقیدہ یہہ ہی کہ سلطانت کو کسی طور کا حق ہی نہیں ہی نہ ذاتی نہ رعایا کا دیا ہوا اور سلطنت کسی طرح سے اُس مفکر سلطانت کی شخصی آزادی میں دست اندازی نہیں کرسکتی اتنا ہی تفاوت ہی جتنا نقیضوں میں ہوتا ہی تاہم دونوں اسبات کو مانتے ہیں کہ شخصی آزادی کی حد ہی جس سے وہ آگے نہیں بڑہ سکتی گو اس حد کا سبب وحشی کے عقیدے میں بادشاہ کی مرضی ہی اور مفکر سلطانت کے دل میں پوری آزادی کے لیئے تمام شخصوں کا یکساں استحقاق *

کرامت حسین

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۲ ھجري سنہ ۱۳۲۵ فصلي [نمبر ۲

نمبر ۹

احادیث

متقدمین صحابہ اور خصوصاً حضرت عمر رضي اللہ تعالی عنہ اسبات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے زیادہ حدیثیں روایت کي جاویں کیونکہ یہہ بات غیر ممکن تھي کہ جو کچھہ آپ نے فرمایا وہ بجنسہ سوائے معدودے حدیثوں کے لفظ بلفظ لوگوں کو یاد رہا ہو اور اُنہیں لفظوں کو بلا تبدیل اور بلا تقدیم و تاخیر الفاظ لوگ بیان کرسکیں اور اُن کے بیان کرنے میں بھي نہایت شبہہ تھا کہ بیان کرنے والا ٹھیک ٹھیک وھي مطلب بیان کرتا ھی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یا نہیں اور جو الفاظ کہ اُس نے بیان کیئے ھیں وہ ٹھیک ٹھیک اُس مقصد کے لیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا مناسب ھوں یا نہیں *

مگر حدیثوں کا بیان کرنا رک نہیں سکتا تھا جو امر پیش آتا تھا اُس میں بالطبع لوگ دریافت کرنا چاھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کیا فرمایا ھی یا آپ کے وقت میں کیا ھوتا تھا اور اسي پر دین و دنیا دونوں کا معاملہ چلتا تھا چنانچہ خود صحابہ نے اور اُن سے تابعین اور تبع تابعین نے اور اُنسے اور لوگوں نے بہت سي حدیثیں روایت کیں یہاں تک کہ بڑي بڑي کتابیں حدیث کي جو اب ھمارے لیئے سرمایہ علم و عمل ھیں موجود ھوگئیں — ھمکو اُن بزرگوں کا جنھوں نے حدیثوں کے جمع کرنے میں کوشش کي نہایت دل سے شکر گذار ھونا اور اُنکا اور اُن حدیثوں کا ادب کرنا لازم اور ضرور ھی — مگر اسکے ساتھہ ھمکو یہہ بھي جاننا چاھیئے کہ وہ حدیثیں کیونکر جمع ھوئیں اور جن لفظوں سے وہ جمع ھوئیں وہ لفظ بعینہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ھیں یا نہیں *

اسباب میں کہ حدیث بلفظہ روایت کرنی لازم ہی یا بالمعنی بھی روایت کرنا جایز ہی محدثین میں اختلاف رہا ہی ایک گروہ محدثین کا حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جایز نہیں سمجھتا بلکہ بلفظہ روایت کرنا ضروری سمجھتا تھا چنانچہ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں و حافظ زین الدین عراقی کی تصنیف ہی لکھا ہی *

محدثین — فقہا اور اصولیین شافعیہ وغیرہ کا ایک گروہ روایت بالمعنی کو مطلقا روا

قیل لایجوز لہ الروایۃ بالمعنی مطلقا قال طائفۃ من المحدثین والفقہاء الاصولیین من الشافعیۃ وغیرھم قال القرطبی و ھو الصحیح من مذھب مالک حتی ان بعض من ذھب لھذا شدد فیہ اکثر التشدید فلم یجوز تقدیم کلمۃ علی کلمۃ ولا حرف علی آخر ولا ابدال حرف باخر ولا زیادۃ حرف ولا حذفہ فضلا عن اکثر ولا تخفیف ثقیل ولا تثقیل خفیف ولا رفع مفصوب ولا نصب مجرور او المرفوع ولولم یتغیر المعنی فی ذلک کلہ بل اقتصر بعضھم علی اللفظ واو خالف اللغۃ الفصیحۃ وکذالو کان لحنا کما بین تفصیل ھذا کلہ الخطیب فی الکفایہ — (فتح المغیث صفحہ ۲۷۶)

نہیں رکھتا — قرطبی نے کہا ہی کہ امام مالک کا اصلی مذہب بھی یہی ہی — یہاں تک کہ جو اسطرف گئے ہیں اُنمیں سے بعض نے اسباب میں بہت سختی کی ہی — پس اُن کے نزدیک ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ پر یا ایک حرف کا دوسرے حرف پر مقدم لانا جایز نہیں ہی — نہ ایک حرف کا دوسرے حرف کی جگہہ بدلنا — نہ ایک حرف کو زیادہ یا کم کرنا چہ جائیکہ بہت سے حرفوں کو — نہ ثقیل کو خفیف کرنا اور نہ خفیف کو ثقیل کرنا — نہ مفصوب کو رفع دینا — نہ مجرور یا مرفوع کو نصب دینا اگرچہ ان تمام صورتوں میں معنی نہ بدلتے ہوں — بلکہ اُنہوں نے لفظ ہی پر بس کی ہی چاہے لغت فصیح کے برخلاف ہی ہو — اور ایسا ہی چاہے غلط ہو — خطیب نے کفایہ میں اسکو مفصل بیان کیا ہی *

اس تشدد میں جو بلفظہ حدیث کے بیان کرنے کی نسبت تھا بعض بزرگوں نے نرمی کی اور کہا کہ صرف صحابہ کو یا صحابہ اور تابعین کو بالمعنی روایت کرنی جایز ہی اور کو نہیں چنانچہ فتح المغیث میں لکھا ہی کہ — اور کہا گیا ہی کہ صحابہ کے سوا

وقیل لایجوز لغیر الصحابۃ خاصۃ لظہور الخلل فی اللسان بالنسبۃ لمن قبلھم بخلاف الصحابۃ فھم ارباب اللسان واعلم الخلق بالکلام حکاہ الماوردی والرویانی فی باب القضاء بل جزما بانہ لایجوز لغیر الصحابی وجعلا الخلاف فی الصحابی دون غیرہ وقیل لایجوز لغیر الصحابۃ والتابعین بخلاف من کان مثلھم وبہ جزم بعض معاصری الخطیب وھو حفید القاضی ابی بکر فی ادب الروایۃ قال لان الحدیث اذا قید بالاسناد وجب ان لایختلف لفظہ فیدخلہ الکذب — (فتح المغیث صفحہ ۵۷۶ و ۵۷۷) —

دوسروں کے لئے روایت بالمعنی کرنا روا نہیں ہی — کیونکہ زبان میں بہ نسبت اُنکے جو پہلے تھے — خلل آگیا ہی — برخلاف صحابہ کے اسلیئے کہ وہ اہل زبان اور کلام کو خوب سمجھنے والے تھے — ماوردی اور رویانی نے باب القضا میں اسکا ذکر کیا ہی بلکہ اسبات کو زور کے ساتھہ بیان کیا ہی کہ صحابی کے سوا دوسرے کو روایت بالمعنی جائز نہیں — مگر یہہ اُن کا اختلاف صرف صحابی میں ہی نہ اوروں میں اور بعض کہتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین کے سوا دوسروں کو روایت بالمعنی جائز نہیں ہی — اور خطیب کے ایک معاصر یعنی قاضی ابوبکر کے پوتے نے ادب الروایۃ میں اسکو زور کے ساتھہ بیان کیا ہی — اُس نے کہا ہی کہ —

جب حدیث میں اسناد کی قید لگائی تو یہہ واجب ہی کہ لفظ نہ بدلیں تاکہ جھوٹ داخل نہو جاے باوجود اس قید کے بھی یہہ بات کہی گئی کہ روایت کرنے کے بعد راوی کو ایسے الفاظ کا کہدینا ضرور ہی جن سے معلوم ہووے کہ حدیث کے بعینہٖ وہی لفظ نہیں ہیں جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے چنانچہ فتح المغیث میں لکھا ہی کہ راوی کو حدیث بالمعنی بیان کرنے کے بعد کہنا چاہیئے اوکما قال خطیب

ولیقل الراوی عقب ایرادہ الحدیث بمعنی ای بالمعنی لفظ اوکما قال فقد کان انس رضی اللہ عنہ کما عقد الخطیب فی باب المعقود لمن اجاز الروایۃ بالمعنی لقولہا عقب الحدیث ونحوہ من الالفاظ کقولہ اونحو ہذا ارشبہہ اوشکلہ فقد روی الخطیب ایضا عن ابن مسعود انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ارعد وارعدت ثیابہ وقال اوشبہہ ذا اونحو ذا وعن ابی الدداء انہ کان اذا فرغ من الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ہذا اونحو ہذا ارشکلہ وروا ہا کلہا الدارمی فی مسندہ بنحوہا ولفظہ فی ابن مسعود وقال اومثلہ اونحوہ او شبہہ بہ وفی لفظ آخر لغیرہ ان مسعود یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد علاہ کرب وجعل العرق یتحدر منہ عن جبینہ وہو یقول اما فوق ذلک واما دون ذلک واما قریب من ذلک وہذا کشک من المحدث والقاری ایہما علیہ الامربہ فانہ یحسن ان یقول اوکما قال -

(فتح المغیث صفحہ ۲۷۹)

نے ایک باب میں جسمیں اُن کا بیان ہی جنکو روایت بالمعنی کی اجازت ہی - کہا ہی کہ انس رضی اللہ عنہ حدیث کے بعد کہتے ہیں - اسکے قول کی مانند - یا ایسا یا اس جیسا یا اس سے ملتا جلتا - خطیب نے ابن مسعود سے روایت کی ہی - اُنہوں نے کہا کہ میں نے پیغمبر خدا سے سنا ہی — پھر کانپے اور ان کا کپڑا ہلنے لگا اور کہا — اسکی مانند — یا اسکی مثل اور ابو درداء سے روایت کی کہ جب وہ حدیث بیان کرچکتے تو کہتے کہ یہہ کہا تھا — یا اسکی مثل یا اس جیسا - دارمی نے اپنی مسند میں سب بیان کیا ہی ابن مسعود کے الفاظ اُس میں یہہ ہیں اسکی مثل یا اسکی مانند یا اس کے مشابہ اور دوسرے راوی نے اور الفاظ بیان کیئے ہیں — چنانچہ عمر بن میمون نے کہا کہ میں نے ایک روز ابن مسعود کو حدیث بیان کرتے سنا اور اُنکو تکلیف ہونے لگی اور پسینہ اُنکی پیشانی سے ٹپکتا تھا - اور وہ کہتے تھے کہ اس سے زیادہ یا اس سے کم یا اسکے قریب — غرضکہ ایسا لفظ کہے جس سے قاری اور محدث کا شک ظاہر ہو *

باوجود اس کے صحابہ اور تابعین برابر حدیث کو بالمعنی روایت کرتے تھے جیسا کہ فتح المغیث کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہی *

ایک تابعی کہتے ہیں کہ میں بہت سے صحابیوں سے ملا ہوں - جو معنی میں متفق

وعن بعض التابعین قال لقیت اذا من الصحابۃ فاجتمعوا فی المعنی واختلفوا علی فی اللفظ فقلت ذلک لبعضہم فقال لا باس بہ مالم یحل معناہ حکاہ الشافعی وقال حذیفۃ انا قوم عرب نورد الاحادیث فنقدم ونوخر وقال ابن سیرین کنت اسمع الحدیث من عشرۃ المعنی واحد واللفظ مختلف وممن کان یروی بالمعنی

اور الفاظ میں مختلف تھے میں نے ایک صحابی سے کہا تو کہنے لگے کیا مضائقہ ہی اگر معنی نہ بدلیں یہہ شافعی کا بیان ہی - اور حذیفہ کہتے تھے ہم قوم عرب ہیں جب حدیث بیان کرتے ہیں الفاظ آگے پیچھے کردیتے ہیں ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں دس آدمیوں سے حدیث سنتا تھا - معنی یکساں اور الفاظ

من التابعين الحسن والشعبي والنخعي بل قال ابن الصلاح انه الذي شهد به احوال الصحابة و السلف الاولين فكثيرا ماكانوا يقفون معني واحدا في امر واحد بالفاظ مختلفة وماذاك لان معولهم كان على المعني دون اللفظ (فتح المغيث ص ۲۷۵) -

جدا جدا ہوتے تھے - تابعین میں سے حسن شعبي اور نخعي روایت بالمعني کرتے تھے - ابن صلاح کہتے ہیں کہ صحابہ اور سلف اولین کے حالات اسپر شاہد ہیں کہ وہ اکثر ایک مطلب کو مختلف الفاظ میں بیان کرتے تھے — کیونکہ اُن کا زیادہ تر خیال مضمون پر ہوتا تھا نہ الفاظ پر *

الحسن رضي الله كہتے ہیں کہ اگر روایت بالمعني کي اجازت نہ ہوتي تو ہم حدیث نہ بیان

قال الحسن لولا المعني ما حدثنا وقال الثوري لو اردنا ان نحدثكم بالحديث كما سمعناه ما حدثنا كم بحرف واحد - (فتح المغيث ص ۲۷۷) -

کرسکتے - اور ثوری کہتے ہیں کہ اگر ہم حدیث اُسیطرح تمسے بیان کرنا چاہیں جس طرح سني ہی تو ایک حرف بھي نہیں بیان کرسکتے *

بالآخر حدیثوں کا بعض شرطوں سے بالمعني روایت کرنا محدثین کے نزدیک جایز قرار پایا - چنانچہ امام سخاوي فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ اس باب میں سب کا اتفاق ہی کہ جو شخص عربي زبان کے الفاظ کے مدلول اور اسکے مقاصد اور معني کے متغیر ہونے اور محتمل اور غیر محتمل معني اور مرادف کو نہیں جانتا اُسکے لئے ضرور ہی کہ اُنہي الفاظ سے روایت کرے جو اُسنے سنے ہیں - بغیر تقدیم و تاخیر کے اور بغیر ایک حرف کي زیادتي یا کمي کے - اور بغیر ایک حرف کے بھي بدلنے کے اور مشدد کي جگہہ ثقیل اور ثقیل کي جگہہ مشدد لائے ہیں *

ولیرو بالالفاظ التي سمعوها مقتصرا عليها بدون تقديم ولا تاخير ولازيادة ولانقص لحرف فاكثر ولا ابدال حرف او اكثر بغيره ولا مشدد بمثقل اوعكسه من لايعلم مدلولها اي الالفاظ في اللسان ومقاصدها ومايحيل معناها والمحتمل من غيره والمرادف منها وذلك على وجه الوجوب بلا خلاف بين العلماء - (فتح المغيث صفحہ ۲۷۵) -

اور جو لوگ ان لوگوں کے سوا ہیں جو ان سب باتوں کو جانتے ہیں اُن کے روایت واما غيره ممن يعلم ذلك ويحققه فاختلف فيه السلف واصحاب الحديث وارباب الفقه والاصول فالمعظم منها اجازله الرواية بالمعني اذا كان قاطعا بانه ادي معني اللفظ الذي بلغه سواء في ذلك المرفوع اوغيره كان موجبه العام اوالعمل وقع من الصحابي اوالتابعي او غيرهما حفظ اللفظ ام لا صدر في الافتاء والمناظرة اوالرواية اتى باللفظ مرادف لهام لا كان معناه غامضا او ظاهرا حيث لم يحتمل اللفظ غير ذلك المعني وغلب على ظنه ارادة الشارع بهذا اللفظ ماهو موضوع له دون التجوز فيه والاستعارة — (فتح المغيث صفحہ ۲۷۵)

بالمعني کرنے میں اہل حدیث — اہل فقہ اور اہل اصول میں اختلاف ہی - بہت سے لوگوں نے اُن کو بالمعني روایت کرنے کي اجازت دي ہی - اگر روایت کرنے والا قطعاً سمجھتا ہو کہ جو لفظ اُسنے سنا اُسکے معني پورے پورے ادا کردیئے ہیں اور روایت مرفوع ہو یا غیر مرفوع عام پر دلالت کرتي ہو یا عمل پر صحابي سے ہو یا تابعي سے یا اُن کے سوا کسي اور سے منقول ہو - راوي نے الفاظ یاد رکھے ہوں یا نہیں افتا اور مناظرہ میں ہو یا روایت میں اسکا مرادف لفظ بیان کیا ہو یا نہیں ہو اس کے معني مبہم ہوں یا ایسے ظاہر کہ اس لفظ سے دوسرے معني کا احتمال

نہ نکلے — اور اس لفظ سے جو کچھہ شارع نے مراد لي ہی — راوي کا ظن غالب بھي اسی طرف گیا ہو — اور اس معني مراد لینے میں مجاز ہو نہ استعارہ *

ان روایتوں سے بخوبي ظاہر ہی کہ ابتدا یعني صحابہ و تابعین کے زمانہ سے حدیث کي روایت بالمعني کرنے کا دستور تھا اور جو حدیثیں صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں لکھي ہیں سواے شاذ و نادر چھوٹي چھوٹي حدیثوں کے وہ سب بالمعني روایت کي گئي ہیں یعني آنحضرت نے جو بات جن لفظوں سے فرمائي تھي وہ لفظ بعینہ و بجنسہ نہیں ہیں بلکہ راویوں نے جو مطلب سمجھا اسکو اُن لفظوں میں جن میں وہ بیان کرسکتے تھے بیان کیا — پھر اسي طرح دوسرے راوي نے پہلے راوي کے اور تیسرے راوي نے دوسرے راوي کے اور چوتھے راوي نے تیسرے راوي کے بیان کو اپنے لفظوں میں بیان کیا اور علی ھذا القیاس پس حدیث کي کتابوں میں جو حدیثیں لکھي گئیں وہ اخیر راوي کے لفظ ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ اس درمیان میں اصلي الفاظ سے کسقدر لفظ ادل بدل اور اولٹ پلٹ ہوگئے اور کچھہ عجب نہیں کہ کسي نے حدیث کے اصل مطلب سمجھنے میں بھي غلطي کي ہو اور اصلي حدیث کا مطلب بھي بدل گیا ہو اور اسکے یعني غلط مطلب سمجھنے کي مثال میں متعدد حدیثیں بھي موجود ہیں — خود صحابہ نے حدیث سماع موتی اور حدیث تعذیب المیت ببکاء اھلہ کا مطلب غلط سمجھا تھا *

اسي باعث سے کہ حدیثوں کي روایت کے جو الفاظ ہیں وہ اخیر راویوں کے ہیں جبکہ اصلي زبان عرب میں کسقدر تبدیل ہوگئي تھي علماء علم ادب نے حدیثوں کو بلحاظ علم ادب کے قابل سند نہیں سمجھا — چنانچہ جلال الدین سیوطي نے اپني کتاب الاقتراح میں لکھا ہی

پیغمبر خدا کے اُس کلام سے

واما کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم فیستدل منہ بما ثبت انہ قالہ

جسکي نسبت ثابت ہوچکا ہی کہ

علی اللفظ المروي وذلک نادر جدا انما یوجد فی الاحادیث القصار علی قلۃ ایضا فان غالب الاحادیث مروي بالمعني وقد تداولتہا الاعاجم والمولدون قبل تدوینہا فزادوا ونقصوا وقدموا واخروا وابدلوا الفاظا بالفاظ ولہذا تری الحدیث الواحد فی القصۃ الواحدۃ مرویا علی اوجہ شتی بعبارات مختلفۃ ومن ثم انکر علي ابن مالک اثباتہ القواعد النحویہ بالالفاظ الواردۃ فی الحدیث قال ابوحیان في شرح التسہیل تدا ثر ھذا المصنف من الاستدلال بما وقع فی الاحادیث علی اثبات القواعد الکلیۃ في لسان العرب وما رایت احدا من المتقدمین والمتاخرین سلک ھذہ الطریقۃ غیرہ علی ان الواضعین الاولین لعلم النحو المستقرئین للاحکام من لسان العرب کابي عمرو بن العلا وعیسی بن عمر والخلیل وسیبویہ من ائمۃ البصریین والکسائي والفراء وعلي بن مبارک الاحمر وہشام الضریر من ائمۃ الکوفیین لم یفعلوا ذلک وتبعہم علی ھذا المسلک المتاخرون من الفریقین وغیرھم

یہي الفاظ جو روایت ہوئے گئے ہیں — آپ کي زبان مبارک سے نکلے ہیں — اور یہہ بہت ہي کم ہی — صرف چھوٹي چھوٹي حدیثوں میں ہی ہونہ اکثر حدیثیں بالمعني روایت ہوئي ہیں اور عجمیوں اور مولدین نے حدیثوں کو اُنکے جمع ہونے سے پہلے استعمال کیا ہی — پھر خود انکي عبارت حدیثوں کے مطلب کو جہاں کہ پہنچکر لیگئي وہیں پہنچا دیا — بڑھایا — گھٹایا — تقدیم وتاخیر کي اور الفاظ بدل دیئے — اسي لیئے ایک حدیث ایک ہي مضمون کي مختلف طور پر جداجدا عبارتوں میں بیان ہوئي ہی — اور اسي لیئے ابن مالک پر اعتراض کیا گیا ہی کہ اُسنے الفاظ حدیث سے قواعد نحویہ کو ثابت کیا ہی — ابوحیان شرح تسہیل میں لکھتا ہی کہ اس مصنف نے عربي زبان کے قواعد کلیہ کو اکثر الفاظ حدیث سے ثابت کیا ہی اور اس کے سوا متقدمین اور متاخرین میں سے کوئي اس طریقہ پر نہیں چلا — علم نحو کے اول بانیوں اور زبان

عن نحاة الاقاليم كنحاة
بغداد واهل الاندلس وتدجري
الكلام في ذلك مع بعض
المتاخرين الاذكياء فقال انما
ترك العلماء ذلك لعدم
وثوقهم ان ذلك لفظ الرسول
صلى الله عليه وسلم اذ لو وثقوا
بذلك لجري مجري القرآن
في اثبات القواعد الكلية وانما كان
ذلك لامرين احدهما ان الرواة
جوزوا النقل بالمعني فتجددت قصة
واحدة تدجرت في زمانه صلى الله
عليه وسلم ام تنقل بتلك الالفاظ
جميعها نحو ما روي من قوله
زوجتكها بما معك من القرآن
ملكتكها بما معك خذها
بما معك وغير ذلك من الالفاظ
الواردة في هذه القصة فنعلم يقيناً
ان صلى الله عليه وسلم لم يلفظ
بجميع هذه الالفاظ بل لا نجزم
بانه قال بعضها اذ يحتمل انه
قال لفظا مرادفاً لهذه الالفاظ
غيرها فانت الرواة بالمرادف فلو لم
تات بلفظة اذ المعني هو المطلوب
ولا سيما مع تقادم السماع
وعدم ضبطه بالكتابة والاتكال
على الحفظ فالضابط منهم
من ضبط المعني واما ضبط
الفظ فبعيد جداً لسيما في
الاحاديث الطوال وقد قال

عربي کے قواعد کے محققوں
جیسے ابوعمر ابن العلا — عیسی
بن عمر اور سیبویہ نے بصري
نحویوں میں سے اور کسائی —
فرا — علي بن مبارک
احمر اور هشام الضریر نے کوفي
نحویوں میں سے کسي نے
ایسا نہیں کیا — اور دونوں
قسم کے نحوي متاخرین
میں سے اور بغداد اور اندلس
وغیرہ مختلف ملکوں کے
نحوي بھي اسي طریق
پر چلے ہیں — متاخرین
میں سے ایک عالم کے سامنے
اسکا تذکرہ آیا تو اُسنے کہا
کہ علما نے اس طریقہ کو
اسلیئے ترک کیا ہی کہ اُنکو
ہرگز اعتماد نہیں ہی کہ
یہہ الفاظ بعینہ پیغمبر خدا کے
ہیں — اگر وہ اعتماد کرتے
تو قواعد کلیہ کے ثبوت میں
حدیث بھي بمنزلہ قرآن کے
ہوتي — اور یہہ دو باعث
سے ہوا ایک تو یہہ کہ راویں
نے روایت بالمعني کو جائز
سمجھا اور تم دیکھو گے کہ
ایک واقعہ جو پیغمبر خدا
کے بزمانہ میں ہوا تھا — انھي
تمام الفاظ میں منقول نہیں
ہوا ہی — جیسي کہیں تو

سفیان الثوري ان قلت لكم
اني احدثكم كما سمعت فلا
تصدقوني انما هو المعني
ومن نظر في الحديث ادنى
نظر علم علم اليقين انهم انما
يروون بالمعني .....
وقال ابوحيان انما امعنت
الكلام في هذه المسئلة لئلا يقول
المبتدي ما بال النحويين
يستدلون بقول العرب وقيهم
المسلم والكافر ولا يستدلون بما روي
في الحديث بنقل العدول
كالبخاري و مسلم و اضرابهما
فمن طالع ما ذكرناه ادرك
السبب الذي لاجله لم يستدل
النحاة بالحديث انتهى كلام
ابن حيان بلفظه .....
وقال ابوالمحسن ابن الصائغ
في شرح الجمل تجويز الرواية
بالمعني هو السبب عندي
في ترك الائمة كسيبويه وغيره
الاستشهاد على اثبات اللغة
بالحديث واعتمدوا في ذلك
على القران وصريح النقل عن
العرب و لولا تصريح العلماء
بجواز النقل بالمعني في
الحديث لكان الاولى في اثبات
فصيح اللغة كلام النبي صلى الله
عليه وسلم لانه افصح العرب
(الاقتراح للسيوطي ص ۱۹
و ۲۰ و ۲۱) —

زوجتكها بما معك اور کہیں
ملكتكها بما معك اور کہیں
خذها بما معك الفاظ بیان
ہوئے ہیں — اور ہم یقیناً
جانتے ہیں کہ پیغمبر خدا
نے یہہ تمام الفاظ نہیں کہے
بلکہ ہمیں اسکا بھي یقین
نہیں ہی کہ ان میں سے
کوئي لفظ کہا ہی — کیونکہ
ممکن ہی کہ پیغمبر خدا نے
ان الفاظ کا کوئي اور مرادف
لفظ فرمایا ہو — پھر راویوں
نے وہ لفظ نہ بیان کیا ہو اُنکا
اسکا مرادف لفظ کہدیا ہو
اسلیئے کہ مطلب تو معني
سے ہی — اور خاصکر جب
بار بار سنا گیا اور لکھا نہ گیا
اور حافظہ پر بھروسا کیا گیا —
پس ضابط وہي ہی جس
نے مضمون یاد رکھا اور لفظ
یاد رکھنا تو مشکل ہی خاصکر
لمبي حدیثوں میں — اور
سفیان ثوري نے کہا ہی کہ
میں اگر تم سے کہوں کہ میں نے
جسطرح یہہ حدیث سني ہی
اُسي طرح تم سے بیان کرتا
ہوں تو ہرگز یقین نکرنا بلکہ
وہ صرف حدیث کا مضمون
ہی — اور جو شخص ذرا
بھي حدیث پر غور کریگا
اُسکو یقین ہوجائیگا کہ سب

بالمعنی روایت کرتے ہوں —

و ہکذا فی خزانۃ الادب ابوحیان کہتے ہیں کہ میں نے للعلامۃ عبد القادر البغدادی اس مسئلہ میں زیادہ گفتگو نقلا عن السیوطی و صححہ لہ اسلیئے کی کہ مبتدی یہہ نہ کہدے کہ نحوی عرب کے

قول سے جن میں مسلم اور کافر دونوں ہیں استدلال کرتے ہیں — اور الفاظ حدیث سے جو بخاری اور مسلم وغیرہ ثقہ اور معتمد لوگوں سے روایت ہوئی ہیں — استدلال نہیں کرتے — پس جو شخص ہمارے پچھلے بیان کو غور سے پڑھیگا اُسے معلوم ہوجائیگا کہ نحویوں نے حدیث سے کیوں استدلال نہیں کیا ..... اور ابوالحسن ابن ضائع شرح جمل میں کہتے ہیں کہ روایت بالمعنی کا جائز رکھنا ہی موجے نزدیک اسبات کا سبب ہی کہ سیبویہ جیسے نحویوں نے زبان کے کلیہ قواعد ثابت کرنے میں حدیث سے سند نہیں لی — اور اسباب میں قرآن اور عرب کے کلام پر اعتماد کیا ہی — اور اگر علماء حدیث میں روایت بالمعنی کو جائز نہ رکھتے تو پیغمبر خدا کا کلام زبان فصیح کے ثابت کرنے میں زیادہ قابل اعتماد تھا کیونکہ پیغمبر خدا تمام عرب سے زیادہ فصیح تھے —

علامہ عبدالقادر بغدادی نے خزانۃالادب میں سیوطی کے قول کو نقل کرکے اسکی تصدیق کی ہی *

علماء علم حدیث نے جسقدر حدیثوں پر کوشش کی شکر اللہ سعیھم اُنکی کوشش صرف راویوں کی ثقہ اور معتمد ہونیکے دریافت کرنے میں ہوئی — مگر ہمکو نہیں معلوم ہوتا کہ جو حدیثیں معتبر سمجھی گئی ہیں اُنکے مضمون کی صحت اور عدم صحت دریافت کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا گیا تھا — حدیثوں کی تقسیم مرفوع متصل — مسند وغیرہ پر کی گئی ہی — مگر وہ تقسیم بھی بلحاظ اسناد راویوں کے ہی — نہ بلحاظ درایت یعنی بلحاظ صحت یا عدم صحت یا مشتبہ ہونے مضمون حدیث کے *

ہاں بلاشبہہ موضوع حدیثوں کے پہچاننے کے لیئے محدثوں نے چند قواعد بنائے ہیں جنکے مطابق مضمون حدیث پر لحاظ کرکے اُس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں — ہم یہہ نہیں کہتے کہ صحاح ستہ یا حدیث کی اور معتبر کتابوں میں کوئی موضوع حدیث ہی — مگر جبکہ یہہ بات تسلیم کی گئی ہی کہ روایت حدیثیں کی باللفظ نہیں ہی بلکہ بالمعنی ہی اور الفاظ حدیث کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں تو کوئی وجہہ نہیں کہ اُن حدیثوں کے مضامین کی صحت نہ جانچی جاوے — تاہم ظاہر ہو کہ جو مضمون اُس حدیث میں بیان ہوا ہی اُسکے بیان کرنے میں راوی سے تو کوئی غلطی نہیں ہوئی — اور ہمارے نزدیک یہہ بات کہنی کافی نہیں ہی کہ جب وہ حدیثیں معتبر کتابوں میں لکھی گئی ہیں تو یہہ تصور کرلینا چاہیئے کہ اُنکے مضمونوں کی صحت بھی جانچ لی گئی ہی — خصوصاً اس صورت میں کہ خود علماء اسلام اُن حدیثوں میں سے جو حدیث کی معتبر کتابوں میں لکھی گئی ہیں متعدد حدیثوں کو صحیح نہیں قرار دیتے *

تمام علما اسبات پر متفق ہیں کہ اگر کسی حدیث میں مندرجہ ذیل نقصوں میں سے کوئی نقص پایا جاوے تو وہ حدیث معتبر نہیں ہی بلکہ موضوع ہی — چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں کہ "علامات وضع حدیث وکذب راوی چند چیزاست *

اول آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند *

دوم آنکہ راوی رافضی باشد و حدیث در طعن صحابہ روایت کند ویا ناصبی باشد وحدیث در مطاعن اہلبیت باشد وعلی ہذا القیاس *

سوم آنکہ چیزے روایت کند کہ برجمیع مکلفین معرفتش او و عمل بر آن فرض باشد و او منفرد بود بروایت *

چہارم آنکہ وقت و حال قریحہ باشد بر کذب او *

پنجم آنکہ مخالف مقتضاے عقل و شرع باشد وقواعد شرعیہ آنرا تکذیب نماید *

ششم آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر حسی واقعی کہ اگر بالحقیقت متحقق میشد ہزاراں کس آنرا نقل میکردند *

ہفتم رکاکت لفظ و معنی — مثلا لفظی روایت کنند کہ بر قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب شان نبوت و وقار نباشد *

ہشتم افراط در وعید شدید ہرگناہ صغیرہ یا افراط در وعدہ عظیم برفعل قلیل *

نہم — آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید *

دہم — آنکہ از عاملان خیر ثواب ایشہا موعود نکند *

یازدہم — خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث *

امام سخاوی نے فتح المغیث میں ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی یہہ نشانیاں لکھی ہیں *

اول — جو حدیث کہ عقل اُسکہ مخالف ہو اور اصول کے متناقض ہو *

دوم — ایسی حدیث جو حس اور مشاہدہ اُسکو غلط قرار دیتا ہو *

سوم — وہ حدیث جو کہ مخالف ہو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے *

چہارم — جس میں تھوڑے کام پر وعید شدید یا اجر عظیم کا وعدہ ہو *

پنجم — رکت معنی اُس روایت کی جو بیان کی گئی *

ششم — رکت یعنی سخافت رائی کی *

ہفتم — مفرد ہونا راوی کا *

ہشتم — مفرد ہونا ایسی روایت میں جو تمام مکلفین سے متعلق ہو *

نہم — یا ایسی بڑی بات ہو جسکی نقل کرنے کی بہت سی ضرورتیں ہوں *

دہم — جس کے جھوٹ ہونے پر ایک گروہ کثیر متفق ہو *

یہہ جو کچھہ ہم نے بیان کیا یہہ خلاصہ ہی اُس کا جو ابن جوزی نے بیان کیا ہی — لیکن ہم اس مقام پر ابن جوزی کی عبارت بعینہ جو فتح المغیث میں نقل کی گئی ہی نقل کرتے ہیں *

ابن جوزی نے کہا کہ جو حدیث عقل کے مخالف ہی یا اصول کے برخلاف ہی اسکو

قال ابن الجوزي وکل حدیث رایتہ یخالف العقل او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا یتکلف اعتبارہ لی لاتعتبر روایتہ ولا تنظر فی جرحہم — او کون مما یدفعہ الحس والمشاہدۃ — او جاء ما لنص الکتاب او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی حیث لایقبل شی من ذلک التاویل — او یتضمن الافراط بالوعید الشدید علی الامر الحقیر او بالوعد العظیم علی الفعل الیسیر وھذا الاخیر کثیر موجود فی حدیث القصاص والطرقیۃ — ومن رکۃ المعنی لاناطوا القرعۃ حتی تذبحوا ولذا جعل بعضہم ذلک دلیلا علی کذب راویہ وکل ھذامن القرائن فی العروی — وقد تکون فی الراوی کقصۃ غیاث مع المھدی وحکایۃ سعد بن

موضوع جانو اُس کے راویوں کی جرح وتعدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہی — یا حدیث میں ایسا بیان ہو جو حس و مشاہدہ کے برخلاف ہی — یا قران یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے برخلاف ہی — جن میں سے ایک کی بھی تاویل نہیں ہوسکتی — یا تھوڑے سے کام پر بہت سے عذاب یا ثواب کا ذکر ہو — اور یہہ اخیر مضمون قصہ گویوں اور بازاریوں کی حدیثوں میں بہت کثرت سے پایا جاتا ہی — یا معنی رکیک و سخیف ہوں جیسے اس حدیث میں کہ کدو کو بغیر ذبح کئے نہ کھاؤ — اسی لئے اس رکت معنی کو بعض نے راوی کے کذب پر دلیل

طریف الماضي ذکرهما واختلاق المامون بن احمد الهروي حين قيل له الاترے الشافعي ومن تبعه الخراسان ذاک اللائم القبيح حکاه الحاکم في المدخل قال بعض المتاخرين وقدروايت رجلا قام يوم جمعة قبل الصلوة فابتدأ ليورده فسقطمن قامته مغشيا عليه — اوانفرادهعمن لم يدرکه بعالم يوجد عند غيره او انفراده لشي مع کونه فيما يلزم المکلفين علمه وقطع العذر فيه کما قرره الخطيب في اول الکفاية — اويامرجسيم بتوفر الدواعي على نقله کحصرالعدد للحاج عن البيوت اوبما صرح بتکذيبه فيه جمع کثير يمتنع في العادة تواطئهم علي الکذب وتقليد بعضهم بعضاً (فتح المغيث صفحه ۱۱۴)

گردانا هی — اور یهه سب قرینے تو روایت ۰ میں هوتے هیں اور کبھی راوي میں ایسا قرینه هوتا هی جیسے غیاث کا قصه مهدي کے ساتهه اور سعد بن طریف کي حکایت جن کا ذکر هو چکا هی اور ابن احمد هروي کا وه بیهوده کلام (نسبت امام شافعي کے) گهڑلینا جب اُس سے کہا گیا کہ کیا تو شافعي کو نهیں دیکهتا اور اُنکو جو اُسکے تابع هیں خراسان کے حاکم نے اسکو مدخل میں بیان کیا هی — اور متاخرین میں سے ایک نے کہا هی کہ میں نے ایک مرد کو دیکها که جمعه کے دن نماز سے پهلے کهڑا هوکر چاها که اُسکو بیان کرے پهر بیهوش هوکر گرپڑا — یاراوي کا منفرد هونا ایسي حدیث میں جو اوروں کے پاس نهیں هی — اُن لوگوں سے جنهوں نے اُس حدیث کو نهیں سنا — یا اسکا منفرد هونا ایسي حدیث میں جسکے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نهایت ضروري هی — یا ایسے عظیم الشان واقعه کا بیان جس کے نقل کرنے کي بهت سے لوگوں کو ضرورت هی — جیسے کعبه سے حاجیوں کے ایک گروه کا روکا جانا یا ایسا بیان جسکو اتفي بڑي جماعت نے جهٹلا دیا هی جنکا جهوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک دوسرے کي تقلید کرنا عادةً نا ممکن هی *

نسبت صحت اور عدم صحت حدیث کے اسباب کي بحث که اُسکے راوي ثقه اور قابل اعتبار هیں یا نهیں — ایک جدا بحث هی — اس مقام پر راویوں سے بحث کرنے سے همکو مقصود نهیں بلکه هم یهه کهتے هیں که جن راویوں کو معتبر مان کر اُنکي حدیث نقل کي گئي هی اُن حدیثوں کے مضمون پر درایتاً غور کرنا ضرور هی که اُن میں بهي کوئي نقص نقصهاے مذکورہ بالا میں سے هی یا نهیں تاکه اُنکے مضمون کي صحت پر بهي طمانیت کیجاسکے — اور اگر کسي حدیث کے مضمون میں کچهه نقص ظاهر هو تو وه حدیث نهیں مانی جاویگي اور نه وه جناب رسول خدا صلی الله علیه وسلم کي نسبت منسوب هوگي — بلکه یهه خیال کیا جاوے گا که راوي سے الفاظ کے یا مضمون کے بیان کرنے میں کچهه تبدیلي یا غلطي هوئي هی غرضکه همارے نزدیک حدیثوں کي صحت کا مدار به نسبت راویوں کے زیادہ تر درایت پر منحصر هی فقط *

(سید احمد)

نمبر ۱۰

الملاء الاعلی و حظیرة القدس

شاه ولي الله صاحب نے "حجة الله البالغه" میں سورة مومن کي چند آیتیں اور متعدد حدیثیں استدلالاً نقل کرنے کے بعد ملاء اعلی اور حظیرة القدس کي نسبت یهه لکها هی — که شریعت سے معلوم هوتا هی که خدا کے خاص بندے هیں اور وه اعلی درجه

اعلم انه قد استفاض من الشرع ان لله تعالی عبادا هم افاضل الملائکة ومقربوالحضرة ليزالون يدعون لمن اصلح نفسه وهذبها وسعي في اصلاح الناس فيکون

کے فرشتے هیں اور بارگاه الهي کے مقرب هیں — جو شخص اپنے نفس کي اصلاح کرتا هی اور اسکو مهذب بناتا هی — اور لوگوں کي اصلاح میں

دعاءهم ذلك سبب نزول البركات عليهم ويلعنون من عصى الله وسعى في الفساد فيكون لعنهم سببا لوجود حسرة وندامة في نفس العامل و الهامات في صدور الملاء السافل ان يبغضوا هذا المسيي ويسبوا اليه اما في الدنيا او حين يتخطف عقه جلباب بدنه بالموت الطبيعي وانهم يكونون سفراء بين الله وبين عباده وانهم يلهمون في قلوب بني آدم خيرا اي يكونون اسبابا لحدوث خواطر الخير فيهم بوجه من وجوه السببية وان لهم اجتماعات كيف شاء الله و حيث شاء الله يعبر عنهم باعتبار ذلك بالرفيق الاعلى والذي الاعلى والملاء الاعلى وان لارواح افاضل الانسانين دخولا فيهم واتحادا بهم كما قال الله تعالى يا ايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي وقال رسول الله صلي الله عليه وسلم جعفر بن ابي طالب ملكا يطير في الجنة مع الملائكة بجناحين و ان هذالك ينزل القضاء ويتعين الامر المشار اليه بقوله

کوشش کرتا ہی — اُسکے حق میں برابر دعا کرتے رہتے ہیں — پھر اُن کی دعا اُن پر برکات نازل ہونے کا سبب ہوتی ہی — اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہی — اور فساد کے درپے ہوتا ہی — اُسپر لعنت کرتے ہیں — پھر یہہ اُنکی لعنت نافرمانی کرنے والے کے دل میں حسرت اور ندامت پائے جانے اور ملاء سافل یعنی زمین کے فرشتوں کے دلوں میں یہہ بات ڈالنے کا باعث ہوتی ہی کہ وہ اس بدی کرنے والے سے بغض وعداوت سے پیش آئیں اور اُس کے ساتھہ برائی سے پیش آئیں یا دنیا میں یا اُس وقت جبکہ موت طبعی کے سبب سے بدن کا پردہ اُس سے ہٹا لیا جائے گا یہہ فرشتے خدا اور اُس کے بندوں کے درمیان سفیر ہیں اور بنی آدم کے دلوں میں نیکی کا الہام کرتے رہتے ہیں یعنی ان میں کسی نہ کسی طور پر نیکی کے جذبات پیدا ہونے کا باعث ہوتے ہیں — اور اُن کے اجتماع ہوتے رہتے ہیں — جیسے

تعالى فيها يفرق كل امر حكيم وان هذالك يتقرر الشرايع بوجه من الوجوه واعلم ان الملاء الاعلى ثلثه اقسام — (۱) قسم علم الحق ان نظام الخير يتوقف عليهم فخلق اجساما نورية بمنزلة نار موسى فنفخ فيها نفوسا كريمة — (۲) وقسم اتفق حدوث مزاج في البخارات اللطيفة من العناصر استوجب فيضان نفوس شاقة شديدة الوفض للالوان الجهومية (۳) وقسم هم نفوس انسانية قريبة الماخذ من الملاء الاعلى مازالت تعمل اعمالا مفيجة تفود الحق بهم حتى طرحت عنها جلابيب ابدانها فانسلكت في سلكهم وعدت معهم والملاء الاعلى شانها انها تتوجد الى بارئها توجها معنويا لا يصدها عن ذلك التفات الى شي وهو معني قوله تعالى يسبحون بحمد ربهم ويومنون به وتتلقى من ربها استحسان النظام الصالح و استهجان خلافه فيقارع ذلك بابا من ابواب الجود الالهي و هو معني قوله تعالى ويستغفرون للذين آمنوا و افاضلهم تجتمع انوار هم وتتداخل فيما بينها عند الروح

اور جہاں خدا چاہے — اس لحاظ سے اُنکو الفاظ رفیق اعلی — ندمی اعلی — اور ملاء اعلی سے تعبیر کیا جاتا ہی — اور اعلی مرتبہ کے انسانوں کی روحیں اُن میں شامل ہوتی اور اُن سے جا ملتی ہیں — چنانچہ خدا فرماتا ہی اے تسلی پانے والی روح اپنے رب کی طرف خوش خوش چلی آ — میرے بندوں میں شامل ہو — میری جنت میں داخل ہو — اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں فرشتوں کے ساتھہ جعفر ابن ابی طالب کو فرشتہ کی صورت میں دو بازو سے اُڑتے دیکھا — اسی ملاء اعلی میں احکام الہی نازل ہوتے ہیں — اور وہ امر متعین ہوتا ہی جسکا اشارہ اس آیت میں ہی — کہ شب قدر میں ہر امر محکم پھیلایا جاتا ہی — اور اسی مقام (ملاء اعلی) میں شریعتیں ایک طور پر مقرر ہوتی ہیں — ملاء اعلی کی تین قسمیں ہیں — پہلی قسم میں

الذي وصفه النبي صلى الله
عليه وسلم بكثرة الوجوه
والالسنة فتصير هنالك كشي
واحد وتسمي حظيرة القدس
وربما حصل في حظيرة القدس
اجماع على اقامة حيلة للنجاة
بلي آدم من الدواهي المعاشية
والمعادية بتكميل ازكى خلق
الله يومئذ وتمشية امره
في الناس فيوجب ذلك
الهامات في قلوب المستعدين
من الناس ان يتبعوه ويكونوا
امة اخرجت للناس ويوجب
تمثل علوم فيها صلاح القوم
وهداهم في نلمه وحيا و رويا
وهتفا وان تترا أي له فتكلمه
شفاها ويوجب نصر احبائه و
تقريعهم من كل خفر و لعن
من صد عن سبيل الله وتقريعهم
من كل الم وهذا اصل من
اصول اللعبة ويسمى اجماعهم
المستمر بتائيد روح القدس
و يثمر هنالك بركات لم تعهد
في العادة فتسمي بالمعجزات
ودون هولاء نفوس استوجب
فيضانها حدوث مزاج معتدل
في بخارات لطيفه لم تبلغ
فهم السعادة مبلغ الاولين فصار
كمالهم ان تكون فارغة لانتظار
ما يترشح من فوقها فاذا ترشح

وہ فرشتے ہوں جنکي نسبت
خدا نے جانا کہ نیکي کا نظام
اُن پر موقوف ہی - اسلیئے
نوراني اجسام موسی کي
آگ کي مانند پیدا کیئے - اور
اُن میں اعلی روحیں پھونک
دیں - دوسري قسم یہہ ہی
کہ عناصر کے لطیف بخارات
سے ایک مزاج بنکر ایسے
نفوس عالیہ کے فیضان کا
مستحق ہوگیا جوّ بھیمانہ
کثافتوں کو بالکل چھوڑ چکے
ہیں - تیسري قسم میں وہ
نفوس انساني ہوں جو ملاء
اعلی سے قریب الماخذ ہیں
اور ایسے نجات دینے والے
اعمال کرتے رہتے ہیں جو
اُنکو ملاء اعلی سے جاملائیں
یہاں تک کہ اُن کے جسماني
پردے اُن سے دور ہوجائیں
اور وہ ملاء اعلی کے حلقہ میں
شامل ہوجائیں اور اُنہي
میں سے شمار ہونے لگیں -
اور ملاء اعلی کا حال یہہ ہی
کہ وہ خدا کي طرف ایسي
گہري توجہہ رکھتے ہیں کہ
کسي شی کي طرف متوجہ
ہونا اُنکو اس سے باز نہیں
رکھہ سکتا - یہي معني ہیں
خدا کے اس قول کے کہ وہ

شی بحسب استعداد القابل
وتاثير الفاعل انبعثوا الى
تلك الامور كما تنبعث الطيور
والبهايم بالدواعي الطبوعية
وهم في ذلك قانون عما يرجع
الى انفسهم باقون بما الهموا
من فوقهم فيؤثرون في قلوب
البشر والبهايم فتنقلب ارادتها
و احاديث نفوسها الى
ما يناسب الامر المراد ويوثرون
في بعض الاشياء الطبيعية في
تضاعيف حركاتها وتحولاتها
كما يد حرج حجر فاثر فيه
ملك كريم عند ذلك فمشي
في الارض اكثر مما يتصور في
العادة وربما القي الصياد شبكة
في النهر فجاءت افواج من
الملائكة تلهم في قلب هذه
السمكة ان تقتحم وهذه ان
تهرب و تقيض حبلا و تبسط
اخرى وهي لاتعلم لم تفعل
ذلك ولكن تتبع ما الهمت
ربما تقاتلت فئتان فجاءت
الملائكة تزين في قلوب هذه
الشجاعة والثبات باحاديث
وخيالات تقتضيها المقام وتلهم
حول الغلبة وتؤيد في الرمي
واشباهه وفي قلوب تلك الاضداد
هذه الخصال ليقضي الله
امرا كان مفعولا وربما كان

اپنے رب کي تعریف اور پاکي
بیان کرتے ہیں اور اُن پر
ایمان لاتے ہیں - اور عمدہ نظام
کي خوبي اور اُسکے برخلاف
نظام کي برائي خدا سے
سیکھتے ہیں اور اُنکي یہہ
حالت خدا کي بخشش کا
ایک دروازہ کھٹکھٹاتي ہی
یہي معني ہیں خدا کے اس
قول کے کہ وہ اہل ایمان کے لیئے
مغفرت چاہتے ہیں - اور ان میں
سے اعلی درجہ والوں کے نور
جمع ہوتے ہیں اور اس روح
کے پاس جسکي نسبت
آنحضرت نے فرمایا کہ اس
کے بہت سے چہرے اور زبانیں
ہیں باہم ایک دوسرے میں
داخل ہوتي ہیں - اور وہ
سب ملکر ایک چیز ہوجاتي
ہیں - اسمقام کا نام حظیرہ
قدس ہی — اور کبھي
حظیرۃ قدس میں بني آدم
کو دنیا اور عقبی کي مصیبتوں
سے نجات دینے کي تدبیر پر
اسطرح اجماع ہوتا ہی کہ
اُس وقت خلق اللہ میں سے
سب سے زیادہ پاکیزہ نفس
کو کامل بناتے اور اسکے حکم
کو انسانوں میں جاري کرتے
ہیں پھر یہي اجماع ان لوگوں

المترشح ایلام نفس انسانیۃ اوتاعیمها فسعت الملائکۃ کل سعي و ذهبت کل مذهب ممکن وبازاء اولئک آخرون اولو خفۃ وطیش وافکار مضادۃ للخیر اوجب حدوثهم تعفن بخارات ظلمانیۃ هم الشیاطین لایزالون یسعون في افساد ماسعت الملائکۃ فیہ واللہ اعلم —

کے دل میں جو پہلے سے تیار ہیں — اس بات کا الہام کرتا ہی کہ وہ اُس کي اطاعت کریں — اور ایک ایسي قوم بھیجدیں جو انسان کي بھبودي کے لئے پیدا کي گئي ہی — اور یہي اجماع ایسے عاوم کو جن میں قوم کي ہدایت اور بھبودي ہی — اُسکے دل میں وحي —

روٴیا اور غیبي آوازوں کے ذریعہ سے اور اسطرح کہ وہ اسکے سامنے ہوکر اُس سے ہمکلام ہوں — ڈالتا اور متمثل کرتا ہی — اور یہي اجماع اسکے دوستوں کي مدد اور ہر نیکي اور بھلائي میں اُن کي تقویت کرنے اور جو راہ خدا سے اسکو روکتے ہیں — اُن پر لعنت کرنے اور اُنکو ہر تکالیف سے قریب کرنے کا باعث ہوتا ہی یہہ نبوت کا صرف ایک اصول ہی اور اس اجماع دائمي کو روح القدس کي تائید کہتے ہیں — اور یہہ اجماع ایسي برکات پیدا کرتا ہی جو عادۃ کبھي نہیں ہوئیں — انکو معجزات کہتے ہیں — اور ان سے ادنے درجہ کے وہ نفوس ہیں — جنکو نفوس عالیہ کا فیضان بخارات لطیف میں ایک مزاج معتدل پیدا ہونے کے قابل بنادیتا ہی — انکي سعادت پہلے نفوس کي برابر نہیں ہی — اِن کا کمال یہي ہی کہ عالم بالا سے فیض ٹپکنے کے لئے منتظر رہیں — جب فاعل کي تاثیر اور قبول کرنے والے کي استعداد کے موافق اوپر سے کچھہ ٹپکتا ہی اُن امور کي طرف حرکت کرتے ہیں — جیسے پرندے اور بہائم اپني طبعي خواہشوں کے موافق حرکت کرتے ہیں — اور وہ نفوس بلحاظ اپني ذات کے فاني ہیں اور بلحاظ اُس بالائي الہام کے جو اُنکو ہوتا ہی — باقي یعني غیر فاني ہیں — وہ انسان اور بہائم کے دلوں میں اپني تاثیر ڈالتے ہیں — پھر اُن کے ارادے اور اُنکے دلوں کي باتیں اسی مقصود کے موافق بدل جاتي ہیں — اور بعض طبعي اشیا کي دھیري حرکتوں اور تبدیلیوں میں بھي اثر کرتي ہیں — مثلاً ایک پتھر لڑکایا جاے تو اُسوقت اُسمیں ایک بزرگ فرشتہ اپنا اثر کرتا ہی پھر وہ پتھر عادت کے لحاظ سے جتنا تصور میں آتا ہی اُس سے زیادہ زمین پر چلتا ہی — اور کبھي ایک شکاري دریا میں جال ڈالتا ہی تو فرشتوں کي فوجیں آتي ہیں اور اس مچھلي کے دل میں یہہ ڈالدیتي ہیں کہ وہ جال میں گھس جائے اور اُس مچھلي کے دل میں یہہ کہ بھاگ جائے — اور ایک رسي کو کھینچے — دوسري کو ڈھیلي چھوڑ دے اور وہ نہیں جانتي کہ یہہ کام کیوں کرتي ہی — مگر جو کچھہ اُس کے دل میں ڈالا جاتا ہی — اسکي پیروي کرتے ہیں — اور کبھي دو گروہ باہم لڑتے ہیں — تو فرشتے آتے ہیں اور اس گروہ کے دلوں میں دلیري اور استقلال کو ایسي باتوں اور ایسے خیالات سے جو مناسب موقع ہوں — اچھا کر دیکھاتے ہیں — اور غالب ہونے کي تدبیریں اُن کے دلوں میں ڈالدیتے ہیں — اور دشمن پر تھر پھینکنے اور اسیطرح کے اور کاموں میں اُنکي مدد کرتے ہیں — اور اُس دوسرے گروہ کے دلوں میں اُن عادتوں کے برخلاف باتیں ڈالتے ہیں تاکہ جو کام خدا کو کرنا ہی وہ پورا ہوجاے — اور کبھي کسي نفس انساني پر ملامت کرنے یا اسکو نعمت دینے کا حکم مترشح ہوتا ہی — تو فرشتے جہاں تک ممکن ہی کوشش اور دوڑ دھوپ کرتے ہیں — اور اُنکے مقابل میں اور ایسے ہیں جن میں سبکي اور مزاج کي تیزي اور فیکي کے برخلاف باتیں ہیں تاویکہ اور کثیف بخارات کے متعفن ہونے سے ظہور میں آتي ہیں — یہہ گروہ شیاطین کے نام سے ملقب ہی فرشتے جس کام میں کوشش کرتے ہیں یہہ ہمیشہ اُنکے برخلاف چلتے ہیں *

یہہ بیان ہی شاہ ولي اللہ صاحب کا ملاء اعلی کي نسبت ابھي ہم اسکي نسبت کچھہ نہیں لکھتے اور جب سب علماء اور حکماء اور صوفیہ کرام کي رائیں لکھہ چکینگے اُسوقت اِس معاملہ میں کچھہ لکھینگے *

(سید احمد)

نمبر ۱۱

ولن تجد لسنة الله تبديلا

شاہ ولي‌الله صاحب نے اس آیت پر اپني کتاب حجة‌الله البالغه میں ایک باب منعقد کیا ہی اور اُس میں دو باتیں ثابت کي ہیں *

ایک یہہ کہ یہہ بات عقلاً ونقلاً ثابت ہی کہ جس ترتیب سے خدا نے اس عالم کو پیدا کیا ہی اور ایک چیز کے بعد دوسري چیز ہوتي ہی یعني ایک چیز سبب اور دوسري مسبب ہوتي ہی اور جو خواص عناصر اور طبایع میں رکھے ہیں اور سنة‌الله میں ایک شی سے دوسري ہونے لازم ہی اُس میں تبدیل نہیں ہوتي اور ترتّبا لازم و ملزوم کے انتظام کا خدا کي مرضي کے برخلاف ہی *

دوسرے یہہ کہ شمس و قمر اور کواکب کا جس سے حارّہ گرمي دن کا بڑھنا گھٹنا سمندر میں جذر ومد وغیرہ تو ہوتا ہی مگر یہہ بات کہ انسان کے حالات پر جیسے مفلس ہونا دولتمند ہونا کواکب کا کچھہ اثر ہوتا ہی یہہ صحیح نہیں ہی *!

اس آرٹکل کے لکھنے سے ہمارا صرف یہہ مقصد ہی کہ لوگوں کو جتلاویں کہ شاہ ولي الله صاحب کا بھي یہي عقیدہ ہی کہ جو قانون قدرت خدا نے بنایا ہی اُس میں تبدیل نہیں ہوتي *

جو مضمون کہ شاہ ولي‌الله صاحب نے لکھا ہی اُسکو بعینہٖ ہم اسمقام پر نقل کرتے ہیں مگر اُنہوں نے اپنے اس مضمون میں بعض حدیثیں اور آیتیں بتائید یا بطور تمثیل اپني راے کے نقل کي ہیں اُن حدیثوں میں ہمکو کلام ہی کیونکہ اُن میں متعدد طرح سے بحثیں ہیں مگر ہم اس مقام پر اُن بحثوں کو نہیں چھیڑنے کے کیونکہ وہ بحثیں مباحث فیہ سے خارج ہیں = اور ہمکو اس آرٹکل میں صرف یہہ دکھانا ہی کہ شاہ ولي‌الله صاحب بھي قانون قدرت کے تبدیل نہونے کے قایل ہیں *

شاہ ولي‌الله صاحب اس آیت پر یہہ تحریر فرماتے ہیں کہ الله تعالی کے بعض

اعلم ان بعض افعال الله تترتب علی القوی المودعة فی العالم بوجه من وجوه الترتب شهد بذلک النقل والعقل قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله خلق آدم من قبضة قبضها من جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض منهم الاحمر والابیض والاسود وبین ذلک والسهل والحزن والخبیث والطیب و سأله عبدالله بن سلام مایفزع الولد الی ابیه او الی امه فقال اذا سبق ماء الرجل ماء المراة نزع الولد واذا سبق ماء المراة ماء الرجل نزعت ولاارى احداً یشک فی ان الامة تستند الی الضرب بالسیف او اکل السم وان خلق الولد فی الرحم یکون عقیب صب المنی وان خلق الحبوب والاشجار یکون عقیب البذر والغرس والسقی والاجل هذه الاستطاعة جاء التکلیف وامروا ونهوا وجوزوا بما عملوا فتلک القوی منها خواص

کام اُن قوی پر جو عالم میں کسي طرح کي ترتیب سے رکھے گئے ہیں مرتب ہوتے ہیں عقل اور نقل دونوں اسپر گواہ ہیں = رسول خدا صلی‌الله علیه وسلم نے فرمایا کہ بیشک الله نے آدم کو مٹھي بھر خاک سے پیدا کیا جسکو تمام زمین سے لیا تھا = پھر بني آدم اُس مٹي کے موافق پیدا ہوئے = اُنمیں سرخ رنگ کے ہیں اور سیاہ رنگ کے اور سیاہ رنگ کے اور اُن رنگوں کے بیچ بیچ کے اور نرم مزاج اور سخت مزاج اور برے اور اچھے = عبدالله بن سلام نے آنحضرت صلی‌الله علیه وسلم سے پوچھا کہ کیا چیز کھینچ لیتي ہی بچہ کو اُسکے باپ کي طرف اور اُسکي ماکي طرف = آپ نے فرمایا کہ جسوقت غالب ہوتا ہی آدمي کا پاني عورت کے پاني پر کھینچ لیتا ہی بچہ کو اور جسوقت غالب ہوتا ہی

العناصر وطبایعها ومافیها الاحکام
التي اودعها الله في کل نوع
نوعية ومنها احوال عالم المثال
والوجود المقضي به هنالک
قبل الوجود الارضي ومنها الدعوة
الملاء الاعلی بجهد همهم لمن
هذب نفسه واسعی فی اصلاح الناس
وعلی من خالف ذالک ومنها
الشرایع المکتوبة علی بني
آدم وتحقق الایجاب والتحریم
فانها سبب ثواب المطیع وعقاب
العاصي ومنها ان یقضي الله
تعالی بشیء فیهجر ذلک الشيء
شیأ اخر لانه لازمة في ساعة الله
وحکم نظام اللزوم فهو مرضي
والاصل فیه قوله صلی الله علیه
وسلم اذا قضی الله لعبد ان
یموت بارض جعل له الیها حاجة
فکل ذلک نطقت به الاخبار
و اوجبة ضرورة العقل واعلم
انه اذا تعارضت الاسباب التي
یترتب علیها القضاء بحسب
جري العادة ولم یمکن وجود
مقتضیاتها اجمع کانت الحکمة
حینئذ مراعاة اقرب الاشیاء الی
الخیر المطلق وهذا هو المعبر عنه
بالمیزان في قوله صلی الله علیه
وسلم بعده المیزان بیرفع القسط
ویخفضه وبالشان في قوله تعالی

عورت کا پانی مرد کے پانی
پر تو کھینچ لیتی ہی بچہ
کو = اور میں نہیں سمجھتا
کہ کوئی شخص اسبات میں
شک کرے کہ تلوار کی ضرب
سے یا زہر سے مارا جانے کو
اُنکی طرف نسبت کیا جاوے -
اور بیشک بچہ کا عورت کے
پیٹ میں پیدا ہونا مرد کے
مادہ پہونچنے کے بعد اور
بیشک اناج کا اور درختوں
کا پیدا ہونا بیج ڈالنے اور درخت
لگانے اور پانی دینے کے بعد
ہوتا ہی اور اسی وجہ کے
سبب سے انسان مکلف ہوا
ہی اور امر و نہی اُسپر
جاری ہوئی ہی = اور جو
کچھ وہ عمل کرتا ہی اُسپر
جزا یا سزا کا مستحق ہوتا
ہی اور انمیں مذکورہ بالا قوتوں
سے عناصر کی خواص اور اُن
کی طبیعتیں ہیں - اور انہیں
سے وہ احکام ہیں جو خدا نے
ہر ایک صورت نوعیہ میں
رکھے ہیں = اور انہیں سے
عالم مثال کے اُس وجود کے
حالات ہیں جو زمین پر وجود
ہونے سے پہلے عالم مثال میں
موجود تھے = اور انہی سے

کل یوم هو في شان ثم الترجیح
یکون تارة بحسال الاسباب ایها
اقوی وتارة بحسال الاثار المترتبة
ایها انفع وبتقدیم باب الخلق
علی باب التدبیر ونحو ذلک
من الوجوه فنحن وان تصر
علمنا عن احاطة الاسباب و
معرفة الاحق عند تعارضها نعلم
قطعا انه لایوجد شيء الا وهو
احق بان یوجد ومن اتقن بما
ذکرنا استراح عن اشکالات
کثیرة اما هیأت الکواکب فمن
تاثیرها مایکون ضروریا کاختلاف
الصیف والشتاء وطول النهار
وقصره باختلاف احوال الشمس
و اختلاف الجذر و المد
باختلاف احوال القمر وجاء في
الحدیث اذا طلع النجم
ارتفعت العاهة یعني بحسب
جري العادة لکن کون الفقر
والغلی والجدب والخصب
وسایر حوادث البشر بسبب
حرکات الکواکب فما لم یثبت
في الشرع وقد نهي النبي
صلی الله علیه وسلم عن الخوض
في ذلک فقال من اقتبس
شعبة من النجوم اقتبس شعبة
من السحر وشدد في قول مطرنا
بنوء کذا ولا اقول نصت الشریعة

ملاء اعلی کی دعائیں ہیں
اُن کے لیئے جو اپنے نفس کی
اصلاح یا لوگوں کی اصلاح میں
کوشش کرتے ہیں یا جو اسکے
مخالف ہیں = اور انہیں سے
وہ شریعتیں ہیں جو بنی آدم
کے لیئے مقرر ہوئیں = اور
وجوب اور حرام کا تحقق بھی
انہیں سے ہی اور بھی فرمان
پذیر کے ثواب اور نافرمان کے
عذاب کا سبب ہیں = اور انہیں
سے ہی کہ خدا ایک چیز کو
جاری کرتا ہی اور وہ دوسری
چیز کو کھینچ لاتی ہی —
اسلیئے کہ عادت الہی میں
یہہ چیز اُسکو لازم تھی اور
اس لزوم کے نظام کا ٹوٹنا مرضی
الہی کے برخلاف ہی - اور
اُسکی اصل یہہ ہی کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ جب
خدا چاہتا ہی کہ کوئی شخص
کسی ملک میں جاکر مرے
تو اُس شخص کے لیئے اُس
ملک میں جانے کی ضرورت
پیدا کردیتا ہی - یہہ تمام
باتیں وہ ہیں جن پر حدیثیں
ناطق ہیں اور ضرورت عقل نے
اُنکو واجب ٹھہرا کردیا ہی
اور یہہ بھی جاننا چاہیئے

علی ان اللہ تعالی لم یجعل فی الفجور خواص یتولد منها الحوادث بواسطة تغیر الهواء المکتنف بالناس ونحو ذلک وانت خبیر بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن الکهانة وهی الاخبار عن الجن وبری عمن اتی کاهنا وصدقه ثم اما سئل عن حال الکهان اخبر ان الملائکة تنزل فی العنان فتذکر الامر قضی من السماء فیسترق الشیاطین السمع فتوحیه الی الکهان فیکذبون معها مائة کذبة وان اللہ تعالی قال یاایها الذین امنوا لاتکونوا کالذین کفروا وقالوا لاخوانهم اذا ضربوا فی الارض لوکانوا غزا لوکانوا عندنا ماماتوا وما قتلوا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یدخل احد کم الجنة عمله وقال انما انت رفیق والطبیب اللہ وبالجملة فالنهی یدور علی مصالح کثیرة واللہ اعلم —

(حجة اللہ البالغة صفحہ ۱۶ و ۱۷) —

کہ جب اُن اسباب میں جن پر عادت اللہ کے موافق احکام الہی مرتب ہوتے ہیں تعارض واقع ہوتا ہی اور تمام مقتضیات کا جمع ہونا نا ممکن ہو جاتا ہی تو اُسوقت حکمت الہی صرف اُس چیز کی رعایت کرتی ہی جو خیر مطلق سے بہت قریب ہو — اسی کا نام زبان شرع میں میزان ہی اور یہی مراد ہی آنحضرت کے اس قول میں کہ خدا میزان کو بلند کرتا ہی اور نیچے جھکاتا ہی — اور یہی مراد لفظ شان سے خدا کے اس قول میں ہی کہ وہ ہر روز ایک شان میں ہی پھر غلبہ کبھی تو اسباب کے لحاظ سے ہوتا ہی جو سب سے زیادہ قوی ہو اور کبھی اُن آثار کے لحاظ سے جو مترتب ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ مفید ہو یا باب خلق کو باب تدبیر پر مقدم رکھنے کے لحاظ سے اور مثل اسکے اور وجوہ سے — پس ہم اگرچہ ہمارا علم اُن اسباب کے احاطہ کرنے سے جبکہ اُن میں تعارض ہو قاصر ہی اور اسبات کے جاننے سے کہ کون چیز احق ہی — مگر ہم یہہ یقینا جانتے ہیں کہ کوئی چیز موجود نہیں ہوتی جب تک کہ وہ موجود ہونے کی احق نہو — اور مذکورہ بیان کو جو اچھی طرح سمجھہ لیگا وہ بہت سی مشکلوں سے چھوٹ جاویگا — اور ستاروں کی بعض تاثیریں تو ضروری ہیں جیسے گرمی سردی کا اختلاف — دن کا چھوٹا بڑا ہونا آفتاب کے اختلاف حالات سے — اور جذر و مد کا اختلاف حالات قمر کے اختلاف سے — اور حدیث میں بھی آیا ہی کہ جب ثریا طلوع کرتا ہی مصیبت دور ہوتی ہی یعنی عادت اللہ کے موافق لیکن انالس — ترنگری — تحط — سماں اور تمام انسانی حوادث ستاروں کی حرکات سے ہوں یہہ اُن چیزوں میں سے ہیں جو شرع سے ثابت نہیں ہیں — اور پیغمبر خدا نے اس میں غور کرنے سے منع فرمایا ہی — چنانچہ فرمایا کہ جو شخص نجوم کی کوئی شاخ تحصیل کرتا ہی گویا وہ جادو کی شاخ سیکھتا ہی اور اسبات کے کہنے سے بھی سخت ممانعت کی ہی کہ فلاں نچھتر سے بارش ہوئی — میں یہہ نہیں کہتا کہ خدا نے ستاروں میں خاصیتیں نہیں رکھی ہیں جن سے ہوائے محیط کے متغیر ہونے سے انسانوں پر حوادث ظہور میں آویں — اور تمکو خبر ہی کہ پیغمبر خدا صلعم نے کہا تھا یعنی جنات سے خبر دینے کو منع فرمایا ہی اور کاہن کی خبر سے اور جو اُسکی تصدیق کرے اُس سے اپنی برات کی ہی — پھر جب کاہنوں کا حال آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ آسمان و زمین کے درمیان فرشتے اوترتے ہیں اور حکم الہی کا جو آسمان میں نازل ہوتا ہی باہم ذکر کرتے ہیں — پھر شیطان اُسکو چوری سے سنکر کاہنوں کو بتا دیتے ہیں — پھر وہ اپنی طرف سے جھوٹ اُس میں اور ملادیتے ہیں — اور خدا فرماتا ہی کہ اے ایمان والو کافروں کی مانند نہ ہو — جو اپنے بھائیوں سے جب وہ سفر کرتے ہیں یا لڑنے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے اور فرمایا آنحضرت نے کہ تم میں سے کسیکا عمل اُسکو جنت میں داخل نہیں کریگا — اور کہا کہ تو بیمار دار ہی اور خدا طبیب ہی — غرضکہ یہہ نہی بہت سی مصالح پر مبنی ہی *

(سید احمد)

نمبر ۱۲

العلوم الجدیدۃ والاسلام

جواب اعظم یار جنگ کے جواب کے پانچویں حصہ کا بقیہ

ابو علي الحسين بن عبدالله بن سينا (سنہ ۴۲۷ ھجري) انتقل الشيخ الرئيس في البلاد واشتغل بالعلوم وحصل الفنون ولما بلغ عشر سنين من عمره كان قد اتقن علم القرآن العزيز والادب وحفظ اشياء من اصول الدين وحساب الهندسة والجبر والمقابلة ثم قرأ علي ابي عبدالله الناتلي الفاكحي علية المنطق واقليدس والمجسطي وفاقه اضعافا كثيرة فلما توجه الناتلي الى خوارزم شاه مامون بن محمد اشتغل ابو علي بتحصيل العلوم كالطبيعي والالهي وغير ذلك - (ابن خلكان جلد اول ص ۱۹۱) - ابو علي حسين بن عبدالله بن سينا (سنہ ۴۲۷ھ) - شیخ الرئیس شہروں میں پھرا - اور علوم وفنون کي تحصیل میں مشغول ہوا - دس برس کي عمر میں علم قرآن اور ادب سے فارغ ہوگیا اور بہت سے دین کے اصول اور حساب اور جبر و مقابلہ اور ہندسہ کے مسائل حفظ کرلیئے - پھر ابوعبداللہ ناتلي سے منطق - اقلیدس - اور مجسطي پڑھي — اور اُستاد سے بہت بڑھگیا - جب ناتلي خوارزم شاہ مامون بن محمد کے پاس گیا تو یہہ طبعیات والہیات وغیرہ علوم کے سیکھنے میں مشغول ہوگیا — (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۹۱) -

ابو علي محمد بن الحسن بن الهيثم الفيلسوف (سنہ ۴۳۰ھ) اصله من البصرة ثم انتقل الى الديار المصرية واقام بها الى آخر عمره وكان فاضل النفس قوي الذكاء متفلسفي العلوم لم يماثله احد من اهل زمانه في العلم الرياضي ولا يقرب منه و كان دايم الاشتغال كثير التصنيف و افر التزهد محببا للخير - (عيون الانبا ج ۲ ص ۹۰) - ابو علي محمد ابن حسن بن هيثم فيلسوف (سنہ ۴۳۰ھ) اصل میں بصرہ کا رہنے والا ہی — پھر ملک مصر چلا گیا — اور آخر عمر تک وہیں رہا - فاضل - ذہین - علوم میں ماہر اور اپنے زمانہ میں علوم ریاضي میں یکتا تھا — ہمیشہ علمي مشغلہ میں رہتا تھا - اسکي بہت سي تصانیف ہیں - زہد پسند - نیکي دوست تھا - (عیون الانبا ج ۲ ص ۹۰)

ابوالحسن علي بن رضوان بن جعفر (سنہ ۴۵۳ ھ) كان في اول امره منجما ثم قرأ الطب والمنطق (مختصر الدول ص ۳۳۳ وعيون الانبا ج ۲ ص ۹۹) ابوالحسن علي بن رضوان بن جعفر (سنہ ۴۵۳ ھ) پہلے منجم تھا - پھر طب اور منطق حاصل کي — (مختصرالدول ص ۳۳۳ وعیون الانبا ج ۲ ص ۹۹)

ابو الحكم عمرو بن عبد الرحمان بن احمد بن علي الكرماني (سنہ ۴۵۸ ھ) قال تلميذه الحسين بن محمد بن الحسين بن جفي المهندس المنجم انه مابقي احد يجازيه في علم الهندسة ولايشق غباره في غامضها وتبيين مشكلها - ورحل الى ديار المشرق ثم رجع الى الاندلس واستوطن مدينة سرقسطه من ثغرها (عيون الانبا ج ۲ ص ۴۰) ابوالحکم عمرو بن عبدالرحمان بن احمد بن علي کرماني (سنہ ۴۵۸ ھ) اُسکے شاگرد حسین بن محمد بن حسین بن جفي مہندس منجم نے لکھا ہی کہ علم ہندسہ میں کوئي اُسکا ہمسر نہ تھا - نہ اسکي برابر کوئي اس علم کي مشکلات اور غوامض کو حل کرسکتا تھا - وہ مشرقي ملکوں کي طرف گیا پھر اندلس کو واپس آیا - اور شہر سرقسطہ کو وطن بنالیا جو اسکي سرحد پر ہی (عیون الانبا ج ۲ ص ۴۰)

هشام بن احمد بن خالد بن الوقشي (سنہ ۴۸۹ ھجري) (مذكور تاريخ آبار وتاريخ علم عربي همير پوگستال جرمني ج ۶ ص ۴۰۱) — هشام بن احمد بن خالد بن الوقشي (سنہ ۴۸۹ھ) (مذکور در تاریخ آبار وتاریخ علم عربي همير پوگستال جرمني ج ۶ ص ۴۰۱)

سعیدبن ہبۃاللہ(سنہ۴۹۵ھ) وفیہا (ای سنۃ خمس وتسعون واربعمائۃ) توفی شیخ الاطباء بالعراق سعید بن ہبۃ اللہ صاحب التصانیف فی الفلسفۃ والطب والمنطق (مراۃ الجنان یافعی) =

سعید بن ہبۃاللہ (سنہ ۴۹۵ ہجری)
سنہ ۴۹۵ ھ میں عراق کے شیخ الاطبا سعید بن ہبۃاللہ نے وفات پائی - جسکی فلسفہ - طب اور منطق میں بہت سی کتابیں ہیں (مراۃ الجنان یافعی)

علي بن موسی الاندلسيّ (سنہ ۵۰۰ ہجري) شذورالذهب فی الاکسیر لابی الحسن علي بن موسی الحکوم الاندلسي (کشف الظنون ج ۴ نمبر ۷۴۳۳) —

علي بن موسی اندلسي (سنہ ۵۰۰ ہجري)
شذور الذهب اکسیر میں اسکي تصنیف هی (کشف الظنون ج ۴ نمبر ۷۴۳۳)

ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد غزالي (سنہ ۵۰۵ ہجري) لم یکن للطائفۃ الشافعیۃ في آخر عصرہ مثلہ اشتغل في مبداء امرہ بطوس علي احمد الراذکاني ثم قدم نیشابور واختلف الی دروس الامام الحرمین ابي المعالي الجویني وجد في الاشتغال (ابن خلکان ج ۱ ص ۵۸۷)

ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد غزالي (سنہ ۵۰۵ ہجري)
اپنے آخر زمانہ میں گروہ شافعیہ میں بے مثل تھا — ابتدا میں احمد راذ کاني سے طوس میں پڑھتا رہا - پھر نیشاپور آیا — اور امام الحرمین ابوالمعالي جویني کے دروس میں شامل ہوتا رہا - اور تحصیل علم میں سخت محنت کي (ابن خلکان ج ۱ ص ۵۸۷)

القاضي ابوالحسن علي بن النصیر (سنہ ۵۱۰ ہجري) کان من افاضل الاعیان المعدودین من سلف الزمان وله في سائر اجزاء الحکمۃ الید الطولی والمرتبۃ الاولی وکان

قاضي ابوالحسن علي بن نصیر (سنہ ۵۱۰ ہجري)
زمانہ سلف کے معتبر علما میں شمار ہوتا ہی - اقسام علم حکمت میں اسکو اعلی درجہ کي لیاقت حاصل

في ایام المستظهر بالله — (مختصرالدول ص ۳۴۹) -

تھي - مستظہر باللہ کے زمانہ میں تھا (مختصرالدول ص ۳۴۹)

ابو بکر محمد بن الولید بن محمدبن خلف بن سلیمان بن ایوب الفهري الطر طوسي (سنہ ۵۲۰ ہجري)
صاحب سراج الملوک ویعرف بابن ابي رندقہ بالراء المهملۃ المفتوحۃ وسکون النون وکفی بسراج الملوک دلیلا علی فضله ذکرہ ابن بشکوال فی الصلۃ و توفي بالاسکندریہ في شعبان وقیل جمادي الاولی سنۃ عشرین و خمس مائۃ (نفح الطیب ج ۱ ص ۳۶۲ و ابن خلکان ج ۱ ص ۶۰۶)

ابو بکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن ایوب فهري طرطوسي (سنہ ۵۲۰ ہجري)
سراج الملوک کا مصنف هی — یہہ کتاب اسکي فضیلت پر دلیل کافي هی — ابن ابي رندقہ کے نام سے بھي مشہور هی - ابن بشکوال نے الصلہ میں اسکا ذکر کیا هی - شعبان یا جمادي الاولی سنہ ۵۲۰ھ کو اسکندریہ میں وفات پائي - (نفح الطیب ج ۱ ص ۳۶۲ وابن خلکان ج ۱ ص ۶۰۶)

عبدالرحمان بن جدي القیسي تلمیذبن ماجہ (سنہ ۵۳۰ ھ) (مذکورتاریخ کسیري وتاریخ علم عربي تصنیف هیبر پرگستال جرمني ج ۶ ص ۴۰۷)

عبدالرحمان بن جدي قیسي شاگرد ابن ماجہ (سنہ ۵۳۰ھ) (مذکور در تاریخ کسپري وتاریخ علم عربي هیبرپرگستال جرمني ج ۶ ص ۴۰۷) -

ابو بکر محمد بن باجہ التجیبي المعروف بابن الصائغ (سنہ ۵۳۳ ہجري) -
کان في العلوم الحکمیۃ علامۃ وقتہ واوحد زمانہ - وبلي بمحن کثیرۃ و شناءات من العوام و قصدوا هلاکہ مرات و سلمه الله منهم — و کان متمیزا في العربیۃ و الادب

ابو بکر محمد بن باجہ التجیبي معروف بابن صائغ (سنہ ۵۳۳ ہجري) -
علوم حکمیہ میں اپنے زمانہ کا یکتا علامہ تھا - عوام الناس نے اس کو بہت تکلیفیں پہونچائیں - اور بارہا اس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا اور خدا نے اسکو بچالیا - عربیت

حافظ القرآن (عیون الانبا - ج ۲ ص ۶۲) وابن خلکان ج ۲ ص ۹) —

ہبۃ اللہ بن الحسین بن علی الحکیم الاصفہانی (سنہ ۵۳۵ ھجری) -

کان من محاسن الدہر و افاضل العصر و توفی سنۃ نیف وثلثین و خمسمائۃ - (مختصر الدول ص ۳۶۶ ھ)-

ابوجعفر بن محمد البخاری (سنہ ۵۵۱ ھجری)-

و فیہا (ای فی سنۃ احدی و خمسین و خمسمائۃ) توفی ابو جعفر بن محمد البخاری باسفرائن و کان عالما بعلوم الفلسفۃ - (ابوالفدا - ج ۳ ص ۳۲) -

ابن طفیل ابوجعفر ابو بکر محمد بن عبدالملک بن محمد بن طفیل القیسی (سنہ ۵۸۱ ھجری) -

کان محققا بجمیع اجزاء الحکمۃ قرأ علی جماعۃ منہم ابی بکر ابن باجہ ولہ تصانیف کثیرۃ وکان حریصا علی الجمع بین علم الشریعۃ والحکمۃ ولم یزل یجمع الیہ العلماء من کل فن من جموع الاقطار — (ابن خلکان ج ۲ ص ۴۹۳) -

ہوتے تھے (ابن خلکان ج ۲ ص ۴۹۳) —

ایو ادب میں ممتاز اور قرآن کا حافظ تھا - (عیون الانبا ج ۲ ص ۶۲ و ابن خلکان ج ۲ ص ۹) -

ہبۃ اللہ بن حسین بن علی حکیم اصفہانی (سنہ ۵۳۵ھ)-

دنیا کے عمدہ لوگوں اور زمانہ کے فاضلوں میں سے تھا - اور سنہ ۵۳۵ میں وفات پائی (مختصر الدول ص ۳۶۶)

ابوجعفر بن محمد البخاری (سنہ ۵۵۱ ھجری)

سنہ ۵۵۱ ھ میں ابو جعفر بن محمد بخاری نے اسفرائن میں وفات پائی - وہ علوم فلسفیہ کا عالم تھا (ابوالفدا ج ۳ ص ۳۲) *

ابن طفیل ابو جعفر ابو بکر محمد بن عبدالملک بن محمد بن طفیل قوسی (سنہ ۵۸۱ ھجری) —

حکمت کی تمام شاخوں میں تحقیق کا مرتبہ رکھتا تھا - علما کے ایک گروہ سے علم حاصل کیا تھا جن میں سے ابو بکر ابن باجہ بھی ہی - اسکی بہت تصنیفات ہیں - شریعت اور فلسفہ میں مطابقت کرنے کا بہت مشتاق تھا — ہر فن کے علما اطراف سے اُس کے پاس جمع

حکیم شہاب الدین ابو حفص عمر سہر وردی مقتول (سنہ ۵۸۷ ھجری)

ہوالامام العالم الفاضل کان اوحدا فی العلوم الحکمیۃ جامعا للفنون الفلسفیۃ بارعا فی الاصول الفقہیۃ مفرط الذکاء جید الفطرۃ فصیح العبارۃ - (عیون الانبا - ج ۲ ص ۱۶۷)

عبدالسلام بن جنگی دوست الحکیم الجیلی البغدادی (سنہ ۵۸۹ ھجری) -

قد قرأ علوم الاوائل واجادہا و اشتہر بہذا الشان شہرۃ تامۃ و حصل لہ بتقدمہ حسد من ارباب الشر - (مختصر الدول ص ۴۱۵)

سلمان بن سلیمان ابو الحسن البصری الاسمعیلی (سنہ ۵۸۹ ھجری)

کان صاحب الدعوۃ و صاحب حصون الاسمعیلیۃ و کان ادیبا متفننا متکلما عالما بالفلسفۃ اخباریا شاعر — (تاریخ یا فعی) *

فخر الدین الماردین ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام بن عبدالرحمن بن عبدالصابر الانصاری (سنہ ۵۹۴ ھجری)-

کان اوحد زمانہ و علامۃ وقتہ فی العلوم الحکمیۃ قرء

حکیم شہاب الدین ابوحفص عمر سہر وردی مقتول (سنہ ۵۸۷ ھجری) *

یہ امام - عالم - فاضل - علوم حکمیہ میں یکتا فنون فلسفیہ کا جامع اصول فقہیہ کا ماہر نہایت ذہین نکتہ شناس فصیح کلام تھا (عیون الانباء ج ۲ ص ۱۶۷) *

عبدالسلام بن جنگی دوست حکیم جیلی بغدادی (سنہ ۵۸۹ ھجری) *

علوم اوائل کو بخوبی تحصیل کیا اور نہایت مشہور ہوگیا اس کی فضیلت کے سبب اکثر شریر لوگ اُس سے حسد کرتے تھے - (مختصر الدول ص ۴۱۵) *

سلمان بن سلیمان ابوالحسن بصری اسمعیلی (سنہ ۵۸۹ ھجری) *

صاحب دعوۃ اور صاحب حصون اسمعیلیہ ہی ادیب اور متکلم - فلسفی - اخباری اور شاعر تھا (تاریخ یا فعی) *

فخر الدین الماردین ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام بن عبدالرحمن بن عبدالصابر الانصاری (سنہ ۵۹۴ ھجری)-

اپنے وقت میں یکتا - علوم حکمیہ میں علامہ - ذہین

الی کان فاضل النفس (عیون الانبا - ج ۱ ص ۲۹۹)

ابن الرشد قاضي ابوالوليد محمد بن احمد بن محمد بن رشد (سنہ ۵۹۵ ہجري) مولده و منشاه بقرطبة مشهور بالفضل معتن بتحصيل العلوم اوحد فى الفقه والخلاف و اشتغل على الفقيه الحافظ ابي محمد بن رزق و كان ايضا متميزا في علم الطب ..... وكان قد اشتغل بالتعاليم و بالطب على ابى جعفر بن هارون ولازمه مدة و اخذ عنه كثيرا من العلوم الحكمية - (عیون الانبا ج ۲ ص ۷۵ و نفح الطیب ج ۱ ص ۳۵۳)

اور فاضل تھا - (عیون الانبا - ج ۱ ص ۲۹۹) *

ابن رشد قاضي ابوالوليد محمد بن احمد بن محمد بن رشد (سنہ ۵۹۵ ہجري) قرطبہ اس کي ولادت کي جگہہ ہی - یہیں جوان ہوا - مشہور فاضل اور تحصیل علوم میں جفاکش تھا - فقہ اور خلاف میں یکتا تھا - فقیہہ حافظ ابو محمد بن رزق سے علم حاصل کیا - علم طب میں بھي ممتاز تھا - تعالیم فلسفہہ اور طب علي ابوجعفر بن ہارون سے حاصل کي - مدت تک اس کے پاس رہا - اور اُس سے بہت سے علوم حکمیہ حاصل کیئے (عیون الانبا ج ۲ ص ۷۵ ونفح الطیب ج ۱ ص ۳۵۳) *

محمد بن عبدالمنعم ابو الفضل الغساني الجيلاني (سنہ ۶۰۲ ہجري)

محمد بن عبدالمنعم ابو الفضل غساني جيلاني (سنہ ۶۰۲ ہجري)

و له قرية جليانة من اعمال غرناطة سابع المحرم سنہ ۵۳۱ ہ و قدم القاهرة وسار الى دمشق فسكنها مدة ثم سافر الى بغداد ونزل بالمدرسة النظامية و كتب الناس عنه كثيرا من نظمه - و كان اديبا فاضلا له شعر مليح المعاني اثر في النحكم و الاديبات و اداب النفوس و الرياضات

جلیانہ مضافات غرناطہ میں ساتویں محرم سنہ ۵۳۱ ہ کو پیدا ہوا - قاہرہ آیا - اور دمشق میں ایک مدت رہکر بغداد کي طرف سفر کیا - اور مدرسہ نظامیہ میں ٹھہرا - لوگوں نے اس کے بہت سے اشعار لکھہ لیئے - وہ ادیب اور فاضل تھا - اس کے اشعار میں عمدہ

و كان طبيبا حاذقا وله رياضات و معرفة بعلم الباطن (نفح الطيب ج ۲ ص ۱۵)

مضامین ہوتے تھے فلسفہ - الہیات - آداب النفوس اور ریاضات کے زیادہ مضمون باندھتا تھا - طبیب حاذق آگاہ تھا - اور اس کے حصول بھي تھا - علم باطن سے بھي میں بہت محنتیں کي تھیں (نفح الطیب ج ۲ ص ۱۵)

امام فخرالدين رازي (سنہ ۶۰۶ھ) هو ابو عبدالله محمد بن عمر بن الحسن بن علي التيمي البكري الطبرستاني الرازي الشافعي فريد عصره ونسيج وحده فاق اهل زمانه في علم الكلام والمعقولات وعلم الاوائل له التصانيف المفيدة في فنون عديدة (تاريخ ابن خلكان ج ۱ ص ۶۰۰)

امام فخرالدين رازي (سنہ ۶۰۶ھ) ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علي تيمي بكري طبرستاني رازي شافعي علم کلام - معقولات اور علم اوائل میں اپنے وقت میں یگانہ تھا - مختلف علموں میں اسنے مفید کتابیں لکھیں (تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۶۰۰)

محمد بن عبدالرحمان بن ابي عبدالله بن عبدالسلام بن احمد (سنہ ۶۱۹ ھ)

محمد بن عبدالرحمان بن ابي عبدالله بن عبدالسلام بن احمد (سنہ ۶۱۹ هجري)

(فهرست كتب خانه اسپين مولفه كسيري ج ۲ ص ۸۸ واحاطه و تاريخ علم عربي تصنيف پرگستال جرمني ج ۷ ص ۳۵۴)

(فہرست کتب خانہ اسپین مولفہ کسیري ج ۲ ص ۸۸ واحاطہ و تاریخ علم عربي تصنیف پرگستال جرمني ج ۷ ص ۳۵۴)

محمد بن عبدالسلام القرطبي (سنہ ۶۲۸ هجري)

محمد بن عبدالسلام قرطبي (سنہ ۶۲۸ هجري)

(تاريخ مقريزي - وعبر ذهبي و تاريخ علم عربي تصانيف همبر پرگستال جرمني ج ۷ ص ۳۵۵)

(تاریخ مقریزي وعبر ذهبي و تاریخ علم عربي تصنیف همبر پرگستال جرمني ج ۷ ص ۳۵۵)

موفق الدین ابو محمد عبداللطیف بن یوسف بن محمد بن علی بغدادی — (سنہ ۶۲۹ ہجری) —

کان مشہورا بالعلوم متحلیا بالفضائل ملیح العبارۃ کثیر التصانیف * * * * و کان اشتغل علیہ عمی ایضا بکتب ارسطو طالیس و کان الشیخ موفق الدین کثیر العنایۃ بہا والفہم لمعانیہا * * * * و کان من مصنفاتہ مقالۃ فی الجوہر والعرض — مقالۃ فی النفس — مقالۃ فی الحرکات المعتاضۃ * * * مقالۃ یرد فیہا علی کتاب علی بن رضوان المصری فی اختلاف جالینوس و ارسطو طالیس * * * کتاب الحکمۃ العلائیہ ذکر فیہ اشیاء حسنۃ فی العلم الالہی * * * * مقالۃ علی جہۃ التوطیۃ فی المنطق (عیون الانباء — ج ۲ ص ۲۰۱) —

موفق الدین ابو محمد عبداللطیف بن یوسف بن محمد بن علی بغدادی، (سنہ ۶۲۹ ہجری) —

علم میں نامور — فضیلتوں سے آراستہ — پاکیزہ عبارت لکھنے والا اور کثیر التصنیف تھا — میرے چچا نے اُس سے ارسطو کی کتابیں پڑھیں — شیخ موفق الدین ان کتابوں کی طرف بہت متوجہ اور اُن کے مضامین کو خوب سمجھتا تھا اسکی تصنیفات میں سے ایک رسالہ جوہر و عرض کے بیان میں ہی — ایک مختصر رسالہ نفس کے بیان میں — ایک رسالہ حرکات معتاضہ میں ہی — ایک رسالہ میں علی بن رضوان مصری کی کتاب پر نکتہ چینی کی ہی جسمیں جالینوس و ارسطو کے اختلافات کا بیان ہی — اس کی ایک کتاب حکمۃ علائیہ ہی جس میں الٰہیات کی عمدہ باتیں لکھی ہیں — ایک رسالہ ابتدائی منطق میں ہی (عیون الانباء — ج ۲ ص ۲۰۱)

ابوالحسن علی بن ابی علی محمد بن سالم الثعلبی الفقیہ الاصولی الملقب بسیف الدین الآمدی (سنہ ۶۳۱ ہجری) — اشتغل بفنون المعقول و حفظ منہ الکثیر و تمہر فیہ و حصل منہ شیأ کثیرا و لم یکن فی زمانہ احفظ منہ لہذہ العلوم * * * و صنف فی أصول الدین والفقہ والحکمۃ والمنطق والخلاف و کل تصانیفہ مفیدۃ — (ابن خلکان ج ۱ ص ۴۱۵) —

ابوالحسن علی بن احمد المتحیز المریسی (سنہ ۶۳۷ ہجری) —

کان متفننا عارفا بالنحو والعلوم والکلام والمنطق یسکن حماۃ قال الذہبی و لہ تفسیر عجیب — (تاریخ یافعی) — عجیب تفسیر لکھی ہی —

ابوالحسن علی بن احمد المتحیز المریسی (سنہ ۶۳۷ ہجری) —

طرح طرح کے علوم سے واقف تھا — علم نحو — کلام اور منطق خوب جانتا تھا حماۃ میں رہتا تھا علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اس نے ایک (تاریخ یافعی)

ابوالفتوح کمال الدین موسی بن ابی الفضل یونس بن محمد بن منداد بن مالک بن محمد بن کمال الدین الفقیہ الشافعی — کان یدری فی الحکمۃ والمنطق والطبیعی والالٰہی و کذلک الطب و یعرف فنون الریاضۃ من اقلیدس و الہیئۃ والمخروطات والمتوسطات والمجسطی و انواع الحساب المفتوح منہ والجبر والمقابلۃ والارثما طیقی وطریق الخطائین والموسیقی والمساحۃ معرفۃ لا یشارکہ فیہا غیرہ الا فی ظواہر ہذہ العلوم دون دقایقہا والوقوف علی

ابوالفتوح کمال الدین موسی بن ابوالفضل یونس بن منداد بن مالک بن محمد بن کمال الدین فقیہ شافعی — حکمت — منطق — طبعیات — الہیات اور طب میں مہارت رکھتا تھا اور اقلیدس — ہیئت — مخروطات — متوسطات — مجسطی — اور ہر قسم کا حساب — جبر و مقابلہ — ارتھمیٹک — خطائین کا قاعدہ — موسیقی اور مساحت وغیرہ مختلف فنون ریاضی میں کوئی اسکے برابر عالم نہ تھا — ہاں معمولی طور پر ان علوم کو جاننے والے تھے — نہ یہ کہ پیدا کی — اس کے زمانہ میں ان علموں کا جاننے والا اُس سے زیادہ نہ تھا اُصول دین — فقہ — حکمت — منطق اور خلاف میں تصنیفیں کیں اور اُسکی سب تصنیفیں مفید ہیں (ابن خلکان ج ۱ ص ۴۱۵) —

حقایقها - (ابن خلکان ج ۲ ص ۱۷۳) —

زین الدین الکشی و فی هذا الزمان (ای زمان المستنصر بالله المتوفی سنه اربعین و ستمائة) -

کان جماعة من تلامذة الامام فخر الدین الرازی سادات فضلاء اصحاب تصانیف جلیلة فی المنطق والحکمة کزین الدین الکشی و قطب الدین المصری بخراسان - و افضل الخونجی بمصر - و شمس الدین الخسرو شاهی بدمشق - و اثیر الدین الابهری بالروم و تاج الدین الارموی — و سراج الدین الارموی بقونیه - (مختصر الدول ص ۴۴۵) -

قطب الدین المصری (مختصر الدول ص ۴۴۵) —

سراج الدین الارموی (مختصر الدول ص ۴۴۵) -

افضل الدین الخونجی علی بن یحیی جمال الدین الخزاعی (سنه ۶۴۶ هجری) هو الامام العالم الصدر الکبیر —

ان کی باریکیوں کو سمجھتے - اور ان کی اصلی باتوں سے واقف تھے (ابن خلکان ج ۲ صفحه ۱۷۳) -

زین الدین کشی

(اس زمانه میں یعنی مستنصر باللہ کے زمانہ میں جو سنہ ۶۴۰ هجری میں فوت هوا)-

امام فخر الدین رازی کے فاضل اور منطق و حکمت میں صاحب تصانیف شاگردوں کی ایک جماعت تھی جیسے زین الدین کشی اور قطب الدین مصری خراسان میں - افضل الخونجی مصر میں — شمس الدین خسرو شاهی دمشق میں — اثیر الدین ابهری روم میں — تاج الدین ارموی اور سراج الدین ارموی قونیه میں (مختصر الدول صفحه ۴۴۵)

قطب الدین مصری (مختصر الدول صفحه ۴۴۵)

سراج الدین ارموی (مختصر الدول صفحه ۴۴۵)

افضل الدین خونجی علی بن یحیی جمال الدین الخزاعی (سنه ۶۴۶ هجری)

امام — عالم — صدر کبیر -

الکامل سید العلماء والحکماء اوحد زمانه وعلامة اوانه قد تمیز فی العلوم الحکمیة واتقن الامور الشرعیة قوی الاشتغال کثیر التحصیل - عیون الانبا ج ۲ ص ۱۲۰ وتاریخ الخلفا سیوطی (ص ۸۸)

کامل - علما و حکما کا سرگروہ اپنے زمانہ کا یگانہ اپنے وقت کا علامہ تھا - علوم حکمیہ میں ممتاز تھا — امور شرعی کو خوب جانتا تھا - اور تحصیل علوم میں بہت مشغول رهتا تھا (عیون الانبا - ج ۲ صفحه ۱۲۰ و تاریخ الخلفا سیوطی صفحه ۸۸) —

شمس الدین عبدالحمید بن عیسی الخسرو شاهی (سنه ۶۵۲ هجری)

شمس الدین عبدالحمید بن عیسی خسرو شاهی (سنه ۶۵۲ هجری)

(مختصر الدول ص ۴۴۵ وکشف الظنون - ج ۴ ص ۶۲) وتاریخ الخلفا سیوطی ص ۸۸)

(مختصر الدول صفحه ۴۴۵ و کشف الظنون جلد ۴ صفحه ۶۲)

عزالدین الضریر

کان فی زمان المستعصم المتوفی (سنه ۶۵۶ هجری) و کان من الافاضل والاعیان المعدودین من حسنات الزمان والمشارکة محسوسة فی سایر الانواع الفلسفة والاداب العربیة و کان قوی الذکر والتخیل بحیث انه کان یقرء علیه و هو مکفوف سة مقالات من کتاب اقلیدس وکان یحفظ الاشکال بحروفها

عزالدین نابینا مستعصم باللہ کے زمانہ میں تھا جو سنہ ۶۵۶ هجری میں فوت هوا فاضل اور نامور لوگوں میں سے تھا - اپنے وقت کے اعلی طبقہ کے لوگوں میں شمار هوتا تھا - علوم فلسفیہ اور عربی علم ادب میں اس کو اچھی مہارت تھی اسکی قوت حافظہ اور متخیلہ بہت قوی تھی - اقلیدس کے چھ مقالے

ویتکلم فی حلها — مختصر الدول ص ۴۸۱)

کے یاد کرتا تھا — اور (مختصرالدول صفحہ ۴۸۱)

حکیم نجم‌الدین النخجوانی کان زاید قویة فی الفضائل وعارضة عریضة فی علوم الاوائل تفلسف ببلاده وسار فی الافاق وطوف ودخل الروم وولی المناصب الکبار — مختصر الدول ص ۴۷۶)

اس کو پڑھکر سنائے جاتے تھے اور وہ نا بینا تھا — کل شکلوں کو مع اُن کے حرفوں اُن کو زبانی حل کرتا تھا

حکیم نجم‌الدین نخجوانی جامع فضائل تھا — اور علوم اور اوایل میں کامل مہارت رکھتا تھا — اپنے ملک میں فیلسوف کہلایا اور ملکوں میں پھرا اور سیر کی اور روم میں داخل ہوا اور بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہوا — (مختصرالدول صفحہ ۴۷۶)

نواب اعظم یارجنگ چراغ علی

از طرف ایڈیٹر

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب کو جو مضمون لکھنا ہی وہ نہایت ہی مشکل اور نہایت دلچسپ اور نہایت مفید و بکار آمد ہی ابھی تک اُنہوں نے صرف تمہید ہی تمہید لکھی ہی فلسفہ کی تعلیم کے طرفداروں اور مخالفوں کا حال لکھا ہی اُن کے نام اور اُن کا زمانہ بتلایا ہی — پھر علماء اسلام میں جو بڑے بڑے فلسفی گذرے ہیں ایک ایک کو گنایا ہی اسکے بعد وہ اب اصل مضمون کی تحریر پر متوجہ ہونگے جس کو ہمارے ناظرین اخبار پڑھکر اُمید ہی کہ تعجب کرینگے نواب اعظم یارجنگ درحقیقت ایک لاحل سوال کے حل کرنے پر مستعد ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ناظرین پرچہ کو اسکا کہ وہ کیا سوال ہی خیال ہی یا نہیں اس لیئے ہم اُس سوال کو بطور یاد دہانی کے اس مقام پر چھاپتے ہیں تاکہ اُن کو معلوم ہو کہ کیسا مشکل لاحل سوال ہی اور اُس کا جواب جو ہو وہ کیسا قابل توجہ اور ہماری قوم کے فائدہ مند ہوگا مدت سے یہہ سوال کیا گیا ہی اور آج تک کسی نے اس کا جواب نہیں دیا خدا کرے کہ نواب صاحب ممدوح پورا قابل تشفی جواب دیں*

سوال مذکور یہہ ہی

اکثر لوگوں کی راے میں یہہ مسلم ہی کہ یورپین علوم و فنون کی تعلیم عقاید اسلام سے برگشتگی پیدا کرتی ہی اور اُن کی راے میں اس کا علاج اُن علوم کے ساتھہ دینی علوم کی اعلی درجہ کی تعلیم دینا ہی - اگر یہہ راے صحیح ہی تو یورپین علوم و فنون کے اُن مسایل اور اُن کے دلایل کو جو اُس برگشتگی کا باعث ہوں بیان کرنا چاہیئے — اور اُن کتب دینیہ اور اُن کے مقامات کا نشان دینا ضرور ہی جن کے تعلیم میں داخل کرنے سے اُس برگشتگی کی روک ہوسکے معہ اُس بیان کے کہ کس وجہہ سے وہ کتابیں اور مقامات اُس کی روک ہوسکینگی - اگر یہہ راے صحیح نہیں ہی تو جہاں تک مفصل اور دلایل سے اُس کی عدم صحت کا بیان ممکن ہو بیان کیا جاوے *

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تهذيب الاخلاق

جلد دوم] يكم ذي الحجه سنه ۱۳۱۲ هجري سنه ۱۳۲۵ فصلي [نمبر ۳

نمبر ۱۳

حركت زمين كا معائنه عيني

نظام بطليموسي ميں زمين ساكن اور اجرام فلكي كا مركز مانا جاتي هی اور يهه كه تمام اجرام فلكي اس كے گرد پهرتے هيں - اس نظام كو هزاروں برس تك دنيا نے يقين كيا اور اب بهي دنيا كا ايك حصه اسكو تسليم كرتا هی - جب يورپ ميں نظام كوپرنيكس قايم هوا جس ميں زمين كي دو حركتيں مانی جاتي هيں - ايك روزانه حركت اپنے محور كے گرد — دوسري سالانه حركت آفتاب كے گرد - تو اهل مذهب نے اسكي بڑي مخالفت كي اور كتب مقدسه كي آيات سے اس نظام كو باطل ثابت كيا - مگر جب معائنه عيني سے ثابت هوا تو پهر كسي كو اُس كے تسليم كرنے كے سواء چاره نه رها — اور وهي آيات جو اُسكے خلاف شهادت ديتي تهيں اُنكي تفسير اهل مذهب بهي ايسي كرنے لگے كه پهر اس نظام اور مذهب ميں مخالفت نه رهي - معائنه عيني ايسي شهادت هی كه وه دل ميں شك و شبهه كو باقي نهيں ركهتا اور يقين پيدا كرديتا هی بلكه يقين بهي عين اليقين — اب هم اُن دلائل كو بيان كرتے هيں اور آخر ميں بتلاتے هيں كه ايك فرانسيسي حكيم نے روے زمين پر حركت زمين كے سبب سے ايك موج كي حركت كو دكهاديا *

محور پر زمين كي حركت روزانه كے براهين

اول دليل - تمام سيارات كے سطوح بالائي ميں هيئت دانوں نے ايسے تغيرات هوتے هوئے ديكهے هيں كه اب اس ميں شبهه نهيں رها كه اُن ميں سے هر ايك سياره اپنے محور پر گردش كرتا هی — زمين بهي اُنكي همشكل ومتماثل هی تو استدلال تمثيلي كے قواعد كے موافق كوئي وجهه نهيں كه زمين اپنے محور پر گردش نه كرتي هو *

دوسري دليل - زمين كي خود شكل و شهادت ايسي هی كه جس سے معلوم هوتا هی كه وه اپنے محور پر گردش

کرتی ہی — گردش محوری کا قاعدہ ہی کہ جب کوئی ایسی گول شے اپنے محور پر حرکت کرتی ہی کہ اسکا مادہ بھی تغیر ہئیت کو جلد قبول کرلیتا ہو تو وہ بیچ میں پھول کر محور کے سروں کے پاس سے چپٹی ہوجائیگی — چنانچہ اسکا تجربہ یوں ہوسکتا ہی کہ ایک محور عمودی کے گرد ایک حلقہ کو جیسا کہ شکل میں بنا ہوا ہی ایک موز گرداں کے ذریعہ سے گردش دو تو وہ بیچ میں پھول جائیگا اسکا کب نکل آئیگا اور محور کے سروں کے پاس سے چپٹا ہوجائیگا — (دیکھو شکل نمبر ۱) —

یہی زمین کی کیفیت بھی ہی کہ خط استوا پر پھولی ہوئی ہی اور قطبوں پر چپٹی ہی — پس یہہ خود ہئیت اسکی حرکت محوری پر شہادت دیتی ہی — اور جب اُسکی سیارات کے ساتھہ مماثلت اور مشابہت ہو تو استدلال تمثیلی کو اور تقویت ہوجاتی ہی اَور اس سے یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہی*

تیسری دلیل — اگر زمین ساکن مانی جاوے تو ضرور یہہ فرض کرنا پڑیگا کہ زمین کے گرد کرۂ آسمانی روزانہ گردش کرتا ہی جس کے سبب سے یہہ تمام روز و شب کے جلوے آسمان کے ظہور میں آتے ہیں — اب اس مانئے سے یہہ لازم آئیگا کہ زمین کے گرد تمام اجرام فلکی ۲۴ گھنٹے میں پھرتے ہیں تو اُن میں سے ایک مفت میں بعض ثوابت پندرہ سو کھرب میل چلتے ہونگے — یہہ وہ سرعت رفتار ہی کہ جسکا تصور کرنا مشکل ہی — پس یہہ امر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہی کہ زمین کے گرد جو کل عالم میں ذرہ سے بھی کم ہی سارا عالم اس تیزی کے ساتھہ گردش کرے — اس گردش سے وہی مظہرات ظہور میں آتے ہیں جو ہماری ذرا سے ذرہ کی برابر زمین کی گردش سے ظہور میں آسکتے ہیں اس گردش فلکی سے یہہ امر بھی لازم آتا ہی کہ امتداد یوم ایک ہی ہونا چاہیئے — حالانکہ یہہ امر تحقیق ہوگیا ہی کہ ہر ایک سیارہ کا امتداد یوم جدا جدا ہی — اس سے ثابت ہوا کہ گردش فلکی کا فرض کرنا بعیدالقیاس ہی نہیں ہی بلکہ غلط بھی ہی — اس سے یہہ لازم آیا کہ اسکا عکس یعنی یہہ کہ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہی صحیح ثابت ہوتا ہی — حکماء متقدمین نے جو گردش فلکی کو مانا تو وہ مجبور تھے اُنکو ایسے آلات اور اسباب تحقیقات کہاں میسر تھے جو محققین متاخرین کے پاس موجود ہیں جن سے وہ سیارات کے امتداد یومیہ اور ثوابت کے ابعاد کو تحقیق کرتے ہیں *

چوتھی دلیل — ٹرینڈنٹ — (ہوائی تجارت) ہی یعنی وہ ہوائیں جو قطبوں اور خط استوا کے درمیاں آتی جاتی ہیں — انکی سمتیں بتلاتی ہیں کہ زمین اپنے محور پر مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کر رہی ہی *

پانچویں دلیل — بلندی پر سے اشیاء کے گرنے سے یقینی ثابت ہوتا ہی کہ مشرق کی طرف زمین اپنے محور پر گردش روزانہ کر رہی ہی — اگر کسی بلند مینار یا ستون کی چوٹی پر سے ایک پتھر زمین کی طرف سیدھا پھینکیں تو وہ زمین پر اُس مقام پر آنکر نہیں پڑیگا جہاں اسکو زمین کے ساکن ہونے کی حالت میں پڑنا چاہیئے تھا یعنی مینار کی جڑ میں سمت ثاقولی میں — بلکہ وہ سمت حقیقی ثاقولی سے تجاوز کرکے مشرق کی طرف آنکر گریگا — پس اس سے یہہ نتیجہ لازمی پیدا ہوتا ہی کہ زمین اپنے محور پر مشرق کی طرف حرکت کرتی تھی جو اس پتھر کو مشرقی جانب میں لے گئی — یہہ بات ظاہر ہی کہ مینار کا سر اُسکی جڑ یعنی پائے مینار کی نسبت زیادہ تیزی رفتار سے گردش کرتا ہی — اسلیئے کہ سر مینار مرکز زمین سے زیادہ دور ہے نسبت پائے مینار کے ہی — پس جس لمحہ میں کہ پتھر کو مینار کی چوٹی سے چھوڑا تھا تو مشرق کی طرف وہ چل رہا تھا اسلیئے پائے مینار کے مشرق کی جانب میں پتھر گرا — سر مینار اور پائے مینار کی مسافتوں کے طے کرنے کے اندر اس وقت میں کہ پتھر زمین پر گرا فرق تھا — پس یہہ قطعی ثبوت ہی کہ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہی — اگر یہہ گردش محور نہ مانی جاوے تو اس طرح بلندیوں پر سے پتھر کے گرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ کیوں مشرق کی جانب حقیقی ثاقولی سے تجاوز کرکے گرے — اس بیان کی توضیح شکل سے کرتے

ہیں (دیکھو شکل نمبر ۲) — شکل میں (ا س) ایک بلند میلار ہی — زمیں کا مرکز ہی جسکی طرف خط ثاقولی (ا س) کھنچا ہوا ہی - اور (ا) سے ایک گیند مرکز زمین کی طرف پھینکی گئی ہی — اب فرض کرو کہ جتنی دیر میں زمین پر گیند آئی زمین گردش کرکے زاویہ (س ر س) کو طے کرے - پس جسوقت کہ گیند زمین پر پہنچیگی میلار کا مقام (ا آ س) پر ہوگا — اب گیند میں ایک حرکت مشرق کی طرف بہ سبب حرکت زمین کے اسوقت تھی کہ وہ (ا) سے چھوڑی گئی تھی وہ اسکے سبب سے زمین کے مشرق کی طرف اُس مسافت کو طے کرتی جو (ا آ) کے برابر ہوتا لیکن (ا آ) بڑا ہے نسبت (س س) کے ہی تو جس فاصلہ پر (س) سے مشرق کی طرف گیند زمین پر گریگی وہ ضرور بڑا (س س) سے بقدر فرق (ا آ) اور (س س) کے ہوگا — پس اگر (س ب) برابر (آ ا) کے مقرر کریں تو (ب) وہ نقطہ ہوگا جہاں گیند زمین پر گریگی اور میلار کا مقام (آ س) پر ہوگا - فاصلہ (س ب) ان دونوں قوسوں کے درمیان ہوگا جنکو سر میلار اور پاے میلار طے کرینگے — مگر فاصلہ (س ب) نہایت ہی چھوٹا ہی اسلیئے اسکا ناپنا دشوار ہوتا ہی - اسلیئے ہمیشہ یہہ مانا گیا تھا کہ جب میلار یا مستول سے پتھر کو پھینکتے ہیں تو وہ اسکی جڑ ہی میں گرتا ہی - اس دلیل کو پہلے ابطال حرکت زمین میں کام میں لاتے تھے — اس لیئے کہ اگر زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہوتی تو چاہیئے تھا کہ پتھر جڑ سے آگے مشرق کی طرف گرتا — ہمیشہ جڑ میں گرنے سے سمجھا جاتا تھا کہ زمین متحرک نہیں ہی — اس اعتراض کے دور کرنے کے لیئے جاپچا خط استوا پر تجربے کیئے گئے اور محققوں نے یہہ دریافت کرلیا کہ اگر پتھر کو ۵۲۰ فیٹ کی بلندی سے پھینکیں تو اُس میں مشرقی انحراف گیارہ انچہہ کا ہوگا — اور یہہ اعتراض رفع ہوا - مگر ابھی تک اس تجربہ میں ہوا خلل انداز ہی - جب پتھر گرتا ہی تو ہوا کے جھونکوں کا اثر اسپر ضرور ہوتا ہی اور اسکو ہم کسیطرح نہیں روک سکتے - اگر یہہ ہوا خلل انداز نہ ہوتی تو کوئی دلیل اس سے زیادہ صریح و صاف حرکت زمین کے سمجھنے کے لیئے نہ ہوتی *

چھٹی دلیل - رات دن کے تواتر اور اجرام فلکی کی ظاہری حرکات کے ظہور سے زمین کی گردش محوری روزانہ کا ظن غالب پیدا ہوتا تھا — مگر اس ظن کو درجہ یقین پر ایک فرانسیسی حکیم لیول لیورن کو نے ایک تجربہ سے پہنچادیا - یہہ تجربہ اس اصول پر مبنی ہی کہ ایک پنڈولم (لٹکن یا رقاص) کی سطح اہتزاز یا سطح تموج یا ترقص کی سمت ہمیشہ ایک ہی رہتی ہی اور اس میں اس سے کچھہ فرق نہیں آتا کہ نقطہ تعلیق کو حرکت نقل دی جاے - مثلاً ایک وزنی جسم لو اور اسکو ایک تار میں باندھکر چھت میں لٹکا دو تو اس تار میں جو وزن لٹکا ہی اسکو پنڈولم کہینگے - جسکا ترجمہ لنگر — لٹکن یا رقاص کرتے ہیں — اب اس جسم کو ایک طرف اُٹھاکر چھوڑدو تو وہ ادھر اودھر آئے جائیگا جسکو ترقص یا تموج یا جھولنا کہتے ہیں — اور جس سطح میں یہہ ترقص ہوتا ہی اُسے سطح ترقص کہتے ہیں - پس اگر کسی لٹکن کی سطح ترقص ایک کمرہ کی کسی دیوار کے متوازی ہو اور اس لٹکن کو اُٹھاکر ایک مدور میز کے گرد گردش دو تو اسکی سطح ترقص اِس گردش میں بھی اُسی دیوار کے متوازی رہیگی - یہہ مطلب اسطرح صاف سمجھہ میں اجائیگا - مثلاً طاق میں گھنٹہ رکھا ہی اور اس کے لٹکن کی سطح ترقص پشت کی دیوار کے متوازی ہی - اب اگر اس گھنٹے کو اُٹھاکر ایک میز کے گرد گردش دیںگے تو گھنٹے کے لٹکن کی سطح ترقص اُسی دیوار کی سطح کے متوازی رہیگی جس کے پہلے متوازی تھی *

اب ایک وزنی سیسے کی گولی لو اور اسکو فولاد کے تار سے چھت میں لٹکا کر گولی کو حرکت دو تو تم دیکھو گے کہ وہ گولی جھولتی ہی اور اُپر نیچے اُترتی چڑھتی ہی جسکو ترقص کہتے ہیں - تاکہ یہہ حرکت بے روک ٹوک ہو تار کو چھت میں کسی نکلی ہوئی چیز سے لٹکادو - اب تار کو حرکت دو تو گولی آگے پیچھے جھولنا شروع کریگی - وہ ایک گھنٹے یا زیادہ گھنٹوں تک جھولتی رہیگی *

اس حرکت کي خصوصیت یہہ ہی کہ یہہ جھولنا اسکا ہمیشہ ایک ہي سمت میں رہیگا — زمین کي گردش محور لٹکن کي سمت حرکت کو نہیں بدلیگي — اس لٹکن کے نیچے ایک میز رکھو اور اسکے اوپر ایک دائرہ کھینچو اور اس دائرہ کے محیط پر صفر اور ایک سو اسي درجہ کے درمیان خط ملاو اور دائرہ پر ریت بچھادو اور سیسے کي گولي میں نیچے کے رخ ایک سوئي لگادو کہ وہ اس ریت پر نشان کرتي جاے — یا فقط گولي میں درجہ نما لگادو — میز کو اسطرح رکھو کہ لٹکن اس خط پر جو تم نے میز پر بنایا حرکت کرے — اب ایک گھنٹے کے بعد تمکو معلوم ہوگا کہ گولي کي سمت حرکت بدلي اور وہ اپني اصلي سمت کے ساتھہ متماثل ہوئي یعني ایک زاویہ بنانے لگي — مگر گولي کي سمت حرکت کسي طرح بدل نہیں سکتي — اس سے معلوم ہوا کہ میز نے حرکت کي اور میز نے کیا حرکت کي زمین کي حرکت کے ساتھہ وہ متحرک ہوئي — جہاں یہہ تجربہ ہورہا تھا پروفیسر دیوار نے الکٹرسٹي کي ایسي تیز روشني کي تھي کہ میز پر لٹکن کي سمت حرکت میں خفیف سے خفیف تبدیلي بھي نظر آتي تھي اور ایک ایک منٹ میں یہہ معلوم ہونے لگا کہ لٹکن کے لحاظ سے تمام کمرہ حرکت کر رہا ہی — اس مشہور تجربہ نے آنکھوں سے دکھادیا کہ زمین اپنے محور پر حرکت کرتي ہی — اس حرکت کو اندازہ کرنے سے یہہ معلوم کرلیا کہ دن کتني گھنٹے کا ہوتا ہی *

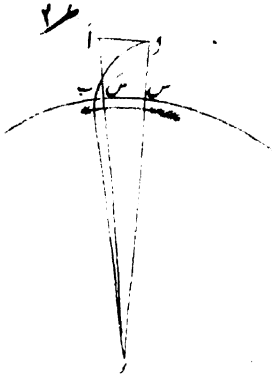
خط استوا پر جو مقامات ہیں وہاں یہہ اثر نہیں نمایاں ہوا مگر قطبوں پر ایسي سرعت سے میز گردش کرتي ہی کہ چوبیس گھنٹہ میں ایک پورا دائرہ ختم کرلیتي ہی - لیکن جہاں عرض بلد ۳۰ درجہ ہی جیسے کہ ملتان اور دیرہ دون وہاں چوبیس گھنٹے میں نصف دائرہ طے کریگي - اسکي وجہ کہ خط استوا پر کیوں یہہ اثر نمایاں نہیں ہوتا ہی اور قطبوں پر گولي پورا دائرہ اور ۳۰ درجہ عرض بلد کے مقامات پر نصف دائرہ طی کرتي ہی علم مکنیکس (جرنقیل) سے تعلق رکھتا ہی جسکو ہم یہاں بیان نہیں کرتے *

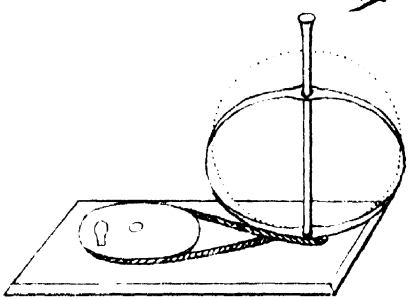
دوسرے زمین پر یہہ تجربہ مختلف محققین نے مختلف مقامات پر کیا تو سطح نموج کي ظاہري گردش کا وقت مختلف ہوا — ان مشاہدات سے زمین کي گردش محوري روزانہ کي تصدیق ایسي ہوئي کہ اب شبہہ کي کوئي جگہہ باقي نہیں رہي *

اس حکیم لیون لوکو — نے ایک آلہ بھي ایسا اختراع کیا کہ جس سے زمین کي گردش محوري کا مشاہدہ زمین ہي پر ہوگیا *

ساتویں دلیل — آلہ جاے رسکوپ سے زمین کي حرکت محوري کا مشاہدہ — یہہ آلہ اس اصول پر بنایا گیا ہی کہ جب محور پر ایک کامل اور بالقریفہ جسم گردش کرتا ہی اور بجاے خود اس طور پر چھوڑ دیا جاتا ہی کہ کشش ثقل اپنا اثر اسپرظاہر نہیں کرسکتي تو وہ محور ہمیشہ اپنا ایک مقام مستقل رکھتا ہی جس میں کچھہ تغیر نہیں ہوتا — پس اگر ایک ستارہ کي سیدہ میں جو ظاہرا خارج از زمین ہی اس محور کي شست باندھیں اور یہہ فرض کرلیں کہ ستارہ حرکت نہیں کرتا تو یہہ محور ہمیشہ اسکو اپني سیدہ میں دکھاتا رہیگا اب اگر زمین ساکن ہو تو اس محور کے ظاہري مقام میں کوئي تغیر نہیں واقع ہوگا — خواہ وہ کتني ہي دیر چکر کرے — لیکن زمین حرکت کرے اور محور ساکن ہو تو ضرور فرق آئیگا اور تجربہ اسکي شہادت دیتا ہی کہ ضرور فرق واقع ہوتا ہی — اور اس فرق کا سبب کوئي اور سواے حرکت محوري زمین کے نہیں ہوتا — اب اس آلہ کي ترکیب بتائي جاتي ہی کہ وہ کیونکر بنایا گیا جس سے کل مطالب ذہن میں آجائیگا (دیکھو شکل نمبر ۳) *

فرض کرو کہ ایک وزني قرص (ق) ہی اور اسکا محور ایک حلقہ کے اندر دو چولوں (س س) میں جڑا ہوا ہی — اور یہہ حلقہ ایک نصف دائرہ (ب ا ب) کے سروں پر جو خانے بنے ہوئے ہیں رکھا گیا ہی — اور اس نصف دائرہ کا قطر نشست (ا) کے اوپر سوراخ میں لگا ہوا ہی اور سمت الراس میں وہ ایک محور ہی اب (س س) کے گرد یہہ فرض بالقریفہ یعني متقاطع علی القوائم لگا ہوا ہی اب خط (س س) گردش کا محور مستقل ایسا ہی جیسا کہ اوپر لٹکن کي صورت میں سطح ترقص یا گولہ . کے







سمت حرکت مستقل بیان ہوئی ہی — یہہ خط (س س) ایک ہی سمت اپنی رکھے گا جیسے کہ لٹکن اپنی ایک ہی سمت رکھتا تھا — اب کسی زور کو سوائے کشش ثقل کے اثر نہ کرنے دو — کشش ثقل کا اثر ہی معطل ہی اس سبب سے کہ محور ایسی ہی ترکیب سے چڑھایا گیا ہی — اب یہہ مشاہدہ میں آتا ہی کہ اگر (س س) کی شمت ایک ستارہ قایم کے ساتھہ باندہ دی جاوے اور قرص (و) کو محور پر ایک دورا لپیٹ کر اسطرح چکر دیا جاوے جیسے کہ پھرکی کو دیا کرتے ہیں تو بھی محور (س س) اپنے ستارہ کی سیدہ میں رہیگا — گو قرص گردش کریگا — اب دیکھنے والوں کو یہہ معلوم ہوگا کہ محور اپنا مقام بلحاظ گرد کی چیزوں کے بدلتا ہی لیکن وہ تو اُسی ثابت ستارہ کی سیدہ میں شست لگائے ہوئے ہی — اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ظاہری تبدل محور (س س) کے مقام کا اس سبب سے وقوع میں آتا ہی کہ حقیقت میں اُسکے گرد کی چیزیں اپنا مقام بدلتی ہیں — اور ان گرد کی چیزوں کا مقام بدلنا گردش زمین کے سبب سے ہوتا ہی — محور تو بلحاظ ستارہ کے ساکن رہیگا اور زمین کے لحاظ سے وہ اپنا مقام بدلیگا — یہہ ایک قطعی ثبوت ہی کہ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہی اور ستارے اُسکے گرد گردش نہیں کرتے اگر ایسا ہوتا تو محور قرص بلحاظ زمین کے اپنا مقام نہ بدلتا — بلکہ بلحاظ ستارہ کے مقام بدلتا *

افسوس یہہ ہی کہ نہ تو ہمارے پاس یہہ آلہ ہی اور نہ پنڈولم ہی نہ اتنی ہمت و توفیق ہی کہ مختلف مقامات پر جاکر یہہ تجربے کریں اور حرکت زمین کا معائنہ پیدا کریں جس سے اسکی حرکت کا یقین دل میں پیدا ہو — فقط شکلیں اور یہہ بیان ہی جس سے وہ یقین نہیں پیدا ہوسکتا جو دیکھنے سے ہوتا ہی — گو ہمارے پاس کچھہ نہ ہو مگر جن کے پاس یہہ سامان اور اسباب مہیا ہیں اُن کے تجربہ اور مشاہدہ سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں اُنکا ماننا ہم پر واجب ہی — اُنکے مشاہدہ اور معائنہ کو اپنا ہی مشاہدہ اور معائنہ سمجھنا چاہیئے — مگر افسوس ہی کہ بہت تھوڑے آدمی ہیں جنکی تعلیم وتربیت ایسی ہو کہ وہ اس بیان اور ان شکلوں کو سمجھیں — یہہ تو زمین کی حرکت ہی اگر ہم کسی پتھر کے اوپر پھینکنے یا نیچے گرنے کا یہاں اپنی زبان میں خواہ کسی فصاحت و صراحت سے لکھیں تو اُسکے سمجھنے والے بھی ڈھونڈے سے ملینگے — بہت کم آدمی ہیں جنھوں نے ان علوم کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھی ہوں جن سے اُمید ہوسکے کہ وہ ان دلائل کو سمجھینگے *

ذکاءاللہ

یعنی شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب

نمبر ۱۴

افلاطون کا عالم مثال

ماخوذ از تاریخ فلسفہ مصنفہ ابوتھس

افلاطون کی رائے تھی کہ کلیات اور اجناس کلی تعقل کا وجود اعیان میں اُسیطور سے پایا جاتا ہی جیسے مادی جزئی فردوں کا جیسے زید بکر خالد خارج میں موجود ہیں ایسا ہی انسان کلی بھی خارج میں موجود ہی ان کلیات اور اجناس کو جنکے لیئے وہ وجود خارجی تسلیم کرتا تھا امثال کہتا تھا (اور جس عالم میں وہ موجود گنے جاتے تھے اُس عالم کو افلاطون عالم مثال کہتا تھا) یہی کلیات اور اجناس اُسکے نزدیک اعیان تھے اور دنیا میں جو موالید سہ گانہ کی فردیں مانند انسان حاتمی گھوڑے مرغ پتھر موتی کے پائی جاتی ہیں وہ صرف آثار اور مظاہر ہیں *

افلاطون کی رائے بقول ارسطو یہہ تھی کہ تعریف یا حد صرف معقولات یا اعیان کی ہوسکتی ہی محسوسات یا آثار کی نہیں ہوسکتی اسلیئے کہ ایسے محسوسات کی حد ناممکن ہی ہر وقت بدلتی رہتی ہیں الہی جواہر معقولہ کا نام افلاطون کے نزدیک امثال تھا اور وہ کہتا تھا کہ مادی محسوسات عین امثال نہیں ہیں بلکہ اُن سے الگ ہیں مگر ایک ہی جنس کی تمام مادی فردوں کو اعیان کے ساتھہ مشارکت ہی اور مشارکت کی ماہیت اور مقدار کی بابت افلاطون نے کچھہ نہیں کہا یہہ ضرور اُس نے لکھا ہی کہ

بشري علم بالضرورۃ ناقص ہی اور احساسات عقل کي بصیرت کو پریشان کرتے ہیں جسوقت روح جسم کي مزاحمتوں سے آزاد ہوگي بس ہم اُسوقت واقعیت کے جلووں کو مشاہدہ کریںگے گو بشري علم ناقص ہی مگر وہ کاذب نہیں ہی عقل کے ذریعہ سے ہمکو واقعیت کي جھلک نظر آجایا کرتي ہی اور ہمکو جلوہ مزید دیکھنے کي کوشش کرنا چاہیئے عقل سے جو کچھہ معلوم ہوتا ہی وہ حقیقي اور واقعي ہی اور ہمکو چاہیئے کہ معلوم بالعقل کو جو مطابق واقع کے ہوتا ہی مدرک بالرائے سے جسمیں صدق و کذب کا احتمال ہی جدا کریں رائے کو واسطہ مظاہر اور آثار محسوسہ سے ہی اور حکمت کو وجود حقیقي سے یعني محسوسات مشاہدہ کے دریافت کرنے کا ذریعہ رائے ہی اور حقیقي وجود کے ادراک کا آلہ عقل ہی *

ریوبلک کے پانچویں باب میں اس بابت افلاطون نے جو کچھہ لکھا ہی اُسکا خلاصہ یہہ ہی کہ آدمي کو ادراک اُسي چیز کا ہوسکتا ہی جو موجود ہو معدوم بالکل مجہول ہوتا ہی موجودات یا تو ایسے ہیں جنکا وجود اصلي اور عقلي اور تغیر سے بري ہی (یہي عالم مثال کي اعیان مثالیہ ہیں) یا ایسے جنکا وجود نقلي اور ظاہري اور بدلنے والا ہی (یہي دنیا کي مادي چیزیں ہاتي گھوڑے اونٹ آدمي چرند پرند وغیرہ ہیں جو اعیان مثالیہ کے ناقص نمونے ہیں) دونوں قسم کي موجودات کے دریافت کے لیئے انسان میں جداگانہ قوتیں موجود ہیں اعیان مثالیہ کا ادراک عقل سے ہوتا ہی جسکا علم واقع کے مطابق اور بري عن الخطا اور انجلاے محض ہی مادیات محسوسہ کا ادراک رائے سے ہوتا ہی جو جہل محض کي تاریکي سے تو زیادہ روشن ہی مگر نور عقل سے کم روشن ہی اور جسکا مرتبہ انجلاے محض اور تاریکي جہالت کے مابین دھندلا سا ہی متعدد چیزوں کو حسین یا معتدل کہنا رائے ہی اصلي علم نہیں حسن مطلق اور عدل کلي کو جو عالم مثال میں بوجود عیني موجود ہی دریافت کرنا علم حقیقي اور حکمت ہی *

بالجملہ وہ مادي مظاہر اور آثار جنکو ہم دنیا میں بحواس سے دریافت کرتے ہیں اعیان مثالیہ کے ناقص نمونے ہیں یا کہو کہ اعیان مثالي صوري اصلي ہیں اور دنیا کي چیزیں اُنکي مادي نقلیں وہ اعیان مثالیہ عین ہیں اور یہہ مادي نقلیں اثر۔ یہہ مادي نقلیں اپني عین اصل سے پوري پوري مطابق نہیں ہیں اعیان مثالیہ کي ماہیت ان مادي نقلوں سے جداگانہ ہی اگر آدمي کي تصویر بناویں تو اصل شخص اپني تصویر سے بالکل جدا ہوگا *

عالم مثال ماننے کے بعد اور اسبات کے قبول کرنے کے بعد کہ اعیان اصلي اور مادي اثار نقلي میں تفاوت ذاتي ہی اسبات کي توجیہہ کي ضرورت پڑتي ہی کہ اخر آدمي احساس تو مادي اثار نقلیہ کا کرتا ہی اُسکو اعیان مثالیہ کا علم کیونکر ہوجاتا ہی اور کیسے واقع کے مطابق پڑتا ہی اسبابت افلاطون کے عقیدے معلوم کرنے کے لیئے جو کچھہ اُسنے روح کي بابت لکھا ہی وہ جاننا چاہیئے کتاب قدروس میں اسبابت جو لکھا ہی اُسکا خلاصہ یہہ ہی روح کي ماہیت معلوم نہیں مگر تمثیل یہہ ہی ہم تصور کرسکتے ہیں کہ وہ ایک چرت ہی جس میں پردار گھوڑوں کي جوڑي لگي ہی اور جسپر کوچوان بیٹھا ہی دیوتاوں کي روحوں کے گھوڑے اور کوچمین اچھے ہیں اور لوگوں کي روحوں میں ایک گھوڑا اچھا ہی ایک برا اور اسیوجہ سے کوچمین کو اُنکے ہانکنے میں سخت دشواري پڑتي ہی — روحوں کا کام یہہ ہی کہ وہ بےجان چیزوں کي خبر گیري کریں اور اسي لیئے وہ مختلف صورتوں میں آسمانوں میں ادھر اودھر سیر و سفر کرتي رہتي ہیں اگر روح کامل ہی اور پردار تو اوپر چڑہ جاتي ہی اور تمام عالم کے انتظام میں معین ہوتي ہی لیکن وہ روح جسکے پر جھڑ جاتے ہیں زمین پر گر پڑتي ہی اور کسي مادي مسکن میں رہنے لگتي ہی اور مادي مسکن کو اُس روح کے ساتھہ جو اُس میں رہنے لگي ہی جاندار کہتے ہیں *

جو پیڑ وغیرہ دیوتا جیرمت بنکر عالم بھر میں اپنے پردار چرت اوڑاتے پھرتے ہیں اور مافي العالم کا انتظام اپنے اپنے مقرر عمل کے موافق کرتے پھرتے ہیں اور لوگ جنکو قدرت اور رغبت ہی وہ بھي اُنہیں دیوتاوں کي پوجا کرتے ہیں وہ آسمان کے افق اعلی کي چوٹي پر جاکر مائدہ نعمت سے متلذذ ہوتے ہیں دیوتاوں کي چرتیں تو آساني سے چڑہ جاتي

ہیں کیونکہ اُنکے دونوں گھوڑے عمدہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو مشکل پڑتی ہی اسلیئے کہ اُنکے چرتوں کا ایک گھوڑا بری قسم کا ہوتا ہی اور گاڑی کو زمین کی طرف اوتارتا ہی *

غیرفانی یعنی دیوتاوں کی روحیں آسمان کے پار اُسکی سطح خارجی تک پہونچ جاتی ہیں اور وہاں کھڑے ہوکر آسمان کے ساتھہ چکر کھاتی ہیں اور جو چیزیں آسمان کے باہر ہیں اُنکے جلووں کا مشاہدہ کرتی ہیں اور یہی مافوق السماء مسکن ہی وجود مطلق کا جو رنگ اور صورت اور مادیت سے مغزہ ہی جسے نفس ناطقہ اور شہسوار روح فقط دیکھہ سکتا ہی اور جو علم واقعی کا موضوع ہی *

دیوتاوں کے نفوس ناطقہ جلگی غذا علم خالص ہی اور اور عمدہ لوگوں کے نفوس ناطقہ اُس عالم وجود مطلق کو ادراک کیا کرتے ہیں اور اُس سے متلذذ اور سیر ہوتے رہتے ہیں یہانتک کہ آسمانوں کا دورہ اُنکو چکر دیکر اُسی نقطہ پر لے آتا ہی جہاں سے وہ چلے تھے اپنے اس مطاف میں وہ روحیں انصاف مطلق اور اعتدال مطلق اور علم مطلق کو ادراک کرتی ہیں وہ علم نہیں جسکی ابتدا ہو یا جو پیدا ہوا ہو وہ علم نہیں جو کسی چیز پر موجود یا موضوع میں پایا جاے بلکہ وہ علم جو وجود مطلق میں ہی اور اُس میں ہی جو فی الامر موجود ہی موجودات حقیقیہ کو اسطرح سے ادراک کرنے اور اُن سے غذاے روحانی پانیکے بعد روحیں آسمان کے نیچے اُتر آتی ہیں اور آرام کرتی ہیں *

دیوتاؤں کی رُوحوں کا تو یہہ حال ہی مگر وہ لوگ جلگی روحیں فی الجملہ دیوتاؤں کی روحوں سے ملتی جلتی ہیں وہ آسمان کی سطح ظاہری پر تو نہیں جاسکتی ہوتیں مگر اُنکے چرتوں کا سر آسمان سے باہر البتہ نکل جاتا ہی اور آسمان کے ساتھہ چکر کھانے میں عالم موجود بالذات کو دیکھہ لیتی ہیں جلگی چرتوں کی جوڑیوں کے ایک ایک گھوڑے برے ہیں اُنکا سر کبھی آسمان کے پار نکل جاتا ہی اور کبھی نیچے اُتر آتا ہی اور وہ موجودات بالذات میں سے بعض کو دیکھہ لیتی ہیں جن کے گھوڑے زیادہ زبردست ہیں وہ اُپر جانیکی کوشش تو کرتی ہیں مگر جانہیں سکتیں اُنکی چرتیں ٹکراتی ہیں اُنکے گھوڑوں کے پر ٹوٹ جاتے ہیں اور کبھی عالم بالا کی سیر نہیں کرسکتیں مجبور ہوکر نیچے اُتر آتی ہیں اور محض واے سے اپنا پیٹ پالتی ہیں عالم بالا تک پہونچنے کے لوئے یہہ سب کوششیں اس لیئے ہوتی ہیں کہ واقعیت اصلی روح کی غذا ہی اور اُسکے شہسواروں کو اُسکی واقعیت کے ادراک سے طاقت ملتی ہی *

یہہ کلیہ ہی کہ جو روحیں دیوتاوں کے قافلوں میں مل جاتی ہیں اور اُن کے ساتھہ (عالم بالا کا) سفر کرکے اعیان موجود بالذات کو دیکھہ لیتی ہیں آسمان کے دوسرے دور تک ضرر سے بچتی رہتی ہیں اور اگر ہر دور فلکی میں اعیان موجود بالذات کو دیکھہ آنے کی تدبیر کرلیں تو وہ روحیں ابدالا باد تک سالم اور محفوظ رہتی ہیں لیکن جو روحیں عالم بالا تک نہیں پہونچتی اور موجودات بالذات کو نہیں دیکھہ آتیں تو اُنکے پر جھڑ جاتے ہیں اور زمین پر پڑتی ہیں اور کسی بے جان جسم میں گھسکر اُسکو جانداوا گر بنادیتی ہیں *

پہلی ہی نسل میں وہ کبھی حیوان کے جسم میں نہیں گھستی ہیں مگر جو روح عالم بالا کو بہت زیادہ دیکھہ چکی ہی جب وہ اترتی ہی تو حکیم یا عاشق حسن یا شیفتہ موسیقی کے جسم میں در آتی ہی اُس سے کمتر کی جو روح ہی وہ بادشاہ عادل یا جنگ آزما یا سپہ سالار کے قالب میں بستی ہی تیسرے درجے کی روح مدبر سلطنت یا مدبر منزل کے جسم میں یا ایسے شخص کے جسم میں جو کسی نفع بخش کاروبار میں لگا ہو رہتی ہی چوتھے درجے کی روح پہلوان یا طبیب کے جسم میں اوترتی ہی پانچویں درجے کی روح نبی یا پروہت کے قالب میں چھٹے درجے کی شاعر یا کاریگر کے جسم میں ساتویں درجے کی کاشتکار یا پیشہ ور کے جسم میں آٹھویں درجے کی سوفسطائی یا دوکاری کے جسم میں نویں درجے کی ظالم یا سودخوار کے جسم میں ان قالبوں میں آنے کے بعد اگر روح نیک چلن رہتی ہی تو وہ اپنے سے برتر قالب میں دوسری بار چڑھ جاتی ہی اور بد چلنی کرتی ہی تو بدتر قالب میں اوتر آتی ہی کوئی اپنی اصلی حالت پر دس ہزار برس سے کم نہیں پہونچتی اسلیئے کہ پر اُس سے

کو زمانہ میں نہیں اوگئے ہاں وہ روحیں جو دنیا میں آکر یہ نوبت خالص حکمت پیشہ ہوجاویں تو ایک ایک ہزار برس کے تین دور کے بعد اگر ہر دور میں وہ حکمت پیشہ بھي رہیں اُنکے پر نکل آتے ہیں اور ملاءاعلی کو چلي جاتي ہیں اور روحوں کو پہلي زیست تمام کرنے کے بعد حساب دینا پڑتا ہی اور یا اُنکو حکم سزا ہوکر زمین کے نیچے سزا بھگتنے کو بھیجي جاتي ہیں یا اُنکو اُن کاموں کا ثواب ملتا ہی جو اُنھوں نے یہاں کیئے تھے اور ہر ہزار برس کے بعد وہ سب روحیں جدید زندگاني اختیار کرنے کو پھر طلب ہوتي ہیں اور بسا اوقات انساني روح جانور کے قالب میں بھیجدي جاتي ہی اور حیواني روح اگر وہ کبھي انساني روح رہ چکي تھي پھر انساني قالب میں بھیجدي جاتي ہی *

اسطور سے تعقل کرنا بجز اسکے کچھہ نہیں ہی کہ روح کو وہ چیزیں یاد آجاتي ہیں جو اُسنے دیوتاوں کے ساتھہ سفر عالم بالا میں مشاہدہ کي تھیں اور اُن افراد مادیہ سے جنکو ہم اشیاء کہتے ہیں اعراض کرکے موجودات واقعیہ کي جانب متوجہ ہوتي ہی اور یہي وجہ ہی کہ حکیم کي روح کے پر جلد نکل آتے ہیں کیونکہ اپني طاقت پھر اسي کوشش میں رہتا ہی کہ اُن چیزوں کو یاد کرے جو دیوتا ادراک کرتے ہیں اور جسکے ادراک کرنے سے وہ دیوتا ہیں اور اُن موجودات عینیہ کي یاد میں مستغرق ہوکر وہ متعارف انساني افکار اور اشغال سے بالاتر ہوجاتا ہی اور عوام الناس اُسکو مجنون تصور کرنے لگتے ہیں حالانکہ فی الواقع وہ ملہم ہوتا ہی *

افلاطون نے اولیات یا علوم متعارفہ کي توجیہہ یہ بیان کي تھي کہ روح قدیم ہی اور وہ اپني پہلي حالت میں ملاء اعلی اور عالم مثال میں واقعیت سرمدي کو مشاہدہ کرلیتي ہی مگر جب دنیا میں اُترتي ہی اور بدن میں پھنس جاتي ہی تب وہ واقعیت سرمدي کو نہیں دیکھہ سکتي اور متغیر ہونے والے مادي آثار کو ادراک کرسکتي ہی اور اگر روح کو کبھي کبھي عالم مثال کے اعیان یاد نہ آجایا کریں اور وہ ان مادیات متغیرہ میں اُن غیر متغیر اعیان مثالیہ کا کھوج نہ لگالیا کرے تو وہ سوائے مادي تغیرات کے اور کچھہ ادراک ہي نہ کرسکے مثلاً ہم ایک پتھر دیکھیں تو حواس فقط اُسکي صورت بتاتے ہیں لیکن پتھر چھوتا ہوتا ہی یا ہرا اور برائي کي مثال کو روح تعقل کرلیتي ہی کیونکہ پتھر کے احساس سے اُسکو عالم مثال میں برائي کا مشاہدہ کرنا یاد آجاتا ہی ایسا ہي جب ہم کسي کار خیر کا ذکر سنتے ہیں تو علاوہ اُس جزي واقع کے جسکا ذکر ہمنے سنا روح کو خیر مطلق کي مثال کا تعقل ہوجاتا ہی اسیطور ہمکو عالم مثال کي تمام موجودات یاد آجاتي ہیں *

غرضکہ احساسات عالم مثال کو یاد دلا دیتے ہیں اور وہ یاد واقعیت اصلي کي ہوتي ہی روح بواسطہ حواس متعدد چیزوں کو ادراک کرتي ہی اور تعلق کے ذریعہ سے وحدت کو دریافت کرلیتي ہی یعني مادي جزئیات جنکا ادراک حواس سے ہوتا ہی کلیات مثالیہ کي یاد کو تازہ کر دیتي ہیں مگر یہہ یاد ہمیشہ کي بہشتر ناقص ہوتي ہی واقعیت مطلقہ کا علم صرف دیوتاؤں کے لیئے ہی گو سب آدمیوں میں کچھہ نکچھہ آسماني آگ ہی اور حکیموں میں زیادہ ہی = جسے وہ خاص طریقوں سے بڑھا سکتے ہیں افلاطون کي فلسفہ میں دو جداگانہ عالم ہیں ایک موجودات مثالیہ کا ملاء اعلی-دوسرا موجودات مادیہ کي دنیا- لیکن یہہ بات کہ موجودات مثالیہ مادي نقلوں کي صورت میں کیسے آجاتي ہیں اسبابت افلاطون نے دو جگہہ دو جداگانہ توجیہوں کي ہیں *

ریوبلک میں وہ کہتا ہی کہ خدا نے بجاے ہمیشہ افراد مادیہ پیدا کرنے کے ہر چیز کي مثال یا رب النوع کو پیدا کردیا اور اُسي مثال کے نمونے پر تمام مادي چیزیں بنتي ہیں مثلاً خدا نے پلنگ کي مثال یا رب النوع کو بنادیا اب جو بڑھئي چاہے اُس نمونے کے موافق پلنگ بنالے ٹائیمیس (Timaeus) میں افلاطون نے بالکل اور توجیہہ کي ہی اُس میں کہا ہی کہ خدا نے امثال یا رب النوعوں کو پیدا نہیں کیا وہ اعیان مثالیہ ازل سے موجود تھے لیکن خدا نے ہیولا سے چیزیں اُن مثالوں کے نمونے پر بنائي ہیں *

کرامت حسین

یعني مولوي سید کرامت حسین اسکوئر بارسٹر ایٹ لا پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ

نمبر ۱۵

عالم غیب

تحریر سید احمد خاں

قال اللہ تعالی یومنون بالغیب = انی اعلم غیب السموات والارض — وعندہ مفاتیح الغیب لایعلمہا الاھو = عالم الغیب والشہادۃ *

غیب کا اطلاق اُن حقایق پر ہوتا ہی جو انسان کے ادراک سے باہر ہیں — یا جنکے وقوع سے پہلے انسان اُنکو نہیں جان سکتا — جیسے خدا کي ذات اور اُسکي صفات = عالم کے پیدا ہونے کي کیفیت = روح اور جان کي حقیقت = موجودات کي ماہیت — اُن قوا کي حقیقت جنکو خدا نے اس عالم کا مدبر کیا ہی — کوئي شخص نہیں جانتا کہ کل اُسپر کیا گذریگي اور نہ کوئي شخص جانتا ہی کہ وہ کس جگہہ مریگا — موت کے بعد کیا ہوگا اور قیامت کي حقیقت کیا ہی اور کب ہوگي *

واضح ہو کہ قیامت سے ہماري مراد مضمحل ہوجانا ارکان عالم کا ہی اُس فطرت کے مطابق جس فطرت پر خدا نے اُسکو پیدا کیا ہی *

عالم غیب کي نسبت جو کچھہ ہم نے بیان کیا وہ کوئي خیالي امر نہیں ہی — بلکہ دنیا میں انسان ایسي چیزوں کا وجود پاتا ہی جنکي حقیقتوں کو ادراک نہیں کرسکتا — بس وہي حقیقتیں ہیں جو عالم غیب سے تعبیر کیجاتي ہیں *

مثلاً انسان و حیوان میں ایک قوت پائي جاتي ہی جسکو جان کہتے ہیں — اور اُس میں اور اشجار میں ایک قوت پائي جاتي ہی جسکو نامیہ کہتے ہیں — مگر اُن قوا کي حقیقت انسان کے ادراک سے خارج ہی *

مقناطیس میں ایک قوت جاذبہ اور قوت انحراف جانب قطب شمالي پاتے ہیں — مگر اُنکي حقیقت نہیں جان سکتے *

ہزاروں چیزیں دنیا میں ہیں اور ایک دوسرے سے ملکر تیسري چیز ہوجاتي ہی اور ہم نہ اُن میں سے کسیکي حقیقت جانتے ہیں اور نہ یہہ جانتے ہیں کہ اُن کے ملنے سے تیسري چیز بنجانے کي حقیقت کیا ہی *

یہہ تمام قوا اعلی اور ادنی — ضعیف و قوي معہ اپني تمام اقسام کے عالم غیب میں داخل ہیں اور قواے مدبر عالم کہلاتے ہیں — خدا نے بھي اُن پر مدبرات کا لفظ اطلاق کیا ہی جہاں فرمایا ہی کہ فالمدبرات امرا — اور دوسري جگہہ فرمایا ہی فالمقسمات امرا — اور اُنھي قواے مدبرات عالم پر کتب سماوي اور زبان شرع میں ملک اور ملائکہ کا اطلاق ہوا ہی *

عبداللہ ابن مسعود کي روایت میں جو صحیح مسلم میں ہی یہہ لفظ ہیں " ثم یرسل اللہ الملک فینفخ فیہ الروح " — یعني جب بچہ ماکے پیٹ میں دو چالہ کا ہوجاتا ہی تو اللہ تعالی ایک فرشتہ بھیجتا ہی اور وہ فرشتہ اُس میں روح پھونکدیتا ہی *

اور حذیفہ ابن اسید کي روایت میں یہہ لفظ ہیں یدخل الملک علی النطفۃ بعد ماتستقر في الرحم باربعین او خمسۃ واربعین لیلۃ فیقول کذا وکذا — یعني جبکہ نطفہ رحم میں ٹہیر جاتا ہی چالیس رات یا پینتالیس رات تو ایک فرشتہ نطفہ پر داخل ہوتا ہی اور چنیں و چناں کہتا ہی *

اور عبداللہ ابن مسعود کي روایت میں یہہ لفظ ہیں — اذا مر بالنطفۃ اثنتان واربعون لیلۃ بعث اللہ الیہا ملکا فصورہا وخلق سمعہا و بصرہا و جلدہا ولحمہا وعظامہا یعني جب نطفہ پر بیالیس راتیں گذر جاتي ہیں تو اللہ اُسکے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہی جو اُسکي صورت بناتا ہی اور کان — آنکھہ — جلد — گوشت اور ہڈیاں بناتا ہی *

حذیفہ بن اسید الغفاري کي روایت میں یہہ الفاظ ہیں ان ملکا موکلا بالرحم اذا اراد اللہ ان یخلق شیأ باذن اللہ لبضع واربعین لیلۃ — یعني ایک فرشتہ عورت کے رحم میں متعین ہی — جب خدا چاہتا ہی کہ پیدا کرے کچھہ تو خدا کے حکم سے چالیس اور چند راتیں بعد وہ فرشتہ ویسا ہي کرتا ہی جیسا خدا کا حکم ہی *

اور حذیفه بن اسید الغفاري کي روایت میں یهه الفاظ بهي هیں — یارب اسري او غیر سوي — یعني فرشته جو رحم میں نازل هوا هی وه خدا سے پوچهتا هی که وه بچه سعدها پیدا هو یا کبڑا — جیسا حکم هوتا هی ویسا هي کردیتا هی *

اور انس ابن مالک کي روایت میں یهه لفظ هیں — ان الله قد وکل بالرحم ملکا فیقول اي رب نطفة اي رب علقة اي رب مضغة فاذا اراد الله ان یقضي خلقا قال قال الملک اي رب ذکر او انثی — یعني خدا نے رحم میں ایک فرشته متعین کر رکها هی — وه کهتا هی اے پروردگار نطفه هي رهے — اے پروردگار علقه هي رهے — اے پروردگار مضغه هي رهے — پهر جبکه خدا اراده کرتا هی که اُس سے مخلوق پیدا کرے تو فرشته خدا سے پوچهتا هی که لڑکا پیدا هو یا لڑکي *

اور سوره آل عمران میں خدا فرماتا هی — هوالذي یصورکم في الارحام کیف یشاء — یعني خدا وه هی جو تمهاري صورتیں بناتا هی رحموں میں جیسي که چاهتا هی *

مسلم میں عبدالله ابن مسعود کي روایت میں یهه لفظ آئے هیں — " ویومر باربع کلمات یکتب رزقه واجله وعمله و شقي اوسعید " یعني جب بچه اپني ماں کے پیٹ میں مضغه هوجاتا هی تو خدا ایک فرشته بهیجتا هی جو اُس میں روح پهونکتا هی اور چار باتوں کا اُسے حکم دیا جاتا هی — وه فرشته اُس کا رزق اور موت کا وقت اور اُس کا عمل که کیا کریگا اور یهه که شقي هوگا یا سعید لکهدیتا هی *

اور انهیں کي دوسري روایت میں یهه الفاظ هیں — " ثم یقول یارب اجله فیقول ربک ماشاء ویکتب الملک ثم یقول یارب رزقه فیقضي ربک ماشاء ویکتب الملک ثم یخرج الملک بالصحیفة في یده فلایزید علی امر ولاینقص " یعني جب نطفه کے رحم میں پڑے پر بیالیس راتیں گذر جاتي هیں تو خدا ایک فرشته بهیجتا هی اور وه فرشته اُس نطفه میں صورت اور آنکهه کان اور گوشت اور هڈي اور پوست اور لڑکا یا لڑکي بنانے کے بعد خدا سے اُسکي موت کے وقت کو پوچهتا هی اور جو خدا کهتا هی وه لکهه لیتا هی — پهر وه فرشته اُسکے رزق کو پوچهتا هی اور جو خدا کهتا هی وه لکهه لیتا هی — پهر فرشته اُس لکهي هوئي کتاب کو هاتهه میں لپٹے هوئے نکلتا هی — پهر جو کچهه اُس میں هی نه اُس سے زیادہ هوتا هی نه کم *

ظاهر هی که ان حدیثوں میں جو الفاظ یکتب اور یخرج الملک بالصحیفة کے هیں اُنکے لغوي معني تو کسیطرح مراد نهیں هوسکتے — پس یهه تمام الفاظ کنایه هیں اس امر کا که انسان اپني ماں کے رحم هي میں ایک حالت پر مجبول هوتا هی اور اُسي پر همیشه رهتا هی — ماں کے رحم هي میں بچه کے اعضا اور دل و دماغ اس طرح پر بنجاتے هیں که اُسکے تمام افعال جو آیندہ اُس سے سرزد هوتے هیں اُسي کے مطابق هوتے هیں جسپر وه مجبول هی یعني اپني ماں کے پیٹ میں بنایا گیا هی — حدیث میں بهي آیا هی جیسا مسلم میں عمران ابن حصین کي روایت میں هی که " کل میسر لما خلق له " یعني هر شخص کو اُسي کام میں آساني دي گئي هی جس کے لیئے وه پیدا کیا گیا هی اور خدا نے فرمایا هی " و نفس و ماسواها فالهمها فجورها وتقوا ها قدافلح من زکها وقدخاب من دسها " یعني قسم هی جان کي اور جس نے درست کیا اُسکو پهر ڈالي اُس میں اُس کي برائي اور اُس کي بهلائي بے شک کامیاب هوا وه جس نے اُسکو پاک کیا اور بے شک نامراد هوا وه جسنے اُسکو روند دیا — اس قسم کے الفاظ سے مقدرات کا بیان مقصود هوتا هی نه اُن کے حقیقي معنوں کا *

ان تمام روایتوں سے صاف ظاهر هی که انهیں قوتوں پر جو که خدا نے نطفه میں اور عورت کے رحم میں رکهي هیں ملک کا لفظ اطلاق هوا هی — دخول ملک سے اُس قوت کا ظهور مراد هی جو نطفه اور رحم میں هی — اور لڑکا اور لڑکي کا سودها اور کبڑا پیدا هونا بهي نتیجه اُنهیں قوتوں کا هی جو نطفه اور رحم میں خدا نے رکهي هیں — اور اُن پر ملک کا اطلاق هوا هی اور گویا وه قوتیں زبان حال سے خدا سے پوچهتي هیں که لڑکا هو یا لڑکي — سودها هو یا کبڑا *

خدا تعالے نے فرشتوں کي تعریف میں فرمایا هی " لایعصون الله ما امرهم ویفعلون مایومرون " — یعني وه نهیں نافرماني کرتے الله کے اُس حکم میں جو اُنکو دیا گیا هی — اور کرتے هیں جو حکم که اُنکو دیا جاتا هی — یهم

تعریف بالکل قولی مدبر عالم پر صادق آتی ہی کہ جس کام کے لیئے خدا نے اُنکو بنایا ہی وہی کرتے ہیں اور کبھی اُس میں خطا نہیں کرتے *

کوئی شخص یہہ کہہ سکتا ہی کہ اگر قوائے مدبر عالم پر ملایک کا اطلاق ہوا ہی جیسے کہ مذکورۂ بالا حدیثوں میں ملک سے کوئی قوت مفہومہ قوائے مدبر عالم مراد لی ہی تو ملک کے وجود مستقل جداگانہ ہونے سے بھی انکار کرنا لازم آویگا — اس لیئے کہ قوای مدبر عالم مادہ میں ہوتے ہیں اور خارج ازمادہ اُنکا کوئی وجود مستقل نہیں پایا جاتا — پس اُن حدیثوں کی نسبت کیا کہا جاویگا جن میں فرشتوں کی نسبت ایسے افعال بیان ہوئے ہیں جو وجود مستقل اور جوہر قایم بالذات سے صادر ہوتے ہیں *

مگر یہہ بات جاننی چاہیئے کہ اگلے زمانہ کے یونانی فلاسفر مثل افلاطون وغیرہ کے اعیان ثابتہ غیر مادی کو مانتے تھے — یہودی اور عیسائی اور عرب کے بت پرست بھی فرشتوں کو مجسم اور متحیز مانتے تھے اور اُنکے جسم کے مادہ کو انسان کے جسم کے مادہ سے ایک جداگانہ قسم کا مادہ اور اُس سے اعلی قرار دیتے تھے — اُنکا یہہ بھی خیال تھا کہ فرشتے انسان کی صورت بن جاتے ہیں اور انسانوں کے پاس آتے ہیں اور انسانوں کو دکھائی بھی دیجاتے ہیں *

اس قسم کے خیالات کا انسان میں پیدا ہونا ایک امر طبعی ہی انسان جب کسی ایسی شی کا خیال کرتا ہی جسکو نہیں دیکھتا تو خواہ نخواہ اپنے ذہن میں اُسکی ایک صورت تصور کرلیتا ہی — اور رفتہ رفتہ وہ خیال ایسا مستحکم ہوجاتا ہی کہ وہ خیالی صورت بطور اصلی اور واقعی صورت کے اُس کے خیال میں جم جاتی ہی — تمام دیوتا اور دیبیوں کی مورتیں جو بت پرستوں نے بنالی ہیں وہ اسی منشا سے بنائی گئی ہیں — عرب کے بت پرستوں نے بھی اسی منشا سے اپنے بتوں کی مورتیں بنالی تھیں *

مگر یہہ مسئلہ کہ صرف قوا ہی مدبر عالم ہیں جو مادہ کے ساتھہ ہوتی ہیں اور اُنکا کوئی وجود مستقل خارج از مادہ نہیں ہی ایسا نازک اور دقیق ہی کہ عام آدمی اُسکو سمجھہ نہیں سکتے — برخلاف اس کے اگر اُسکو اس طرح بیان کیا جاوے کہ گویا وہ ایک جداگانہ وجود مستقل ہیں تو ہر شخص اسکو بخوبی سمجھہ سکتا ہی — انبیا علیہم السلام کو ہدایت عامہ مقصود ہوتی ہی — اسلیئے اس امر کو صاف طور پر بحث میں لانا جو عام لوگوں کی سمجھہ سے خارج ہی بلا شبہہ اُن کے کام میں جس کے لیئے وہ مبعوث ہوئے ہیں خرج ڈالنے والا تھا — اور اس امر کے ماننے سے کہ اُنکا کوئی وجود فی الخارج بھی ہی اُن کے کام میں اور اُس امر کی ہدایت میں جس کے لیئے وہ مامور تھے کچھہ خرج ڈالنے والا نہیں تھا — اس لیئے انبیا علیہم السلام کو اس امر کی نسبت کسی خاص بحث کی ضرورت نہ تھی — ہاں البتہ اُنکو ایسے الفاظ میں اور تمثیلوں میں اُس کا بیان کرنا ضرور تھا کہ جو حقیقت ہی وہ بھی اُس سے پائی جاوے اور عام لوگوں کی بھی سمجھہ کے لایق ہو — جیسے کہ اُن حدیثوں سے ظاہر ہی جنکو ہم نے ابھی بیان کیا *

باقی رہیں وہ حدیثیں جن میں فرشتوں کی نسبت ایسے افعال بیان ہوئے ہیں جو وجود مستقل اور جوہر قایم بالذات سے صادر ہوتے ہیں اُن کی نسبت اول تو ہم اس بات کی طمانیت چاہتے ہیں کہ اُن حدیثوں کے وہی الفاظ ہیں جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے — اسپر طمانیت ہونا نہایت مشکل قریب ناممکن کے ہی اس لیئے ہم قبول کرتے ہیں کہ اُن کے الفاظ وہی ہیں جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے تھے — یا کم سے کم یہہ کہ راوی نے بھی سمجھا تھا کہ وہی لفظ یا اُسکے مرادف یا اُسکے ہم معنی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے تھے — تو بھی ہمکو کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ وہ سب بطور استعارہ اور تمثیل کے بیان ہوئے ہیں — نہ بطور بیان حقیقت واقعہ کے چنانچہ تمثیلاً اُن حدیثوں کو جن میں اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں اس مقام پر بیان کرتے ہیں *

سب سے زیادہ اُن لوگوں کے موید جو ملایک کو مخلوق جداگانہ مانتے ہیں وہ حدیث ہی جو حضرت عمر سے روایت

کي گئي ہی اور جس میں بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس ایک شخص نہایت سفید چٹے کپڑے پہنے ہوئے نہایت سیاہ بالوں والا جسپر کچھہ سفر کي علامتیں بھي نہوں معلوم ہوتي تھیں آیا اور پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہی — حضرت نے اُسکو بتایا جسکي تفصیل حدیث میں ہی — اُس کے بعد یہہ لفظ ہیں ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال یا عمر اتدري من السایل قلت اللہ و رسولہ اعلم قال فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم — یعني جب وہ چلاگیا تو تھوڑي دیر ہم ٹہہرے — پھر آنحضرت نے مجھسے فرمایا کہ اے عمر تو جانتا ہی کہ پوچھنے والا کون تھا میں نے کہا اللہ اور رسول جانتا ہی — آنحضرت نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھا تمہارے پاس آیا تاکہ تمکو تمہارا دین سکھلاوے *

یہہ لفظ مسلم کے ہیں اور بخاري میں ہی — ثم ادبر فقال ردوہ فلم یروا شیاء فقال ہذا جبرئیل جاء یعلم الناس دینھم — یعني جب وہ پیٹھہ پھیرکر گیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اُسکو پھیر لاؤ تو پھر کچھہ نہوں دکھائي دیا پھر آنحضرت نے فرمایا کہ یہہ جبرئیل آیا تھا تاکہ سکھاوے لوگوں کو اُنکا دین *

قبل اسکے کہ ہم اسکے معني بتاویں ہم کو دکھانا چاہیئے کہ اس باب میں کس قدر اختلافات ہیں — فتح الباري شرح بخاري میں یہہ روایتیں لکھي ہیں — اور ابوذرہ کي روایت میں ہی کہ قسم

وفي روایۃ ابي ذرۃ والذي بعث محمدا بالحق مانمت ولا علم بہ من رجل مقدم وانہ جبرئیل —

اُس خدا کي جسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دیکر بھیجا — کہ میں تم سے کسي آدمي سے زیادہ اسکو نہیں پہچانتا تھا اور بیشک وہ جبرئیل تھا *

وفي حدیث ابي عامر ثم ولي فلم نر طویقہ قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ ہذا جبرئیل جاء یعلم الناس دینھم والذي نفس محمد بیدہ ماجاءني قط الا وانا اعرفہ الا ان تکون ہذہ المرۃ —

اور ابو عامر کي حدیث میں ہی کہ وہ چلا گیا اور ہمنے نہیں دیکھا کہ وہ کدھر گیا — آنحضرت نے فرمایا کہ یہہ جبرئیل تھا اور اسلیئے آیا تھا کہ لوگوں کو دین سکھائے *

وفي روایت سلیمان التیمي ثم نہض قولي فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بالرجل فطلبناہ کل مطلب فلم نقدر علیہ فقال ہل تدرون من ہذا ہذا جبرئیل اتا کم یعلمکم من دینکم خذوا عنہ فوالذي نفسي بیدہ ماشبہ علی منذاتاني قبل مرتي ہذہ وما عرفتہ حتی ولي —
(فتح الباري جلد اول صفحہ ١١٥) —

اور قسم ہی اُس خدا کي جسکے ہاتھہ میں محمد کي جان ہی کہ اس دفعہ سے پہلے وہ کبھي اسطرح نہیں آیا کہ میں نے نہ پہچانا ہو —

اور سلیمان تیمي کي روایت میں ہی کہ وہ پھر اُٹھکر چلاگیا آنحضرت نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس پھیر لاؤ — ہم نے اسکو ہر طرف ڈھونڈا — مگر اُسکو نہوں پاسکے — پھر آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہہ کون تھا — یہہ جبرئیل تھا — تمہیں تمہارا دین سکھانے آیا تھا — تم اُس سے دین سیکھو

ثم قال للذي بعث محمدا بالحق ھدی وبشیرا ماکنت با علم بہ من رجل مقدم و انہ لجبرئیل علیہ السلام نزل في صورۃ دحیۃ الکلبي —
(نسائي — صفحہ ٥٩٧)

قسم ہی جس نے محمد کو دین حق کے ساتھہ ہادي اور خوشخبري دینے والا کیا ہی — میں تم میں سے کسي آدمي سے زیادہ اسکو نہیں پہچانتا تھا اور بے شک وہ جبرئیل تھا جو دحیہ کلبي کي صورت میں نازل ہوا تھا *

اور نسائي میں یہہ روایت بھي ہی — حضرت عمر نے فرمایا کہ میں تھوڑي دیر ٹہہرا پھر آنحضرت نے مجھسے فرمایا کہ اے عمر تو جانتا ہی کہ یہہ پوچھنے والا کون تھا — میں نے کہا کہ خدا اور خدا کا رسول خوب جانتا ہی — فرمایا کہ یہہ جبرئیل تھا *

قال عمر فلبثت ملیا ثم قال لي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عمر ھل تدري من السائل قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانہ جبرئیل —
(نسائي صفحہ ٥٩٧)

اور قسم ہی اُس خدا کي جسکے ہاتھہ میں محمد کي جان ہی کہ اس دفعہ سے پہلے وہ کبھي اسطرح نہیں آیا کہ میں نے نہ پہچانا ہو —

اور سلیمان تیمي کي روایت میں ہی کہ وہ پھر اُٹھکر چلاگیا آنحضرت نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس پھیر لاؤ — ہم نے اسکو ہر طرف ڈھونڈا — مگر اُسکو نہوں پاسکے — پھر آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہہ کون تھا — یہہ جبرئیل تھا — تمہیں تمہارا دین سکھانے آیا تھا — تم اُس سے دین سیکھو

قسم ہی خدا کي جسکے ہاتھہ میں میري جان ہی کہ اس دفعہ سے پہلے جب سے وہ آتا ہی کبھي بے شناخت کیئے نہیں رہا اور جب تک وہ نہیں گیا میں نے اسکو نہیں پہچانا *

اور نسائي میں یہہ الفاظ ہیں — پھر فرمایا کہ نہیں قسم ہی جس نے محمد کو دین حق کے ساتھہ ہادي اور خوشخبري دینے والا کیا ہی — میں تم میں سے کسي آدمي سے زیادہ اسکو نہیں پہچانتا تھا اور بے شک وہ جبرئیل تھا جو دحیہ کلبي کي صورت میں نازل ہوا تھا *

اور ترمذي کي روایت میں ہی - حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھہ سے پیغمبر خدا

قال عمر فلقیني النبي صلے اللہ علیہ وسلم بعد ذلک بثلاث فقال عمر ھل تدري من السایل ذاک جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم (ترمذي صفحہ ٤٣)-

اسکے تین دن بعد ملے اور فرمایا کہ اے عمر تو جانتا ہی کہ وہ سائل کون تھا - وہ جبرئیل تھا اور تمہارے پاس آیا تھا کہ تمکو تمہارا دین سکھائے *

اور اور روایتوں میں اس طرح پر ہی — ابوعوانہ کي روایت میں ہی کہ چند راتیں

في روایة ابي عوانة فلبثنا لیالي فلقیني رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ثلاث واللہ حبان بعد ثلاثة واللہ مندہ بعد ثلاثة ایام —

گذریں پھر مجھہ سے پیغمبر خدا ملے بعد تین کے اور ابن حبان اور ابن مندہ کي روایت میں ہی بعد تین دن کے *

(فتح الباري جلد اول صفحہ ١١٥)

ابو فروہ اور ابو عامر اور سلیمان کي روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت نے بھي اُس شخص کو نہیں جانا تھا کہ وہ جبرئیل ہی — مگر جب اُسکو ڈھونڈھا اور وہ نملا تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھا اگر درحقیقت وہ شخص جبرئیل ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ آنحضرت اُسکو نہ پہچانتے - نسائي کي روایت میں بھي اُس شخص کے نہ پہچاننے کا ذکر ہی - پھر بیان ہی کہ وہ جبرئیل تھا دحیة الکلبي کي صورت بنکر آیا تھا — یہہ روایت اُن تمام روایتوں سے مختلف ہی کیونکہ دحیة الکلبي کو سب جانتے تھے - حضرت عمر کا یا اور صحابہ کا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنکو نہ پہچاننا تعجب کي بات ہی یہہ اختلافات ایسے ہیں کہ جن میں کسیطرح پر تطبیق نہیں ہوسکتي - معہذا ان سب اختلافوں کو چھوڑ دو یہہ بات کچھہ کم تعجب کي نہیں ہی کہ جبرئیل کسي صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آویں اور آنحضرت اُنکو نہ پہچانیں *

ان تمام حدیثوں پر غور کرنے سے اصل واقعہ اس قدر معلوم ہوتا ہی کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر آپ سے اسلام کو پوچھا — آپ نے اُسکو بتادیا - جب وہ چلا گیا اور پھر اُسکا پتہ نہ لگا تو کہا گیا کہ وہ جبرئیل تھا اول تو بعض روایات کے سیاق سے یقین نہیں ہوسکتا کہ اُس شخص کو جبرئیل کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تھا بلکہ وہ راویوں کا خیال ہی اور بعض راویوں نے اپنے خیال کو آنحضرت کا قول کہدیا کیونکہ جب اُسکا پتا نملا تب کہا گیا کہ وہ جبرئیل یعني فرشتہ تھا اور اگر آنحضرت ہي کا قول ہو تو بھي وہ فرمانا ایسا ہي تھا جس طرح کسي شخص نا معلوم کو کہدیتے ہیں کہ فرشتہ تھا ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قول سے یہہ نہیں پایا جاتا کہ جو شخص آیا تھا وہ درحقیقت جبرئیل فرشتہ تھا — بلکہ ایک اجنبي شخص تھا آدمیوں میں سے جس نے اسلام کا حال آنحضرت سے آکر پوچھا تھا *

بعض حدیثوں میں بیان ہی کہ فرشتے انسان کي صورت میں بنکر آنحضرت پاس آتے تھے — جیسے کہ بخاري میں حارث بن ہشام کي روایت میں ہی " واحیانا یتمثل لي الملک رجلا فیکلمني فاعي مایقول " یعني وحي آنیکي نسبت آنحضرت نے فرمایا کہ کبھي تو وہ گھنٹوں کي آواز کي مانند آتي ہی اور کبھي فرشتہ آدمي کي صورت بنجاتا ہی پھر مجھہ سے کلام کرتا ہی پھر میں یاد کرلیتا ہوں جو کچھہ کہ وہ کہتا ہی *

اور اصابہ میں نسائي کے حوالہ سے یہہ روایت نقل کي ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل دحیة الکلبي کي صورت میں آتے تھے - دحیة الکلبي تمام عرب میں نہایت خوبصورت تھے اور دحیة الکلبي کي صورت میں آنے سے غالباً یہہ مراد ہی کہ اچھي صورت میں آتے تھے *

روي النسائي باسناد صحیح عن یحیی بن معمر عن ابن عمر رضي اللہ عنہما کان جبرئیل یاتي النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم في صورت دحیة الکلبي (اصابہ جلد اول صفحہ ٩٧٢)

شاہ ولي اللہ صاحب نے تو تمثل سے تمثل برزخي مراد لے لي ہی — یعني بین المثال والشہادة جس کے معني وہي سمجھتے ہونگے مگر ہماري سمجھہ میں تو نہیں آتے غالباً اور کوئي بھي نہیں سمجھتا ہوگا - مگر اس امر کي نسبت کہ جب حضرت جبرئیل آدمي کي صورت بنکر

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے تو اُنکا اصلي جسم کیا ہوتا تھا علماء اسلام نے عجیب عجیب بحثیں کي ہیں — امام الحرمین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے اُنکے جسم کي زیادتي کو فنا کردیتا تھا اور پھر پیدا کردیتا تھا — ابن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ جسم کي زیادتي کو الگ کردیتا تھا فنا نہیں کرتا تھا — اور اس بات کو سب نے قرار دیا ہی کہ حضرت جبرئیل جو انسان کي صورت میں بن جاتے تھے تو اُنکا اصلي جسم معدوم نہیں جاتا تھا بلکہ وہ بھي زندہ رہتا تھا اور امام الحرمین سے یہہ بھي منقول ہی کہ ممکن ہی کہ جبرئیل اپني اصلي صورت میں آتے ہوں مگر وہ سکڑ کر آدمي کي صورت میں بقدر انساني جثہ کے بنجاتے ہوں اور جب جاتے ہوں پھر اپني صورت میں آجاتے ہوں اسکے ثبوت میں روئي کي مثال دي ہی کہ پھولي ہوئي روئي کو جب دباؤ تو چھوٹي ہوجاتي ہی اور جب چھوڑو تو پھر پھول کر بڑي ہوجاتي ہی (فتح الباري شرح صحیح البخاري جلد اول صفحہ ٢٠) *

بعض علما نے اس طرح پر بحث کي ہی کہ جب جبرئیل دحیہ کي صورت میں آتے تھے تو اُنکي روح کہاں ہوتي تھي — اگر وہ جسم میں ہوتي تھي جس کے چہرہ سر پر ہیں تو جو آنحضرت پاس آتا تھا نہ وہ جبرئیل کا جسم ہوتا تھا اور نہ اُسکي روح — اور اگر روح جبرئیل کي اُسي جسم میں ہوتي تھي جو دحیہ کي صورت میں آنحضرت کے پاس آتا تھا تو حضرت جبرئیل کا اصلي جسم موجاتا تھا یا بغیر روح کے رہتا تھا — آخر کو یہہ قرار دیا کہ دحیہ کي صورت میں روح آنے سے اصلي جسم کا مرجانا لازمي نہیں ہی — (عیني شرح بخاري جلد اول صفحہ ٤٣) *

غرضکہ علما نے اسباب میں ایسي تقریریں کي ہیں کہ ہماري سمجھہ تو اُسکے سمجھنے سے قاصر ہی مگر اُن علما نے نفس انساني کے خواص پر غور نہیں کي — انسان کے نفس میں ایسي قوتیں مخفي ہیں جنکو اُس زمانہ میں قوت مقناطیسي سے تعبیر کیا جاتا ہی — جس سے مختلف طرح کے عجائبات ظہور میں آتے ہیں — وہ قوت دوسرے انسان کے نفس پر اثر کرتي ہی اور خود اپنے نفس پر موثر ہوتي ہی — جبکہ انسان تمام دیگر تعلقات سے اپنے تئیں منقطع کرکے ایک جانب متوجہ ہوتا ہی تو اُسکو ایسا استغراق ہوجاتا ہی کہ سواے اُسکے تمام دیگر موجودات اور خیالات اُس سے محو ہوجاتے ہیں — اور بجز اُسي ایک خیال کے اور کچھہ اُس کے خیال میں نہیں رہتا — خوابہ میں وہ اُسي خیال کے متعلق بہت سے امور دیکھتا ہی جب وہ خیال ذات باري اور صفات باري میں منہمک ہوتا ہی تو نفس کے تقدس اور تقرب الی اللہ کي دلیل ہوتا ہی — وہ خدا کو دیکھتا ہی جس کا جواب موسی سن چکا تھا " لن ترانی " اور دیگر عجائبات ملکوت اُس کے خیال کے مطابق اُسکو دکھائي دیتے ہیں *

ترمذي میں رسول خدا سے معاذ ابن جبل کي روایت

انی قمت من اللیل فتوضات فصلیت ما قدرلي فنعست في صلاتها استثقلت فاذا ربي تبارک و تعالی في احسن صورة - (الحدیث) - (ترمذي صفحہ ٥٣٥)	ہی کہ میں رات کو اوٹھا اور وضو کیا اور نماز پڑھي جتني ہوسکي پھر میں نماز میں اونگھہ گیا اور بوجھل ہوگیا - دفعتاً میں نے خدا کو دیکھا اچھي صورت میں *

اور ترمذي کي دوسري روایت میں ہی جو ابن عباس سے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاني اللیلة ربي تبارک وتعالی في احسن صورة قال احسبہ قال في المنام (الحدیث) (ترمذي صفحہ ٥٣٥) -	علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو خدا میرے پاس آیا اچھي صورت میں — ابن عباس کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ سوتے میں *

جس طرح سوتے کي حالت میں تعلقات ظاہري منقطع ہوجاتے ہیں اور جس میں انسان کو انہماک ہی وہي خیالات مجسم صورت میں انسان کو دکھائي دیتے ہیں وہي حالت انسان پر بیداري میں حالات استغراق اور انہماک میں طاري ہوتي ہی — اور بیداري میں بھي اُسي طرح سب چیزیں اپني آنکھہ سے دیکھتا ہی جیسے کہ حالت خواب میں دیکھتا ہی وہ بن آواز دیئے والے کي آواز سنتا ہی — بغیر کسي موجود فی الخارج کے موجود فی الخارج دیکھتا ہی — بغیر موجود ہونے کسي بات کہنے والے کے

ایک وجود موجود کو متکلم پاتا ھی — جو کہ ذات پاک انبیا علیہم‌السلام کی بہت زیادہ مقدس اور مفہمک فی‌اللہ اور فی صفات‌اللہ ہوتی ھی اُنکو کامل استغراق فی ذات‌اللہ اور فی صفات‌اللہ ہوتا ھی — اُسی استغراق اور انہماک کے سبب کبھی بغیر کسی آواز کرنیوالے کے آواز سنتے ھیں اور بغیر کسی موجود کے ایک وجود موجود کو پاتے ھیں جو اُن سے اور وہ اُس سے کلام کرتے ھیں — اسی حالت کے واقعات ھیں جنکو آنحضرت صلی‌اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھی کہ فرشتہ آدمی کی صورت بنکر میرے سامنے آتا ھی — مجھسے بات کرتا ھی اور جو وہ کہتا ھی اُسکو یاد کرلیتا ھوں وہ الصادق المصدوق وقالہ فھو حق نومن بہ ونصدقہ — پس یہہ سب صورتیں وھی ھوں جنکو خود نفوس مقدسہ پیدا کرتے ھیں — نہ اور کچھہ — اولیا اللہ پر بھی یہہ حالت طاری ھوتی ھی اور اس حالت میں جو انکشاف اُنکو ھوتا ھی اُسکو مشاھدہ اور مکاشفہ اور الہام اور نفث فی‌الروع سے تعبیر کرتے ھیں — وھذا مانفث ربی فی روعی *

(سید احمد)

نمبر ۱۶

ھندوستانیوں کی تعلیم ولایت میں

ھمارے چند احباب اپنی اولاد کو جنہوں نے انٹرنس یا ایف اے کا امتحان پاس کرلیا ھی ولایت میں تعلیم پانے کے لیئے بھیجنے کی نسبت ھم سے صلاح پوچھتے ھیں — ھم نے مناسب سمجھا ھی کہ اس باب میں جو کچھہ ھماری راے ھی اُس کو مفصل لکھیں — صرف انٹرنس پاس کیئے ھوئے لڑکوں کا تو ولایت بھیجنا ھمارے نزدیک مناسب نہیں ھی اُس سے زیادہ تعلیم پائے ھوؤں میں سے جن لڑکوں کو ولایت میں تعلیم کے لیئے بھیجنے کا ارادہ ھو اول یہہ بات دیکھنی چاھیئے کہ وہ لڑکا ذھین اور ھوشیار لایق اور ھونہار ھوتا معلوم ھوتا ھی یا نہیں اور نیز اُس کا مزاج ایسا سلیم اور متین ھی کہ وھاں کی ترغیبات سے اپنے تئیں تاہم میں رکھہ سکیگا اور آوارگی میں نہ پڑجاویگا — جو لڑکا اس قسم کا ھو اور بخوبی اندازہ کرلیا گیا ھو کہ وہ ایسا ھی ھی اُس کے بھیجنے کی ضرور ھم راے دیتے ھیں — لیکن اگر وہ ایسا نہیں ھی یا مشتبہ ھی تو اُس کے بھیجنے کی ھم راے نہیں دیتے *

دوسرے یہہ کہ اُس کے مربیوں کو جو اُس کو بھیجنا چاھتے ھیں اسبات کو بخوبی سمجھہ لینا چاھیئے کہ وہ کم سے کم پانچ برس تک اُس کے اسقدر اخراجات کے جس میں وہ ایک اشراف کی طرح ولایت میں اپنی اوقات بسر کرسکے اور اخراجات تعلیم کو بخوبی ادا کرسکے اور نیز بعض بعض مقامات کی سیر سے بھی فائدہ اُٹھاسکے متحمل ھو سکتے ھیں یا نہیں اگر متحمل نہیں ھوسکتے تو اُس کا بھیجنا ھرگز مناسب نہیں ھی — کیونکہ اُس سے بجاے فائدہ کے نقصان متصور ھی اس زمانہ میں تیس ھزار روپیہ سے کم ولایت کی تعلیم میں خرچ نہیں پڑنے کا *

اب رھی یہہ بات کہ کس مطلب کے لیئے بھیجا جاوے — ھمارے نزدیک لڑکوں کو ولایت میں بھیجنا دو مقصد سے خالی نہیں — یا اس مقصد سے کہ وہ اعلی درجہ کی تعلیم اور اعلی درجہ کا علم کسی شاخ علم میں اور اعلی درجہ کی ذاتی لیاقت حاصل کریں — یا یہہ کہ کوئی ایسی چیز حاصل کریں جو بعد واپسی ھندوستان ذریعہ معاش حاصل کرنے کا ھو *

جہانتک ھمکو خیال ھی مقصد اول کے لیئے کوئی شخص ولایت نہیں گیا حالانکہ ھمارے نزدیک اسی بات کے حاصل کرنے کی ھندوستانیوں کو ضرورت اور اُن کی عزت کا باعث ھی — ھمکو اُمید ھی کہ ھمارے دوست ھمکو معاف کرینگے اگو ھم یہہ کہیں کہ ولایت جاکر کسی علم میں بی اے ھوجانا یا پارسٹو ھو جانا کوئی بڑی بات نہیں ھی — اور نہ اس سے کوئی علم اعلی درجہ پر حاصل ھوتا ھی — نہ اعلی درجہ کی تعلیم ھوتی ھی اور نہ اعلی درجہ کی ذاتی لیاقت پیدا ھوتی ھی — ھندوستان میں خصوصا بنگالہ میں ایسے لوگ موجود ھیں جو کبھی ولایت نہیں گئے اور

بہ نسبت اُن لوگوں کے جو ولایت سے تعلیم پاکر آئے ہوں لٹریچر میں — قانون میں اور دیگر علوم میں زیادہ تر لایق ہوں — پس سب سے اعلی کام اُس شخص کا جو ولایت میں اعلی درجہ کي تعلیم حاصل کرنے کے لیئے جاوے یہہ ہی کہ وہ کسي شاخ علم میں ایسا ہو تر آوے کہ ہندوستان میں اپنا نظیر نہ رکھتا ہو اور کم سے کم یہہ کہ جن لوگوں نے صرف ہندوستان میں تعلیم پائي ہی اور اعلی درجہ تعلیم میں پہونچ گئے ہیں اُن سے تو اعلی ہو — ورنہ اس قدر مشقت اور سفر دور و دراز اختیار کرنے اور اخراجات کثیر برداشت کرنے سے کیا فائدہ ہی — مسلمانوں میں تعلیم کي ایسي کمي ہی کہ جو ولایت گئے ہیں اُن کو بھي ایسي انگریزي لکھني نہیں آتي کہ ذي لیاقت انگریز اُن کي تحریر کو پڑھکر خوش ہوسکیں شاید کوئي اِس کلیہ سے خارج ہو مگر ہمارے نزدیک تو سوائے نواب عمادالملک کے بشرطیکہ وہ دل لگاکر کچھہ لکھیں کوئي خارج نہیں — اور اگرکسي نے مر گر کر صفحہ دو صفحہ عمدہ انگریزي کا لکھہ بھي لیا تو کچھہ شمار میں نہیں *

موزا نکیل اور ٹیک چند بہار کے جو ہندو تھے جس قدر لیاقت فارسي زبان میں حاصل کي تھي انگریزي زبان میں اُتني بھي آج تک کسي نے جو ولایت میں تعلیم پاکر آئے ہیں حاصل نہیں کي — اگر کوئي شخص ایسا تعلیم یافتہ ہوکر آوے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں تو ہندوستان میں لوگ اُس کو سر اور آنکھوں پر بٹھاویں اور اُس کے لیئے ذریعہ معاش اس قدر موجود ہیں کہ اور کسي کے واسطے موجود نہیں *

اِس بات پر خیال کرنا نہیں چاہیئے کہ ولایت سے جو انگریز ہندوستان میں آتے ہیں وہ بھي یونیورسٹي کي ڈگریوں یا سول سروس کے امتحان سے زیادہ اور کچھہ حاصل نہیں کرتے پھر جب کہ ہندوستاني بھي اُسي قسم کي ڈگریاں حاصل کرلیں تو وہ کیوں نہ اعلی درجہ کے تعلیم یافتہ تصور کیئے جاویں *

ولایت میں انگریزوں کے لیئے چھوٹي عمر سے ایسي عمدہ سوسئٹي موجود ہی جس کے سبب سے بچپنے سے دماغي اور ذہني اور اخلاقي قوت بڑھتي جاتي ہی اور وقت کي پابندي اور سوشیل برتاؤ کي اُن کو عادت مثل طبیعت ثاني کے ہوجاتي ہی اور اپني ڈیوٹي کا وہ بہت خیال رکھتے ہیں اور جن علوم کو وہ حاصل کرتے ہیں اپني مادري زبان میں حاصل کرتے ہیں — اور لٹریچر گویا اُن کي مادري زبان ہوتي ہی ہندوستانیوں کو اُن میں سے کوئي بات بھي نصیب نہیں ہی پس گو کہ انگریزوں نے اور کسي ہندوستاني نے ایک ہي قسم کي ڈگري کسي یونیورسٹي سے حاصل کي ہو — انگریزوں کي لیاقت اُس ہندوستاني سے بہت زیادہ ہوتي ہی — اور اُن کا علم اُس تربیت سے ملکر جو اُنہوں نے عمدہ سوسئٹي سے حاصل کي ہی بہت زیادہ ترقي یافتہ ہوتا ہی پس اگر کوئي ہندوستاني صرف یورپ کي کسي یونیورسٹي کي ڈگري پانے پر مغرور ہو اور یہہ سمجھے کہ اُس نے انگریزوں کي برابر تعلیم حاصل کرلي ہی تو اُس کي محض غلطي ہی — بلکہ اُس کو یورپ کي یونیورسٹي کي ڈگریاں پانے سے بہت زیادہ علم و تربیت حاصل کرني لازم ہی — جب وہ کسي شاخ علم میں تعلیم یافتہ کہلایا جاسکتا ہی *

اب باقي رہي یہہ بات کہ لڑکے کو اِس غرض سے ولایت بھیجا جاوے کہ وہ کوئي ایسي چیز حاصل کرے جو اُسکے لیئے بعد واپسي ہندوستان معاش کا ذریعہ ہو — اس کے لیئے چند صیغہ بلا شبہہ ولایت میں موجود ہیں *

۱ — سول سروس — جو اب امپیریل سروس کے نام سے ملقب ہی *

۲ — بارسٹري — جسکے حاصل کرنے کے لیئے قریباً کل ہندوستاني پل پڑے ہیں — اور جس کا نتیجہ اکثر ہماري واقفیت میں کچھہ نہیں — نہ اُس سے علم کي ترقي ہی — نہ حصول معاش کا عمدہ ذریعہ حاصل ہوتا ہی *

۳ — ایگریکلچرل — یعني تعلیم متعلق زراعت — یہہ تو سب سے زیادہ نکہدر ہی اور ہندوستان میں کوئي ذریعہ حصول معاش کا نہیں ہوسکتي *

۴ — انجنیري — ہماري ملاقات کسي ایسے ہندوستاني سے نہیں ہی جس نے ولایت میں انجنیري کي تعلیم اعلی درجہ کي پائي ہو اور ہندوستان میں آکر اُس نے کامیابي حاصل کي ہو *

۵ — ڈاکٹري — جس سے ملازمت سرکاري مقصود نہو *

صرف بارسٹري کے لیئے ولایت جانا تو ہم ایک فعل عبث سمجھتے ہیں — کیونکہ ایک لایق آدمي ہندوستان ہي میں امتحان پاس کرکے ایک نہایت عمدہ معاش حاصل کرسکتا ہی جسکي متعدد نظیریں ہماري آنکھوں کے سامنے موجود ہیں *

ایگریکلچرل تعلیم کے لیئے ولایت جانا ہماري راے میں محض بے سود ہی — کیونکہ ہندوستان میں وہ کسي کام میں آنیکے لایق نہیں ہی *

انجنیري — بلا شبہہ ایک عمدہ چیز ہی مگر کلام اُس میں ہی کہ وہ اُن ہندوستانیوں سے جنھوں نے ہندوستان ہي میں اِس فن کي تعلیم پائي ہی کچھہ زیادہ معاش پیدا کرسکتا ہی *

سول سروس — کي تعلیم بشرطیکہ اُس میں پاس بھي ہوجاوے بلا شبہہ حصول معاش کا ذریعہ ہی مگر ہماري راے میں اصلي عزت حاصل ہونے کا ذریعہ نہیں — اور یہہ ایک لمبي بحث ہی جسکو ہم اِس مقام پر لکھنا نہیں چاہتے *

ڈاکٹري کي تعلیم بلا شبہہ اپنے لیئے اور ملک کے لیئے نہایت فایدہ مند ہی — لیکن اگر اُس فن کي تعلیم ولایت میں اِس غرض سے حاصل کي جاوے کہ کوئي نوکري گورنمنٹ کي اُس کو ملیگي تو ہماري دانست میں اُس سے بدتر کوئي کام نہیں ہی — البتہ اگر وہ اِس نیت سے تعلیم پاوے کہ وہ ہندوستان میں آکر پریویٹ طور پر اپنا کارخانہ کھولیگا تو اُس سے بہتر کوئي ذریعہ عزت اور حصول معاش کا نہیں — بشرطیکہ اُس نے ولایت میں کامل تعلیم پائي ہو اور ہندوستان میں لوگوں کو اُس پر اعتماد ہو اور اُس نے اپنے اخلاق اور قومي ہمدردي سے لوگوں کو اپني طرف کھینچ لیا ہو ڈاکٹر مکند لال مرحوم جو ہمارے شہر کے رہنے والے تھے اور صرف ہندوستان کے تعلیم یافتہ تھے اُن میں یہہ سب باتیں جمع تھیں اور جو وسعت اُن کے پیشہ سے اُن کي آمدني میں تھي وہ سب پر ظاہر ہی *

پنجاب میں ہمارے مخدوم ڈاکٹر رحیم خاں صاحب ہیں اُنہوں نے بھي ہندوستان میں تعلیم پائي ہی مگر مذکورہ بالا تمام اوصاف اُن میں جمع ہیں پھر جو عزت اور اقتدار مالي و ذاتي پنجاب میں اُن کو حاصل ہی وہ کسي پر پوشیدہ نہیں ہی *

پھر حال یہہ سب امور قابل غور ہیں اور جو لوگ اپني اولاد کو ولایت بھیجنا چاہتے ہیں وہ ان سب امور پر غور کرکے جو مناسب سمجھیں اُس کو اختیار کریں *

ہمارا ارادہ ہی کہ ہم اپنے کالج کے دو تین لڑکوں کو جو بي اے کي ڈگري تک پڑھ چکے ہوں اور ہوشیار و نیک خصلت اور نیک چلن و سعادت مند ہوں اور اُنکي طبیعت تجارت کے کاموں کے مناسب بھي ہو اور مستعد و محنتي بھي ہوں ہندوستان ہي میں تجارت کے انگریزي کارخانوں میں بطور شاگرد کے کام سیکھنے کو بھیجیں — ہمکو معلوم ہوا ہی کہ چھہ مہینہ تک بطور شاگرد کے کام سیکھنا تجارت کا کام چلانیکو کافي ہوگا اور اُس میں ایسي لیاقت دوکانداري اور تجارت کا کام چلانیکي آجاویگي جیسي کہ پارسیوں کو آتي ہی — یہہ بھي ہمکو معلوم ہوا ہی کہ جس کارخانہ میں ان لڑکوں کو تعلیم کے لیئے بھیجیں گے ہر ایک کي نہایت چالیس روپیہ ماہواري فیس دیني پڑیگي — چھہ مہینے کي فیس ہر ایک کے لیئے دوسو چالیس روپیہ ہوتي ہی اور خرچ سکونت اس کے علاوہ ہی — ہمکو اُمید ہی

کہ خیرخواہان قوم اس کام میں ضرور ہماری مدد کرینگے اور ہمکو اس قابل بلاوینگے کہ ہم اُن کے اخراجات کو ادا کرسکیں گے — اور جب وہ تعلیم پاکر واپس آوینگے تو اُسوقت ہم خیال کرینگے کہ وہ دونوں کہا کام متعلق تجارت کرینگے اور ایک لمیٹڈ کمپنی تجارت کی ہم قایم کرینگے جس میں اُمید ہی کہ بہت سے خیرخواہان قوم حصہدار ہونگے *

(سید احمد)

—

نمبر ۱۷

العلوم الجدیدۃ والاسلام

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی کے جواب کے مضامین کی ترتیب

جس سوال کا جواب نواب اعظم یار جنگ کو لکھنا ہی اُس جواب کے قبل انہوں نے بہت سی تمہیدات قایم کی ہیں - ہم سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اصل سوال کا جواب کب آویگا — واضح ہو کہ نواب صاحب ممدوح کا ایک خط ہمارے پاس آیا ہی — اُس میں انہوں نے لکھا ہی کہ اُنکے جواب کے مضامین کی ترتیب کیونکر ہی - ہم اُس خط کو جہانتک کہ ترتیب مضامین سے متعلق ہی ذیل میں چھاپتے ہیں *

انتخاب خط مذکور

وہ لکھتے ہیں کہ " چھٹی صدی تک کے حکماء اسلام کی فہرست بھیجدی گئی ہی — (جو چھپ بھی گئی ہی) اس کے بعد تھوڑا سا ذکر اُس انقلاب عظیم کا ہی جو ایشیائے اسلامی دنیا میں چنگیز خاں کیطرف سے ہوا اور اس کیوجہہ سے تصنیف و تعلیم علوم حکمیہ بند ہوگئی — اس کے بعد حال کے زمانہ تک کے اہل حکمۃ و منطق کی فہرست مختصر سی ہی - اس کے بعد تصنیفات یعنی کتب مصنفہ علم حکمہ و معقولات کا بیان ہی - اس کے بعد اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوئے کا ذکر ہی - اور معتزلہ اور دیگر متکلمین کے اسماء مذکور ہوئے ہیں — اس کے بعد کتب علم کلام و عقاید کی تفصیل ہی - ان سب کے بعد اب اصل بحث آتی ہی کہ علم کلام و عقاید کی رو سے کون کونسا مسئلہ حکماء فلاسفہ کے خلاف ہی اور انہیں مسایل کے متعلق علوم جدیدہ میں افکی تائید ہوتی ہی یا مخالفت — اور بتلایا گیا ہی کہ علوم جدیدہ ان مسایل اختلافیہ میں علم کلام کی تائید میں ہیں — اور علم کلام کے ذکر کے قبل یہہ میں لکھنا بھول گیا ہوں کہ علوم دینیہ کیا کیا ہیں اور وہ کہانتک فلسفہ و حکمت کے اعتراضات کی تردید کرسکتے ہیں - فقہ و تفسیر و حدیث حکما کے مقابلہ میں کچھہ کار آمد نہیں ہیں - اور اس غرض سے علم کلام ایجاد کیا گیا تھا — مگر اب وہ بھی مفید و کار آمد نہیں رہا - اخیر پر اس سوال کا جواب ہی جو اس مضمون کی ابتدا میں تھا — اس کے بعد میں کچھہ اس کا ذکر ہوگا کہ ابتک اس قسم کی کتابیں جن میں تطبیق بین الحکمۃ والاسلام ہوتی ہی کیا کیا تصنیف ہوئیں اور آیندہ کس قسم کی کتابیں تصنیف ہونی چاہیئیں - غرضکہ یہہ ایک مختصر سی کیفیت اور فہرست مضامین رسالہ ہی جو آپکی اطلاع کے لیئے عرض کی گئی - والسلام *

نواب اعظم یارجنگ مولوی چراغ علی

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم محرم الحرام سنہ ۱۳۱۳ ھجري سنہ ۱۳۲۵ نبوي [نمبر ۴

نمبر ۱۸

گریجوایٹ اور تجارت

یہہ امر بلا شبہہ غور طلب ھی کہ مسلمان نوجوانوں کو جو انگریزي تعلیم پاتے ھیں ایک خاص اسٹینڈرڈ تک پہونچنے کے بعد آیندہ زندگي کے واسطے کیا بہتر ھوگا *

اول تو ھمکو یہہ کہنا چاھیئے کہ ھندوستان میں بي اے ڈگري تک تعلیم پانے کو جو اعلی اسٹینڈرڈ تعلیم کا سمجھا گیا ھی محض غلط ھی بي اے اسٹینڈرڈ کي تعلیم کو معمولي عام درجہ کي تعلیم کا اسٹینڈرڈ سمجھنا چاھیئے کہ بغیر وھاں تک تعلیم پائے کوئي شخص دنیا کے معمولي کاروبار کے بھي لایق نہیں ھوتا *

اس میں بھي کچھہ شک نہیں ھی کہ سرکاري نوکریاں بغیر انگریزي تعلیم کے نہیں مل سکتیں اسوقت جو اسٹینڈرڈ انگریزي تعلیم کا گورنمنٹ نے سرکاري عام نوکریوں کے لیئے قرار دے رکھا ھی وہ نہایت ادنی درجہ کا ھی جس دن گورنمنٹ اُس اسٹینڈرڈ کو بي اے ڈگري تک اور کم سے کم ایف اے کي ڈگري تک بڑھادیگي اُس وقت ملک کو - گورنمنٹ کو - ھماري قوم کو نہایت فائدہ ھوگا چند روز اُنکو مشکل پڑیگي مگر وہ مشکل ھي انجام کار اُن کو نہایت مفید ھوگي *

جو لوگ انگریزي پڑھتے ھیں اور روز بروز اُس تعلیم کو ترقي ھوتي جاویگي اُسي کے ساتھہ وہ بخوبي اور بیقین کامل جانتے ھیں کہ گورنمنٹ کے پاس اسقدر نوکریاں نہیں ھیں کہ اُن سب لوگوں کو دے سکے جو انگریزي میں تعلیم پاتے ھیں ھاں بیشک یہہ بات ضرور ھی کہ ھر ایک انگریزي خواں سرکاري عہدوں کي تمنا رکھتا ھی اور ایسا ھونا ایک نیچرل امر ھی - لندن میں اگر کوئي سرکاري عہدہ خالي ھوتا ھی تو اس سے زیادہ اُسکے اُمیدوار موجود ھوتے ھیں جتنے کہ خالي عہدہ کے لیئے ھندوستان میں اُمید وار ھوتے ھیں مگر اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ ھر ایک

انگریزي خواں اپنا حق سمجھتا ہی کہ گورنمنٹ اُسکو کوئي عہدہ دے محض غلطي ہی کیونکہ خود انگریزي خواں نیقین جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے پاس اسقدر عہدے نہیں ہیں جو ہر ایک انگریزي خواں کو دیسکے *

اکثر لوگوں کا خیال ہی کہ گورنمنٹ نے یہہ تصور کیا ہی کہ ہر ایک انگریزي داں سرکاري نوکریوں کا گورنمنٹ سے خواستگار ہوتا ہی اور جب گورنمنٹ نہیں دے سکتي تو ایک قسم کي ناراضي پھیلتي ہی اسلیئے گورنمنٹ چاہتي ہی کہ امتحانات میں سختي کي جاوے تاکہ زیادہ تر لوگ پاس نہو سکیں اور نیز فیس تعلیم میں اضافہ کیا جاوے تاکہ کثرت سے لوگ انگریزي تعلیم میں داخل نہوسکیں — ہمارے نزدیک یہہ خیال صحیح نہیں ہی اور گورنمنٹ کا کبھي ایسا منشاء نہیں ہوسکتا کہ انگریزي تعلیم کي اشاعت میں حرج ڈالے *

لوگوں کا یہہ خیال کہ گورنمنٹ ادنی درجہ کي تعلیم کے شایع ہونیکي طرفدار ہی مگر اعلی درجہ کي انگریزي تعلیم کي طرفدار نہیں ہی - ہمکو اس میں بھي شبہہ ہی اس میں کچھہ شبہہ نہیں کہ بعض حکام کي ایسي راے تھي مگر بعد بحث و مباحثہ کے جو پالسي کہ گورنمنٹ نے اختیار کي ہی وہ اعلی درجہ کي انگریزي تعلیم کے مخالف نہیں ہی *

اگر گورنمنٹ کي یہہ خواہش ہی کہ خواستگاران ملازمت کي تعداد کم ہوجاوے تو اُس کے لیئے بہتر طریقہ یہي ہی کہ اسٹینڈرڈ ملازمت کو ایف اے یا بي اے تک بڑھادے اُس کے سبب خواستگاران ملازمت کي تعداد از خود کم ہوجاویگي اور ملک میں تعلیم زیادہ پھیلیگي نہ یہہ کہ ایسي تدبیر اختیار کرے جس سے ملک میں اشاعت تعلیم کو نقصان پہونچے *

مسلمانوں میں انگریزي تعلیم نے ابتک کافي رواج نہیں پایا ہی یہہ بحث بے فائدہ ہی کہ یہہ کس کا تصور ہی بلکہ یہہ دیکھنا چاہیئے کہ اسوقت امر واقع کیا ہی اور جب تک مسلمانوں میں کافي سے بھي زیادہ اعلي درجہ کي انگریزي تعلیم رایج نہوگي اُس وقت تک کوئي معتدبہ فایدہ دنیاوي اور بعض حالتوں میں دیني بھي حاصل نہوگا - مسلمانوں میں بي اے ڈگري پائے ہوؤں کي تعداد اس قدر کثرت سے ہوني چاہیئے کہ اگر کوئي شخص زمین پر سے ڈھیلا اُٹھاوے تو وہ بھي گریجوایٹ ہو *

مگر اسي کے ساتھہ مجھکو یہہ بھي کہنا لازم ہی کہ علاوہ اس کے جو اور نقص مسلمانوں میں ہیں وہ بھي اس تعلیم کے ساتھہ ہي ساتھہ رفع ہونے لازم ہیں — ہم اپني تمام قوم کو مردہ دلي کي حالت میں پاتے ہیں اعلی اور ادنی غریب اور امیر سب کو دیکھتے ہیں کہ اُن میں بشاشي کا نشان تک نہیں ہی - سب کے دل مردہ اور چہروں پر مردني چھائي ہوئي ہی - جسکا نتیجہ یہہ ہی کہ سستي اور کاہلي پست ہمتي اور مایوسي گویا اُن کے خمیر میں پڑگئي ہی اور اس سبب سے کسي کام کي جرأت اور ہمت اور اولوالعزمي اُن میں نہیں رہي اور قومي توقي کي فیلنگ اُن میں سے معدوم ہوگئي ہی — یہہ نقص صرف تعلیم سے رفع نہیں ہوسکتا بلکہ اُس چیز سے رفع ہوسکتا ہی جس کو ہم تربیت کے لفظ سے تعبیر کیا کرتے ہیں - اور ہم کو یقین کامل ہی کہ جب تک مسلمانوں کي یکجائي تعلیم اور یکجائي سکونت کا نہ بطور خیرات خیرروں کے بلکہ بطور اشراف باغیرت لوگوں کے انتظام نہوگا اُس وقت تک یہہ نقص رفع نہیں ہوسکتے کا *

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں تو کچھہ شک نہیں کہ بعض مدبران سلطنت انگریزي کي یہہ راے تھي کہ ہندوستانیوں کو اعلی درجہ کي انگریزي تعلیم نہدیجاوے اور بعض کي راے اس کے برخلاف تھي ہم اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پچھلوں کي راے غالب آئي اور گورنمنٹ نے یہي پالسي اختیار کي کہ ہندوستانیوں کو انگریزي میں اعلی درجہ کي تعلیم دي جاوے اور اسي بنا پر ہندوستان میں یونیورسٹیاں قایم ہوئیں مگر اسبات کا تجربہ باقي تھا کہ اس تعلیم کا نتیجہ کیا ہوگا اچھا یا بُرا اب تجربہ سے ثابت ہوگیا کہ اچھا نتیجہ نہیں ہوا - تعلیم

یافتہ لوگوں میں بھیجا آزادی اور ناواجب خود سری پیدا ہوگئی جا بیجا گورنمنٹ کی مذمت ہر ایک کی زبان پر جاری ہوگئی گورنمنٹ سے اُن حقوق کے دعویدار ہوئے جو گورنمنٹ اُن کو نہیں دے سکتی پس جب تجربہ سے ایسا خراب نتیجہ اس تعلیم کا حاصل ہوا تو اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں سختی امتحانات یا اضافہ فیس تعلیم سے یا لوگوں کو مشرقی تعلیم یا بے سود ٹیکنیکل ایجوکیشن پر توجہ دلاکر اعلیٰ درجہ کی تعلیم کو گھٹانا ضرور تھا — اگرچہ مسلمان اُن لوگوں کے ساتھ جو اس طوفان بے تمیزی میں پڑے تھے بالفعل شامل نہیں ہوئے — مگر جب وہ بھی اُس درجہ تعلیم پر پہونچ جاوینگے تو وہ بھی اُن کے ساتھ شریک ہو جاوینگے جیسیکہ اب بھی بعض تعلیم یافتہ مسلمان علانیہ یا خفیہ خفیہ اُن کے شریک ہیں *

مگر ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ہمارے نزدیک جو حالت جہالت اور بے تعلیمی کی بالفعل مسلمانوں کی ہی جو نہ ملکی انتظام سے واقف ہیں اور نہ اپنی حالت آیندہ کو سمجھ سکتے ہیں اُس کے سبب زیادہ تر اندیشہ تھا کہ وہ بھی اُس طوفان بے تمیزی میں طوفان زدہ لوگوں کے ساتھ شریک ہوجاوینگے — لیکن جب اُن میں اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ کثرت سے ہو جاوینگے اور اپنے ملک کی حالت کو دیکھینگے جس میں مختلف قومیں بستی ہیں اور جن کی اغراض اور سوشیل حالت مختلف ہی اور اپنی قوم کی آیندہ حالت کو سوچینگے تو ممکن نہیں ہی کہ اس طوفان بے تمیزی میں شامل ہوں *

اسوقت جو چند تعلیم یافتہ مسلمان اُس طوفان بے تمیزی میں شامل ہوگئے ہیں (وکیل یا بارسٹر) اُنہوں نے اپنے ذاتی فائدہ پر نظر کی ہی اور اپنے ذاتی فائدہ پر ملکی اور قومی فائدہ کو قربان کردیا ہی ایک یا دو ایسے بھی ہیں جو دل سے اور سچائی سے اُن طوفان زدہ لوگوں کے ساتھ شریک ہیں مگر اُن کی مثال اُس شخص کی مانند ہی جو فاروقی شیخ تھا اور شیعہ ہوگیا اور اُس نے کہا کہ گو مجھے اپنے باپ دادا پر تبرا کرنا پڑیگا مگر میں تو شیعہ ہی ہونگا *

اسقدر بیان کرنے پر بھی یہہ سوال باقی رہتا ہی کہ مسلمان نوجوانوں کو جو انگریزی تعلیم پاتے ہیں ایک خاص اسٹینڈرڈ تک پہونچنے کے بعد آیندہ زندگی کے واسطے کیا بہتر ہوگا — اس کے جواب میں ایک دانا دہقان نے جو اپنے نوجوان بیٹے کو جواب دیا تھا وہی جواب دینا مناسب ہی *

ایک دہقان کے بیٹے نے بہت اضطراب سے اپنے باپ سے کہا کہ کانوں کے تالاب میں پانی چلا آتا ہی جب تالاب بھر جاویگا تو پانی کہاں جاویگا — اُس کے باپ نے کہا کہ بیٹا اندیشہ مت کر جب تالاب بھر جاویگا تو پانی اپنے نکاس کا آپ رستہ نکال لیگا — یہی حال مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ہی ابھی اُن کی ایسی قلت ہی کہ وہ کوئی رستہ آیندہ زندگی کے واسطے نکال نہیں سکتے ہاں جب کثرت سے ہونگے تو کوئی نکوئی رستہ نکالینگے رستوں کی کمی نہیں ہی مگر ابھی تالاب بھرا نہیں ہی *

ہندوستان بہت وسیع ملک ہی اُس میں جان و مال کا امن ہی تجارت کے لیئے بہت کچھ وسعت ہی کوئی وجہہ نہیں ہی کہ اگر مسلمان نوجوان لایق اور صفات حمیدہ سے معمور اور اُن عادات و افعال سے بری ہوجاویں جو تجارت کے منافی ہیں تو اُس سے کیوں فایدہ نہ اُٹھاسکیں *

مہمن — بوہرے — خرچے — پنجابی — سب مسلمان ہیں اور تجارت سے ایسے فایدے اُٹھاتے ہیں کہ سرکاری نوکریوں کی کچھہ حقیقت نہیں سمجھتے نہ اُسکی پروا کرتے ہیں مگر تجارت دو قسم کی ہی ایک سوسیلزڈ اور ایک ان سوسیلزڈ — ان سوسیلزڈ تجارت سے ہماری مراد شخصی تجارت سے ہی جو کوئی شخص اپنا ذاتی روپیہ لگاکے تجارت کرے اور گو اُس کو کیسی ہی ترقی ہوجاوے اور کتنا ہی بڑا کارخانہ اُس کا پھول جاوے وہ ان سوسیلزڈ تجارت ہی کہلاویگی — کیونکہ اُس سے خاص اسی شخص کو فایدہ ہی نہ ملک اور قوم کو اور نہ اس قسم کی تجارت کو بہت زیادہ وسعت ہوسکتی ہی — بلکہ وہ چند ہی مقدور اشخاص میں محدود رہتی ہی *

سویلیزڈ تجارت وہ ہی جس میں قوم کے مختلف سرمایہ کے لوگ شریک ہوں اور ہرایک کو بقدر اُس کے سرمایہ کے منافع پہونچے اس قسم کی تجارت ملک کے لوگوں کو فائدہ پہونچانے والی ہی اور رفتہ رفتہ اس قدر وسیع ہوسکتی ہی کہ کوئی شخصی تجارت کرنیوالا گوکہ وہ کیسا ہی دولتمند ہو اُسکی برابری نہیں کرسکتا *

مسلمانوں میں جو لوگ دولتمند ہیں وہ تجارت کی طرف مایل نہیں ہیں اور نہ اُنکو ضرورت ہی کہ تجارت کے ذریعہ سے کچھ روپیہ پیدا کریں - ضرورت ہی اُن مسلمانوں کو جو قلیل سرمایہ رکھتے ہیں اور جب تک کہ کثرت سے لوگ آپس میں شریک نہوں اُسوقت تک کوئی کام تجارت کا جاری نہیں کرسکتے *

اس طرح پر لوگوں کا تجارت میں شریک ہونا متعدد امور پر منحصر ہی - سب سے مقدم یہہ ہی کہ اُن شرکا میں پوری پوری انسٹی اور ایمانداری موجود ہو اور اُنکی تمام ہمت نہایت ایمانداری سے اسبات میں مصروف ہو کہ اُس کارخانہ تجارت کو ترقی اور فائدہ مندی حاصل ہو — مجھکو میرے دوست معاف کرینگے اگر میں یہہ کہوں کہ مسلمانوں میں یہہ صفت بہت ہی شاذ و نادر ہی — اور ایک کو دوسرے پرطمانیت نہیں ہی — اور اسی سبب سے اس قسم کا کوئی کام وہ جاری نہیں کرسکتے *

دوم تجارت کے کام کے لیئے مستعدی اور وقت کی پابندی اور اپنی ڈیوٹی کا پورا کرنا سب سے زیادہ مقدم چیز ہی — میں اکثر مسلمانوں کو ان فرایض کے پورا کرنے میں قاصر پاتا ہوں *

سوم تجارت صرف گھر بیٹھے بیٹھے نہیں ہوتی — بلکہ اُسکے لیئے سفر کرنا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا بھی لازمی اور ضروری ہی — اسبات میں بھی میں مسلمانوں کو نہایت کاہل اور سست پاتا ہوں *

چہارم — تجارت میں ایک بہت بڑا کام ایجنسی کا ہی - یعنی کسی ملک سے کوئی چیز خرید کرکے لانا اور کسی چیز کو کسی ملک میں لیجاکر بیچنا — اور اسبات کا یقین کہ جس چیز کے خرید نے یا بیچنے کی وہ قیمت بتلاتا ہی وہ بالکل صحیح اور سچی ہی اور کچھہ دغا اور فریب اُس میں نہیں ہی اُس ایجنسی کی ایمانداری پر منحصر ہی — اکثر تجارت پیشہ مجھسے بیان کرتے ہیں کہ ایجنسی کا ہاتھہ آنا تجارت میں سب سے مشکل کام ہی اور اسلیئے ہم اپنے بیٹے بھائیوں کو ایسے کاموں کے لیئے متعین کرتے ہیں - وہ شخصی تجارت میں ایسا کرسکتے ہیں مگر جس تجارت کی میں مسلمان نوجوانوں کے لیئے سفارش کرتا ہوں وہ شخصی تجارت نہیں ہی اور اسلیئے اُنکو ایسا ایماندار ایجنسی ملنا نہایت مشکل کام ہی — یہہ صفت میں اُن نوجوانوں میں جنہوں نے انگریزی تعلیم پائی ہی اور نیز عمدہ اصول پر اُنکی تربیت بھی ہوئی ہی اور قومی فیلنگ ان میں پیدا ہوگئی ہی بہ نسبت اُن کے جو انگریزی خواں نہیں ہیں زیادہ پاتا ہوں *

اس مقام پر میں مدرسۃالعلوم کے طالبعلموں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں - انہوں نے صرف قومی ہمدردی سے بغرض اعانت اپنے غریب قومی بھائیوں کے دوسوسئیٹیاں قایم کی ہیں - ایک کا نام فری بورڈنگ ہوس سوسئیٹی ہی اور ایک کا نام الفرض ہی - اور اُس کے ممبر مختلف طرح پر اس کام کے لیئے چندے جمع کرتے ہیں اور اس خوبی اور ایمانداری سے اس کام کو انجام دیتے ہیں جس سے توقع ہوسکتی ہی کہ مستعدی اور ایمانداری اور قومی ہمدردی اُنکے خمیر میں پڑگئی ہی - اور اس نمونہ پر میں یقین کرتا ہوں کہ جب ہمارے نوجوان انگریزی تعلیم یافتہ سویلیوزڈ تجارت میں شریک ہونگے تو نہایت خوبی اور ایمانداری سے کام انجام دینگے *

تجارت کی بہت شاخیں کھلی ہوئی ہیں اور میں اُن انگریزی خوان طالبعلموں کو جو خاص اسٹیفنڈ تک یعنی بی اے کی ڈگری تک پہونچ گئے ہیں صلاح دیتا ہوں کہ وہ اپنے تئیں سویلیوزڈ یعنی متفقہ تجارت میں مشغول کریں — اس سے بہتر اُن کے لیئے کوئی بات نہیں اور جب ایسے تعلیم یافتہ کثرت سے ہوجاوینگے تو خواہ مخواہ اُنکو یہی کام کرنا پڑیگا — مگر اس کام کے کرنے کے لیئے اسبات کی ضرورت ہی کہ لوگوں کو اُن پر اعتماد ہو اور ہمکو خدا

سے اُمید ہی کہ ہمارے کالج سے ایسے نوجوان تعلیم یافتہ نکلیں گے جو اسي قسم کے کاموں میں نہایت خوبي اور مستعدي اور ایمانداري سے مصروف ہونگے — اس وقت چونکہ مسلمان تعلیم یافتہ قلیل ہیں اس لیئے اس قسم کے کام نہیں کرسکتے اور بمجبوري نوکریوں کي تلاش میں ہیں — بنگالي اور ہندو اس قسم کے کاموں کي طرف متوجہ ہوگئے ہیں اور ملک کو اور قوم کو فائدہ پہونچاتے ہیں انہوں نے نیشنل بنک بھي قایم کي ہی اور میوچیوئیل فیملي پنشن فنڈ کا کارخانہ بھي قایم کیا ہی — نوکریوں کي تلاش میں بھي ہیں — مگر اس اصلي ترقي سے بھي غافل نہیں ہیں *

ہمارے عزیز دوست مولوي سید ممتاز علي نے جو متعدد سرکاري نوکریاں کرچکے ہیں ملازمت سرکاري سے ہاتھہ اُٹھایا ہی اور دیو بند میں سوت کي تجارت کا کارخانہ کھولا ہی — اگرچہ وہ بھي ان سویلیزڈ یعني شخصي کام ہی — مگر ہم سنتے ہیں کہ بہت فائدہ اُٹھاتے ہیں اور بہ نسبت ملازمت کے نہایت خوش حال ہیں *

یہہ بھي ہمکو معلوم ہوا ہی — کہ دو نوجوان انگریزي خوان گریجوایٹ نے مکھن بنانیکا کام سیکھا اور چاہا کہ مکھن کا کارخانہ جاري کریں — اُنکے بزرگوں نے کہا کہ مکھنیئے کہلاؤگے اور وہ مجبور ہوگئے — مگر یہہ بیہودہ خیالات چند روز کے مہمان ہیں اور بہت جلد جاتے رہیں گے *

ہم نے خود اپنے ایک حقیقي بھانجے کے لیئے جو نسبتدر دواؤں اور دواسازي سے واقف تھا عطاري کي دوکان کرنا پسند کیا ہی چنانچہ وہ دوکان کرتا ہی اور کافي فایدہ اُس سے اُٹھاتا ہی *

بنگالیوں نے لیف انشورنس سوسئیٹي اور میوچیوئیل فیملي پنشن فنڈ قایم کیا ہی جس سے قوم کو فائدہ ہی — ہم سنتے ہیں کہ کایتھوں نے بھي خاص اپنی قوم کے لیئے میوچیوئیل فیملي پنشن فنڈ قایم کیا ہی — یہہ بھي ہمکو معلوم ہوا ہی کہ حکیم فضل الدین صاحب نے پنجاب میں بھي مسلمانوں کے لیئے ایسا ہي فنڈ قایم کیا ہی — مگر ہم کو اُس کا کچھہ زیادہ حال معلوم نہیں — پس ہم اپنے نوجوان تعلیم یافتہ گریجوایٹوں کو صلاح دیتے ہیں کہ اول وہ بي اے تک کي ڈگري حاصل کریں اور اُسي کے ساتھہ وہ صفتیں بھي اپنے میں پیدا کریں جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہی اور اُس تجارت میں جسکا ہم نے سویلیزڈ تجارت نام رکھا ہی مشغول ہوں — اس سے بہتر کوئي طریقہ اُنکي اور قوم کي اور ملک کي بھلائي کا نہیں ہی *

(سید احمد)

نمبر ۱۹

المعتزلۃ والاعتزال

اسلام کے اُن بہت سے فرقوں میں سے جنکي تعداد کو ایک فرضي پیشین گوئي کے پورا کرنے کے لیئے (۷۳) تک پہونچایا گیا ہی صرف چار فرقے ہیں جنکو زیادہ تر کامیابي ہوئي — اور جو مدت تک موجود رہے — یعني سني شیعہ — معتزلہ — باطنیہ — ان میں سے دو اخرالذکر آج بالکل معدوم ہیں — معتزلہ اگرچہ دنیا سے ناپید ہوگئے — لیکن ایک مدت تک انکو نہایت عروج رہا — بڑے بڑے نامور مصنفین ان میں پیدا ہوئے — مشہور خلفا اور سلاطین نے فخریہ اس لقب کو اختیار کیا — متعدد علوم اسي فرقہ کي بدولت عالم وجود میں آئے — اسلام کو نہایت نازک وقتوں میں انہوں نے نکتہ چینوں کے حملوں سے محفوظ رکھا — غرض وہ خود اگرچہ دنیا میں نہیں رہے — لیکن مذہب میں — علم میں — تصنیف میں — لٹریچر میں ان کي بہت سي یادگاریں اب بھي موجود ہیں اور زمانہ انکو آیندہ بھي مٹا نہیں سکتا — البتہ یہہ افسوس ہی کہ ان کے متبعے کے ساتھہ انکي تاریخ بھي مٹتي جاتي ہی — اور ایک ایسے معزز فرقہ کے واقعات کا معدوم ہوجانا تاریخي دنیا کا بہت بڑا افسوس ناک حادثہ کہا جاسکتا ہی اس لحاظ سے خیال ہوا کہ معتزلہ کے متعلق ایک

مختصر سا مضمون جس میں مذهب اعتزال کي ابتدا اور اُسکي اشاعت — عہد بعہد کي ترقیاں — ترقي و تنزل کے اسباب — مشہور معتزلیوں کے مختصر حالات — اعتزال کے مسایل اور اُسپر ریویو — دوسرے فرقوں پر اس مذهب کا اثر — یہہ اور اس قسم کے امور لکھے جاوینگے — اس مضمون کا یہہ پہلا ٹکڑہ هی جس میں اعتزال کي اجمالي تاریخ هی — اور ٹکڑے وقتاً فوقتاً تہذیب الاخلاق میں شایع هونگے — مذهب اعتزال اگرچہ اور مذاهب کو طرح صحابہ کے اخیر زمانہ میں پیدا هوا لیکن اسکے ابتدائي آثار عین شروع اسلام میں موجود تھے — حقیقت یہہ هی کہ ان مذاهب میں سے کسي مذهب کي نسبت خصوصیت کے ساتھہ یہہ کہنا کہ وہ فلاں زمانہ میں پیدا هوا ایک قسم کي نا انصافي هی — یا تو یہہ کہنا چاهیئے کہ ابتداے اسلام یعني رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کے زمانہ میں — تسنن — تشیع — اعتزال — تکفیر — کوئي مذهب موجود نہ تھا — یا یہہ کہنا مناسب هوگا کہ یہہ تمام مذهب اُسي زمانہ میں پیدا هوچکے تھے — آنحضرت کے زمانہ تک اسلام ایک نہایت اجمالي اور سادہ چیز تھي — یعني عقاید میں کلمہ توحید اور اعمال میں فرایض خمسہ — عقاید کي سادگي آنحضرت کے بعد بھي کچھہ زمانہ تک قایم رهي — کیونکہ آنحضرت کے انتقال کے سانحہ روم و فارس کي مہمات شروع هوگئیں اور عرب کي دماغي اور عملي قوت کا سارا زور مہمات ملکي کي طرف مصروف هوگیا — ان معرکہ آرائیوں میں کلمہ توحید کا اجمالي مسئلہ تو عمیشہ تازہ رها — کیونکہ جن قوموں پر حملے کئے جاتے تھے — ان کے سامنے جنگ سے پہلے بھي یہي مسئلہ پیش کیا جاتا تھا لیکن وہ اسي حد تک تھا کہ خدا هی — یہہ تفصیل اور باریک بیٹیاں کہ هی تو کیا هی ؟ - اُس کي صفات کیا هیں ؟ اُسکي قدرت کے کیا حدود هیں ؟ وغیرہ وغیرہ اسوقت نہ پیدا هوئیں اور نہ هوسکتي تھیں *

تمام صحابہ میں چونکہ ایک گروہ ایسا بھي تھا جو علمي اشغال میں مصروف تھا اور جنکو مہمات ملکي سے بہت کم تعلق رهتا تھا اس لیئے عقاید میں کسیقدر بحث و تدقیق شروع هوئي — اور مختلف فرقوں کے وجود کي گویا بنیاد قایم هوگئي — صحابہ کے زمانہ تک عقاید میں جو اختلافات پیدا هوئے اُن میں سے چند یہہ هیں *

اکثر صحابہ معراج جسماني کے قایل تھے — حضرت عایشہ کو اس سے انکار تھا *

عبداللہ ابن عباس کا مذهب تھا کہ رسول اللہ نے خدا کو دیکھا تھا — حضرت عایشہ اسکي منکر تھیں *

عبداللہ بن عمر سماع موتی کے قایل تھے — بعض صحابہ اس کے سخت مخالف تھے *

ابو هریرہ کا عقیدہ تھا کہ عزیزوں کے نوحہ کرنے سے مردہ پر عذاب هوتا هی — حضرت عایشہ اس کے مخالف تھیں *

عقاید کے متعلق تو انھیں چند مسایل میں اختلاف هوا لیکن اعمال چونکہ محسوس پیرایہ رکھتے تھے اور روزانہ ان سے کام پڑتا تھا اس لیئے ان میں نہایت کثرت سے اختلافات پیدا هوگئے — بعض اختلافات جو وضو اور نماز کے مسایل کے متعلق تھے اُنکي تفصیل یہہ هی *

عبداللہ بن عباس	وضو میں اعضا کو ایک ایک بار دهونا چاهیئے	ابو هریرہ	دو دو بار
ابوهریرہ	آگ پر پکي هوئي چیز کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا هی	جابر	نہیں ٹوٹتا
عایشہ	نماز فجر مونہہ اندھیرے پڑهني چاهیئے	رافع بن خدیج	اسفار کرنا چاهیئے
عایشہ	عصر میں جلدي کرني چاهیئے	ام سلمہ	تاخیر کرني چاهیئے
انس ابن مالک و ابن عمر	اقامت — اکہري کہني چاهیئے	عبداللہ بن زید	دوهري چاهیئے
علي و ابن عباس و ابوهریرہ	فجر میں قنوت پڑهنا چاهیئے	ابومالک اشجعي	نہیں
ابوبکر — عمر — انس — ابودرداء	مسح علی العمامہ جایز هی	بعض دیگر صحابہ	نہیں
اکثر صحابہ	مسح علی الخفین جایز هی	عایشہ — ابن عباس	جایز نہیں

لیکن عقاید اور اعمال کے ان اختلافات نے کسی قسم کا محسوس تفرقہ نہیں پیدا کیا سب لوگ ایک لقب یعنی مسلمان کے نام سے پکارے جاتے تھے - ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے — دوستانہ ملتے جلتے تھے - حضرت علی کے اخیر زمانہ یعنی سنہ ۳۷ ھجری میں جب انہوں نے معاویہ سے صلح کرلی اور حکم کا فیصلہ تسلیم کرلیا تو خود انکے ساتھیوں میں سے کئی ہزار آدمی انسے الگ ہوگئے کہ لا حکم الا اللہ — یعنی مذہب کے حق و باطل کا فیصلہ ثالث اور حکم کی راے پر نہیں ہوسکتا — یہہ پہلا فرقہ تھا جو اسلام میں قایم ہوا — کیونکہ ان لوگوں نے تمام مسلمانوں سے جو انکی راے سے موافق تھے ہر طرح پر علیحدگی اختیار کی — اور انکا عقیدہ تھا کہ جو شخص انکا ہم عقیدہ نہیں وہ مسلمان نہیں — اس مناسبت سے کہ یہہ لوگ حضرت علی کے دایرہ سے خارج ہوگئے - انکا نام خارجی مشہور ہوا — اس امتیازی نام سے اسلام کی ابتدا ہوئی کہ اختلاف آرا کی بنا پر جدا جدا فرقے قایم ہوں اور اُنکے جدا جدا نام رکھے جائیں *

یہہ بات بھی لحاظ کے قابل ہی کہ اگرچہ تمدن کی وسعت کا خود اقتضا تھا کہ اسلام کے مجمل عقاید روز بروز وسیع ہوتے جاویں اور نئے نئے فرقے قایم ہوں - لیکن پہلے دو فرقے قایم ہوئے جنکو پالیٹکس سے بھی کچھہ لگاؤ تھا — خارجیوں کی ابتداء اسی حیثیت سے ہوئی — شیعہ فرقہ تو گویا پولیٹکل فرقہ تھا — قدریہ مذہب جو ان دونوں کے بعد پیدا ہوا اور جو مذہب اعتزال کی اصلی بنیاد ہی وہ بھی پولیٹکل حیثیت سے خالی نہ تھا - سب سے پہلے قدر کی نسبت جسنے گفتگو کی وہ معبد جہنی تھا - یہہ بنو امیہ کا زمانہ تھا اور استحکام سلطنت کے لیئے ہمیشہ سخت خونریزیاں کی جاتی تھیں - ملک میں ان سفاکیوں کی وجہ سے نہایت ناراضی پھیلی ہوئی تھی اور چونکہ اسوقت تک عرب میں آزادی کا مادہ باقی تھا وہ متعجب ہوکر افسران سلطنت سے پوچھتے تھے کہ تم مسلمان ہوکر ان خونریزیوں کو کیونکر جایز رکھتے ہو - انکی طرف سے جواب ملتا تھا کہ ہم کچھہ نہیں کرتے جو کچھہ کرتا ہی خدا ہی کرتا ہی القدر خیرہ و شرہ — معبد جہنی بھی انہیں لوگوں میں سے تھا - چنانچہ ایک دفعہ حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مسئلہ کے متعلق اُنکی راے دریافت کی — انہوں نے کہا کذب اعداءاللہ — یعنی دشمنان خدا (بنی امیہ) جھوٹے ہیں † *

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہی اور مذاہب کی طرح اعتزال کے ابتدائی اثار بھی خود آنحضرت اور صحابہ کے زمانہ میں موجود تھے صحابہ میں سے اگرچہ بہت سے ایسے تھے جو مذہبی مسایل کے متعلق کچھہ غور کرنا نہیں چاہتے تھے یا عقل کو دخل دینا نہیں چاہتے تھے - لیکن ایسے بھی تھے جو ہر بات کو عقل کے معیار سے جانچتے تھے - یا کم سے کم یہہ کہ عقل کو معاملات شرعیہ میں بیکار نہیں خیال کرتے تھے — یہی اعتزال کی اصلی بنیاد تھی جسپر آگے چلکر بڑی بڑی عمارتیں قایم ہوئیں *

اعتزال کا سب سے پہلا مسئلہ جو مذہب اعتزال کی تاریخ کا آغاز ہی یہہ تھا کہ انسان جو برائیاں کرتا ہی خود کرتا ہی — خدا نہیں کراتا — اس مسئلہ کو قدر کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ معتزلیوں کا دوسرا نام قدریہ بھی ہی — اسی مناسبت سے وہ اپنا لقب عدلیہ رکھتے تھے — کیونکہ خدا کا عادل ماننا اسبات پر موقوف ہی کہ انسان کو اپنے افعال کا مختار مانا جائے - اور معتزلہ ایسا ہی مانتے تھے - اس مسئلہ کو سب سے پہلے معبد جہنی نے شایع اور مشتہر کیا اور اسیوجہ سے قدریہ کے لقب سے مشہور ہوا — چونکہ اعتزال اور قدر کے اصول پالیٹکس سے بھی ایک خفیف تعلق رکھتے تھے اور معبد - علانیہ حکومت بنی امیہ کو برا کہتا تھا — عبدالملک بن مروان نے سنہ ۸۰ ھجری میں حجاج کے ہاتھہ سے اسکو قتل کرادیا - ‡ معبد کے بعد غیلان دمشقی نے جو قبطی الاصل تھا اس مسئلہ کی ترویج کی — اس کے ساتھہ جہد اور مسایل بھی مذہب اعتزال میں شامل کرلیئے - جن میں ایک امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی تھا — یہہ مسئلہ حکومت کے لیئے ایک پر خطر مسئلہ تھا - اور چونکہ

† معارف بن قتیبہ صفحہ ۲۲۵ -
‡ مقریزی جلد دوم صفحہ ۳۵۶ -

غیلان نہایت بیباکی سے اسکا اعلان کرتا تھا — ہشام بن عبدالملک نے جو سنہ ۱۰۵ ہجری میں تخت نشین ہوا — دمشق میں بلاکر اسکو پھانسی دیدی *

معبد و غیلان نے جو ارکان اعتزال تھے اگرچہ بہت کم زمانہ پایا — لیکن اتنے ہی عرصہ میں اعتزال کو بہت ترقی ہوگئی — سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے یہہ مذہب قبول کرلیا اور اس کے بڑے بڑے اصول مرتب ہوکر قلمبند ہوگئے *

اسی زمانہ میں دو شخصوں نے جو اتفاق سے ایک ہی سنہ یعنی سنہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اس مذہب کو زیادہ رونق دی — یعنی عمرو بن عبید اور واصل بن عطا — یہہ دونوں حسن بصری کے شاگرد تھے اور انکے حلقہ درس میں جو بصرہ کی مسجد میں منعقد ہوا کرتا تھا اکثر شریک ہوا کرتے تھے — اُن دنوں خوارج کے اس مسئلہ کا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہی — بہت چرچا تھا — حسن کی مجلس میں اسکا ذکر آیا تو واصل نے کہا کہ میں ایک تیسری شق اختیار کرتا ہوں وہ یہہ کہ مرتکب کبایر نہ مسلمان ہی نہ کافر — اسپر حسن نے سخت ناراضی ظاہر کی واصل و عمرو بن عبید دونوں ان کے پاس سے اُٹھکر چلے آئے اور اسی مسجد میں الگ حلقہ درس قایم کیا — حسن کے حلقہ سے الگ دیکھکر لوگوں نے انکو معتزلہ کہنا شروع کیا — اور اس لقب کی ایجاد کا یہہ پہلا دن ہی *

یہہ دونوں مذہب اعتزال کے دست و بازو — اور فضل و کمال کے چشم و چراغ تھے — واصل — عرب کے نہایت مشہور بلیغوں میں شمار کیا گیا ہی — اسکی قادر الکلامی کی ایک مثال یہہ ہی کہ چونکہ وہ الثغ تھا یعنی اسکی زبان سے (ر) کا حرف نہیں ادا ہوتا تھا اسلیئے جولکھچر دیتا یا کوئی عبارت لکھتا یا بولتا تھا عموماً (ر) سے خالی ہوتی تھی — علم کلام کا پہلا موجد وہی ہی اصول فقہ کے مہمات اصول اول اسی نے بیان کیئے — علامہ ابو ہلال عسکری نے کتاب الاوایل میں بہت سی اولیات اس کی طرف منسوب کی ہیں — چنانچہ لکھا ہی کہ ملحدوں کا رد اول اسی نے لکھا — مسایل فقہیہ کے چار ماخذ — قرآن — حدیث — آجماع قیاس — اول اسی نے قرار دیئے — عام و خاص کی اصطلاح اول اسی نے قایم کی — یہہ مسئلہ کہ "نسخ احکام میں ہوسکتا ہی نہ اخبار میں" اول اسی نے بیان کیا — علامہ بن خلکان نے اسکی بہت سی تصنیفات کے نام گنائے ہیں جو نہایت عمدہ کاغذ پر لکھی گئی ہیں *

عمرو بن عبید کمالات علمی کے علاوہ نہایت زاہد و عابد اور دنیا سے بے مزہ تھا — حسن بصری سے ایک شخص نے اس کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا — تم ایسے شخص کی نسبت پوچھتے ہو — جسکو گریا — فرشتوں نے ادب سکھلایا ہی اور انبیا نے اسکی تربیت کی ہی — میں نے اس سے زیادہ کسیکے ظاہر کو باطن کے ساتھہ موافق † نہیں پایا خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں اسکا آنا اور نہایت بے نیازی اور آزادی سے گفتگو کرنا نہایت دلچسپ واقعہ ہی جسکا تذکرہ تمام مورخین نے کیا ہی — اسکے مرنے پر خود منصور نے مرثیہ لکھا اور اہل تاریخ کا بیان ہی کہ یہہ شرف یعنی خلیفۂ وقت کا مرثیہ لکھنا — عمرو بن عبید کے سوا دنیا میں کسیکو حاصل نہیں ہوا — غرض واصل اور عمرو کی نکتہ آفرینی سے مذہب اعتزال نے نہایت وسعت پیدا کی — عدل و قدر کے علاوہ اور بہت سے دقیق مسایل مذہب اعتزال میں شامل ہوگئے — ملک میں ان مسایل کا زیادہ چرچا ہوتا گیا — یہانتک کہ رفتہ رفتہ اسلے دربار خلافت میں بھی جا پایا — یزید بن ولید بن عبدالملک نے علانیہ یہہ مذہب قبول کیا اور جب ولید بن یزید نے جو سنہ ۱۲۵ ہجری میں تخت نشین ہوا تھا زیادہ عیاشی اور عیش پرستی شروع کی تو یزید ناقص نے امر بالمعروف کے دعوی سے جو اعتزال کے مسایل کا پانچواں اصول تھا اشتہارا جنگ دیا اور بہت سے معتزلہ اسکے ساتھہ ‡ ہوگئے — یزید نے فتح حاصل کی اور ولید کو قتل کرا دیا — حکومت کا پایہ تمام کر ا ا نے اور زیادہ ترقی کی — ولید نے

† ابن خلکان ترجمہ عمرو بن عبید —
‡ یزید کا اعتزال اور معتزلوں کا اسکا ساتھہ دینا مسعودی نے یزید کے حالات میں بیان کیا ہی —

سنہ ۱۲۶ ہجری میں وفات پائی اور اسکے بعد سنہ ۱۳۲ ہجری میں دولت بنو امیہ کا خاتمہ ہوگیا *

دولت عباسیہ کا دوسرا بادشاہ منصور اگرچہ خود کسی خاص مذہب کے انتساب سے مشہور ہونا نہیں چاہتا تھا — لیکن چونکہ عمرو بن عبید سے جس کا ذکر اوپر گذر چکا بچپن کی دوستی تھی اور دونوں مدت تک ایک ساتھ تحصیل علم کرتے رہے تھے — اسکے علاوہ عمرو بن عبید کی بے ریا خدا پرستی اور زہد و قناعت کا وہ دل سے معترف تھا — خود بخود اس کے عہد میں اعتزال کو ترقی ہوئی — واصل بن عطا نے تمام اسلامی ممالک میں اپنے نقیب بھیجدیئے کہ مذہب اعتزال کی منادی کریں — عبداللہ بن الحارث کو مغرب بھیجا اور بہت سے لوگوں نے مذہب اعتزال پر بیعت کی — حفص بن سالم کو خراسان روانہ کیا — وہاں جہم بن صفوان سے جو مذہب جہمیہ کا بانی ہی مناظرہ ہوا اور جہم نے زک پائی — اسیطرح ایوب کو جزیرہ — حسن بن ذکوان کو کوفہ — عثمان طویل کو آرمینیہ بھیجا — آرمینیہ میں بہت سے لوگوں نے یہہ مذہب قبول کیا *

ان واقعات کے سوا ایک نہایت قوی سبب اور پیدا ہوا جس نے اعتزال کا سکہ بٹھا دیا — منصور نے سلطنت کے استحکام سے مطمئن ہوکر علوم و فنون کی اشاعت پر توجہ کی اور پہلوی — سریانی — یونانی ہندی زبانوں سے حکمت و فلسفہ کی کتابوں ترجمہ کرائیں — سلطنت کے اثر سے ان ترجموں کو نہایت قبول حاصل ہوا — اور ملک میں فلسفیانہ مذاق کی گرم بازاری ہوگئی — یہود — عیسائی — پارسی جو حکومت کی رعایا تھے انہوں نے اسطرف زیادہ توجہ کی — اور ساتھ ہی اسلام کے مسایل پر نکتہ چینیاں شروع ہوگئیں — منصور نے تلوار کے زور سے اسکو روکنا مناسب نہ سمجھا — بلکہ بحث کی عام اجازت دیدی — غیر مذہب والوں کے مقابلہ میں محدثین اور فقہا اپنی روایات لیکر آئے — لیکن وہاں منقولات سے کیا کام چلتا تھا — آخر معتزلہ میدان میں آئے کہ ہم مذہب کو دلایل عقلی سے ثابت کرسکتے ہیں — چنانچہ انہوں نے اکثر معرکوں میں غیر مذہب والوں کو شکست دی — یہہ دیکھکر کہ حمایت اسلام کے لیئے مذہب اعتزال زیادہ کام آسکتا ہی ملک کے ممتاز لوگوں کو اعتزال کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور سیکڑوں ہزاروں آدمی معتزلی بنگئے — منصور کے بعد مہدی نے مذہبی آزادی کو روک دیا — مہدی کا خلف الرشید ہارون الرشید بھی اگرچہ فلسفہ و حکمت سے بے بہرہ تھا — تاہم چونکہ دربار برمکیوں کے ہاتھہ میں تھا اور وہ اقتضا درجہ کے آزاد خیال اور عام دوست تھے — اعتزال کا قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھتا جاتا تھا اخیر میں فقہا کے اشارہ سے ہارون نے مناظرہ کی مجلسوں قطعاً بند کرادیں † اور ساتھ ہی معتزلہ کی ترقی بھی گویا رک گئی — لیکن جب مامون تخت نشین ہوا تو اس کمی کا پورا معاوضہ ملگیا — مامون نے خود مذہب اعتزال قبول کیا اور تمام بڑے بڑے معتزلی علما دربار میں باریاب ہوئے — ابوالہذیل علاف — و نظام — مامون کے اُستاد تھے اور مامون انکا نہایت ادب و احترام کرتا تھا — علاف و نظام — دونوں فلسفہ و حکمت کے بڑے اُستاد تھے — مامون کہا کرتا تھا — اظل ابوالہذیل علی الکلام کا ظلال الغمام علی الانام — یعنی ابوالہذیل نے علم کلام پر اس طرح سایہ کیا ہی جسطرح بادل آدمی پر سایہ کرتا ہی *

ہارون کی روک ٹوک اور فقیہانہ تعصب نے غیر قوموں کو یہہ یقین دلا دیا تھا کہ مذہب اسلام عقل کے مقابلہ میں ٹہر نہیں سکتا یہہ بدگمانی یہانتک بڑھی کہ غیر مذہب والوں کو یہہ علم خیال پیدا ہوگیا کہ اسلام، دنیا میں جو پھیلا وہ تلوار کے زور سے پھیلا — مامون نے یہہ سفکر ایک عظیم الشان مناظرہ کی مجلس قایم کی — تمام اطراف ملک سے ہر مذہب و ملت کے پیشوا طلب کیئے — فرقہ مازویہ کا رئیس مذہب جسکا نام یزدان بخت تھا — رے سے طلب ہوکر آیا ‡ — ہر شخص کو نہایت آزادی سے گفتگو کرنیکی عام اجازت دیگئی — مسلمانوں کی طرف سے مامون نے ابوالہذیل علاف کو مقرر کیا — چنانچہ ابوالہذیل علاف کے یزدان بخت کو بالکل ساکت کردیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھہ رہا § *

† ملل و نحل لاحمد بن مرتضی —
‡ کتاب الفہرست ابن الندیم —
§ الملل والنحل لاحمد بن مرتضی ذکر مامون —

مامون نے تمام اضلاع میں مناظرہ کی مجلسیں قایم کیں اور ہر مذہب و ملت کے آدمیوں کو بحث و مناظرہ کی اجازت دی — ان مجالس میں ہر جگہ معتزلی ہی ممتاز نظر آتے تھے — اور در حقیقت اسوقت انکی وجہ سے اسلام بڑے صدمہ سے محفوظ رہگیا — ابوالہذیل علاف کی خوبی تقریر اور زور کلام کی وجہ سے تین ہزار سے زیادہ آدمی اسلام لائے — ابوالہذیل و نظام نے مذہب اعتزال میں چند نئے اصول اضافہ کیئے — جنکی تفصیل آگے آئیگی *

مامون کے بعد معتصم اور معتصم کے بعد واثق تخت پر بیٹھا — یہہ دونوں معتزلی تھے اور انکی وجہ سے اعتزال کو زیادہ قوت حاصل ہوئی — معتصم اور واثق کے دربار میں قاضی احمد بن ابی داؤد جو قاضی القضاۃ تھے تمام سیاہ و سفید کے مالک تھے — یعنی ملک کا کوئی انتظام انکی مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتا تھا — قاضی صاحب معتزلی تھے اور صرف ایک واسطہ سے واصل بن عطا کی شاگردی کا شرف رکھتے تھے — انکے وقت میں اعتزال کو وہ زور حاصل ہوا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا — واثق کے بعد اگرچہ متوکل نے تعصب مذہبی کیوجہ سے ہرقسم کی عقلی ترقی روک دی — لیکن تمام اسلامی ممالک میں یہہ مذہب جڑ پکڑ چکا تھا — اور متوکل کے مٹانے سے مٹ نہ سکتا تھا چنانچہ چوتھی صدی تک اعتزال کو پوری قوت حاصل رہی — اور بڑے بڑے متکلم — مفسر — ادیب پیدا ہوئے — جنکی تصنیفات ابتک بڑے پایہ کی خیال کی جاتی ہیں — سب سے اخیر ابو علی جبائی تھا — جسنے سنہ ۳۰۳ ھجری میں وفات پائی — اور جسکے بعد اس درجہ کا کوئی امام الاعتزال نہیں پیدا ہوا *

اسلامی ممالک میں سے اسپین اور شام و ہند — میں اعتزال کو رواج نہیں ہوا — اسپین میں فلسفہ اور عقلیات کو عوام نہایت ناپسند کرتے تھے — یہانتک کہ اگر کوئی شخص فلسفہ کے نام سے منسوب ہوتا تھا تو بازار میں اُس کا نکلنا مشکل ہوتا تھا — حکم بن رشد اسی جرم میں جلا وطن کیا گیا *

شام میں بھی فلسفہ و عقلیات کو کبھی ترقی نہیں ہوئی — اس لحاظ سے ان دونوں ملکوں میں اعتزال کا رواج نہ پانا محل تعجب نہیں — ہندوستان کا بھی قریبا یہی حال ہی — کئی سو برس تک یہاں عقلی علوم کا قدم نہیں آیا — تیموریوں کے زمانہ سے منطق و فلسفہ کی بنیاد پڑی — لیکن اسوقت مذہب اعتزال خود ناپید ہوچکا تھا جسکی وجہ آگے آئیگی *

چوتھی صدی کے آغاز میں ابوالحسن اشعری کا نشو و نما ہوا — یہہ ابو علی جبائی کے شاگرد تھے اور مدت تک معتزلی رہے — ایکدن ایک مسئلہ میں جو اعتزال سے تعلق رکھتا تھا انہوں نے جبائی کو بند کردیا — اور پھر اعتزال سے توبہ کر کے سلفی اور شافعی ہوگئے — فقہا اور محدثین جو فلسفہ اور منطق سے بالکل نا آشنا تھے اور اس وجہ سے معتزلیوں سے ہمیشہ جھگڑتے رہتے تھے — انکو ابوالحسن اشعری نہایت غنیمت معلوم ہوئے — انہوں نے انکو نہایت تپاک سے لیا — اور اُنکی تصنیفات کو جو زیادہ تر مذہب اعتزال کی رد میں تھیں تمام ملک میں پھیلا دیا — چونکہ ان تصنیفات میں جابجا قرآن اور حدیث کے حوالے تھے اس لیئے عام لوگوں میں انکا بہت رواج ہوگیا — اور معتزلہ کا زور کم ہونا شروع ہوا — تاہم چوتھی صدی کے اخیر تک کوئی صوبہ بلکہ ضلع اور پرگنہ و شہر معتزلہ کے وجود سے خالی نہ تھا — چنانچہ علامہ بشاری نے جس نے چوتھی صدی میں دنیا کا سفر کیا مقامات ذیل کے متعلق معتزلہ کی نسبت یہہ تفصیل لکھی ہی *

عرب — سروات اور حرمین کے سواحل اور خصوصاً عمان کے تمام باشندے معتزلی ہیں *

عراق — معتزلہ یہاں بھی ہیں لیکن حنبلیوں اور شیعوں کو غلبہ ہی *

اہواز — موضع عانۃ میں کثرت سے معتزلی ہیں *

مصر — فسطاط میں معتزلہ کا بڑا زور ہی *

خراسان — نیشاپور میں علانیہ اپنا عقیدہ ظاہر کرتے ہیں *

جبال — دیہات میں زعفرانیہ بہت ہیں — (زعفرانیہ در حقیقت اعتزال کی ایک شاخ ہی) *

فارس — معتزلہ اور شیعہ کثرت سے ہیں *

کرمان — سیر جان میں اکثر معتزلہ ہیں *

خوزستان — اس ملک میں تمام دنیا کی بہ نسبت معتزلی زیادہ ہیں *

ابوالحسن اشعری نے سنہ ۳۳۰ ھجری میں انتقال کیا — سنہ ۳۸۰ ھجری میں انکے مذہب نے عراق میں ترقی کرنی شروع کی † پانچویں صدی میں چند بڑے بڑے نامور علما مثلاً قاضی ابوبکر باقلانی — بن فورک — ابو اسحاق اسفرائینی — ابو اسحاق شیرازی — امام غزالی نے اس مذہب کی تائید اور نصرت میں بہت سی کتابیں لکھیں — اور معتزلہ کی تکفیر اور تفسیق کی — چونکہ اس وقت عباسیوں کی سلطنت برائے نام رہگئی تھی اور سلجوقیہ وغیرہ کی وجہ سے مذہبی آزادی بالکل باقی نہیں رہی تھی — اشعری مذہب کے رواج کے ساتھہ اعتزال کے جبراً مٹانے کی کوشش کی گئی — معتزلیوں پر ہر طرح کا ظلم کیا جاتا تھا اور اُنکو اپنے خیالات کے اظہار کی جرات نہیں ہوسکتی تھی — محمد بن احمد جو بہت بڑے معتزلی عالم گذرے ہیں اور سنہ ۴۷۸ ھجری میں انتقال کیا پچاس برس تک گھر سے باہر نہیں نکل سکے — علامہ زمخشری چلکی تفسیر کشاف گھر گھر پھیلی ہوئی ہی چونکہ معتزلی تھے اپنے ملک میں چین سے رہنے نہیں پاتے تھے — مجبوراً مکہ چلے گئے چنانچہ اپنی تفسیر میں ایک موقع پر اس کا اشارۃ ذکر کیا ہی *

امام غزالی جس زمانہ میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں مدرس تھے محمد بن تومرت — مراکش سے آکر انکا شاگرد ہوا اور ان سے اشعری کے عقاید سیکھے — بغداد سے واپس جاکر اس نے سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اُسکی وفات کے بعد عبدالمومن بن علی جو اس کا جانشین ہوا تمام مغرب اور اندلس کا بادشاہ بنگیا محمد بن تومرت نے اشعری کے عقاید عبدالمومن کو حوالہ کردیئے تھے — اس نے اپنی تمام سلطنت میں اسکو رواج دیدیا اور حکم دیدیا کہ

† مقریزی صفحہ ۳۵۸ — جلد ثانی —

ان عقیدوں کا جو منکر ہو وہ قتل کردیا جاوے — چنانچہ سخت خونریزی کے بعد تمام اسپین اور مغرب میں اشعری کے سوا اور کسی فرقہ کا نام و نشان بھی باقی نرہا † *

سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے بچپن میں قطب الدین مسعود نیشاپوری سے تعلیم پائی تھی اور وہ اشعری المذہب تھے — سلطان صلاح الدین کو جب حکومت حاصل ہوئی تو اسنے تمام حکومت میں بجبر اشعری عقاید جاری کردیئے ‡ *

ساتویں صدی میں مغلوں اور ترکوں نے بغداد اور بغداد کے ساتھہ اور بڑے بڑے شہروں بلکہ مسلمانوں کے تمام عقلی اور دماغی قوی کا استیصال کردیا — مدت تک تو یہہ تمام ممالک ویران پڑے رہے — ترکوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد دوبارہ نشو و نما شروع ہوا — لیکن وہ عقلی ترقیاں پھر عود نہیں کرسکتی تھیں — ترک قلم کی نسبت تلوار سے زیادہ کام لیتے تھے — اور چونکہ چھٹی صدی کے بعد تمام اسلامی دنیا یعنی ہند — خراسان — فارس — عراق — مصر — شام — ایشیاے کوچک — قسطنطنیہ وغیرہ میں ہرجگہہ ترک ہی ترک تھے اسلیئے وہ نازک اور دقیق مذہب جو تلوار کی بہ نسبت قلم سے زیادہ مناسبت رکھتا تھا دوبارہ زندہ نہوسکا — مذہب اعتزال کی ابتدا — ترقی اور تنزل کا یہہ نہایت اجمالی خاکہ ہی — دوسرے آرٹیکل میں ہم انکے فرقوں کی تفصیل اور ہرایک کے عقیدے — اور عقاید پر ریویو لکھینگے — تیسرے آرٹیکل میں مشہور علماے اعتزال کے مختصر حالات ہونگے *

راقم

الاسدی الاعظمی

† مقریزی صفحہ ۳۵۸ —

‡ مقریزی صفحہ ۳۵۰ —

نمبر ۲۰

ندوۃ العلما

جناب مولوي محمد سلیمان شاہ صاحب نے جو بہت بڑے عالم اور سجادہ نشین صوفیہ کرام پھلواري ہیں ایک نہایت عمدہ اور مفید لکچر مجلس ندوۃ العلما میں دیا تھا جس کي نسبت ہم نے سنا ہی کہ بعض مولویوں نے پورا پڑھنے نہیں دیا در حقیقت وہ لکچر حسب حال زمانہ ہی اور اس لیئے ہم اُسکو جس طرح کہ نجم الاخبار الٰہ آباد میں چھپا ہی اپنے تہذیب الاخلاق میں درج کرتے ہیں اُس لکچر میں جناب مولوي صاحب نے لیکچریوں کا بھي نام لیا ہی مگر وہ بھول گئے جو کچھہ اُنہوں نے فرمایا ہی اُس سے تو وہ خود لیکچري معلوم ہوتے ہیں —

وجد ومشرب بادہ صوفي ایں چہ کافر نعمتي است
مفکر می بردن و ہمرنگ مستاں زیستن

بہر حال وہ لکچر یہہ ہی *

خطبہ یعني لکچر

اے حضرات میں اس وقت اس لیئے کھڑا کیا گیا ہوں کہ علما کے فرایض مقصبي بیان کروں - پھر ان کے زمانہ کي ضرورتوں ان کے حضور میں پیش کروں - مجھي دانست میں علما کا سب سے ضروري اور نہایت ہي بڑا فرض مقصبي یہہ ہی کہ وہ اللہ تعالی سے بہت زیادہ ڈرتے رہیں اور خوف خداوندي ہردم اُنپر غالب رہے فرمایا اللہ تعالے نے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء *

خداوند تعالی نے تو خشیت کو اس جماعت علما کے ساتھہ منحصر کردیا تھا مگر عین انصاف یہہ ہی کہ ہماري جماعت میں معدن شاذ و نادر کسي کو خشیت کما حقہ ہو تو ہو یہہ شے تو بالکل عنقاء مغرب ہوگئي — یہي وجہہ ہی کہ ہماري کسي بات میں اثر باقي نہیں نمازیں کثرت سے پڑھي جاتي ہیں مسجدیں بظاہر آباد ہیں مگر جب ہم اس نماز کو میزان الہي پر تولتے ہیں تو لاشے معض پاتے ہیں خدا نے فرمایا ان الصلواۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر نماز کا خاصہ فحش اور منکر سے باز رکھنا تھیرا مگر ہمارے زمانہ میں تو اس کے برعکس نماز کي کثرت کے ساتھہ فحش و منکرات بھي کثرت سے ہیں یہہ نماز ہوکر نماز تھیرے - یہہ بلابیچارے عام نمازیوں کے ہي ساتھہ نہیں ہی بلکہ ہم لوگ ائمہ وقت کے ساتھہ اور زیادہ ہی کون سے منکرات سے ہم لوگ باز رہتے ہیں آپس میں رسالہ بازي اور اُس میں نوک جھونک کے کلمات گالیاں جوتي پیزار سب کچھہ تو کرگذرتے ہیں پھر یہہ نماز کیسي نماز تھیري اور خشیت الہي و خشوع و خضوع کا حال بھي معلوم —

تو درون نماز و دل بہ بروں گشت ہامیکند بمہماني
اینچنیں حالت پریشاں را شرم باید نماز میخواني

اب روزہ کا حال سنئے اللہ تعالی نے فرمایا " کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" روزہ میري پرہیز گاري اور تقوے کا سبب تھا — مگر روزے بہت رکھے جاتے ہیں فرض کیا سنت روزہ اور نفل روزہ بلکہ اور تھوڑا بڑھیئے ہزارہ اور لکھا روزہ رکھا جاتا ہی - مگر تقوے کا نتیجہ کچھہ نہیں پیدا ہوتا ہی بلکہ بھوک پیاس میں اور بھي زہر اُگلنے لگتے ہیں — پھر ہم انہیں اصلي روزے کیونکر کہیں - اب یہہ نماز و روزے ایسے ہوگئے جیسے بے معني حروف اور وجہہ اس کي وہي ہی جو سابق میں میں نے گذارش کي کہ حضرات علماء کے دلوں سے خشیت غایب ہوگئي اور جب مقتداؤں کا یہہ حال ہی تو پھر مقتدي کر کون پوچھتا ہی -

محتسب گر می خورد معذور دارد مست را

اور ہمارے اگلے علماء حاشا وکلا ایسے نہ تھے ان کي نمازیں ویسي تھیں جیسي خدا نے اسکي صفت بیان کي اور روزہ بھي انکا ویسا ہی جیسا پروردگار نے اسکا ثمرہ ذکر کیا پھر اس کے ساتھہ انکو اپني عدم خشیت وغیر متقي ہونیکا ہر دم خیال رہتا تھا اسي دھیان میں شب و روز آہ وبکا انکا رفیق تھا دور جانے کي ضرورت نہیں اہلبیت نبوي اور اصحاب مصطفوي تو کچھہ اور ہي تھے ان کے احوال کو عرض کرنا بھي چنداں ضرور نہیں جو لوگ پچھلے گذرے ہیں اور اسي سر زمین

ہندوستان میں گذرے انہوں کے احوال کو دیکھئے اور فرمائیے ان کی کیا حالت تھی حضرت شیخ فخرالدین عراقی حضرت بہاوالدین زکریا ملتانی قدس سرہما کے اجل مریدان سے تھے ان کا عام فرا ملاؤں کا علم نہ تھا بلکہ یموج کموج البحر میں تھے فلسفہ والہوات کے بھی بڑے ماہر تھے مدتوں تک عزلت اختیار کی تلامذہ بھی ہمراہ رہتے تھے درس و تدریس بھی جاری تھا پھر ان سب باتوں کے ساتھ امامت نماز کبھی نہ کی اور فرماتے میں رند مشرب ہوں مقتدا ہوکے کی مجھ سے ملاحیت کہاں ۔ جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو اہل قافلہ شوق سے طواف و زیارت میں مشغول اور یہ حضرت حرم کی گلیوں میں مذلاتے پھرتے تھے اور آہ و بکا کے ساتھ اپنی غزل پڑھتے تھے —

صنمارہ قلندر سزد اربمن نمائی
کہ دراز ودور دیدم رہ و رسم پارسائی
بقمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم
چوبصومعہ رسیدم ہمہ یافتم دغائی
بزمین چو سجدہ کردم ززمین ندا برآمد
کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
کہ برون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی
در دیر چوں زدم من ز درون ندا برآمد
کہ بیا بیا عراقی تو ازآن خاص مائی

الغرض جبتک علماء کو خشیت الہی نہ ہوگی ہرگز وہ عالم نہونگے اور اگر عالم کہلائے بھی تو اسیطرح کے جیسے یہود جنکی شان میں اللہ تعالی نے فرمایا " اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم " اور یہہ باتیں جناب باری میں ہرگز پسند نہیں ارشاد ہوتا ہی یاایہاالذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عنداللہ تقولوا مالا تفعلون ۔ ہندی کی نقل مشہور ہی پہلے گھر تب باہر ۔ حضرات پہلے ہم لوگ اپنے کو درست کریں پھر قوم کی طرف متوجہ ہوں — یہہ درستی کیونکر ہو اور خشیت الہی کس طرح پیدا ہو اس کو ہر عالم خوب جانتا ہی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ موجود ہی اس وقت مجھے اس کی تفصیل کا موقع نہیں ۔

علماء کو زمانہ کی ضرورتوں پر بھی نظر کرنا ضرور ہی ۔

زمانہ باتونہ سازد تو بازمانہ بساز

اگر ثبوت میں چند جزئیات و آثار پیش کریں تو شاید ثبوت کافی نہو اس لحاظ سے کہ میں ابتداے اسلام سے اس وقت تک کا ایک خاکہ بناکر دکھلاتا ہوں اسی سے آپ حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ علوم اور علما زمانہ کے ساتھہ کیونکر بدلتے رہے — سنئے مشکوۃ کی پہلی حدیث ہی عن عمر بن الخطاب بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذطلع علینا رجل شدید بیاض الثوب شدید سواد الشعر لایری علیہ اثرالسفر ولا یعرفہ منا احد الخ ۔

ہر چند یہہ حدیث سب صاحبوں کے ذہن نشین ہی مگر عامہ حضرات کے لیئے ہم ترجمہ عرض کیئے دیتے ہیں ۔

خلاصہ یہہ ہی کہ حضرت عمر کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے آیا اور بال اس کے بہت کالے تھے مگر ہم لوگوں میں کوئی اسے پہچانتا نہ تھا اور نہ وہ مسافر ہی معلوم ہوتا تھا پھر آکر حضرت کی حضور میں بیٹھا اور اپنے دونو زانوں کو آنحضرت صلعم کے دونو زانوں سے ملاکر اور اپنے ہاتھوں کو حضرت کے زانو پر رکھکر سوال کرنے لگا کہ اے محمد مجھے اسلام سے خبردار کیجیئے حضرت نے فرمایا اسلام یہہ ہی کہ جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اسکے رسول ہیں اور نماز قایم کر اور زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ شریف کا حج کر اگر تجھے اس کا سامان ہوجاے اسنے کہا آپ سچ کہتے ہیں ۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو تعجب ہوا کہ خود ہی پوچھتا ہی اور خود ہی تصدیق کرتا ہی پھر اسنے کہا مجھے ایمان سے خبردار کیجیئے آپنے فرمایا ایمان یہہ ہی کہ تو ایمان لاوے ساتھہ اللہ کے اور اس کے ملائکہ پر اور اسکی کتابوں پر اور اسکے پیغمبروں پر اور روز قیامت پر اور تقدیر کی نیکی و بدی پر یعنی ان چیزوں کو بصدق دل سچ سمجھے — اس نے کہا آپ یہہ بھی سچ فرماتے ہیں پھر اس نے کہا مجھے احسان بتلائیئے

احسان کیا چیز هی آپنے فرمایا احسان یهه هی که تو الله تعالی کي عبادت اس طور سے کر که گویا الله کو تو دیکهه رها هی اور یهه نهوسکے تو یهي تصور کر که الله تعالی مجهے دیکهتا هی - پهر اس شخص نے قیامت اور اسکي علامت پوچهیں اور جب آپنے علامات بتادیں تو وه چلا گیا اور معلوم هوا که وه شخص جبریل تهے اور واسطے تعلیم کے آئے تهے *

اس روایت میں اسلام کا سوال ایمان پر مقدم هی مگر بخاري نے دوسري جگهه جو ابو هریره سے روایت کي هی اُسمیں ایمان کا سوال مقدم هی اور همارے ابو حنیفه سے بهي یونهیں روایت هی کما في عقود الجواهر المنیفة — اور میري فهم میں اسي کو ترجیح هی *

یهه سوال و جواب در حقیقت علوم ثلثه کا بیان هی جو اس اُمت میں تاقیام قیامت باقي رهیگا — اول علم ایمان جسمیں الله تعالی کي ذات وصفات و ملائکه و رسالت و قدر وغیره کي بحثیں هیں - دوسرا اسلام جس میں صوم وصلوة و حج کے مباحث هیں - تیسرا احسان جس میں الله تعالی کي معیت وخشوع وخضوع کا مذکور هی - یهه علوم حضرت خرد بدولت اور اُن کے صحابه وتابعین تک تو محض زباني و روحاني طور سے رها مگر دوسري صدي سے اس کے استحفاظ کا عام خیال پیدا هوا اور علوم و فنون کي کتابیں مدون هونے لگیں اور عام ایمان کا نام کلام عقاید اور مسایل عبادات کا نام فقه اور مسایل احسان کا نام تصوف مشهور هوا اور ماخذ اصلي ان سب علوم کا وهي قرآن شریف وحدیث هی پهر جب زمانه نے اور هي رنگ بدلا اور فاسفه نے اپنا علم نصب کیا اور ایني جماعت میں سے معتزله جبریه و قدریه پیدا هوئے اور ادهر مخالفین اسلام نے بهي علمي حملے شروع کیئے — تو اهل عقاید کو ضرور هوا که بمضمون و جادلهم بالتي هي احسن اپنے عقاید کو دلیلوں سے مضبوط کریں اور مخالفین کے شبهات کو اُنهیں کے مسلمات سے دفع کریں پس اس زمانه سے علم عقاید میں مسئله وجوب وامکان و حدوث و قدم و عینیت و غیریت صفات و مباحث هیولا واثبات جزءالذي لایتجزی و اثبات معجزات بدلایل و براهیں وغیره ذلک من المباحث اضافه کیا گیا اور رفته رفته مثل تمهیدات ابو شکور سلمي تجرید و شروح تجرید و عقیدیه و شرح مقاصد و مواقف نسفیه وغیره کي ایک نئے انداز کي کتابیں تالیف هوگئیں ان کتابوں کو تهوڑا قبل کي کتابوں سے ملاؤ گے مثلا فقه اکبر قواعد العقاید و عقیدة شهابیه سے موازنه کروگے تو اس کو دوسري هي شے پاؤگے اور علی هذاالقیاس جب که فقها نے دیکها که سمجهه لوگوں کي خراب هوچلي اور احادیث نبوي ضعیف و موضوع و معلل و شاذ هر قسم کي شایع و ذایع هیں تو ان لوگوں نے بهي اپنے خیالات کو تهوڑي وسعت دیکر احادیث کے لیئے کچهه قواعد مقرر کر کے حسن صحیح کو پرکهکر اس سے مسائل عبادات و معاملات مستخرج کیئے تاکه زمانه کے لوگوں کو عمل در آمد میں دقت نهو امام شافعي نے اُم امام محمد وابو یوسف نے امالي و آثار و جامع صغیر و حجج وغیره وغیره تالیف کي پهر زمانه کي ضرورتیں جوں جوں بڑهتي گئیں تالیفات کا انداز بهي اسي طرح بدلتا رها یهانتک که ام اقناع و تدوري و هدایه - رفته رفته درالمختار و فتح المعین و فتاوے هندیه وغیر ذلک مدون هوگئیں ان کتابوں کے انداز کو جامع صغیر هي سے ملاؤ تو آسمان و زمین کا فرق پاؤگے *

اور علی هذاالقیاس حضرات اهل احسان یعني صوفیه کرام نے بهي قرون اول کے کچهه تهوڑے هي دنوں بعد دیکها که اب قلوب میں رقت بهت کچهه کم هوگئي اور طرح طرح کے آزادانه خیالات پیدا هونے لگے جناب باري کي معیت اور حضور کا دعویٰ اب بهت کم هوگیا اور خشوع و خضوع و ذوق و شوق و مواجید توحیدیه مفقود هونے لگے تو ان لوگوں نے محض صحبت وارادت سے کشود کار محال سمجهکر بضرورت زمانه ایک نیا انداز پیدا کیا یعني پهلے تو احادیث و قرآن سے کتاب الزهد والرقاق جمع کیا مثل کتاب الزهد عبدالله بن مبارک واحمد بن حنبل وغیرهما پهر اس کے اس اجمال کي تفصیل میں کتابیں لکهیں اور مقامات صبر و رضا و زهد و شکر و توبه و خوف و رجا فقر

و توکل و محبت و ذوق و شرق و معارف و توحید تجلیات کو بشرح و بسط لکھا رسالہ شعیریہ وقوت القلوب واحیاالعلوم وفتوح الغیب وآداب المریدین وعوارف وغیر ذالک حجم وطویل مولفات تیار ہوگئیں پھر بضرورت زمانہ کچھہ نہ کچھہ اور بھي مضامین داخل وخارج ہوتے رہے مکتوبات وملفوظات کا ایک نیا سلسلہ قایم ہوگیا اب دور نجاد ذرا ان مکتوبات و ملفوظات کو فتوح الغیب واحیاء سے ملاؤ - پھر انصاف کرو کہ کیا نسبت ہی سرّي افاقي بھي تو بول اوٹھے گا *

کاین زمین را آسمانے دیگر است

مگر ماہرین فن یہہ ضرور کہینگے ہاں فرق تو بہت ہی مگر زمانہ کي ضرورت اس کے مقتضي تھي بیشک ایسا ھي ہونا چاہیئے تھا *

اور ان تینوں حضرات متکلم - فقیہہ اور صوفي کہ علوم الہیہ کي ضرورتیں بھي وقتاً فوقتاً مختلف نہجوں سے پھرتے رہیں اہل کلام نے مطلق ریاضي فلسفہ و حکمت مروجہ زمانہ سے ذوق پیدا کیا - اور فقہا نے محاورات قرآني و حدیثي کے سمجھنے کے لیئے صرف ونحو بلاغت معاني وماذاامانا کو اختیار کیا پھر اس سے اضافات و دلالات و امر و نہي وغیر ذالک مباحث کو انتخاب کرکے اس کا اصول فقہ نام رکھا اور صوفیہ نے بھي عملي طور سے جلسات وخلوات و حبس نفس ولحاظ نفوس داخلي وخارجي وغیرہ وغیرہ کي مشاقي کي اور یہي اُنکا علوم اللہ ٹھہرا اور یہہ علوم اللہ بھي جو بطور خدام کے تھے یہہ بھي اپنے مخدوموں کے انواع میں بضرورت زمانہ مختلف رنگوں میں رنگے جاتے ہیں ان غریبوں کو بھي ایک طور سے قرار نہوا - مدارس جہاں علوم و فنون پڑھائے جاتے تھے وہ بھي ایک سلسلہ کا مدت تک پابند نہوا سو پچاس برس کے بعد ضرور ایک نئي اوپج پیدا ہو جاتي ہی اگلے سلسلہ علمي کو تاریخوں میں پڑھو پھر آخري قرعہ سلسلہ درس نظامي کو دیکھو شتان بینہما اور اسپر طرفہ یہہ بھي ہی کہ اگرچہ اسکو حضرات درس نظامي نام رکھتے ہیں مگر بیسیوں کتابیں ایسي اضافہ ہوتي گئیں کہ جسکي اس سلسلہ کے موجد حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہ کو خبر بھي نہ تھي مثلاً حمداللہ قاضي - غلام یحیی - ملاحسن - ہدیہ سعیدیہ وغیر ذالک اسپر طرفہ تماشا یہہ ہی کہ بعضے مولویان اسکو بھي ایک نظام مذہبي تصور کرتے ہیں اور جانے اس درس نظامي کے کیا مطلب سمجھتے ہیں ہمارے ایک دوست مولوي نے میرے اس انجمن کے خط کے جواب میں لکھا کہ ہاں میرے مدرسہ کا نصاب وھي نصاب ہی جو دوسو برس سے ہندوستان کے علما کا مقبول ہی جس کو لوگ درس نظامیہ کہتے ہیں - مجھکو ان کي اس تحریر پر سخت ہنسي آئي کہ اس غریب ملا کو یہہ بھي معلوم نہیں کہ ملا نظام الدین صاحب قبلہ کو کتنا زمانہ گذرا اور اس درس کے سلسلہ میں وہ کتابیں ہیں جن کي بعض تالیفات کو ڈیڑھ سو برس بھي نہیں گذرے *

بات کہاں سے کہاں پہونچگئي

اب میں یہہ عرض کیا چاہتا ہوں کہ یہہ تقریر مہري جس میں اگلے زمانہ کے علمي مد و جذر سے ہم نے خبر دي ہی آپ بزرگوں کے نزدیک صحیح ہی یا نہیں میرا جہانتک خیال ہی ایسے تاریخي واقعات کو کوئي جھٹلا نہیں سکتا خواہ مخواہ اسکو صحیح فرمائیگا - پھر فرمائیے ہم لوگوں کو اس زمانہ کي ضرورتوں کا بھي خیال کرنا ضرور ہی یا نہیں - شاید یہہ ضرورتیں آپ بزرگوں کے افہام میں پوري طرح نہ آئي ہوں ورنہ میں قسم کرکے کہتا ہوں کہ سب سے پہلے اور نوخیزوں سے کہیں آگے آپ بزرگان ہوجاتے اور علوم اللہ وغیرہ سب ایک نئے ڈھانگ کے ہوجاتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ غل غیارہ ہم نئے لوگوں میں بہت ہی مگر اصلي مذہبي جوش اور سچي بھي خواہي آپ ہي بزرگوں کي ہی آپ ہي لوگوں کي صلاح وتقوی و خلوص نیت اور برکت کي ظل گستري نے ہم لوگوں کو مہالک زندقہ والحاد سے بچایا ہی ورنہ نیچریت کا سبز باغ دیکھکر کب نہیں ہم لوگ ادھر سے ادھر ہوگئے ہوتے - اللہم احفظنا ولا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا *

اب زمانہ کي علمي ضرورتوں پر تھوڑا غور فرمائیے ایک زمانہ وہ تھا کہ یوناني فلسفہ دنیا میں تسلیم کرلیا گیا سوسئیٹیوں کا وھي دستور العمل تھا تمام مباحث علمیہ کا اسي پر دار و مدار تھا ہمارے اسلام کے مقدس بزرگوں نے بھي اسي کو عربي میں ترجمہ کیا پھر اسکے اصول و فروع پر جرحیں

کہں اعتراضات کي بوچھار سے اسکے معتقدین کو گھبرا دیا مخالفین جو قدم عالم کے قایل تھے ہمارے حشر و نشر کے عقیدے پر معترض ہوئے ہمارے بزرگوں نے انہیں کے اصول سے حدوث عالم کا اثبات وجزءالذي لایتجزي وغیرہ ثابت کیا - ابن کمونہ وغیرہ کا توحیدي کلمہ پر بڑا اعتراض جوتھا اس کا کافي جواب دیا گیا - معراج پر اس زمانہ کي فلسفہ کے بموجب خرق والتیام کا بڑا شبہہ تھا ہمارے علما اسکے جواب سے بھي نہ چوکے اور انہیں کے اصطلاحات واصول پر ان کو معقول کرتے آئے - امام رازي کي تہافت الفلاسفہ الملقذ من الضلال و شرح اشارات امام رازي مشہور و معروف ہی - امام رازي کي تفسیر ایسے مسایل سے مملو ہی اور آپ لوگ اس سے خوب واقف ہیں *

حضرات - اسي طرح اس زمانہ میں فلسفہ نے ایک دوسري کروٹ اي ہی جو اگلے زمانہ کے فلسفہ سے بہت کچھہ فرق رکھتا ہی اور جسسے اُس زمانہ پیشین میں مشائین کا فلسفہ شہرہ آفاق تھا اب یورپین فلسفہ و علوم تمام دنیا میں دایر و سایر ہیں اور طرح طرح کے علوم و فنون نئے پیدا ہوئے مثلا اصول گراویتیشن † علم جیالوجي وغیرہ وغیرہ - اب علوم نے نیا زہر یہہ اُگلا کہ آسمان کا وجودہي نہیں زمین بھي ایک سیارہ ہی سورج کے گرد دور کیا کرتي ہی وغیر ذلک اب اسي اصول پر اسلامي عقاید و مسایل پر حملے شروع ہوگئے - علم جغرافیہ نے ثابت کردیا کہ زمین کروي ہی مسطح نہیں اب اس قاعدہ کے بموجب قرآني الفاظ پر اعتراضات ہونے لگے - ہماري جماعت کسي اعتراض کے جواب سے عاري نہیں ضرور اس کا جواب دیتے ہیں اور ہمارے معتقدین اصول موضوعہ کي طرح اسکو تسلیم بھي کرلیتے ہیں مگر مخالفین اسپر قہقہہ کرتے ہیں اور وجہ اسکي یہہ ہی کہ صدوہ شمس بازغہ کي اصطلاح کو نہیں سمجھتے ہیں اور نہ ہملوگ بیکن اور سرایزک نیوٹن کي اصطلاحات سے واقف *

سوال از آسمان باشد جواب از ریسمان گوید کا مضمون ہوجاتا ہی اور اُسپر طرہ یہہ ہی کہ قاموس و صحاح جوہري معترضوں کو حفظ نہیں - ہم لوگوں نے آپ حضرات سے شرح چغمیني و تصریح و نفیسي وغیرہ پڑھا ہی اس میں علم جغرافیہ کے بھي کچھہ مباحث پڑھے ہیں اُس زمانہ کے مطابق ربع مسکون سات اقلیموں پر منقسم تھا اور جس میں کوہ † الوند جو ایران کا ایک پہاڑ ہی دنیا میں سب سے بڑا پہاڑ قرار دیا گیا تھا *

اب اس زمانہ کے جغرافیہ نے ان سب خیالوں کا ناس کردیا - اب کرہ کي دوسري طرف بھي آباد ومردم خیز نکلي جسکو امریکہ کہتے ہیں اور اس سات کي چار تقسیم ہوگئیں یورپ - ایشیا - افریقہ اور سیلا کوہ الوند کا ذکر کسي اسکولي اونٹنے سے بھي ہم کریں تو وہ ہمکو پاگلخانے جانے کے قابل سمجھے اب تو ہمالہ سب سے بڑا پہاڑ سمجھا جاتا ہی - الغرض دنیا کا ایک نیا انداز ہوگیا بخداے لایزال غیر قوموں کے سامنے تفاسیر و قصص کي مقدس حکایات و امثال بیان کرنے میں بھي شرم آتي ہی - ہماري اکثر کتابوں میں اس زمانہ کے خیالات کے بموجب صدہا قصص و حکایات بھرے ہوئے ہیں - آج مخالفین اسلام برہمو سماج - آریہ - عیسائي - نیچري اسپر قہقہہ لگاتے ہیں مگر ہم لوگوں نے دوسري گلستاں پڑھي ہي نہیں — خواہ مخواہ انہیں بیانات پر مجبور ہوجاتے ہیں *

ایک صاحب نے اپنے پر اثر وعظ میں ایک حکایت کا ذکر کیا کہ کسي بزرگ کا جہاز گھوڑموہوں کے جزیرہ میں جاپڑا ان لوگوں کا آدھا جسم تو آدمي کا سا ہی مگر منھہ گھوڑے کا سا الخ اس جملہ پر اس جلسہ کے حاضرین جو نئے علوم کے تعلیم یافتہ تھے حضرت کے منھہ کو دیکھنے لگے اور نہایت ہي متحیر تھے اور میں نے یہہ سمجھا کہ ان صاحبوں نے حضرت ہي کو گھوڑمونہا سمجھہ لیا درحقیقت وہ بزرگ اپنے اس اظہار حال پر مجبور تھے ہماري صدہا کتابوں میں ایسے قصص لکھے ہوئے ہیں جسکو اسي زمانہ کے تجربہ نے غلط ثابت کردیا *

علي‌هذاالقیاس بچارے مولوي غلام‌امام شہید نے اپنے مولود میں لکھدیا کہ حضرت آدم کے سرہانے سراندیب میں ایک درخت ہی کہ جسکے ہر پتے پر لاالہ الااللہ محمد رسول‌اللہ لکھا ہوا ہی الخ اور یہہ بات بھقرے مذہبي فسانوں میں

† جبل‌الوند اي فہارند بین الراے و طبرستان = حاشیہ شرح چغمیني =

† علم تجلیدي اجہام علم طبقات‌الارض =

پاوگے اور ممکن ھی کہ کبھی ایسا ھو - اس روایت کو ھمارے مقدس مولود خواں کس بیباکی اور بے تکے پن سے پڑھتے ھیں مگر نئے تعلیم یافتہ اُس وقت شرم سے پانی پانی ھوئے جاتے ھیں اس لیئے کہ جغرافیہ و مشاھدہ کے تجربہ نے اسے غلط ثابت کردیا *

حضرات یہہ فسانہ تو تمام ھی نہیں ھوتا مگر انصاف کا مقام ھی کہ ایسی نازک حالت بلکہ نزع کی حالت میں کوئی اصلاح چاھیئے یا نہیں اور زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے کچھہ بدلنا چاھیئے یا نہیں - ضرور اصلاح درکار ھی الحال وزندقہ دیکھیئے وہ سامنے آگیا اور ھمارے ضعفا کو کشاں کشاں لیئے جاتا ھی فصبر جمیل - پھر خدا جلد خیر لیجیئے عیسائی اور آریہ و برھمو و نیچریہ کے اعتراضات کے حملوں نے ھمیں پایمال کردیا - یا عباداللہ اغیثونی یا عباداللہ اغیثونی - استغیثوا لعاجز مضطر * شمروا فیلکم الی المدد

میرے مقدس علما - یہہ بھی خیال شریف میں رھے کہ ان نئے علوم واصطلاحات مغربیہ کے فقط متکلمین و واعظین ھی کو ضرورت نہیں بلکہ اس کے بغیر ھماری فقہ وغیرہ بھی بالکل ناقص ھو رھی ھی صدھا چیزیں ضرورت زمانہ کی وجہہ سے ایسی نئی پیدا ھوگئی ھیں جسکے مسایل فقہ حلت و حرمت وجواز و ناجواز کے فتاوے میں داخل کرنا چاھیئے اور بیکار باتوں جنکی اب ضرورت نہیں اسکو اب خارج کرنا چاھیئے † مثلاً مفی آرڈر - نوٹ کرنسی - پراسیوری الکھال - اسپرٹ - بارنش وغیرہ وغیرہ کے مباحث حلت و حرمت میں ابواب فقہ قایم کرنا چاھیئے عوام و خواص کو ان مسایل میں بڑی دقت ھوتی ھی ایک زمانہ وہ تھا کہ بلغار میں نماز عشاء وصبح پڑھنے کی بحث فقہ کی کتابوں میں لکھی جاتی تھی اب اس کی جگہہ ایس لیٹر جہاں چھہ مہینے آفتاب نہیں دکھائی دیتا ھی وھاں صوم و صلواۃ کے مسائل قلمبند کرنا چاھیئیں موجودہ جہازوں کے مسافروں کو جہاز پر نماز کی جو دقتیں پیش آتی ھیں اور طہارت وغیرہ بالکل ٹھیک نہیں رھتی اس کے مسایل کی تنقیح ضرور ھی فقہ کی کتابوں میں جہاں باب السفاتج والصکوک ھی اس کو حذف کر کے باب المفی آرڈر والنوٹ قایم کرنا چاھیئے پھر اس کے مسائل فان کان کرنسیا فحکمہ کذا و اما الپراموسری والذی حصلوہ من البنک البنگال عوض الروپی والگنی فحکمہ کذا اس طور سے لکھنا چاھیئے - علی ھذا القیاس ھدایہ وغیرہ میں جو کتاب الاشربہ میں شراب مثلث وغیرہ کا ذکر ھی اب کوئی بھی اس کا استعمال نہیں کرتا فقط مفہوم ھی مفہوم ھی اور علی ھذا القیاس اناج کی شرابوں کو جو لکھا ھی مایوخذ من الحنطۃ والشعیر والذرۃ اب اس زمانہ کے ذلیل سے ذلیل میخوار ایسی شراب نہیں پیتے بلکہ عوام تو مہوہ کی پیتے ھیں اور اُمرا نئی روشوں کی شراب پیتے ھیں پورٹ - مراندی - وسکی - رم - بیر تو اب جو فقہ کی کتابیں لکھی جائیں مثلاً یوں کتاب الاشربہ لکھا جاے وما یتخذ من العنب علی اقسام منھا ما یکون قلیل السکر وکثیر السرور یقال لہ پورٹ وائین اونہ احمر و منھا مایشد غلیانہ ویفور یقال لہ برانڈی وایکشن نمبرون ویکون ابیض فحکمہ کذا وکذا وکذلک الشام پین و الوسکی و رم و اسپرٹ و این و البیر و مایما ثلھا *

علی ھذا القیاس خطر واباحۃ میں آب مشمش و آب مسخن وغیرہ کی جگہہ پر سردا واثر لمینٹ جنجر واثر کے مسایل لکھنا چاھیئیں - بے ضرورت مسایل کے مطارحات اور ضروری مسایل کا فرو گذاشت انصاف کا خون کرنا ھی *

اسپرٹ کی حلت و حرمت کا مسئلہ در حقیقت آج تک طے نہیں ھوا - حضرات مجھے ھومیو پیتھک دوا کا بڑا شوق تھا اور صدھا روپیہ اس کے تجربہ میں میں نے خرچ کیا مگر اس کی ساری دواؤں بغیر اسپرٹ والکھال کے قابل استعمال نہیں ھوسکتیں — اسٹرانگ و مدر ٹنچر اکثر مستعمل نہیں ڈائیلوشن پر کل دار و مدار ھی - مجھے اسپرٹ کی حلت میں شک واقع ھوا میں نے اپنے اُستاد علامہ حضرت مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ کے حضور میں استفتا کیا جواب تو آیا مگر اُس سے تشفی بالکل نہیں ھوئی تب میں نے اپنے شیخ الحدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دھلوی کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا وھاں سے بھی وہ ھی نا کافی جواب آیا — پھر آخر میلے خود

† مطلب یہہ غرض نہیں کہ اگلی کتابیں میں ردوبدل کیا جائے حاشا و کلا بلکہ یہہ غرض ھی کہ اب نئی کتابیں اس قسم کی تالیف کی جاویں —

تحقیقات شروع کی پہلے اسپرٹ کی ماہیت دریافت کرنے کے لیئے نارمیسی میٹریا مڈیکا وغیرہ بغور دیکھا پھر اس کے مرکبات یعنی کمپونڈ کے تجربیات کو ملاحظہ کیا میری سمجھہ میں حرمت کسی طرح نہ آئی پھر بھی مجھے مجرد اپنی رائے پر وثوق نہوا اور احتیاط نے ایسا مجبور کیا کہ میرا ہومیو پیتھک میڈیسن اجلمت بالکل مجھہ سے علحدہ ہوگیا اور آج سات برس ہوئے کہ مجھے ان دواؤں کے علاج و معالجہ سے بالکل بے سروکاری ہی - میرا ذاتی نقصان تو اس میں چنداں نہ ہوا اور کوئی دلگی کا دوسرا مشغلہ نکل آیا مگر میرے وطن کے غربا بلکہ متوسط درجہ کے لوگوں کو بہت نقصان عظیم اُٹھانا پڑا وہ لوگ مدتوں سے اُس مفت دوا کے عادی تھے اب فرمائیے یہہ نقصان قومی کس کے تغافل سے ہی ؟ ہم لوگوں کے تغافل سے ہی ہم لوگوں نے جب اسپرٹ رالکھال کا نام سنا تو چونک گئے وہاں کانوں میں بجز عرق نعناع وسرکہ انگوری کے کسی چیز کا نام کب پڑا تھا - معہذا کسی مفتی نے اسکے معنی بھی روح شراب و جوہر شراب بتلادیا تو پھر در مختار و عالمگیری سے باہر تحقیقات کے لیئے ذرا نالے بھی تو تحفۃ المومنین ومخزن الادویہ کے میدانوں میں جاپڑے اور آخر ان چیزوں کا سراغ نہ لگا مجبوراً فتوی واپس - حضرات اب ایسے تغافل کا وقت نہیں -

جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

ٹیلیگراف و ٹیلیفون کے عرصی اعتبار کا مسئلہ تاہنوز محقق نہیں ہوا ہمارے جناب مکرمی و اُستاذ معظمی حضرت مولانا عبدالحی رحمۃاللہ علیہ کے مجموعہ فتاوی میں دو تحریریں اس مسئلہ کے متعلق میری نظر سے گذری ہیں پہلی تحریر سے تو تار کی خبریں بالکل بے اعتبار ثابت ہوتی ہیں مگر دوسری تحریر سے پھر فی الجملہ اسکا اعتبار بھی معلوم ہوتا ہی - علماے دہلی و سہارنپور کا بھی قول فیصل اس مادہ میں سنا نہ گیا ہاں ہاں بھوپال کے ایک محقق عالم نے بڑی پر زور تقریر اس مسئلہ میں کی ہی مگر افسوس یہہ ہی کہ وہ خاص اُس جماعت کے واسطے ہی جو آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں ہم لوگ حنفیہ اس پر عملدرآمد نہیں کرسکتے *

ضرورت زمانہ سے نا واقف ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہی کہ ہم لوگ کبھی اخبار وغیرہ نہیں پڑھتے اور دنیا کے ملکی معاملات سے بالکل بیخبر رہتے ہیں - ملکی معاملات سے میری غرض پولیٹشن امور نہیں ہیں ان باتوں سے ہمیں کیا سروکار —

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

غرض میری روش اور تجدد عمل و تبدیل ہیأت ہی کا نتیجہ اس بیخبری کا یہہ ہی کہ دنیا میں مسلمانوں کو خوشیاں ہوں ہم اس کے شریک نہیں انپر مصیبت سے مصیبت ہو ہم ان کے لیئے دست بدعا بھی نہ ہوں اسلام کہاں کہاں ترقی کر رہا ہی اور کس کس جگہہ بیکسی و غربت میں ہی — اس سے ہمیں کچھہ کام ہی فرضا خطیبوں میں نہایت پر جوش الفاظ میں حضرت سلطان ابن السلطان والخاقان ابن الخاقان خلداللہ ملکہ پڑھنے کو موجود مگر نہ اُس سلطان غریب کی حالت موجودہ سے واقفیت اور نہ اُس کے ملک کے آرام و راحت سے آگہی اور اگر کچھہ خبر پھونچی بھی تو فلاں حاجی صاحب کے ذریعہ سے اور اُنہوں نے بیت المقدس کے ایک شخص سے سنا -

چہ خوش گفت است سعدی درزلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً ونا ولہا

دنیا کا روز نامچہ روٹر کے ٹیلیگراف پر ہی لیکن ہم ابھی غافل ہی بیٹھے ہیں *

اخبارات کے دیکھنے سے یہہ بات بھی معلوم ہوتی رہتی ہی کہ دنیا میں کس کس قوم کا ہیولی اسلامی مادہ کی قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہی اور کونسی قوم اسلام سے زیادہ تر نفور ہی ان خبروں سے حامیان دین دو چار قدم آگے ہوکر اپنے جوہر زبان کی چمک بخوبی دکھلا سکتے ہیں اور تھوڑی محنت میں اور صرف تھوڑی محنت میں اغیار کو یار بنا سکتے ہیں - مگر افسوس صد افسوس آج تک یہہ کام ہم لوگوں سے کبھی انجام نہ پایا —

ہرغنچہ بشگفت الا دل من

اے وا دل من اے وا دل من

اسوقت اپنے علماء موجود ہیں مگر اِن میں بہت اقل قلیل

هونگے جو چکاگو کے واقعہ سے واقف هونگے حالانکہ وہ واقعہ هی جس میں اسلامي بول بالا رها اور اُسکي مبارکباد هم لوگوں کو آپس میں هوني چاهیئے تفصیل اس اجمال کي یوں هی کہ تعلیم یافتہ ملکوں میں اگزبیشن یعني نمایشگاہ قایم هوا کرتي هی - هر جگہہ ایک نیا طور هوتا هی نکلتہ میں اور هي طور تها فرانس میں کچهہ اور هي رنگ تها اس سال شرقي تعلیم یافتوں نے اپنے ملک امریکہ کے چکاگو شہر میں ایک نامي مذهبي نمایش کي هی اس کے اشتهارات چهہ مهینے قبل سے اخباروں میں شایع تهے اس نمایش میں هر مذهب والا اپنے مذهب کي خوبیاں دکهلاتا تها اور اُسکو بدلایل و براهین ثابت کرتا تها - آریہ وبرهمو سماج سب کے وکیل وهاں جادهمکے مگر اس غریب اسلام کي طرف سے عرب - عجم - روم - شام - هند وغیرہ سے کسونے ادهر قدم بهي نہ بڑهایا - مگر خدا اپنے دین کا محافظ هی —

مردے از غیب برون آید وکارے بکند

ایک شخص اسلام کا بهي وکیل بنکر جاکپڑا هوا اور اسلامي سچے اصول اور اس پاک دین کي بهلائیاں ایسي دکهلائیں کہ اُسوقت تمام بے تعصب عقلاںنے اسکو تسلیم کرلیا تری اعتهم تفیوض من الدم مما عرفوا کا نمونہ بنگیا - اور سنهیئے یورپ میں حکیمانہ خیال کا ایک نیا فرقہ اور پیدا هوا هی اس کے نزدیک جو چیز مشاعر خمسہ سے باهر هی قابل تسلیم نهیں گویا لادري فرقہ والوں کي دوسري قسم هی مگر اس فرقہ کي علمي قوت کو ملاحظہ فرمائیئے یورپ کے بڑے بڑے فلاسفروں کو پوچهے هٹا دیا اب ان کا مرد میدان وهاں کوئي دکهائي نهیں پڑتا همارے ایک عزیز مولوي عبدالحکیم صاحب بے اے وٹیس نگرنہ لکچر میں اپنے فرماتے هیں کہ اب اس آزاد فرقہ کو اسلام سے مذهبوں باقي هی شام و صبح میں وہ بهي هوا چاهتي هی — پهر وہ کهتے هیں کہ اس وقت اسلام کو بڑے غزالي کي ضرورت هی - بیشک میرے لایق عزیز کا یہہ فرمانا بهت هي دوست هی اور میں بهي حسرت سے کہہ رها هوں کہ اسلام نهایت هي پردرد آواز سے فریاد کررها هی هل من مغیث یغیثنا وهل من ذاب یذب عن غربائنا اور غزالي و امام رازي کے نام خاصکر ایسے مرتعي پر اسلیئے لیا جاتا هی کہ یہہ بزرگان زمانہ کي ضرورتوں سے خوب واقف تهے اور مخالف کو اس کے خیالات واهیہ سے معقول کرتے تهے - شاید آپ لوگوں کے دلوں میں یہہ شبهہ هو کہ اگلے زمانہ میں اخبار کهاں تها اور علما ایسي خبروں کے کب جویا رهتے تهے - تو حضرت سنهیئے اگلے زمانہ میں علماء کو ایسي خبروں کي جویائي کي ضرورت نہ تهي وہ زمانہ کہتے هیں اسلامي گورنمنٹ کا تها سلطنت کے ذریعہ سے بلا تجسس گهر بیٹهے بیٹهائے ایسے نادر وقایعہ روز اُنهیں پهونچا کرتے تهے اور سلطنت ایسي باتوں کي کفیل تهي *

اب وہ اسلامي سلطنت کهاں اب تو سارا بار همارے گردن پر هی اور سب کچهہ همیں کو بنڈا هوتا هی —

خود کردۂ و خود کردۂ را خود گل کردۂ
خود برسر آن کردۂ خریداد برآمد

مگر اُس زمانہ کے علماے کرام کو عموماً هو ملک کے مسلمانوں کے ساتهہ کافي همدردي تهي ان کي شادي و غم میں اپنے کو شریک کرتے تهے چنگیز خاں و هلاکو نے جب خوارزم و سمرقند و بخارا کو برباد کردیا اور وهاں مسلمانوں پر جو مصیبت گذري اس کا صدمہ و غم دهلي کے در و دیوار سے ظاهر هوتا تها-هندوستان کے علماے وقت نے وہ حسرت ظاهر کي کہ گویا انهوں کے گهروں پر یہہ مصیبت آئي اور سچي بات بهي یهي تهي *

حضرت بابا فرید شکر گنج و سلطان المشایخ حضرت نظام الدین اولیا کي مقدس خانقاهیں ایسي خبروں سے ماتم سرا بنجاتي تهیں ان بزرگوں کے ملفوظ کو دیکهیئے تو معلوم هوجاے کہ کسقدر مظلومان حملہ لٹار پر آنحضرت کے یهاں همدردي ظاهر کي جاتي تهي - حضرت شیخ سعدي عزلت نشین وگوشہ گزین هوچکے تهے مگر جب بغداد کي بربادي کي خبر آئي چپکا نرها گیا ان کي فریاد و فغاں نے تمام شیراز کو ماتمخانہ بنادیا ایک مرثیہ تو عربي زبان میں لکها اور دوسرا فارسي زبان میں اسکے پر درد حسرتناک مضامین کو کیا عرض کروں دیکهنے سے تعلق هی یہہ دو شعر فارسي کے مجهے یاد هیں —

آسماں را حق بود گرخون بگرید بر زمیں
برزوال ملک مستعصم امیرالمومنین

اے محمد گر قیامت سر ہمی آري زخاک
سربرآر و ایں قیامت درمیان خلق بیں

ابن اثیر جزري صاحب اسدالغابہ وتاریخ کامل بھي اس زمانہ میں موجود تھے یہہ دمشق میں تھے مگر وسط ایشیا کے مصیبت زدوں کي خبروں کے جویا رہتے تھے تاریخ کامل ملاحظہ فرمائیے آخر جلد میں اس واقعہ سے ان کي پریشاني دیکھہ لیجیئے فقط سمرقند کي خبریں سننے کے واسطے وہ مختلف جگھوں میں پھرتے پھرتے پھر بھي انکو سیري نہ ہوئي کیا کیا طولاني دعائیں وہاں کے لوگوں کي خیریت کے لیئے وہ مانگا کرتے تھے یہہ اگلے زمانہ کے علما و عرفا و محدثین کا حال ہی اب ہم لوگ یہاں اپنا موازنہ کریں واللہ سمیع ارض شعیرہ کي نسبت ہي نہیں *

اب بارھویں و تیرھویں صدي پچھلي میں کیا کیا کچھہ یہاں مسلمانوں پر نہ گذرا انکي عبادتگاھیں خراب کي گئیں کتب خانہ لوٹا گیا اور کیا کیا مصیبتیں پیش نہ آئیں مگر ہم نہیں جانتے کہ ہماري جماعت سے کسي بزرگ نے تاریخي واقعات کے طور سے بھي اُسکو کہیں قلمبند کیا ہو مرثیہ لکھنا تو بڑي بات ہی ہے - اب زیادہ تفصیل اسکي ہم نہیں چاہتے اصل مطلب میرا یہہ ہی کہ علماء کو وقایع و اخبارات سے تعلق ضروري ہی ورنہ کبھي ہمدردي کا مادہ پیدا نہوگا پنجاب فرخ سیر کے زمانہ سے ابتداے انگریزي تک مسلمانوں کا قتل گاہ عام تھا سکھوں نے ہماري مسجدیں لوٹیں کتابیں جلوائیں مدتوں مساجد میں ہل و ہراز کیا گھوڑوں کا اصطبل بنایا مقابر و خانقاھیں توڑي گئیں سامانہ و سنام و سادھورہ و پٹیالہ کے سادات کے گھر جلائے گئے سرھند شریف کے پیرزادے کس بے بسي سے جلاوطن ہوئے —

لقد اقام علی الفنجاب نائحہا
وابکہا لخراب الدہر با کیہا

مگر ہندوستان کے شرقي حصہ میں اس کا کیا اثر تھا اور ہم لوگوں نے ان کے ساتھہ کیا ہمدردي کي وہ خوب معلوم ہی ہم لوگوں میں کسي نے ان لوگوں کي مصیبت کي داستانوں کو کہیں قلمبند نہیں کیا اور زیادہ کیا کرتے - اتنا بھي تو کسي عالم نے پسند نہ کیا کہ ان مصیبت زدوں کا تاریخ کي کتابوں میں ذکر ہي رہے اور عجایب المقدور دلچسپي کے ساتھہ ہم پڑھیں و پڑھائیں اور گھر کے وقایع کي خبر بھي نہو یہ بھي تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

اگلے علماء اپني قوم کے نہایت ہي ہمدرد تھے ہماري ضرورت زمانہ سے واقف نہونیکي ایک وجہ یہہ بھي ہی کہ ہم لوگ سیر و سیاحت بالکل نہیں کرتے ہمارے اگلے پیشوا علمي تجربہ کے لیئے کوچہ گردي و صحرا نوردي اپنا موجب افتخار سمجھتے تھے اور جماعت محدثین و صوفیہ کو بالخصوص سیربلاد اک امر ضروري تھا امام الدنیا فی الحدیث محمد بن اسمعیل بخاري رحمۃ اللہ علیہ کا احوال ذرا مقدمہ فتح الباري میں ملاحظہ فرمائیے یا ہمارے حضرت شیخ فی الحدیث مولانا احمد علي محدث سہارن پوري کے مختصر رسالہ مطبوعہ کو دیکھہ لیجیئے کہ بخاري نے طلب حدیث میں اپنے شہر بخارا سے نکلکر کہاں کہاں کي سیریں کیں کابل - مرو - ہرات - بلخ - نیشاپور - شیراز - سمرقند - واسط - بصرہ - جزیرہ - بغداد - کوفہ - مکہ معظمہ - مدینہ طیبہ - طایف - دمشق - بیت المقدس - مصر - اسکندریہ - افریقہ ان سب شہروں کي زمین ان کے قدموں کي لگي ہوئي تھي اور بجز اندلس کے تمام اسلامي دنیا کے نامآور و محدث بخاري کے شیوخ واساتذہ میں ہیں اس محققعو شقت کا ثمرہ یہہ پایا کہ آج امام الدنیا فی الحدیث کہلائے اور ایک جماعت عظیمہ انکي جامع الصحیح کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیتي ہی واللہ اعلم بالصواب *

حضرت امام غزالي کو دیکھیئے - یہہ بزرگ خراسان کے رہنے والے تھے گھر سے باہر نکلے وسط ایشیا میں خوب پھرے ایران کے بلاد کي کچھہ ہوا کھائي پھر مدتوں امام الحرمین کي خدمت میں تکمیل پاتے رہے فراغ کے بعد بھي گھر آنا نصیب نہوا حرمین شریفین سے فارغ ہوکر دار الخلافت بغداد جاپہونچے وہاں امرا و اہل علم کي قدرداني نے دامن پکڑلیا مدتوں مدرسہ نظامیہ میں تدریس کرتے رہے پھر صوفیانہ خیال نے انکو خانہ بدوش کیا بغداد سے شام جاپہونچے مدتوں حضرت اقدس دمشق میں عزلت گزین رہے مگر نقل مشہور ہی —

کب تک چھپیگي کیري پتوں کي آڑ میں
آخر کو عام ہوکے رہیگي ہزار میں

علوم کے دریا نے جوش مارا مواعظ و پند آپ نے شروع کیا

پھر قدر دانوں کا جمگھٹا ہوگیا بالاخر مصر تشریف لے گئے وہاں کے اراکین سلطنت کب چھوڑنے والے تھے مدتوں وہاں بھي اشاعت علم کرتے رہے اور شیوخ و کاملین سے مستفیض بھي ہوئے پھر مراکش جانے کا عزم فرمایا رستہ سے لوٹ آئے مدتوں کے بعد یا یوں سمجھیئے آخر عمر میں اپنے وطن کي جانب تشریف لائے اور شہر طوس میں خانقاہ بنائي اور یہیں رحلت فرمائي *

شیخ محي الدین اکبر امام بن عربي کو دیکھئے یہہ بزرگ اشبیلیہ اندلس میں پیدا ہوئے پہلے تو اپنے ملک کے شہروں میں علوم حاصل کیا پھر شوق علم لے نہ مانا سمندر پھاند گئے یہہ براعظم افریقہ میں تشریف لائے طنجہ فارس مراکش مغرب قریبہ سے کامیاب ہوتے ہوئے مصر میں پہونچے مدتوں یہاں درس وتدریس کي پھر شام و عراق کے شہروں میں - کسي ایک عمر تک حرمین میں اقامت کي فتوحات مکیہ و مدنیہ وہیں تالیف فرمائي آخر عمر دمشق میں بسر کي اور وہاں ھي رحلت فرمائي اور دور جانے کي کیا ضرورت ھی کہ ھم اپنے ھندوستان کے پیشواؤں کو دیکھہ لیں - حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتي رضي اللہ عنہ اور حضرت شیخ الاسلام فرید گنج شکر و قطب الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکي رضي اللہ عنہم ان لوگوں نے کیا تھوڑا سفر کیا ھی ان کي سلافظ مطالعہ فرمائیے حضرت بابا صاحب نواح لاھور سے تین مرتبہ بغداد شریف فقط شیخ الشیوخ کي زیارت کے لیئے تشریف لے گئے تھے وہ زمانہ خشکي سے سفر کرنے کا تھا ذرا اس مسافت کو اور ھمت کو خیال فرمائیے - یہہ حکایتیں اور شخصي ذکر تو تمام ھي نہوگا *

ھم لوگ کتب بیني یعني تمام کتابوں کي سیر نہیں کرتے اب ھم لوگ اپنے آپ کو دیکھیں کہ میرا سفر نامہ کس قدر ھی حضرات اورونکا حال مجھے کیا معلوم ھی اپنا علمي سفرنامہ عرض کرتا ھوں کہ میرا غریب خانہ پھلواري شریف یہاں سے گیارہ منزل ھی بس وطن سے نکلکر اس شہر لکھنؤ میں پہونچا کچھہ درسي کتابیں پڑھیں کچھہ طب پڑھا اور تھوڑے ھي دنیں میں اسلم راڑي بنگئے پھر لوگوں کو دیکھا دیکھي حدیث پڑھنے کے لیئے سہارن پور و دھلي گیا ایک سال کے اندر ھي امام الدنیا فی الحدیث بن گیا نعوذ باللہ من ذلک السفر والشوق واتوب الیہ انہ ھوالتواب الرحیم ھاں خدا کا شکر ھی کہ میرے صوفیانہ خیال نے یہ نہت زیارات مزارات متبرکہ و شرکت اعراس بزرگان مجھے مختلف شہر و بلاد ومواضع و قریات کي سیر کرائی ھی جس کي بدولت میں علماء و فضلا و مشایخ سے ملا اور اُن سے مستفیض ھوا زمانہ کي ضرورتوں سے واقف ھوا ابتو میرا خیال ھي کچھہ اور ھوگیا مجھے زیارت حرمین شریفین کا اتفاق ھوا ھی مدیقہ طیبہ میں منحمودیہ کتب خانہ کي سیر کو گیا عجیب و غریب کتابیں دیکھیں تاریخ خطیب بغدادي کا ایک پاکیزہ نسخہ میري نظر سے گذرا اس کتاب کي ایک حکایت مجھے یاد رھگئي ھی وہ فرماتے ھیں کہ ایک بزرگ مصر میں امام شافعي رحمۃ اللہ علیہ کي حضور میں حاضر ھوئے آپ نے استفسار فرمایا کہ تمنے بغداد کي بھي سیر کي ھی انہوں نے عرض کیا حضرت نہیں آپ نے فرمایا واللہ مارایت الدنیا یعني خدا جانتا ھی تمنے تو ابھي دنیا ھي نہیں دیکھي اللہ اللہ ایک زمانہ وہ تھا گھر بیٹھے بیٹھے تجربہ کار اور عالم متبحر و امام الدنیا فی الحدیث بنجاتے ھیں اور اسپر یہہ دعوي کہ بڑے بڑوں کو میري برابر علم و فضل کہاں میں نے تو صحاح ستہ پڑھي ھی انہیں تو کل سترہ حدیثیں معلوم نہیں فاعتبروا یااولوالالباب - حاصل یہہ ھی کہ سیر و سیاحت سے بڑا تجربہ ھوتا ھی ساري تعلیٰ و رفعت ھوا ھوجاتي ھی ھمدردي کا مادہ اعلی درجہ کا پیدا ھوجاتا ھی - ھمارے دو مکرم دوست یہاں پر تشریف رکھتے ھیں ایک جناب مولانا مخدومي عبدالحق صاحب حقاني - ایک زمانہ وہ تھا کہ آپ فتحپوري کي مسجد میں مدرس تھے طلبہ کي فوج آپ کے ھاتھہ میں تھي قلم کي فوزہ بازي ھوتي تھي شروح و حواشي لکھتے تھے حسامي کي نہایت عمدہ شرح لکھي اور ایک یہہ زمانہ ھی کہ اب درس تدریس کي فرصت نہیں اسلام پر مخالفین کے حملے جو ھورھے ھیں اس کي طرف متوجہ ھیں انٹر پنجاب و بنگالہ و دکن کا چکر لگایا کرتے ھیں کتب خانہ اور قلمي کتابوں کے سراغ میں لگے رھتے ھیں اب انہیں سے پوچھیئے کہ ضرورت زمانہ سے کب خبردار

ہوئے اور اس سفر و سیاحت نے کیا فائدہ دیا آپکی وہ حالت سلطنت جس میں طلبہ پر حکمراني کرتے تھے وہ بہتر تھي یا اب یہہ حالت جس میں رات دن بجز آہ و بکا کے اور حسرت و افسوس کے دوسرا ثمرہ نہیں — وہ بھي جواب دیاگیے وہ جہل تھا مہري آخرت کے کام آنے والے میرے بھي پچھلے خیالات ہیں — دوسرے صاحب ہمارے معزز دوست شمس العلماء شبلي نعماني ہیں ایک زمانہ وہ گذرا ہی کہ آپ سلمت پر شرح مطالع کو موجہات مشق کیا کرتے تھے اور رات دن بجز صغری و کبری بنانے اور وھمي نتیجہ نکالنے کے دوسرا شغل نہ تھا پھر دیکھا کي طرف توجہ کي قرات فاتحہ خلف الامام میں ایک پر زور رسالہ لکھا مناظرہ و مباحثہ آپکا شہرہ آفاق تھا — اسلام کو اس زمانہ میں آپسے کیا فائدہ پہونچا تھا میں نہیں جانتا اور اب آپکي کیا حالت ہی رات دن قدماکي کتابوں کي سیر ہی اور حکما کي تحریروں کا ملاحظہ جو شہاي تالیفات فائدہ مند تحقیقات یہي وظیفہ و سرمایہ ناز ہی — اسپر طرفہ یہہ ہی کہ حضرت کو استسقا کا عارضہ بھي ہی یعني کتابوں سے سیري نہیں ہوتي ہمیشہ العطش العطش کي فریاد ہی جہاں کتب خانہ سنا جاپہونچے اور کتابوں کے کیڑے بن گئے شہر عظیم آباد پٹنہ میں خان بہادر خدا بخش خاں چیف جسٹس حیدرآباد کا ایسا نادر کتب خانہ ہی کہ شاید ہي ہندوستان میں اس کي نظیر ہو — ہمارے دوست ہر سال وہاں بھي ضرور پہونچا کرتے ہیں خیر یہہ تو ہندوستان کي باتیں ہیں روم و شام و مصر تمام میں ہو آئے اور پھر بھي سیر نہوئے —

دریا رود از چشم لب ترنشود لیکن
ایں طرفہ تماشا ہیں تشنہ است باب اندر

اب آپکي تصنیفات ضرورت زمانہ ہي کے متعلق ہوتي ہیں اور سیر و سیاحت نے مسلمانوں کي ضرورتوں سے خوب ہي واقف کردیا — یہہ بزرگان میرے قول کي تصدیق کرتے ہیں *

—

نمبر ۲۱

ھل شاء اللہ عزوجل

کون الکفر والفسق اوام یشا ذلک ولاارادکونہ

یعني خدا نے چاہا ہی کہ کفر و فسق ہو یا اُسکا ہونا نہیں چاہا ہی اور نہ اُسکے ہونے کا ارادہ کیا ہی *

یہہ سوال علامہ ابن حزم کا ہی جنکا نام علي اور کنیت ابو محمد ہی — اور وہ بیٹے ہیں احمد بن سعید بن حزم کے — بہت بڑے مسلم الثبوت عالم ہیں — اور اصحاب ظواہر کے امام ہیں — وہ پیدا ہوئے تھے رمضان سنہ ۳۸۴ ہجري میں اور فوت ہوئے یکم شعبان سنہ ۴۵۶ ہجري میں بہتر برس کي عمر ہوئي — انہي کي تصنیف سے ایک نایاب اور مشہور کتاب ہی جسکا نام ہی " کتاب الفصل فی الملل — والاراء والنحل " اور اسي کتاب میں یہہ سوال بھي ہی *

اصحاب ظواہر کا یہہ مذہب ہی کہ خدا نے چاہا ہی کہ کافر کفر کرے اور فاسق فسق کرے مگر وہ ان کاموں میں سے کسي پر راضي نہیں ہی — پس اسکے کرنے والے پر غصہ ہوتا ہی اور غضب کرتا ہی اُسي کام پر جسکو خود اُس نے چاہا تھا کہ کافر اور فاسق کریں — اور جو کچھہ اُس نے کیا وہ عین حکمت ہے عین عدل اور حق ہی اور یہہ بات کہ جس کام کو خود خدا نے چاہا کہ کافر اور فاسق کرے — اس کے کرنے پر کیوں خفا ہوتا ہی — اُس سے نہیں پوچھي جاسکتي کیونکہ خدا نے فرمایا ہی لایسئل عمایفعل وھم یسئلون جو کچھہ خدا کرتا ہی اُس سے نہیں پوچھا جاتا ہی اور بندے اپنے کاموں سے پوچھے جائینگے *

اور معتزلیوں کا یہہ مذہب ہی کہ خدا نے نہیں چاہا کہ کافر کفر کرے اور فاسق فسق کرے کیونکہ خدا نے فرمایا ہی کہ " لایرضی لعبادہ الکفر " یعني اللہ تعالی اپنے بندوں کے کفر پر راضي نہیں ہی — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " واتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم " یعني اُنھوں نے رغبت کي اُسکي جسپر غصہ ہوا اللہ اور اُنھوں نے ناپسند کیا اللہ کي رضامندي کو

پھر ملوامیت کردیئے اللہ نے اُنکے اعمال — اور چونکہ وہ کافروں کے کفر اور فاسقوں کے گناہ کرنے پر راضي نہیں ہی اسلیئے کافر کو سزا اور مومن کو جزا دینا عین عدل ہی *

اہل سنت و جماعت کا مذہب یہہ ہی کہ خالق تمام افعال نیک و بد کا خدا ہی ہے سا کہ اُنکے عقیدہ میں داخل ہی والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالی مگر اُس فعل کا ارادہ کرنے والا † بندہ ہی — پس بندہ کے ارادہ پر خدا اُس فعل کو پیدا کردیتا ہی اور اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا نے اُس فعل کا بندہ سے صادر ہونا چاہا تھا — اور اُسکے صادر ہونے پر راضي تھا — بلکہ خدا اُنہي کاموں کو پسند کرتا ہی جو اُسکي مرضي کے مطابق ہوں *

ہم چاہتے ہیں کہ اس باب میں جو بات ہمارے نزدیک صحیح اور درست ہی اُسکو بیان کریں — مگر اُسکے بیان کرنے سے پہلے اصحاب ظواہر کي اُن دلیلوں کو بیان کرنا مناسب ہی جن پر اُنھوں نے اپنے مذہب کي بنیاد رکھي ہی *

اصحاب ظواہر خصوصاً ابن حزم اپنے مذہب کي تائید میں منجملہ بہت سي دلیلوں کے یہہ کہتے ہیں کہ اگر سب دلیلیں کو چھوڑ دیا جاوے تو بھي یہہ بات کافي ہی کہ اُمت کا اجماع اسبات پر ہی کہ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو اللہ نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوا اور یہہ اعتقاد علی العموم اسبات کو چاہتا ہی کہ جو عالم میں تھا یا ہوگا یا کوئي چیز جو گذري اسکو اللہ نے چاہا تھا — اور جو چیز نہ تھي یا نہ ہوگي اسکو اللہ نے نہیں چاہا اور اسبات کو اللہ تعالی نے ایسے کھلے طور سے فرمایا ہی جس میں تاویل کي گنجایش نہیں ہی *

۱ — چنانچہ اُسنے کہا ہی " لمن شاء منکم ان یستقیم وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین " پس اللہ تعالی نے کھلم کھلا فرمایا ہی کہ قرآن نصیحت ہی اُس شخص کے لیئے جو تم میں سے سیدھي راہ پر رہنا چاہے اور تم کچھہ نہیں چاہتے مگر یہہ کہ چاہے اللہ پروردگار عالموں کا *

۲ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی — " یضل اللہ من یشاء ویہدي من یشاء " یعني خدا گمراہ کرتا ہی جسکو چاہتا ہی اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہی *

۳ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " قل ہو للذین آمنوا ہدی و شفاء والذین لا یومنون في آذانہم وقر و ہو علیہم عمي " یعني کہدے اے پیغمبر کہ قرآن اُن لوگوں کے لیئے جو کہ ایمان لائے ہیں ہدایت اور شفا ہی اور جو لوگ نہیں ایمان لائے اُن کے کانوں میں ٹھیٹھاں ہوں — اور قرآن اُن کے لیئے اندھا پن ہی — اس سے ظاہر ہی کہ جب خدا نے قرآن کو اُتارا تب اُس نے چاہا کہ موسنوں کے واسطے ہدایت ہو اور کافروں کے لیئے گمراہي *

۴ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " ولو شاء ربک لآمن من في الارض کلہم جمیعا " یعني اگر تیرا پروردگار چاہتا تو ایمان لاتے سب کے سب جو زمین پر ہیں — اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ کل لوگ جب ایمان نہیں لائے تو خدا نے اُن کا جو کافر رہے ایمان لانا نہیں چاہا *

۵ — ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " و ماکان لنفس ان تومن الا باذن اللہ " یعني نہیں ممکن ہی کہ کوئي شخص بدون حکم خدا کے ایمان لاوے — اس سے ظاہر ہی کہ خدا نے جس شخص کو ایمان لانے کي اجازت نہیں دي وہ ایمان نہیں لایا یعني خدا نے چاہا کہ وہ کافر رہے *

۶ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا " و نذر ہم في طغیانہم یعمہون " یعني ہم انکو چھوڑ دینگے انکي گمراہي میں بھٹکتے ہوئے پھر فرمایا " ماکانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ " یعني وہ ایمان نہیں لائینگے مگر یہہ کہ خدا چاہے *

پس یہہ بات یقیناً صحیح ہی کہ کوئي شخص ایمان نہیں لاتا مگر وہ جسکو خدا چاہے اور کوئي شخص کافر نہیں ہوتا مگر وہ جسکو خدا چاہے *

۷ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفي آذانہم وقراً " یعني ہم نے اُنکے دلوں پر پردے ڈالدیئے ہیں اس سے کہ وہ قرآن کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بہرا پن کردیا ہی — اس سے ظاہر ہی کہ خدا نے

† مگر اسپر یہہ سوال باقي رہتا ہی کہ خدا نے یہہ بات بھي چاہي تھي کہ بندہ اُس فعل کے کرنے کا ارادہ کرے یا نہیں چاہي تھي اگر چاہي تھي تو یہي عین مذہب اہل ظواہر کا ہی ہو اگر نہیں چاہي تھي تو یہي عین مذہب معتزلہ کا ہی *

خود چاہا کہ کافر قرآن کو نہ سمجھیں اور اُنکے دلوں پر پردے پڑے رہیں تاکہ وہ کافر ہی رہیں *

۸ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " ولوشاءاللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولاکن یضل من یشاء ویہدي من یشاء " یعني اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک گروہ بنادیتا لیکن وہ گمراہ کرتا ہی جسکو چاہتا ہی اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہی - اس سے صاف ظاہر ہی کہ خود اللہ نے گمراہ کرنا چاہا ہی *

۹ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " ومایکون لنا ان نعود فیہا الا ان یشاء ربنا " یعني ہمارے لیئے ممکن نہیں ہی کہ ہم پھر پڑیں بت پرستي میں مگر یہہ کہ چاہے پروردگار ہمارا - اس سے ظاہر ہی کہ اُنکو خدا نے کفر سے بچایا جو ایمان لے آئے تھے اور جو کافر رہے تھے انکو کفر سے نہیں بچایا - اگر خدا چاہتا تو وہ بھي جو ایمان لے آئے تھے دوبارہ کافر ہوجاتے *

۱۰ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " في قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا " یعني اُن کے دلوں میں بیماري ہی — پس زیادہ کیا اللہ نے اُنکي بیماري کو — پس جبکہ خدا نے بیماري کو اُنکے دلوں میں زیادہ کیا تو کیا کوئي خیال کرسکتا ہی کہ اُس نے نہیں چاہا اور نہیں ارادہ کیا بیماري کے زیادہ کرنے کا اُن کے دلوں میں اور وہ بیماري شک اور کفر کي ہی *

۱۱ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی ولوشاءاللہ ما اقتتلوا ولاکن اللہ یفعل مایرید یعني اگر خدا چاہتا تو خدا کي نشانیاں نازل ہونے کے بعد وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہی جو چاہتا ہی - اس سے صاف ظاہر ہی کہ اگر خدا چاہتا تو وہ لوگ نہ لڑتے پس یہہ بات ضرور واجب ہوئي کہ الٰہ نے چاہا اور ارادہ کیا کہ وہ باہم لڑیں جو گمراہي ہی *

۱۲ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " ومن یرداللہ فتنتہ فلن تملک لہ من اللہ شیئا " یعني خدا جس شخص کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہی تو ہرگز اسکو خدا سے نہیں بچا سکتا — اس سے بھي صاف ظاہر ہی کہ خدا نے چاہا فتنہ میں پڑنا فتنہ میں پڑنے والوں کا اور کفر اُن کا اور وہ ایسے ہیں کہ رسول خدا کو بھي اُنکے حق میں خدا سے کسي بات چاہنے کا اختیار نہیں ہی *

۱۳ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا " لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم " یعني خدا نے نہ چاہا کہ اُنکے دلوں کو پاک کرے - اس سے ظاہر ہی کہ جس کا دل خدا نے پاک کرنا نہ چاہا - اُسکے دل کو بگاڑنا چاہا *

۱۴ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " ولوشاءاللہ لجعلہم علی الہدی " یعني اگر اللہ چاہتا تو اُنکو کرتا سیدھے رستے پر اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ اللہ نے ان کا سیدھے رستہ پر ہونا نہیں چاہا اور کفر میں رہنا چاہا *

۱۵ — اور ایک جگہہ فرمایا " ولو شئنا لآتینا کل نفس ہداہا ولاکن حق القول مني لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین " یعني اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو سیدھي راہ پر چلاتے لیکن ہمارا قول پورا ہوا کہ ہم دوزخ کو جنوں اور آدمیوں سے بھریںگے سب سے — اس سے ظاہر ہی کہ خدا نے کافروں کي ہدایت نہیں چاہي *

۱۶ — ایک اور جگہہ خدا نے فرمایا ہی " من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم " یعني خدا جس شخص کو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہی اور جس شخص کو چاہتا ہی سیدھے رستے پر چلاتا ہی - اس سے ظاہر ہی کہ خدا نے جنکو گمراہ کیا انکو خود اپنے ارادہ اور خواہش سے گمراہ کیا *

۱۷ — اور ایک جگہہ حضرت ابراہیم کي زبان سے فرمایا کہ " لئن لم یہدني ربي لاکونن من القوم الضالین " یعني اگر میرا رب مجھکو ہدایت نکرتا تو بیشک میں ہوتا گمراہ قوم میں سے — اس سے ظاہر ہی کہ جو گمراہ رہے اُنکو خدا نے چاہا کہ گمراہ رہیں *

۱۸ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا " ولوشاءاللہ ماشرکوا " یعني اگر خدا چاہتا تو وہ شرک نکرتے — اس سے ظاہر ہی کہ خدا نے چاہا کہ وہ شرک کریں *

باقي آیندہ (سید احمد)

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم صفر سنہ ۱۳۱۳ ہجری سنہ ۱۳۲۵ فصلی [نمبر ۵

بقیہ مضمون نمبر ۲۱

ہل شاءاللہ عزوجل

کون الکفر والفسق اوام یشا ذلک ولاارادکونہ

۱۹ اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا و لوشاء ربک مافعلوہ " یعنی انمیں سے بعض بعض کے دل میں چکنی چپڑی بات فریب دینے کو ڈالتے ہیں اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ اسکو نہ کرتے — اس سے ظاہر ہی کہ جو کچھہ اُن کافروں نے کیا وہ خدا کی خواہش سے کیا — اگر وہ چاہتا کہ ایسا نہ کریں تو نہ کرتے *

۲۰ — اور ایک جگہہ خدانے فرمایاہی " وکذلک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاؤھم لیردوھم ولیلبسوا علیہم دینھم ولوشاءاللہ مافعلوہ " یعنی اسیطرح اچھا کردکھایا بہت سے مشرکین کو مار ڈالنا اپنے بچوں کا ان کے شریکوں نے تاکہ اُنکو مار ڈالیں اور مشتبہ کردیں اُن پر اُنکے دین کو اور اگر چاہتا اللہ تو وہ اسکو نہ کرتے — اس سے صاف ظاہر ہی کہ خدا نے چاہا کہ مشتبہ ہوجائے دین اُن کا جنکا دین مشتبہ ہوگیا اور یہہ چاہا کہ اولاد کا قتل صادر ہو اور اگر وہ چاہتا تو ایسا نکرتے *

۲۱ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " ولوشاءاللہ لسلطھم علیکم " یعنی اگر خدا چاہتا تو مسلط کردیتا اُنکو تم پر — اس سے صاف ظاہر ہی کہ جن کافروں نے نبیوں اور نیک بندوں کو قتل کیا خدا نے اُنکو اُن پر مسلط کردیا تھا *

۲۲ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " فمن یردااللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلم ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقاً حرجاً " یعنی اللہ جسکو ہدایت کرنی چاہتا ہی کھولدیتا ہی اُس کا دل اسلم کے لیئے اور جسکو گمراہ کرنا چاہتا ہی کردیتا ہی اُسکے دل کو تنگ گھٹا ہوا — اس سے صاف ظاہر ہی کہ جسکو خدا چاہتا ہی ہدایت کرتا ہی — اور جسکو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہی *

۲۳ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " واصبر وماصبرک الا باللہ " یعنی صبر کر اور تجھہ ہی تیرا صبر کرنا مگر اللہ کی توفیق سے — پس یہہ کہنا صحیح ہی کہ جس نے صبر کیا اللہ نے اسکو صبر دیا — اور جس نے صبر نہیں کیا اللہ نے اسکو صبر نہیں دیا *

۲۴ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " ولاتنازعوا " یعنی جھگڑا نہ کرو — پھر ایک جگہہ فرمایا ہی " ولوشاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولایزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقہم " یعنی اگر تیرا پروردگار چاہتا — کردیتا لوگوں کو ایک گروہ اور وہ ہمیشہ رہینگے اختلاف کرنے والے مگر جسپر رحم کرے تیرا پروردگار اور اسواسطے خدا نے اُنکو پیدا کیا ہی — اس سے صاف ظاہر ہی کہ خدا ہی نے اُنکو اختلاف کے لیئے پیدا کیا *

۲۵ — اور دوسری جگہہ فرمایا ہی — توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء وتذل من تشاء " تو دیتا ہی ملک جسکو چاہے اور لیتا ہی ملک جس سے چاہے اور عزت دیتا ہی جسکو چاہے اور ذلت دیتا ہی جسکو چاہے اس سے صاف ظاہر ہی کہ جو کچھہ کرتا ہی خود خدا کرتا ہی *

۲۶ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید " یعنی جب بنی اسرائیل بہت بڑھگئے تو ہم نے اُن پر بھیجے اپنے بندے سخت لڑنے والے " وکان وعداً مفعولا " اور یہہ ایک وعدہ تھا جو پورا کیا گیا — فاذا جاء وعد الاخرۃ لیسوؤا وجوھکم " یعنی جب دوسرا وعدہ آیا تاکہ بگاڑدیں وہ تمہارے مونہوں کو — پس خدا نے صاف صاف کہا کہ اُس نے لڑایا کافروں کو اور چھین لیا موسموں سے ملک — پس اس میں شک نہیں کہ خدا نے یہہ سب پیدا کیا اور اُس کا ہونا چاہا *

۲۷ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " ان آتاہ اللہ الملک " یعنی خدا نے نمرود کو بادشاہت دی جس سے اور حضرت ابراہیم سے بحث ہوئی *

۲۸ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " کرہ اللہ انبعاثہم " یعنی جو لوگ غزوۂ تبوک میں آنحضرت کے ساتھہ جہاد میں نہیں گئے تھے اُنکی نسبت کہا کہ خدا نے ناپسند کیا اُنکا جانے کو تیار ہونا اور کہا گیا کہ بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھہ — پس خود خدا نے اُنکو جہاد میں جانے سے روک دیا — اور پھر خود ہی اُنکے نہ جانے پر ناراض ہوا *

۲۹ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا " انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا و تزھق انفسہم وھم کافرون " یعنی خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ تو انکے مال اور اولاد پر تعجب نہ کر — اللہ نے ارادہ کیا ہی کہ عذاب دے اُن کو اُس کے سبب سے دنیا کی زندگی میں اور نکل جائیں جانیں اُن کی اور وہ کافر ہوں — اس سے صاف ظاہر ہی کہ اُنکے عذاب دینے کا اور اُن کے کافر رہنے کا خود خدا نے ارادہ کیا *

۳۰ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " وقالوا لوشاء الرحمن ماعبدناھم مالھم بذلک من علم ان ھم الا یخرصون " یعنی کافروں نے کہا کہ اگر خدا چاہتا تو ہم فرشتوں کی عبادت نہ کرتے نہیں ہی اسبات میں اُنکو کچھہ علم اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل کرتے — اس آیت سے ظاہر ہی کہ اگر خدا چاہتا کہ کافر فرشتوں کی عبادت نکریں تو نہ کرتے — اور اس کہنے سے کہ اُنکو اس کا علم نہیں ہی — کافروں کے اس قول کی کہ اگر خدا چاہتا تو ہم فرشتوں کی عبادت نکرتے تردید لازم نہیں آتی — کیونکہ خدا نے صرف اسبات کو جتایا ہی کہ انہوں نے بے علمی اور اٹکل سے کہا — اسلیئے کہ وہ کہتے تھے " بل قالوا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مہتدون " یعنی ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم اُنہی کے نشان قدم پر چلتے ہیں *

۳۱ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " فمنھم من ھداللہ ومنھم من حقت علیہ الضلالۃ " یعنی ان میں سے جن پاس رسول بھیجے تھے کچھہ وہ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت کی — اور کچھہ وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی پھر فرمایا " فان اللہ لایہدی من یضل " یعنی اللہ نہیں ہدایت کرتا اُس شخص کو جسکو گمراہ کرتا ہی *

۳۲ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " سیقول الذین اشرکوا لوشاءاللہ ما اشرکنا ولا آباءنا ولا حرمنا من شیء کذلک کذب الذین من قبلہم حتی ذاقوا باسنا قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون "

یعني مشرک کہینگے کہ اگر خدا چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے بزرگ اور نہ ہم کسي چیز کو حرام کرتے اسیطرح اُن سے پہلوں نے جھٹلایا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا کہدے کہ کیا تمہارے پاس کچھہ علم ہی تاکہ ہمارے لیئے تم اسکو نکالو تم نہیں پیروي کرتے مگر گمان کي اور نہیں تم مگر اٹکل کرتے - اس آیت میں بھي خدا نے مشرکین کے اس قول کي تردید نہیں کي ہی کہ اگر خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ اسبات میں اُنکو جھٹلایا ہی - بلکہ اُنکي بے علمي سے کہنے کا انکار کیا ہی اگرچہ وہ بات صحیح اور حق ہو - کیونکہ آگے چلکر اسي آیت کے سلسلہ میں ہی کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سبکو ہدایت کرتا - اس سے صاف ظاہر ہی کہ خدا نے اُن کي اس بات کي تصدیق کي کہ اگر خدا چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے بزرگ اور نہ ہم کسي چیز کو حرام کرتے *

۳۳ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " اتبع ماأوحی الیک من ربک لاالہ الا ہو واعرض عن المشرکین ولوشاءاللہ ماأشرکوا وماجعلناک علیہم حفیظا " یعني اے پیغمبر پیروي کر اُس چیز کي کہ وحي کي گئي ہی تیري طرف تیرے پروردگار کي جانب سے - نہیں ہی کوئي معبود مگر وہ اور پھیر لے مشرکین سے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور نہیں کیا ہم نے تجھکو اُنپر نگہبان - اس سے صاف ظاہر ہی کہ خدا نے اُنکے اس قول کا انکار نہیں کیا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے بلکہ اس آیت سے بھي ہمارے اس قول کي تصدیق ہوتي ہی کہ ایمان - شرک - ہدایت - اور گمراہي جو کچھہ دنیا میں ہی اللہ نے ان سب کے ہونے کا ارادہ کیا *

۳۴ — اسیطرح ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " انطعم من لویشاءاللہ اطعمہ " یعني کیا ہم کھانا کھلائیں اُنکو جنکو اگر خدا چاہتا تو کھانا کھلاتا - اس سے صاف ظاہر ہی کہ اللہ ہي نے فقیروں اور بھوکوں کو کھانا نہیں دیا اگر وہ چاہتا تو اُنکو کھانا کھلاتا *

۳۵ — ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " ولوشئنا لاتینا کل نفس ہداہا ولکن حق القول مني لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین یعني اگر ہم چاہتے تو البتہ دیتے ہم ہر ایک شخص کو ہدایت لیکن وعدہ میرا پورا ہوا کہ میں بھرونگا دوزخ کو جنوں سے اور آدمیوں سے سب سے - اس سے صاف ظاہر ہی کہ خدا ہي ہدایت کرتا اور خدا ہي گمراہ کرتا ہی اور جسکو چاہتا ہی دوزخ میں بھیجتا ہی اور جسکو چاہتا ہی جنت میں بھیجتا ہی *

۳۶ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " وماکان لنفس ان تومن الا باذن اللہ " یعني نہیں ممکن ہی کہ کوئي شخص ایمان لائے مگر اللہ کي اجازت سے - اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ ہر شخص کا ایمان اضطراري ہی - اختیاري نہیں ہی *

۳۷ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " من یہدي اللہ فہوالمہتد و من یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشدا " یعني جسکو اللہ ہدایت کرتا ہی وہ ہدایت پانے والا ہی اور جسکو گمراہ کرتا ہی نہ پائیگا تو اسکا کوئي دوست راہ بتانے والا - اس سے صاف ظاہر ہی کہ ہدایت اور گمراہي دونوں خدا کي طرف سے ہیں *

۳۸ — اور ایک جگہہ فرمایا ہی " انک لاتہدي من احببت ولکن اللہ یہدي من یشاء " یعني اے پیغمبر تو جسکو چاہے ہدایت نہیں کرتا ہی بلکہ خدا جسکو چاہتا ہی ہدایت کرتا ہی اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ ہدایت ایک امر اضطراري ہی - اختیار کو اُس میں کچھہ دخل نہیں ہی *

۳۹ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " وما النصر الا من عنداللہ " یعني نہیں ہی مدد مگر خدا کي طرف سے - اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ جو فتح اور غلبہ حاصل کرتا ہی خدا ہي اسکو فتح اور غلبہ دیتا ہی *

۴۰ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " اذ ہم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیہم فکف ایدیہم عنکم " یعني جب قصد کیا ایک قوم نے کہ تمہاري طرف اپنے ہاتھہ دراز کریں - خدا نے روکا اُنکے ہاتھوں کو تم سے - اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ خدا نے جب چاہا کافروں کے ہاتھوں کو مومنوں سے باز رکھا اور جب چاہا باز نہ رکھا *

۴۱ — اور ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہی " ھوالذی کف ایدیھم عنکم و ایدیکم عنھم " یعنی وہ ہی جس نے باز رکھے ہاتھہ اُن کے تم سے اور ہاتھہ تمہارے اُن سے — اس سے صاف ظاہر ہی کہ خدا نے جب چاہا مومنوں کو کافروں پر غالب کیا اور جب چاہا کافروں کو مومنوں پر فتح دی — یہہ تمام وہ آیتیں ہیں جنکو اصحاب ظواہر اپنے مذہب کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں *

اہل سنت کہتے ہیں کہ لفظ شاء و اراد کے دو معنی ہیں — ایک معنی راضی ہونے اور پسند کرنے کے ہیں اور یہہ معنی خدا سے منسوب نہیں ہوسکتے کہ اُس نے اُس کام کے کرنے کا ارادہ کیا یا اُس کام کا ہونا چاہا جس سے کہ اُس نے منع کیا تھا — دوسرے معنی لفظ شاء و اراد کے یہہ ہیں کہ اُس نے اُس کے ہونے کا ارادہ کیا یا اُسکا موجود ہو جانا چاہا اور یہی بات ہی جو اللہ کی نسبت کہی جاتی ہی تمام موجودات پر جو عالم میں ہی اچھی یا بری *

تحقیق ہذا المقام

ہمارے نزدیک اہل سنت و جماعت نے جو لفظ شاء کے معنوں میں تفریق کی وہ کافی نہیں ہی اور ابن حزم نے جن آیتوں پر استدلال کیا ہی وہ بھی صحیح نہیں ہی اس لیئے کہ اُن آیتوں میں یا تو اخبار ہی عن حالات الانسان — یا انسان اُن میں مخاطب ہیں — غرضکہ موضوع اُن آیتوں کا انسان ہی — پس ہمکو سب سے اول یہہ بات دیکھنی ہی کہ انسان کی فطرت کیا ہی اور خدا نے انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا ہی — یعنی اُس کے نیچر میں کیا باتیں پیدا کی گئی ہیں — کیونکہ برخلاف اُس فطرت کے اُس سے کوئی امر ظہور میں نہیں آسکتا ہی اور نہ برخلاف اُس فطرت کے وہ مخاطب ہوسکتا ہی — نیچرل سینز کے عالموں نے یہہ امر محقق طور پر ثابت کیا ہی کہ کسی چیز کا نیچر یعنی جس فطرت پر وہ چیز پیدا ہوئی ہی تبدیل نہیں ہوسکتا — اور نہ برخلاف اُس فطرت کے اُس سے کوئی امر ظاہر ہوسکتا ہی — انسان کی فطرت کا بھی یہی حال ہی — قرآن مجید میں بھی انسان کی نسبت خدا نے بھی فرمایا ہی — فطرت اللہ التی فطرالناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ — پس اُن آیتوں کے معنی قرار دینے سے پہلے ہمکو فطرت انسان کی تفتیش و تحقیق کرنی لازم ہی یہہ بات ظاہر ہی کہ خدا نے جو ایک حد معین تک انسان کو قدرت عطا کی ہی جس سے وہ اُس حد تک اپنے افعال کا مختار ہی اور یہہ سمجھنا کہ ایسا اختیار دینے سے خدا کی قدرت میں نقصان لازم آتا ہی محض غلط ہی کیونکہ اُسنے وہ قوت کسی اضطرار یا مجبور ہونے کے سبب سے نہیں دی تھی بلکہ اپنی خوشی اور اپنی مرضی سے دی تھی اور وہ مختار تھا چاہی دیتا چاہی نہ دیتا اور اس قدرت کا دینا نہایت حکمت پر مبنی ہی جسکی طرف خدا نے اشارہ کیا ہی جہاں فرشتوں کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا ہی — انی اعلم مالا تعلمون *

یہہ کہنا کہ خدا نے جس فطرت پر جسکو بنایا ہی اُسکے تبدیل کرنے سے خدا کا عجز ثابت ہوتا ہی جہلا کا کلام ہی کیونکہ کسی صاحب قدرت اور اختیار کا اپنی بنائی ہوئی فطرت یا قانون فطرت کو قایم رکھنا اُسکی قدرت کی دلیل ہی نہ اُس کے عجز کی *

خدا نے اپنی تمام مخلوقات کے پیدا کرنے میں اور اُنکو ایک فطرت عطا کرنے میں ہر ایک کے ساتھہ نہایت عدل کیا ہی اُسکا ثبوت اسبات سے ہوتا ہی کہ ہر ایک مخلوق کو ایک بھانگے سے لیکر انسان تک جسکو اشراف المخلوقات کہا جاتا ہی جو چیزیں کہ بلحاظ اُسکی خلقت کے اُسکے لیئے ضروری تھیں سب عطا فرمائی ہیں کوئی مخلوق ایسا نہیں ہی جسکی نسبت کہا جاسکے کہ بلحاظ اُسکی خلقت کے اُسکو فلاں چیز ضرور تھی اور اُسکو عطا نہیں ہوئی — پس یہہ ایسا بے نظیر عدل ہی جو خدا کے سوا اور کسی سے ہوہی نہیں سکتا — اور جو فطرت جس میں پیدا کی ہی بلحاظ اُسکی خلقت کے اُس فطرت کا اُسمیں ہونا یہی مقتضاے عدل تھا — انسان کو جب اُسنے مکلف بنایا تو اُس فطرت کا بھی جس سے وہ مکلف ہوسکے عطا کرنا عین انصاف تھا اور وہ فطرت اُسکا ایک حد مناسب تک مختار

ہونا ہی اور اُس فطرت کا بدلنا اور اُسکو بدستور مکلف رکھنا عدل و حکمت دونوں کے برخلاف تھا اسی لیئے خدا نے فرمایا کہ لاتبدیل لخلق اللہ پس اُس فطرت کو قایم رکھنا عین دلیل اُسکے کمال قدرت اور عدل کی ہی نہ عجز و ظلم کی *

(باقی آیندہ) سید احمد

نمبر ۲۲

مکافات

(ترجمہ امرسن کے مضمون کنفسیشن کا)

مجھکو اوائل عمر کے زمانہ سے آرزو تھی کہ ایک مضمون "مکافات" کے عنوان سے تحریر کروں کیونکہ مدت سے خیال تھا کہ یہہ مضمون وہ ہی جسکو ٹھیک بتانے میں انسان کی زندگی، دینیات، (تھیولوجی theology) پر سبقت لے گئی ہی یعنی علماے مذہب جو کچھہ اسکی نسبت سکھاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ انسان خود اسکو معلوم کرسکتا ہی - علاوہ اس کے وہ واقعات جنکی شہادت پر مکافات کا اصول قایم ہوتا ہی اپنی کثرت اور گونا گونی سے دل کو ایسا متاثر کرتے رہے کہ ہر وقت یہانتک کہ نیند میں بھی پیش نظر رہنے لگے — کیونکہ یہہ واقعات وہ ہیں جو زندگی کے ہر کام اور تعلق میں ملتے ہیں - مثلاً وہ اوزار جن سے ہم کام کرتے ہیں — وہ روٹی جسکو سب کھاتے ہیں - رات دن کا بھاؤ بیوپار جو بازاروں میں ہوتا ہی - کسان کا کھلیان - رہنے کا گھر — آپسکے رشتے اور قرابتیں — انسانی محبت اور اخلاص - صحبت کا اثر - انسان کی فطرت اور قابلیت - غرض ان سب میں جو باتیں انسان کو پیش آتی ہیں اُن سے مکافات کا اصول کامل طور پر منتزع ہوتا ہی - میں نے یہہ بھی خیال کیا کہ ان ہی باتوں میں ایک شعاع اُس تنویر کی جو انسان کی فطرت میں خدا کی طرف سے ہی انسان پر ظاہر کی جاسکتی ہی عالم موجودات میں جو عمل لاحاس وقت کر رہی ہی اسکو بغیر گذشتہ روایات کی قید کے دکھا دیا جاوے اور انسان کا دل اُس الہی تعلق کے نور سے روشن ہوجاوے جسکے تعلق کو وہ جانتا ہی کہ پہلے تھا اور آیندہ رہیگا اس لیئے کہ وہ اب موجود ہی - مجھکو خیال ہوا کہ اگر اصول مکافات اس صورت کے مشابہ بھی کہ جس درخشاں صورت میں وہ دل پر منکشف ہوتا ہی بیان ہوجاوے تو وہ ایک روشن ستارہ ہوگا جو بہت سی اندھیری گھڑیوں اور کٹھن راستوں میں جو سفر میں پیش آئینگے رہنمائی کریگا اور ہمکو اس زندگی میں رستہ نہ بھولنے دیگا *

غرض اس مضمون کو لکھنے کا قصد مدت سے تھا - لیکن ایک روز گرجا میں وعظ سننے کا اتفاق ہوا اور میں نے اپنی دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا — واعظ نے جس کے زہد اور اتقا کی وجہ سے سب لوگ بہت تعظیم کرتے تھے معمولی طریقہ سے قیامت یعنی جزا اور سزا کے دن کا وعظ فرمانا شروع کیا - اور یہہ فرض کرلیا کہ انسان کے اعمال کا فیصلہ اس دنیا میں نہیں ہوتا بلکہ جو لوگ بد اور شریر ہوتے ہیں اُنکو دنیا میں کامیابی ہوتی ہی اور جو نیک ہیں وہ ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں اور لوگ اُنکو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں پھر معقول اور مقبول سے بتائے کہ اصل مکافات اپنے اپنے اعمال کا دونوں فریقوں کو مرنے کے بعد عالم بقا میں ملے گا - سامعین یہہ اصول سنتے رہے اور کسی نے بظاہر کوئی مخالفت نہ کی - جب وعظ ختم ہوا تو سب نے اپنے اپنے گھر کا رستہ لیا اور جو کچھہ سنا تھا اسپر کسیکے مقہ سے کوئی بات نہ نکلی *

لیکن اب دیکھنا چاہیئے کہ اس تلقین کا مطلب کیا تھا ؟ واعظ نے یہہ کہوں کہا کہ نیک بندے اس زندگی میں ذلیل و خوار رہتے ہیں ؟ کیا اس سے یہہ مراد تھی کہ یہہ مال و جائداد — جاہ و منصب - دولت - گھوڑے — عیش و عشرت کے سامان جو دنیا میں لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں صرف بد آدمی پیدا کرسکتے ہیں - مگر جو اللہ کے نیک بندے ہیں وہ مفلس ہیں اور ایسے ہیں جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں - اسلیئے ایکدن مقرر ہی کہ ان نیک بندوں کو بھی ایسی ہی چیزوں سے معاوضہ دیا جاویگا — یعنی روپیہ اور اشرفیاں ملینگی - جنت کے مہاجنوں کے نام کچھہ ہنڈویاں پاس ہونگی - پینے کو شراب اور کھانے کے لیئے عمدہ عمدہ شکار ہونگے - وغیرہ وغیرہ معارضہ سے یہہ ہی مطلب ہوگا اور نہیں تو کیا ؟ یا یہہ مطلب ہی کہ دنیا میں

نیک بندوں کے جو کچھہ انسان کی خدمت اور خدا کی طاعت کی ہی اسکی عوض میں اجازت مل جاوے گی کہ مرنے کے بعد آسمان پر بیٹھے خدا کی تعریفیں گایا کریں ؟ - یہہ تو وہ اب کرسکتے ہیں - مگر جو صریح نتیجہ واعظ کے سامعین اس تلقین سے نکال سکتے تھے یہہ ہی تھا کہ " وہاں ہم نیک اور پارسا بندوں کو بھی وہ ہی خوشوقتیاں نصیب ہونگی جو گناہ گاروں کو اب ہیں " یا اگر اسی مطلب کو زیادہ صاف طور پر بیان کیا جاوے تو یوں کہینگے کہ " تم اب گناہ کرتے ہو - ہم آیندہ گناہ کرینگے - ہم تو ابھی گناہ کرلے کو تیار تھے لیکن نہ کرسکے — اسلیئے اس نیک کرداری کا بدلہ ہم سے قیامت میں لیا جاویگا " *

بڑا مغالطہ واعظ کو اسمیں یہہ ہوا کہ اُس نے اس امر کو بہت وسعت کے ساتھہ فرض کرلیا کہ جو لوگ بد ہیں وہ دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں اور یہہ کہ انصاف اس دنیا میں نہیں ہوسکتا - واعظ کی یہہ نادانی تھی کہ خریدار کو احمق دیکھکر وہ جنس سامنے لایا جسکی ضرورت نہ تھی اور مکافات کو اُن صورتوں میں دکھانے لگا جو فی الحقیقت انسان کی محنت اور مشقت کا ثمرہ ہوتی ہیں - اُس سے یہہ نہ ہوسکا کہ حق کی فضیلت پر اپنی دلیل کو قایم کرتا اور اسطرح دنیا کا مقابلہ کر کے لوگوں کو بتاتا کہ تم میں ایک روح وجود رکھتی ہی - تمہاری ارادی قوت کو پوری قدرت دی گئی ہی - اور ان سب باتوں کا لحاظ کر کے نیکی اور بدی — کامیابی اور فریب کا معیار قرار دیتا *

یہہ ہی زبون انداز آجکل کی کتب دینی سے جو عام طور پر رائج ہیں نکلتا ہی اور ہمارے عالم بھی جب کبھی اس مضمون پر کچھہ لکھتے ہیں تو اسی خفیف اصول کی پیروی کرتے ہیں - میرا خیال ہی کہ جو دیفیات (theology) عام طور پر رائج ہی اس کے فقط ظاہری نمود میں ترقی کی ہی — تعصب اور جہل کو دور کرنے میں اصول کی کوئی خوبی اسکو نصیب نہیں ہوئی - لیکن سمجھو لو کہ انسان کی زندگی ہزار دیفیات سے بہتر ہی - اسکی روزانہ زندگی اسی ' دیفیات ' میں غلطیاں نکال دیتی ہی - ہر ایک پاک اور ترقی کرنے والی روح اپنے ذاتی تجربہ کی رو میں دیفیات کے بہت سے اصولوں کو پیچھے چھوڑ جاتی ہی اور بسا اوقات اسکا فریب کھل جاتا ہی — لیکن اسکو بیان کرنے کے لیئے انسان کو کوئی دلیل نہیں سوجھتی — کیونکہ آدمی عقل میں اپنے علم سے زیادہ ہی — جو کچھہ اسنے مدرسہ یا خانقاہ میں سُنا تھا اور سنکر پھر کبھی اسپر غور نہ کی تھی وہ بات اگر اثناء گفتگو میں کوئی شخص اس سے کہے تو کسی وقت خاموش بیٹھکر وہ اسپر فکر کریگا اگر کسی ایسی صحبت میں جہاں مختلف خیال کے لوگ جمع ہوں کوئی شخص خدا اور خدا کی کارسازی پر گفتگو کرتا ہو تو اُسکی باتوں کے جواب میں سب لوگ خاموش رہتے ہیں جس سے پھچاننے والا جان لیتا ہی کہ سننے والوں کا اطمینان نہیں ہوا لیکن اپنی راے کو بیان کرنے کی بھی قدرت اِن میں نہیں ہی *

اب ہم وہ واقعات جمع کرکے بیان کرتے ہیں جن سے قانون مکافات کا راستہ معلوم ہو اور توقع سے زیادہ خوشی ہوگی اگر اس محیط عظیم کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا قوس بھی ہم سے صحیح صحیح رسم پا گیا *

فطرت میں خواص متضاد اور عمل و رد عمل کا عام ہونا : —

قدرت کے ہر حصہ میں ہمکو ضدیں ملتی ہیں — ظلمت و نور میں - حرارت و برودت میں سمندر کے مد و جزر میں - نباتات اور حیوانات کے تنفس میں کہ ہوا کو اندر کھینچتے اور باہر نکالتے ہیں - جسم حیوانی میں خون کی کمیت اور مقدار کے تناسب میں - دل کے قبض و بسط میں - مایعات اور ندا کے گھٹاؤ اور بڑھاؤ میں - حرکت دوری کے مائل المرکز اور دافع المرکز کششوں میں - قوت کہربائی اور ربط کیمیائی میں - قوت مقناطیسی اگر سوئی کے ایک سرے پر پیدا کی جاتی ہی تو مخالف مزاج کی قوت دوسرے سرے پر پیدا ہوجاتی ہی - اگر ایک میں جذب کی قوت ہی تو دوسرے میں دفع کی - ایک جگہہ سے خالی کرنا دوسری جگہہ بھرنا ہی - غرض اس دوئی (duclism) نے کارخانہ عالم کی تنصیف کر رکھی ہی اس طرح پر کہ ہر شی نصف ہی اور اپنے دوسرے نصف پر ذہن کو منتقل کرتی ہی تاکہ مل کر

ایک ہوجاوے - جیسے روح اور مادہ — طاق اور جفت — ذھنی و خارجی — اوپر اور نیچے - حرکت و سکون - ہاں اور نہیں *

جب کہ کل عالم میں دوئی ہی تو یہہ ہی دوئی اس کے ہر جزو میں ہی - کل نظام اشیاء ہر ذرہ میں پیدا ہی - عورت و مرد میں — پانی کے اُتار اور چڑھاؤ میں - شب و روز کے تغیر و تبدل میں جو چیزیں موجود ہیں ان ہی کی مشابہ چیزیں درخت کی شاخیں - اناج کے دانوں اور انواع حیوان کی ہر نوع میں ملتی ہیں - عناصر عالم میں جو رد عمل (reaction) بڑی عظمت کے ساتھہ ہوتا رہتا ہی وہ ہی اِن خفیف مخلوق کی مختصر حدود میں بھی پیدا ہوتا ہی — مثلاً علم حیوانات کے ماہروں نے ثابت کیا ہی کہ وہ حیوان جو انسان سے مانوس ہوجاتے ہیں جہاں اُن میں یہہ وصف موجود ہی اُس کے بدلے اور ایسے عیب دیکھے جاتے ہیں جو وحشی جانوروں میں نہیں ملتے — کسی مخلوق کے ایک حصہ میں جو زیادتی دی گئی ہی اسی قدر دوسرے حصہ میں تخفیف کردی گئی ہی - اگر سر اور گردن بڑے بنائے ہیں تو دھڑ اور ہاتھہ پیر چھوٹے کردیئے ہیں *

قواء جرثقیل کے اصولوں میں اسی کی ایک اور مثال موجود ہی یعنی جو کچھہ قوت میں ہم حاصل کرتے ہیں اسی قدر وقت میں ضایع کرتے ہیں اور اس کے برعکس - سیاروں کی گردش میں ' انحراف مرکز ' دوسری مثال ہی — زمین اور موسموں کے حالات میں بھی اس کی مثالیں نظر آتی ہیں — زمین جہاں اناج نہیں ہوتا پنکھاروں اور مہلک جانوروں سے پاک ہوتی ہی - سرد ملک میں جہاں اور عیب ہیں یہہ ایک وصف بھی ہی کہ جسم کو قوی کرتا ہی *

یہہ ہی دوئی انسان کی فطرت اور حالت میں بھی پیدا ہی ہر زیادتی کمی پیدا کرتی ہی اور ہر کمی زیادتی کا سبب ہوتی ہی - ہر شیرینی تلخی اپنے ساتھہ لاتی ہی اور ہر تکلیف کے بعد راحت میسر ہوتی ہی — ہرایک قوت جو لذت کی چکھنے والی ہی اپنے بیجا صرف سے اسی قدر تکلیف کی سزا پانے والی ہی - اسی قوت کو جواب دیتا ہی کہ اعتدال سے وہ کام کرتی رہی ہی اگر یہہ نہیں تو اس کی جان کو خطرہ ہی - جہاں عقل ہی وہاں حماقت بھی ہی - ہرایک چیز جو تم نے کھوئی ہی اِس کے بدلے میں کوئی چیز پائی ہی - اور جو چیز تم نے پائی ہی اِس کے لیئے کچھہ کھویا ہی — اگر دولت بڑہ گئی ہی تو دولت کے صرف کرنے والے بھی زیادہ ہوگئے ہیں - اگر دھقان نے خرمن زیادہ جمع کرلیا ہی تو قدرت نے جو کچھہ دیا تھا اِس کا ایک حصہ لے بھی لیا ہی ملک کو بڑھایا ہی اور مالک کو مار ڈالا ہی — قدرت کو مستثنیات سے نفرت ہی اور کسی پر کسی کا قبضہ ہمیشہ نہیں قایم رہنے دیتی — سمندر کی موجیں اونچی سے اونچی اُٹھکر ہموار سطح کی اِس قدر جلد متلاشی نہیں ہوتیں جس قدر حالت اِنسانی کی مختلف صورتیں ایک صورت کو جلد اِختیار کرلیتی ہیں — قدرت میں وہ ہموار کرنے والے ذریعے ہمیشہ سے موجود ہیں جو غرور — قوت - دولت - قسمت والوں کو اِسی سطح پر لے آتے ہیں جو اوروں کو حاصل ہی اگر کوئی شخص وحشی اور تیز مزاج ہی — ظلم اور بد خوئی کی عادتوں نے طبیعت میں کوئی بات نیک معاشوں کی سی نہیں پیدا ہونے دی — تو اسی شخص کے ہاں اولاد پیدا ہوتی ہی — معصوم بچے اور بھولی بچیاں ہر وقت سامنے ہوتی ہیں جن کی پرورش اور دیکھہ ماندگی کی فکر میں اِس کی ساری بد خوئی اور پیشانی کے بل ایک کے بعد ایک رفع ہوجاتے ہیں — طبیعت میں رحم اور بردباری پیدا ہوجاتی ہی - کوہستان کی چٹانوں میں جہاں سنگ لاخ کی شاخیں قدرت نے پھولا رکھی ہیں وہیں نرم اور قیمتی معدنیات کی تحریریں بھی نظر پڑ جاتی ہیں — قدرت بھیڑیا نکال کر بھیڑیا کا بچہ وہیں بند کرتی ہی اور ترازو کے دونوں پلڑوں کو برابر رکھتی ہی *

زمیندار سمجھتا ہی کہ حکومت اور منصب عمدہ چیزیں ہیں - لیکن صوبہ کا حاکم جانتا ہی کہ اِس

حکومت کي کیا قیمت دیني پڑي ھی طمانیت قلب اور آزر عمدہ اوصاف کا جو طبیعت میں تھیں کھوکر خون ھوا ھی — ایک قلیل مدت کے لیئے دنیا کو اپنے آقائي اور افسري کا جلوہ دکھانے کے واسطے دوسروں کي غلامي اور ماتحتي میں کھونکر خاک چاٹي ھی — اگر اِنسان اپني لیاقت اور قابلیت کے زور سے طبیعت کے وہ جوھر دکھلانے چاھتا ھی جن کي آب و تاب کو سب سے زیادہ دوام ھی تو اِس میں بھي نقصان سے بریت نہیں — وہ شخص جو اپني اولوالعزمي اور عالي دماغي کے زور میں بڑا آدمي بنتا ھی اِس کو بھي اِسي ممتاز مقصب کو برقرار رکھنے کي ذمہ داریاں ایسي ھوتي ھیں جنسے بہت کچھہ نقصان اُٹھانا پڑتا ھی — ھر روشني کي رو کے ساتھہ جو دل میں آتي ھی کچھہ خطرے بھي شامل ھوتے ھیں — اگر دل میں نور کي طغیاني ھوتي ھی تو اِس کي شہادت بھي دیني ھی کہ ھاں ایسا ھوا ھی — اِس کشف والقا کي وفاداري میں جس سے قلب ھر آن میں مالا مال ھوتا رھتا ھی اُس ھمدردي سے دست کش ھونا پڑیگا جو اِس سے پہلے زندگي کو بڑي تقویت دیتي تھي — پھر قرض ھوگا کہ ما سے باپ سے جورو اور بچوں سے غرض سب سے نفرت کرے — کیا ایسي حالت میں اِس شخص کو وہ سب کچھہ مل گیا جس کي دنیا قدر کرتي ھی یا جس کي دنیا تعریف اور طمع کرتي ھی — نہیں ھرگز نہیں — دنیا کي تعریف سے اس کو منھہ پھیرنا پڑیگا اور حق کے ساتھہ وفاداري رکھنے میں وہ دنیا کو سزا دیگا — لیکن اسکے ساتھہ ھي خود دنیا کي نظر میں بدنام اور انگشت نما بنیگا *

یہہ ھي وہ بڑا قانون ھی جس نے ملکوں اور قوموں کے قوانین وضع کرائے ھیں اُسکے خلاف کسي قانون یا ضابطہ کي بنا ڈالني یا اِس سے سرکشي کرني عبث ھی اشیا بے ترتیبي کي حالت میں زیادہ نہیں رہ سکتیں — جو بد نظمي اور ظلم اسوقت ھو رھا ھی آج اسکي تلافي نہ نظر آتي ھو لیکن تلافي موجود ھی اور لازم ھی کہ ظاھر ھو — اگر گورنمنٹ ظالم ھی تو گورنر کي جان کو سلامتي نہیں — اگر محصول زیادہ لگایا ھی تو حاصل ملک میں ٹوٹا آئیگا — اگر تعزیرات کا قانون سخت ھی تو قاضي مجرم کو گنھگار نہ ٹھیرائیگا — اگر قانون نرم ھی تو رعایا خود انتقام کے درپے ھوجاویگي — اگر کسي سلطنت میں حکومت مطلقا جمھور کے قبضہ میں ھی تو رعایا کي جان پر وہ دباؤ رھیگا کہ اسکي حدت بڑھ جائیگي اور انسان کو اسیطرح زندہ رھنا پڑیگا جسطرح آگ جلتي ھی — غرض انسان کي صحیح زندگي اور اُسکي طمانیت اِسي میں ھی کہ شدت کي سختیاں اور حد کي نرمیاں گوارا نکرے اور اپنے قیام کے لیئے حوادث کے تغیرات میں ایک انداز استغنا اور اعتدال کا اختیار کرے — تمام حکومتوں میں انسان کي طبیعت کا اخلاقي اثر ایک سا رھا ھی — ترکي کي شخصي سلطنت میں بھي یہہ اثر اُسي درجہ پر ھی جو موجودہ نیوانگلینڈ کي جمھوري ریاست میں ھی — اور تاریخ انصافاً بتاتي ھی کہ فراعنہ مصر کي قدیم سلطنتوں میں بھي انسانکو اس حد تک آزادي حاصل نہي جس حد تک تعلیم نے اُسکو آزاد بنایا تھا *

یہہ صورتیں ھیں جو ثابت کرتي ھیں کہ کل کائنات ھر ذرہ میں پیدا ھی — ھر چیز فطرت میں وہ ھي طاقت رکھتي ھی جو کل فطرت کي طاقت ھی ھر شے ایک ھي مخفي جوھر سے خلق ھوئي ھی — علم الحیوان کا استاد ھر ایک تبدیل شدہ حیواني صورت میں ایکھي ٹائپ (سانچہ) دیکھہ لیتا ھی اور گیوزے کو دوڑتا ھوا — مچھلي کو تھرتا ھوا — پرند کو اڑتا ھوا اور درخت کو اوگا ھوا آدمي سمجھتا ھی — یہہ حیواني صورتیں اسي ایک ٹائپ کے خاص حصوں کي تکرار ھی اپنے میں نہیں دکھلاتیں بلکہ بالتفصیل ایک ایک حصہ کو ایک ایک نقش اور ایک ایک قوت کو پہانتک کہ اپني پوري ترکیب اور ترتیب کو ویسا ھي دکھلاتي ھیں جو ٹائپ کي ھیں — اسیطرح ھر ایک کام — پیشہ — ھنر — تجارت عالم کے جدا جدا نمونے ھیں اور ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ھیں اور ان میں سے ھر ایک انسان کي زندگي اور اس زندگي کي بھلائیوں برائیوں — تکلیفوں آزمایشوں یہاں تک کہ اس کے دوران اور انتہا کي علامت ھی اور ھر ایک کو لازم

ھی کہ اپنی صورت میں انسان کی صورت کو پھر پورا دکھلا دے تاکہ جو کچھہ گذرنے والا ھو اسپر رتی رتی کھل جاوے *

کائنات عالم گول بوند بنکر شبنم کے قطرہ تک میں پیدا ھی — خورد بین آج تک کوئی حیوان ایسا نہیں دریافت کرسکی ھی جو صغارت کی وجہہ سے نامکمل ھو — قصارت — سماعت — ذایقہ — شامہ — حرکت — زور — خواھشیں — نسل کے اعضاء جنکی عملی قوتوں نے ازل سے لیکر ابد تک پر قبضہ کر رکھا ھی — ان سب کو چھوٹی سے چھوٹی جان میں بھی جگہہ ملی ھی — اسیطرح ھم اپنے ھر فعل میں خراہ کیسا ھی خفیف ھو اپنی پوری لایف (جان) کو دکھادیتے ھیں — خدا کے ھر جگہہ موجود ھونے کی حقیقت صرف یہہ ھی ھی کہ خدا ظاھر ھی بار بار ھر گھانس کے پتھے اور کائی کے رونگٹے میں — مکڑی کے جالے کے تانے اور بانے میں — کائنات نے اپنی قیمت کو اپنی ھر ذرہ میں ڈال رکھا ھی اگر نفع ھی تو ضرر بھی موجود ھی اگر جذب کی قوت ھی تو دفع کی قوت بھی ساتھہ شامل ھی — اگر زور ھی تو زور کی انتہا بھی ھی *

اسیطرح سے یہہ عالم زندہ ھی — سب چیزیں (مورل) اخلاقی ھیں — وہ روح جو ھمارے اندر اخلاق کی حیثیت رکھتی ھی وہ ھی ھم سے باھر قانون ھی اندر سے جو کچھہ وہ کھتی ھی وہ ھی کشف ھی اور باھر اُسکے ایک تاریخی دفتر پیش کر رکھا ھی جسکی مہلک قوت کو ھر شخص دیکھتا ھی — روح عالم میں ھی اور عالم کو روح نے وضع کیا ھی — انصاف میں قصور نہیں ھوتا — زندگی کے ھر حصہ میں انصاف نے اپنی میزان کو ٹھیک ٹھیک بنا رکھا ھی نہ کوئی پلڑا نیچا ھی نہ کوئی اُونچا — دنیا مثل ایک مساوات کے سوال کے ھی کہ جانبین مساوی ھیں — رقموں کو اُلٹو پلٹو لیکن قیمت مجہول کی وھی رھیگی جو ھی نہ زیادہ ھوگی نہ کم — ھر ایک راز بیان کردیا جاتا ھی اور ھر ایک جرم کی سزا اور ھر نیکی کا انعام ملجاتا ھی — ھر تکلیف اور ظلم کا انسداد یقینی اور چپ چاپ ھو جاتا ھی — جس چیز کو ھم عوض = معاوضہ پاداش یا مکافات کہتے ھیں وہ لوازمات عامہ میں سے ایک لزوم ھی جس کے بموجب ھر جگہہ جہاں جزو پیدا ھی وھاں اس جزو کا کل بھی موجود ھی — اگر دھواں نظر آیا ھی تو آگ بھی وھیں ھوگی — اگر ھاتھہ اور پیر دیکھے میں تو دیکھو دھڑ بھی وھیں چھپا ھوگا *

انسان کے ھر فعل میں اس فعل کی مکافات دو صورتوں میں پیدا ھوتی ھی — گویا دو طریقے ھیں جن سے یہہ فعل اپنی تکمیل کو پھونچتا ھی — پہلی صورت تو یہہ ھی کہ مکافات نفس فعل یا انسان کی فطرت حقیقی میں ظاھر ھوتی ھی — دوسری صورت یہہ ھی کہ مکافات ظاھر میں یا فطرت خارجی میں پیدا ھو — انسان عموماً اس دوسری صورت کو یعنی مکافات کے خارج میں پیدا ھونے کو عوض یا پاداش اپنے فعل کا سمجھتا ھی — لیکن حقیقی مکافات اس فعل میں خود پیدا ھی اور اسکی تمیز نفس ناطقہ کرتا ھی — خارج میں مکافات کو دیکھکر سمجھنا فہم عامہ کا کام ھی — لیکن یہہ خارج کی مکافات بھی فعل سے جدا نہیں مگر بعض حالتوں میں اسپر ایک مدت وقت کے گذرنے کی ضرورت ھوتی ھی اس لیئے جب تک کچھہ برس نہ گذر جائینگے وہ پورے طور پر ظاھر نہ ھوگا — جو جرم آج کیا ھی شاید کچھہ دن کے بعد اُسکی سزا میں بدن پر بدھیاں اُبھریں لیکن اُبھریں گی ضرور کیونکہ سزا جرم میں موجود ھی — جرم و سزا ایک ھی شاخ سے پھوٹے ھوئے ھیں — سزا وہ پھل ھی جسکو لذت کے پھول نے اپنی سوکھی پنکھڑیوں میں چھپاکر آنکھہ سے اوجھل کردیا تھا لیکن اندر ھی اندر وہ چپکے چپکے پکتا چلا آتا ھی — سبب و مسبب — وسیلہ و نتیجہ — تخم و ثمر ایک سے دوسرا جدا نہیں ھوسکتا — کیونکہ مسبب پہلے ھی سے سبب میں جھلک رھا ھی وسیلہ میں نتیجہ پہلے ھی سے موجود ھی تخم میں ثمر پوشیدہ ھی سے پیدا ھی *

جب کہ عالم اپنے آپ کو سالم رکھنا چاھتا ھی اور اِس بات کو کسیطرح قبول نہیں کرتا کہ اُس کے ٹکڑے کیئے جاویں ھم اسی اُدھیڑ بن میں رھتے ھیں کہ جو کام کریں اس میں تقسیم کو کام میں لاویں اور کسی غرض کے لیئے اس کو اپنے مطلب کا بنالیں — مثلاً نفسانی خواھشوں کو

پورا کرنے کے لیئے ہم اپني قابلیتوں میں سے لذایذ شہواني کو اخلاقي کوایف سے جدا کرلیتے ہیں — انسان کي بڑي سے بڑي قابلیت ہمیشہ اسي میں صرف ہوئي ہی کہ کسي ایک مسئلہ کو حل کرلے - شہواني لذت - شہواني قوت - شہواني خوبصورتي کو اخلاقي حظ اخلاقي زور — اخلاقي حسن سے جدا کرکے محظوظ ہو - یعني کسي جسم کي فقط سطح کو اوپر اوپر سے اِس طرح تراش لے کہ اسکے قیام کے لیئے کوئي پیمانہ رہے - دیوار کو بنیاد سے جدا کر لے اور دیوار نہ گرے — کسي چیز کا ایک سرا پکڑتا ہی اور چاہتا ہی کہ دوسرا سرا اِس چیز میں موجود ہي نہ ہو — ایک صورت بغیر دوسري صورت کے پیدا ہوجاوے - روح کہتي ہی کہ ضرورت کے موافق کھا لیکن وہاں خوشخوریاں شروع ہوجاتي ہیں — روح بقاتي ہی کہ زن و شو ایک جسم و جان ہیں لیکن جسم فقط جسم ہي کو ایک ہونے دیتا ہی روح کہتي ہی کہ تمام چیزوں پر نیکي کي غرض سے قبضہ کر لے لیکن اِنسان نیکي کے لیئے نہیں بلکہ کسي اور مطلب سے اُن کو اپنا بنانا چاہتا ہی *

روح کوشش کرتي ہی کہ اپنے میں تمام اشیاء کو شامل رکھکر زندہ اور کام کرتي رہے — تمام چیزیں — قوت - علم - حسن — مسرت اِس میں مجتمع رہیں — لیکن یہہ آدمي جو جانتا ہی یہہ چاہتا ہی کہ میں کچھہ ہوجاؤں اپنے لیئے کچھہ کروں — کچھہ بیچوں کچھہ خریدوں - جھک جھک کرکے دوسرے کي کانپہ کتراوں اور یہہ سب اپنے نفع کے لیئے - سواري میں بیٹھوں اِس لیئے کہ سوار نظر آؤں - پہنوں اس لیئے کہ خوش لباس بنوں - کھاؤں اس لیئے کہ خوب کھاؤں - حکومت کروں اِس لیئے کہ لوگ دیکھیں انسان بڑا بننا چاہتا ہی مگر سمجھتا ہی کہ بڑا بننا اسي میں ہی کہ فطرت کے ایک پہلو کو یعني اس کے فقط ایک رخ کو جو شیریں ہی لیلے اور دوسرے رخ کو جسمیں تلخي ہی چھوڑ دے *

لیکن یہہ تقسیم اور کاٹ چھانٹ کسي طرح نہیں چلتي — اس کي پاداش ہوني ضرور ہوتي ہی - آجتک اور یہہ قبول کرنا پڑیگا کہ آجتک کسي چالیئے کي چال اور کسي منصوبیئے کا منصوبہ کچھہ بھي کارگر نہیں ہوا ہی - پاني کو کاٹتے ہو لیکن ہاتھہ آگے بڑھتا جاتا ہی اور پاني پیچھے ملتا جاتا ہی — خوشي کي چیزوں میں سے صرف خوشي - نفع کي چیزوں میں سے صرف نفع - قوت کي چیزوں میں سے صرف قوت جہاں جدا کرني چاہوگے خوشي - نفع - قوت سب یک لخت زایل ہوجاتےہیں - کسي چیز کو کاٹکر اس میں سے فقط نفساني لذت کو جدا کرنا ایسا عبث فعل ہی جیسے کسي ایسي چیز کا تلاش کرنا جسکا اندر کا رخ تو ہو اور باہر کا رخ نہ ہو - کوئي ایسي روشني ملجاوے کہ فقط نور ہي نور ہو اور اُس سے سایہ نہ پڑتا ہو — لیکن یہہ قانون فطرت کے خلاف ہی - فطرت سے ہٹوگے اور وہ تمکو پھر وہیں لے آویگي اس کو بھگاتے ہو اور وہ پیچھے پیچھے چلي آتي ہی *

زندگي چند ضروري شرایط سے جکڑي ہوئي ہی - جن کو نادان نظر انداز کرنا چاہتے ہیں اور بڑے لاف سے کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں جانتے — ہم پر وہ عاید نہیں ہوتیں - لیکن یہہ لاف اُن کے لیوں پر ہی اور شرایط ان کي روح میں - اور پھر یہہ ایسي سخت اور اٹل ہیں کہ اگر ایک وار انکا کسیطرح بچا بھي لیا ہی تو وہ ہي وار دوسري جگہہ ایسے جچے ہاتھہ سے پڑا ہی کہ کام ہي تمام ہوگیا ہی - اگر ظاہري صورت میں یعني خارج میں مکافات سے گریز ہوگئي ہی تو صرف اسوجہہ سے کہ مجرم نے اپني جان - اپني زندگي - اپني روح کا بھیجا مقابلہ کیا ہی — اپنا چور خود بنا ہی - اپنے آپ سے بھاگا ہی اور یہہ ہي مکافات موت نہیستي اور نابودي سے بڑھ کر زبون ہی تمام کوششیں جو اس لیئے کي جاتي ہیں کہ کسي طرح ایک فعل میں سے اس کے نفع کو ضرر سے جدا کرلیا جاوے ان میں عام اس سے کہ ظاہري مکافات کیا ہو ہمیشہ اس درجہ نا کامي رہي ہی کہ اُن کا دوبارہ تجربہ کرنا دیوانگي سے کم نہیں ہی — جس وقت قوت میں سرکشي اور اس قطع و برید کے مرض کي ابتدا ہوئي اسیوقت سے عقل میں کل مرض سرایت کر جاتا ہی اور اسي لمحہ سے انسان خدا کو اس عالم اور اس کي

ہر شی میں دیکھنے سے قاصر ہو جاتا ہی — خدا کو پھر نہیں دیکھہ سکتا بلکہ اشیاء عالم میں صرف وہ ہی آب و تاب اور فریفتگی اُس کو نظر آتی ہی جو خبیث لذتوں کی پیدا کرنے والی ہیں - اور جو نقصان ان لذتوں میں مخفی ہی وہ اس کی نظر سے چھپ جاتا ہی - گویا سمندر کی سطح سے ایک خوبصورت پری برہنہ جسم زلفیں چھوٹی ہوئی کمر تک نکلی نظر آتی ہی لیکن وہ مچھلی کا دھڑ جو نیچے لگا ہی آنکھوں کو نہیں سوجھتا - انسان سمجھتا ہی کہ جس چیز کو میرا جی چاہتا ہی اسکو اُس حصہ سے علیحدہ کرکے جسکو میرا جی نہیں چاہتا لے سکتا ہوں - مگر " کیسا بڑا راز ہی اے تو وہ جو خاموشی میں سب سے اونچے آسمانوں پر آباد ہی - اے تو اکہلے بڑے خدا جو اپنی نہ تھکنے والی قدرت سے اُن کی آنکھوں کو بے نور کردیتا ہی جن میں ایسی خواہشیں ہیں کہ جن کو وہ قابو میں نہیں لاتے " (قول سینٹ اگسٹائن) *

روح انسانی ان ہی واقعات کی تصدیق قصہ و داستان - تاریخ و قانون — زبان اور کہاوتوں سے بھی کرتی ہی — ادیبوں کی تحریروں میں ان واقعات کو اسطرح زبان ملی ہی کہ لکھنے والوں تک کو خبر نہ ہوئی - یونان کے بت پرست جوپیٹر کو عقل مطلق کہتے تھے - لیکن مذہبی انسانوں نے چند قبیح افعال بھی اُسکی نسبت مشہور کردیئے تھے اس لیئے عقل مطلق کا علاج اسطرح پر کیا گیا کہ جو پیٹر کے ہاتھہ باندہ کر اسکو بالکل معذور بنادیا - پرامیتھیوس جو عقل اور علم میں سب آدمیوں سے برتر سمجھا جاتا تھا جس نے آسمان سے آگ چرائی تھی اور اُسکے ذریعہ سے آدمی کے پتلے مٹی سے بناکر ان میں روح ڈالتا تہا جسکے سبب سے جو پیٹر کا عتاب اسپر نازل ہوا اور گرفتار ہوکر کوہ قاف کی چوٹی سے زنجیروں میں باندھا گیا اور جانور مقرر کیئے گئے کہ ہر وقت اس کے دل کو نوچیں اور کھائیں وہ ہی مظلوم پرامیتھوس جو پیٹر کا ایک راز ایسا جانتا ہی جس کے لیئے جوپیٹر کو کسی نہ کسی طور پر معاملہ کرنا پڑیگا - اسیطرح مقروا جو لڑائی کی دیوی ہی وہ بھی جوپیٹر کے ایک راز سے واقف ہی - جوپیٹر مجبور ہی کہ برق و رعد کے فوجوں سے اپنے دشمنوں کو کیونکر ہلاک کرے کیونکہ جہاں یہہ سامان رکھا ہی اسکی کنجی مقروا کے قبضہ میں ہی پس ان افسانوں میں صاف اقرار ہی کہ وہ جو کل ہی اپنے اخلاقی مقصد کے لیئے انمیں بھی عمل کرتا ہی — ہمدوستان اور روما کی بت پرستی بھی انہی اخلاقی اصولوں پر ختم ہوتی ہی - کیونکہ کوئی افسانہ ایجاد اور قبول نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکا نتیجہ اخلاقی نہ نکلتا ہو - آرزا جو یونان کی بت پرستی میں صبح کی دیبی سمجھی جاتی تہی جسکی انکھوں سے جو گلاب کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک ہوتی تھیں شبنم کے قطرے ٹپکتے تھے اسی دیبی نے اپنے خاوند کے لیئے عمر جاوید تو مانگلی لیکن اسکے ساتھہ ہی جوانی کو مانگنا بھول گئی اس لیئے اُسکا خاوند زندہ تو ہمیشہ رہیگا لیکن بوڑھا جیئیگا یونان کا مشہور شجاع اکیلیز ایسا نہیں جو کسیطرح مغلوب نہ ہوسکے — کیونکہ جب اسکی ماں نے پوتر جل میں اسکو اشنان کرایا تھا تو پیر کی ایڑی خشک رہگئی تھی اور اسی ایڑی میں اسکی جان ہی - اسیطرح سیفرائید بھی ایسا نہیں جسکو موت نہ آوے کیونکہ جب دیو کو مارکر اسکے خون میں نہایا تھا تو نہاتے میں پیٹھہ پر ایک پتا آن پڑا اور وہاں دیو کا خون نہیں لگا اسلیئے اس جگہہ صدمہ پہونچنے سے وہ ہلاک ہوسکتا ہی اور یہی ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ مٹی ہی خدا نے کوئی چیز نہیں بنائی جس میں ایک جھری نہ چھوڑدی ہو - یہہ انتقامی صورتیں بلا اسکے کہ کسیکو پہلے سے تمیز ہوسکی ہوں قدیم شاعری کے نغموں سے بھی جس میں انسان اپنے جذبات کے جوش اور تصور کی بلند پروازیوں سے بے خود ہوکر ہرایک قانون کی قید سے آزاد ہونا چاہتا تھا پھوٹ نکلیں - لیکن یہہ انتقامی صورتیں کیا تھیں ؟ یہہ وہ ہی مکافات کا اصول ہیں - وہی تلوار کا اُٹھا ہاتھہ - توپ کا چھوٹکر پیچھے کو ہٹنا — عمل اور رد عمل جو بتاتا ہی کہ مکافات کا قانون ضروری اور سخت ہی اور یہہ کہ نیچر میں کوئی چیز دی نہیں جاتی بلکہ سب چیزیں فروخت ہوتی ہیں *

یہی وہ قدیم اصول اور مذہب ہی جس میں نفس دیبی کی پرستش ہوتی تھی جسکا کام تھا کہ عالم کی نگہبان رہے اور کسی قصور کو بغیر سزا کے نہ چھوڑے نفس دیبی کی کارپرداز قہر و عتاب کی دیبیاں تھیں جنکے تشدد کا یہہ حال تھا کہ اگر آفتاب بھی آسمان پر اپنی گردش میں راہ سے بے راہ ہو تو اُسپر فوراً سزا مقرر کردیں * قدیم شاعروں نے لکھا ہی کہ کیوں کر پتھر کی دیواروں اور لوہی کی تلواروں اور چمڑے کی پیٹیوں نے اپنے ہی آقاؤں سے اگر اِنسے کوئی ظلم صادر ہوا تو خود انتقام لیا — جو کمربند ایچکس نے ہکتر کو دیا اُسی کمربند سے ہکتو کی لاش اکیلیز کے رتھہ سے باندھی گئی اور لڑائی کے میدان میں گھسٹتی پھری — اُسی تلوار نے جو ہکتر نے ایچکس کو دی تھی ایچکس کا کام تمام کیا — جب کسی شجاع کی مورت شہرت کے لیئے کہیں نصب کی گئی اور دشمن نے اسکو مقہدم کرنا چاہا تو مورت کے تراشنے میں دشمن بھی ملائکت کو پھرنچا *

غرض ان افسانوں میں بھی وہ ہی اڑتی صدائیں سنائی دیتی ہیں جو خدا کی آواز ہیں — ان صداوں کا ماخذ وہ خیال ہی جو مصنف و موجد کی قوت اور ارادہ سے اعلی ہی — مصنف کی تصنیف میں وہ ہی حصہ سب سے ممتاز ہی جس میں کوئی چیز اسکی ذاتی نہ ہو — جس کے پیدا ہو جانے کا اسکو خود علم نہ ہو — جو اسکی ایجاد سے نہو بلکہ اس کے دل — اسکے مزاج سے خود بخود جس طرح مسلم سے پسینا بہہ نکلتا ہی پیدا ہوگیا ہو — یہہ وہ چیز ہی جو ایک ہنر مند کے ہنر میں صاف نظر نہیں آتی بلکہ جب بہت سے اہل ہنر و دانش کے کاموں کو مطالع کرتے ہیں تو جوہر کی طرح اسکو سب سے کھینچ لینا پڑتا ہی — یونان کا مشہور بت تراش اور معمار فیداس جسکی تاریخ نے انتہا درجہ کی قدر کی ہی میں اس فیداس کو کچھہ نہیں سمجھتا بلکہ جس زمانہ میں فیداس تھا اس وقت میں جو کام بت تراشی اور معماری کے فنون میں انسان کرسکا صرف انکو دیکھنا چاہتا ہوں — ہمکو جو کچھہ دیکھنا ہی یہہ ہی کہ انسان نے ایک زمانہ خاص میں کیا کرنا چاہا اور کیونکر فیداس اور شکسپیر جیسے ہنر مندوں کے دخل سے جو اس زمانہ میں اوزار کی مثل تھے کہ جن سے انسان کام کرتا تھا انسان اپنے کام کو درجہ کمال تک پہونچانے میں فی الحقیقت قاصر رہا یا اسی پر اکتفا کرسکا کہ اسکو کوئی دوسری صورت دیدے *

علاوہ اس کے ہر ملک اور قوم کی زبان میں بہت سی کہاوتوں اور ضرب المثلوں سے جو فی الحقیقت عقل و حقایق کے دفتر ہیں مکافات کا اصول بخوبی ظاہر ہوتا ہی — کہاوتیں جو زبان میں رائج ہوتی ہیں وہ ہر قوم کے الہامی صحیفوں کی طرح ایسا مخزن ہوتی ہیں جن میں عقل کے وہ جوہر محفوظ ہوتے ہیں جو انسان کی فطرت میں شامل ہیں — مثلاً کہا جاتا ہی کہ آنکھہ کے بدلے آنکھہ — دانت کے بدلے دانت — خون کے بدلے خون — دے اور تجھکو دیا جائیگا — پھل دیگا پھل پائیگا — کچھہ نہ کریگا کچھہ نہ ملیگا — نقصان چاہیگا نقصان پائیگا — کوسنا اُلٹا اپنے اوپر آئیگا — غلام کی گردن میں زنجیر کا ایک سرا ڈالیگا دوسرا سرا اپنی گردن کا طوق بنے گا — بری نصیحت ناصح کو برباد کردیگی — سب سے بڑا احمق شیطان ہی — وغیرہ وغیرہ — یہہ اور ایسی ہی اور بہت سی کہاوتوں میں جو کچھہ کہا جاتا ہی وہ ہی فی الحقیقت زندگی میں انسان پر گذرتا ہی — ہمارے افعال پر قدرت کا قانون ہمارے قوائے ارادی سے بڑھکر مسلط اور ان میں تمیز کرنے والا ہی — ہم ایک چھوٹا سا کام اُن کاموں سے بالکل علحدہ سمجھکر جو رفاہ عام کے لیئے ہوں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسکا برا یا بھلا اثر کسی اور پر نہ ہوگا — لیکن قانون قدرت ایسا حاوی ہی کہ جسطرح مقناطیسی قوت دنیا کے تمام قطب نماؤں کی سوئیوں کو خواہ ان میں کتنا ہی انحراف پیدا کیا جاوے ہرا پھرا کر آخر کار خط قطبین کی سیدھ میں لے آتی ہی اسیطرح ہمارا کام بھی قانون فطرت کے عمل سے اُن کاموں میں شامل ہوجاتا ہی جو دنیا پر برا یا بھلا اثر ڈالتے ہیں *

انسان نہیں بولتا مگر اپنے اوپر ایک حکم سناتا ہی — خوشی سے یا زبردستی جو لفظ زبان پر لاتا ہی اُس میں اپنی تصویر مخاطب کے سامنے کھینچتا ہی — ہر ایک رائے جو ظاہر کرتا ہی اسپر پلٹ کر اثر کرتی ہی —

گویا تاگوں کا گولا ہوتا ہی کہ دوسروں کی طرف پھینکا ہی لیکن ایک سرا اپنے کپڑوں میں اولجھا ہوا ہی — برچھی ہی جو رسن میں باندھکر شکار پر پھینکی ہی - اگر ٹھیک پڑی تو پڑی ورنہ اندیشہ ہی کہ اُلٹ کر خود اپنے تئیں نہ زخمی کردے *

کوئی بدسلوکی اور ظلم دوسرے کے ساتھہ نہیں ہوسکتا جو اپنے ہی حق میں بدسلوکی اور ظلم نہ ہو برک کا قول ہی کہ کسی شخص میں آجتک کوئی بات غرور کی ایسی نہیں پائی گئی جو اسکے حق میں مضر نہ ثابت ہوئی ہو- اگر کسی حق سے دوسرے کو مستثنٰی کیا ہی تو خود بھی اس سے مستثنٰی ہونا پڑا ہی- اگر جنت کے دروازے دوسروں پر بند کیئے ہیں تو اپنے اوپر بھی وہ بند ہوگئے ہیں — اگر آدمیوں کو شطرنج کے مہرے یا پچیسی کی گوٹیں کی طرح بے حقیقت جانا ہی تو خود بھی ایسے ہی بے حقیقت اور ذلیل سمجھے گئے ہیں- اگر دوسروں کے دل کی پرواہ نہیں کی ہی تو اپنے دل کی پرواہ کو بھی چھوڑنا پڑا ہی *

سوشل تعلقات میں جب انصاف اور دوستی کے قواعد کے خلاف کسی سے کوئی بات عمل میں آئی ہی تو اسکی سزا بھی فورا مل جاتی ہی - یہہ سزا خوف کے پیدا ہونے سے ملتی ہی - جسوقت تک کہ میں اپنے ہمجنسوں سے سچے اور سادے تعلقات رکھتا ہوں مجھکو ان سے ملنے میں کوئی سبب فاخوشی کا نہیں ہوتا - ہم دونوں اس طرح ملتے ہیں جس طرح پانی سے پانی ملتا ہی یا جیسے ہوائیں آسمان پر ملکر ایک دوسرے میں سما جاتی ہیں — لیکن جہاں اس سادگی اور سچائی سے علحدگی اختیار کی گئی- جہاں اپنا نفع اس میں تلاش کیا جو دوسرے کا نفع نہیں ہی تو دوست فورا اس بات کو پہچان جاتا ہی اور پھر مجھسے اسیطرح رکھنے لگتا ہی جس طرح میں اُس سے رکا تھا — اب میری اسکی آنکھیں چار نہیں ہوتیں — اب مجھہ میں اور میرے دوست میں لڑائی ہی - نفرت اسکے دل میں اور خوف میرے دل میں *

اسیطرح سوسئیٹی کی خرابیاں خواہ عام ہوں یا خاص دولت کا بیجا طریقوں سے فراہم کرنا — حکومت کے لیئے انصاف سے قطع نظر کرکے بہت سے اختیارات کو قبضے میں لانا - اِن سب کی سزا بھی خوف سے ملتی ہی — خوف ہوشیاری کا سب سے بڑا معلم ہی - اور یہی تمام انقلابوں کا نقیب ہوتا ہی - سب سے بڑی چیز جو وہ بتاتا ہی یہہ ہی کہ جہاں کہیں وہ ظاہر ہی وہاں خرابی کا ہونا ضرور ہی- خوف مثل مردار خوار پرند کے ہی تمکو اسوقت معلوم نہیں کہ کس چیز پر وہ منڈلا رہا ہی - لیکن ضرور ہی کہ آس پاس ہی کہیں کوئی لاش پڑی سڑتی ہوگی - ہمارا مال ہمارا قانون ہمارے زمیندار سب خوف رکھتے ہیں - خوف نے قرنوں سے ہماری حکومت اور مال پر تصرف کر رکھا ہی- یہہ منحوس پرند ہمارے سروں پر یوہیں نہیں چکر کاٹ رہا - یہہ بتلاتا ہی کہ بہت سی بدسلوکیاں کی گئی ہیں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں جانکا حساب لینا اور بندوبست کرنا ہی *

اسیطرح کا خوف اس تغیر اور تبدیل کے انتظار میں پایا جاتا ہی جسکا اندیشہ ہمکو اپنے کام کو ختم کرلے کے بعد ہوتا ہی - کھیتی بوئے کے بعد مطلع روشن میں طوفان کا خوف - بہار میں خزاں کا اندیشہ - عافیت میں بلا اور ثروت میں عسرت کا خطرہ غرض وہ فطری ادراک جس سے ہر ایک فیاض طبیعت اپنے اوپر شریفانہ نفس کشی اور بےصلہ نیکی کرنے کو لازم کردیتی ہی یہہ سب کیا ہیں؟ فقط اسی میزان عدل و اعتدال کی نازک لرزشیں ہیں جو انسان کے دل و دماغ میں تحریک کرتی رہتی ہیں *

آزمودہ کار لوگ جنکو دنیا کا تجربہ ہی جانتے ہیں کہ جو شی لی جاوے اسکی قیمت دل کھول کر دیدینی چاہیئے اور یہہ کہ بعض وقت ادنی چیز کے لیئے بھی بھاری قیمت دینی پڑتی ہی - قرضدار جو دوسرے سے قرض لیتا ہی فی الحقیقت اپنے قرض میں مبتلا ہوتا ہی- کیا کسی شخص نے جس نے دوسروں سے فائدہ اُٹھایا ہو اور خود کسیکو فائدہ نہ پہونچایا ہو کسیطرح کا نفع پایا ہی ؟ کیا دوست کے مال کر مکر و فریب سے لیکر آسودہ ہوسکا ہی - ہرگز نہیں — جسوقت کوئی شی دوسرے سے بےنفع کا فائدہ اور قرض کا نقصان ساتھہ ساتھہ پیدا ہوگئے - معاملہ قرض لینے اور دینے والے کے

حافظہ میں محفوظ ہی اور ہر ایک نیا معاملہ انکے تعلقات میں اپنی حالت کی نسبت سے تغیر پیدا کریگا - اس وقت ہمسایہ کا احسان اٹھالیا ہی لیکن بہت جلد خیال آئیگا کہ بہتر ہوتا ٹانگیں ٹوٹ جاتیں مگر ہمسایہ کی گاڑی میں نہ بیٹھتا - اب مجھکو معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ قیمت کسی شی کی اُس شی کے لیئے سوال کرنا ہی *

یہہ خیال تو انکا بیان ہوا جنکو دنیا کا تجربہ ہی لیکن جو لوگ صاحب عقل ہیں وہ اسی سبق کو زندگی کے ہر شعبہ میں پیش نظر رکھتے ہیں — اور سمجھتے ہیں کہ بہترین طریقہ زندہ رہنے کے لیئے یہہ ہی کہ حقدار کی حق رسی کریں - اپنے وقت اپنے دماغ اپنے دل کو ہر ایک جائز ضرورت کے لیئے جو دوسرے کو پیدا ہو وقف کردیں — اپنا قرض ہمیشہ ادا کرنا چاہیئے — کیونکہ اب یا آیندہ اس قرض کو پورا کرنا لازم ہی - شاید واقعات ایسی صورت پکڑیں کہ انصاف ہونے میں کچھہ دیر کے لیئے مخل ہو جاویں لیکن یہہ فقط تھوڑی مدت کی بات ہی — کم سے کم اپنا قرضہ ضرور ادا کردینا چاہیئے — اگر تم عقل رکھتے ہو تو تمکو اسوقت کا خوف ہوگا جب تمکو آسودگی میسر ہوگی کیونکہ اسوقت یہہ قرضہ بہت بڑہ جائیگا - نیچر کا مقصد نفع پہونچانا ہی لیکن ہر ایک نفع جو تمکو ہوگا اسپر ایک اجارہ لگادیا گیا ہی - بڑا وہی شخص ہی جو دوسروں کو سب سے زیادہ فائدہ پہونچاتا ہی - اور وہ شخص کمینہ ہی بلکہ کمینہ بھی ایسا جسکی برابر دنیا میں کوئی نہ نکلے جو دوسروں سے فائدہ اُٹھاتا ہی اور خود کسیکو فائدہ نہیں پہونچاتا - مگر دنیا کا انتظام کچھہ ایسا ہی کہ جن سے ہمکو فائدہ پہونچتا ہی خاص انکی ذات کو ہم فائدہ نہیں پہونچا سکتے اور اگر ایسا ہوتا بھی ہی تو شاذ - لیکن جو فائدہ ہم نے پایا ہی ضرور ہی کہ اسکو خال خال اور رتی رتی دوسروں کو پہونچاویں - یہہ وہ چیز ہی جسکو مٹھی میں بند رکھنے سے پرہیز کرو — دیکھو یہہ ہاتھہ کو خراب کردیگی اور کیڑوں میں کھڑے پڑجائینگے - بہتر یہہ ہی کہ کسی نہ کسی صورت میں اُسے دوسروں کو پہونچادو *

انسان کی محنت و مشقت پر جن سے صنعت و حرفت کے کام کہنے جاتے ہیں یہہ ہی قانون مسلط ہی - تجربہ کار جانتے ہیں کہ وہ محنت جو کم سے کم اُجرت کی دینے والی ہی وہ ہی سب سے زیادہ قیمت رکھتی ہی — اگر کوئی بوریئے کا ٹکڑا — جھاڑو یا چاقو خریدتے ہیں تو ان چیزوں میں انسان کی وہ ذہانت خریدی جاتی ہی جو ایک روزانہ ضرورت کی رفع کرنے والی ہی - اگر باغ کے لیئے باغبان رکھا ہی تو اُس عقل و شعور کی قیمت دی ہی جو باغبانی کے لیئے درکار ہی - ملاح کی خدمت میں جہاز رانی کی عقل کو خریدا ہی — اگر گھر کے کاموں کے لیئے نوکر رکھے ہیں تو اس سلیقہ کو مول لیا ہی جس کی ضرورت خانہ داری کے کاموں میں پڑتی ہی - غرض دوسروں کی محنت و ذہانت کی قیمت دیکر ہم اپنی عقل اور محنت کو اپنے تمام مال اور جائداد پر جو ہمارے تحت اور انتظام میں ہی وسیع کرتے ہیں - لیکن چونکہ عالم کی تمام اشیاء میں دوئی ہی اس لیئے جس طرح انسانی زندگی میں فریب و دغا ناممکن ہی اسیطرح محنت و صنعت کے کاموں میں بھی انکو دخل نہیں - چور اپنی چوری کرتا ہی - دغاباز اپنے تئیں دغا دیتا ہی - کیونکہ محنت کی اصلی قیمت ہنر اور نیکی ہی — دولت اور اعتماد فقط علامتیں ہیں جو نیکی اور ہنر کو تعبیر کرتی ہیں - یہہ علامتیں اسیطرح کی ہیں جیسے روپیہ کی علامت نوٹ کا کاغذ کہ جس میں سرقہ اور جعل ممکن ہی لیکن جن چیزوں کو یہہ علامت تعبیر کرتی ہی یعنی ہنر اور نیکی ان میں سرقہ اور جعل ممکن نہیں — محنت کا نتیجہ اسوقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک کہ کسی نیک مقصد کے لیئے دل و دماغ سے سچائی کے ساتھہ کوشش نہ کیجاوے — کوئی مکار یا دغاباز کسی چیز کو فریب سے لیکر اس نیکی اور ہنر کو نہیں حاصل کرسکتا جو اس شے نے اپنے بنانے والے کو ایمان داری سے محنت کرنے کے عوض میں دی تھیں - نیچر کا قانون یہہ ہی کہ ایکے چھوڑ کو بناؤ اور تمکو اس کے بنانے کی قوت پیدا ہوجائیگی لیکن جو بنانے کی کوشش نہ کرینگے انکو کبھی قوت نہ پیدا ہوگی *

انسان کی محفت اوقی تمام صورتوں میں چاتو اور چھری کو سان رکھنے سے لیکر ایک عالیشان شہر کی تعمیر اور ایک مقبول نظم کی تصنیف تک ایک نہایت حاوی تمثیل اس امر کی ہی کہ مکافات کا اصول کمال کے ساتھہ عالم میں موجود ہی = وہ دنیا کی میزان جس کے ایک پلڑے میں لوہا اور دوسرے میں دنیا ہی — وہ اصول جس سے ثابت ہی کہ ہر شے قیمت رکھتی ہی اور اگر اسکی وہ ہی قیمت جو مقرر ہی نہ دی جاویگی تو وہ چیز نہیں بلکہ کوئی اور چیز ملے گی اور یہہ کہ بلا قیمت کسی چیز کا حاصل کرنا امکان سے خارج ہی = یہہ چیزیں وہ ہیں جو ساہوکاروں کے کھاتوں ہی میں اوقی شان نہیں دکھاتیں بلکہ سلطنتوں کے جمع خرچ میں — ظلمت و فور کے قوانین — فطرت کے عمل اور رد عمل کے قواعد میں بھی ان ہی کا جلوہ نظر آتا ہی - مجھکو اس میں شبہہ نہیں کہ ہر اہل صنعت کو خواہ اسکا کام کسی درجہ کا ہو اپنے کام میں بڑے بڑے گر سوجھتے ہیں - وہ صنعت و حرفت کے سخت اصول جس کے شرارے سنگ تراش کی چھینی سے ہر ضرب پر نکلتے ہیں جلکو وہ اپنے مسطر اور ڈورے سے برابر نسبت کرتا جاتا ہی اور جو اسکی یاد داشت کی چوٹی سی کتاب میں بھی اسیطرح لکھے ہیں جس طرح سلطنت کی تاریخوں میں اُنکی قدر کی گئی ہی فی الحقیقت اس کو اپنے کام میں شوق دلاتے ہیں اور اسکے کام کی قدر و قیمت کو اسکے تصور میں بڑھاتے ہیں *

نیچر اور نیکی میں ایک عہدنامہ چلا آتا ہی جس سے یہہ دونوں ہمیشہ بدی کی مخالفت پر آمادہ رہتے ہیں = فطرت کی اشیا اور فطرت کے حسین قانون ہر ایک انسان کو جو فریب اور دغا کا مرتکب ہوتا ہی خود سزا دینے کو موجود ہوجاتے ہیں = وہ دیکھتا ہی کہ فطرت میں ہر ایک چیز راستی اور نفع کے لیئے ترتیب دی گئی ہی اور ساری دنیا میں کوئی کالے منہہ کا غار یا اندھا کھواں ایسا نہیں جس میں کسی دغاباز کو چھپنے کی جگہہ ملے = جرم کرو اور ساری زمین آئینہ کی مثل عکس فگن ہوجائیگی — گناہ کرتے ہی معلوم ہوگا کہ گویا کل روے زمین پر برف کے گالے بچھا دیئے ہیں کہ جسپر انسان کا نقش قدم تو بڑی چیزھی بلی - چوہے - گلہری تک کے پنجوں کے نشان اسطرح صاف نظر آتے ہیں کہ کھوج لگانا کچھہ بھی مشکل نہیں = جو لفظ منہہ سے نکال چکے ہو اسکو پھرنا - جو پھر کا نشان زمین پر بن چکا ہی اسکو مٹانا - جس کمنڈ سے دوسرے کے گھر پر چڑھے ہو اسکو اسطرح تلاپت کرنا کہ پھر اسکا پتا نہ چل سکے ہرگز ممکن نہیں = کوئی نہ کوئی لاشدنی واقعہ ایسا پیش آئیگا کہ تمکو تمہارے جرم کی سزا مل جائیگی - نیچر کی قرتیں اور قانون = اسکے عناصر اور اسکے اشیا - آگ — پانی - ہوا - برف - ثقل = غرض ان میں سے کوئی نہ کوئی خود چور کے لیئے سزا بن جائیگا *

اسکے ساتھہ ہی نیکی اور نیک کاموں کے لیئے قانون قدرت ویسا ہی یقینی اور مستحکم ہی - محبت اور سلوک کرو اور لوگ تم سے محبت اور سلوک کرینگے = محبت اور سلوک ایک فریق کا دوسرے فریق کے ساتھہ مساوی مقدار میں لازم ہی = نیک آدمی میں وہ نیکی ہوتی ہی جو آگ کی طرح ہر چیز کو آگ بنالیتی ہی — پس کوئی برائی ایسے شخص کو ضرر نہیں پہونچاسکتی - فرانس کے بادشاہ نے جب نیپولین کی سرکوبی کے لیئے فوج روانہ کی تو اس سردار کو دیکھتے ہی جس طرح فوج اپنے جھنڈے چھوڑ چھوڑکر دشمن سے دوست بن گئی اسی طرح نیک شخص کے حق میں بیماری - خطا - افلاس انجام میں مفید ثابت ہوتے ہیں - " طرفانی ہوائیں چلتی ہیں - بلا خیز موجیں اُٹھتی ہیں مگر یہہ صرف قوت ہمت اور صبر دینے والی ہیں نیک بندوں کو = بغیر انکے وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں " *

جو لوگ نیک ہیں انکے ساتھہ خطا اور کمزوری بھی سلوک کرتی ہی - جس طرح کسی انسان میں کوئی غرور کی بات ایسی نہیں جو اسکے حق میں مضر نہ ثابت ہوئی ہو اسیطرح انسان کی کوئی خطا ایسی نہیں جسنے کسی نہ کسی موقع پر اسکو فائدہ نہ پہنچایا ہو - لقمان کی مشہور حکایت میں بارہ سنگھے نے اپنے سینگوں کی تعریف کی تھی اور پیروں کو حقیر سمجھا تھا - لیکن جب شکاری آن پہونچے تو انہی حقیر پیروں نے کچھہ دیر کے لیئے جان بچائی اور

سیکڑوں نے ہلاک کرایا = ہرشخص کو اپنی زندگی میں اپنی خطاوں کا کسی نہ کسی موقع پر احسان مند ہونا پڑا ہی = جس طرح کبھی کسی شخص نے حق بات کو ابتدا میں بغیر تامل اور کسیقدر مخالفت کے نہیں سمجھا اور تسلیم کیا ہی اسیطرح غیروں کی لیاقت اور مخالفت کا علم بھی اس وقت تک بخوبی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُنکی مخالفت سے تکلیف اور انکی لیاقت سے اپنی بد لیاقتی پر شرم نہ آئی ہو = اگر کسی شخص میں کوئی عیب ایسا ہی جو اسکو سوسئیٹی میں قبول نہیں ہونے دیتا تو یہہ شخص مجبور ہوتا ہی کہ تنہائی میں زندگی بسر کرے اور اپنی مدد خود کرنے کی عادتیں اُس میں اس طرح پیدا ہوجاتی ہیں جیسے مشہور ہی کہ صدف کے خول میں اگر کہیں کوئی سوراخ پڑجاتا ہی تو وہاں ایک شفاف چمکتا موتی لگاکر اُس عیب کو مٹا دیتی ہی *

ہماری ناتوانی طاقت کو پیدا کرنے کا سبب ہوجاتی ہی = سچا غصہ اور جوش اسوقت تک نہیں پیدا ہوتا جب تک کسی نے ہم پر حملہ نہ کیا ہو ہمکو ہولا نہ ہو = ہمارے دل میں نشتر نہ چبھوتے ہوں — اگر یہہ پیش نہ آتا تو جو آج بڑے آدمی ہیں وہ چھوٹے ہی آدمی رہ جاتے = جب تک کوئی شخص عیش و آرام کے تکیئے لگائے بیٹھا ہی فیلد کے جھونکے آرہے ہوں = لیکن جہاں ٹکر لگی = کسی نے صدمہ پہونچایا = ناکامی نے بار بار سامنا کیا اسوقت موقع ملا کہ کچھہ سیکھے = جو اس کو ٹھیک کرے = مردانگی کو کام میں لائے = اب وہ واقعات پیش نظر ہیں جنھوں نے اپنی لاعلمی کا علم پیدا کرادیا = غرور اور تمکنت کے مہلک امراض سے شفا بخشی = اعتدال اور کام کی لیاقت کا خلعت پہنایا = مخالفت کا زخم اندمال کرآیا اور جلد پر سے مردہ گوشت علیحدہ ہوگیا = دشمن جل جل کر تالیاں ہی بجاتے رہے اور یہہ وہاں پہونچ گیا جہاں کسی کا وار اسپر کارگر نہیں ہوسکتا = جو صاحب عقل ہیں وہ اپنے مخالفوں کے دوست اور طرفدار بن جاتے ہیں = کیونکہ مذمت میں تعریف سے زیادہ سلامتی ہی = اسوقت تک کہ جو کچھہ کہا جاوے میری مخالفت میں ہو مجھکو اپنی کامیابی کا یقین رہتا ہی لیکن جہاں باتوں میں شہد ملاکر میری تعریف کی گئی تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ دشمنوں کے سامنے نہتا کھڑا ہوں اور اب پٹاہ نصیب نہیں = غرض کوئی خطا یا برائی ہو اگر اسنے ہمکو بالکل ہلاک نہ کردیا ہو تو کسی نہ کسی طرح ہمارے حق میں مفید ثابت ہوجاتی ہی = جس طرح ایک خاص جزیرے کے وحشی باشندے دشمن کو مارکر سمجھتے ہیں کہ اس کی طاقت ہم میں چلی آئی — اسیطرح ہر ایک برائی جسکو ہم روکتے ہیں ہمکو اپنی قوت دے جاتی ہی *

جو محافظ ناکامی خطا اور عداوت سے اگر ہم چاہیں تو ہم کو پٹاہ دیتے ہیں وہ ہی خود غرضی اور فریب سے بھی حفاظت کرنے والے ہیں — مال کے لیئے زنجیریں اور قفل ہر گز ناقابل اطمینان محافظ نہیں = اور نہ تجارت میں مکاری عقل پر دلالت کرتی ہی — آدمی اس بیوقوفی کے وہم میں عمریں گذار دیتے ہیں کہ کہیں دوسروں سے دھوکا نہ کھا جائیں — لیکن یہہ خیال رکھنا کہ سوائے اپنے ہم دوسرے سے بھی دھوکا کھاسکتے ہیں ایسا ہی غلط ہی جیسے کسی شے کے وجود وعدم کو ایک ہی وقت میں تسلیم کرنا = ہر ایک معاملہ میں دو فریق سمجھے جاتے ہیں — لیکن ان دو فریقوں کے ساتھہ ہی ایک تیسرا فریق بھی چپ چاپ اس میں شامل ہوتا ہی یہہ فریق خود اشیاء کی نیچر یا فطرت ہی جو ذمہ لیتی ہی کہ ہر ایک پیمان پورا کیا جاویگا اسطرح پر کہ جو خدمت ایمان داری سے کی گئی ہی اس میں کبھی نقصان نہ پیدا ہوگا — اگر کسی آقا کی ملازمت میں ہو جو وفا مہربان ہی تو اسکی خدمت میں اور زیادہ کوشش کرو = خدا کو درمیان لے آو — ہر ایک بے انصافی کی تلافی ہوجائیگی — جس قدر اجرت کے ملنے میں دیر ہوگی اسیقدر تمہارا نفع ہی — کیونکہ یہہ وہ بیج ہی جس میں سود در سود پر سود در سود ملتا ہی *

ظلم اور تعدی کی تاریخ صرف اُن واقعات کی سرگذشت ہی جن میں انسان نے اپنی فطرت کو فریب دینا چاہا = جس میں یہہ کوشش کی کہ پانی کے دھارے کو پہاڑ پر چڑھائے اور ریت کی رسیاں بٹے — کچھہ ضرور نہیں کہ ظالم ایک متنفس ہو یا اسکی قومیں ہوں —

ظالموں کے گروہ وہ انساني جماعتیں ہوتي ہیں جو عمداً اپنے آپ کو عقل سے بے بہرہ بناتي ہیں — یہہ کل گروہ گویا ایک انسان ہوتا ہی مگر وہ انسان جو جان کر اپني فطرت کو چھوڑتا ہی اور درندوں کي سرشت اختیار کرتا ہی - اسکے کام بھي ایسے ہي دیوانگي کے ہوتے ہیں جیسا دیوانہ اور خارج از عقل وہ خود ہوتا ہی — لیکن اس ظلم کي سزا مخلوق کي نفرت سے ملتي ہی وہ نیکي کا جوہر جو انسان کي فطرت میں دیا گیا ہی ظالم کي طرف سے ہر شخص کے دل میں نفرت پیدا کردیتا ہی — نیکي کے لیئے جس شخص کي جان گئي ہی اس کے نام کو بےعزت کرنا نا ممکن ہی - جو کوڑا پیٹھہ پر لگا ہی وہ ہي اس کے حق میں شہرت کي زبان ہی - جس زندان میں اسکو ڈالا ہی وہ ہي محل شاہي سے بڑھکر سمجھا گیا ہی جس کتاب کو جلایا اور جس گھر کو پھونکا ہی اُن ہي کے شعلوں سے دنیا روشن ہوئي ہی جس لفظ کو بگاڑا یا نکال دیا ہی وہ ہي لفظ دنیا کے اس سرے سے دوسرے سرے تک صداے بازگشت کي طرح بار بار گونجتا ہی — جس طرح ہر انسان کو موقع ملتا ہی کہ وہ اپني بے انصافیوں پر نادم ہوکر عقل سیکھے اسیطرح قوموں کي حیوات میں بھي جبکہ حق بات دنیا پر روشن ہوگئي اور جن پر ظلم ہوا تھا اُنکي نیکي اور بے گناہي ثابت ہوگئي وہ وقت آیا ہی کہ پشیمان ہوکر اپني حالت پر افسوس کیا ہی *

غرض اسطرح ہر چیز بتاتي ہی کہ جو صورتیں خارج میں پوش آئیں اُن ہي پر بھروسا یا کفایت نہ کرني چاہیئے — انسان کل ہی — اور ہر چیز کے دو پہلو ہیں ایک نیک اور دوسرا قبیح اور ہر نفع پر ایک اجارہ لگا ہوا ہی — ان باتوں سے مجھکو صبر و اطمینان حاصل ہوتا ہی — یہہ خیال کرنا بالکل غلط ہی کہ مکافات کا اصول زندگي اور زندگي کے قاعدوں سے بے پرواہ ہوجانے کا سبق دیتا ہی - نادان یہہ سب باتیں سنکر کہینگے کہ اب نیکي کرنے سے کیا فائدہ - نیکي اور برائي سب کا نتیجہ ایک ہي ہی — کیونکہ اگر نفع اُٹھایا ہی تو اسکي قیمت دیني پڑي ہی - اور اگر کچھہ نقصان ہوا ہی تو اسکے بدلے میں کوئي اور فائدہ ہوگیا ہی - اس لیئے سب کام برابر ہیں - مگر ایسا خیال کرنا بالکل غلط ہی - انسان کي روح ایسي اگم ہی کہ وہ صرف مکافات کے قاعدوں ہي کو معلوم کر کے اپني فطرت کو پہچاننے پر بس نہیں کرسکتي — انسان کي روح مکافات نہیں ہی بلکہ وہ ایک لایف ہی جسکو کائنات میں زندہ رہنا ہی - واقعات ظاہري کے بہتے سمندر کي موجوں کے نیچے جنکا مدوجزر ہمیشہ ایک ہی قانون کا پابند ہے وہ قعر ہی جہاں حقیقي روح متمکن ہی - جوہر یا خدا کوئي نسبت یا تعلق یا جزو نہیں ہی بلکہ وہ کل ہی — واجب ہی جس کا اقرار کیا جاتا ہی اور جو انکار کو قبول نہیں کرسکتا اور تمام تعلقات - جزئیات - اوقات اس میں فنا ہوجاتے ہیں - نیچر - حق - نیکي چشمے ہیں جو اس سے بہ نکلے ہیں - انکا عدم یا انسے انحراف کا نام برائي ہی — عدم یا انکار کو فقط اسقدر کہا جاسکتا ہی کہ وہ ایک تاریکي یا ظلمت ہی جس میں زندہ کائنات نے نور کے قلم سے اپنا موقع بنا رکھا ہی — لیکن ظلمت یا انکار نے کسي شی کو پیدا نہیں کیا اور نہ وہ کچھہ کام کرسکتا ہی - کیونکہ وہ عبارت ہی عدم سے جو وجود نہیں رکھتا - نہ اس سے کوئي نفع پیدا ہی اور نہ کوئي ضرر - البتہ ضرر اس حد تک پیدا ہی کہ وجود سے عدم یا ہونے سے نہ ہونا قبیح ہی *

جب برے کاموں کي مکافات ظاہر میں نہیں دیکھتے تو سمجھتے ہیں کہ ہمکو دھوکا دیا گیا کیونکہ مجرم اپني بري عادتوں کا ویسا ہي پابند ہی اور خارج میں کوئي صورت ایسي پیدا نہیں ہوتي کہ اسپر کوئي مصیبت پڑے یا اسکو ایسي سزا ملے جس سے انصاف پورا ہو - کوئي تدارک اُسکي برائیوں کا خالق یا مخلوق کے سامنے ایسا نہیں ہوتا جس سے ہمکو تسلي ہو - لیکن اس سے یہہ نہ سمجھو کہ قانون فطرت کے خلاف ایسے شخص کي سرکشي چل سکتي ہی - جس حد تک کذب و عداوت وہ اپنے میں رکھتا ہی اس حد تک وہ اپني فطرت سے مرجھا اور یہہ بھي ضرور ہی کہ اسکي برائیوں کي سزا کسي نہ کسي طریقہ سے

خارج میں پیدا ہوجاوے جسکو ہماری فہم عامہ محسوس کرسکے — لہٰذا اگر اس خارج کے مکافات کو ہم نہ دیکھ سکیں تو فقط یہہ نقصان کہ وہ اپنی فطرت سے علحدہ ہوا ایسا نقصان ہی جو سب نقصانوں سے بھاری ہی — اور جسکی برابر کوئی زمین مکافات نہیں * ✓

اسکے ساتھہ ہی یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ نیکی اور راستی کچھہ صرف کرکے خریدی جاتی ہیں — نیکی میں کوئی ضرر شامل نہیں اور نہ اِس نفع پر کوئی اجارہ لگایا گیا ہی — عقل پر کوئی سزا مقرر نہیں — نیکی اور راستی فی الحقیقت زندگی کی شرایط ہیں — ٹھیک کام میں ثابت کرتا ہوں کہ ' میں ہوں ' — نیکی ہی وہ چلن ہی جسکی مدد سے میں کائنات میں اضافہ کرتا ہوں — ظلمت و نیستی سے ایک حصہ چھین کر ان میں نور پیدا کرتا ہوں اور تاریکی کو دیکھتا ہوں کہ پیچھے ہٹتی چلی جاتی ہی — محبت — علم — حسن جس وقت ان اوصاف کو انکی اصلی پاک صورت میں دیکھا جاوے تو بھلائی کا نقص انمیں نہ ہوگا — روح انسانی محدود ہونے کو قبول نہیں کرتی اور ہمیشہ اسکی طرف اعتقاد رکھتی ہی کہ حوادث کائنات بھتری کے لیئے ترتیب دیئے جاتے ہیں برائی کے لیئے نہیں *

انسان کی زندگی ترقی کی حالت میں ہی نہ کہ سکون کی — اس کی عقل حیوانی — توکل اور اعتماد ہی — جس وقت ہماری عقل حیوانی بہتر یا کمتر کا لفظ انسان کے لیئے استعمال کرتی ہی اسوقت بھر حال انسان میں روح کا وجود تسلیم کرکے ایسا کہا جاتا ہی — چنانچہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ بہادر آدمی بزدل سے بہتر ہی — سچے اور فیاض دل اور دانشمند میں جھوٹے اور کھوٹے آدمی سے زیادہ انسانیت ہی — نیکی میں جو نفع ہی اسپر کوئی اجارہ نہیں لگایا گیا — کیونکہ نیکی کرنا ہم میں خدا کا ظاہر ہونا ہی اور یہہ ایسا فعل ہی جس کا کسی دوسری چیز سے مقابلہ نہیں ہوسکتا — البتہ مالی نفع میں ضرر شامل کیا گیا ہی اور اگر ایسا نفع بغیر محنت اور حق کے حاصل ہوا ہی تو اسکی جڑ بربادی ہی اور ہوا کے پہلے ہی جھونکے میں وہ تلف ہوجائیگا — دنیا میں جو نفع کی چیزیں ہیں انکا نفع انسان کی روح کو اسیوقت پہونچ سکتا ہی جبکہ قدرت کے سکہ رائج میں انکی قیمت دی جاوے — یعنی دماغ اور بازو کی محنت سے سرکا پسینا ایڑی تک بہاکر انکو حاصل کیا جاوے — مجھکو ان سب باتوں کے سوچنے کے بعد اس نفع کی طلب نہیں ہی جو بغیر محنت کے ملے — اگر اشرفیوں کی ہنڈیا کہیں سے گڑی ملجاوے تو میں اس لئے بوجھہ کو اب پسند نہ کرونگا — جو کچھہ آسودگی دنیا میں مجھکو حاصل ہی اس سے زیادہ کی طمع نہیں — نہ مال چاہیئے نہ عزت نہ حکومت نہ نوکر نہ غلام — کیونکہ یہہ سب نفعے ظاہری ہیں اور جو نقصان ان میں شامل ہیں وہ یقینی — مگر اس علم میں کہ دنیا میں مکافات موجود ہی اور بغیر محنت کے نفع کی آرزو رکھنی فضول ہی کوئی نقصان نہیں — یہہ وہ یقین ہی جس سے میرے قلب کو طمانیت اور خوشی حاصل ہوتی ہی — میں اس یقین سے برائی کی حدود کو تنگ کرتا ہوں اور سیفت برنرڈ کے عاقلانہ مقولہ کی قدر کرتا ہوں کہ '' کوئی چیز مجھکو سوائے میرے نقصان نہیں پہونچا سکتی — جو نقصان مجھکو پہونچ رہا ہی اسکی وجہہ مجھہ میں موجود ہی — کبھی میں مصیبت میں نہ پڑتا مگر اپنی غلطی سے '' *

آدمیوں میں جو حالت کا تفاوت ہی اسکی مکافات بھی انسان کی فطرت میں موجود ہی — دنیا میں انسان کا دود ناک فسانہ اس تفاوت میں ہی کہ فلاں زیادہ ہی اور فلاں کم — جو کم ہیں وہ کس طرح اپنی کمی پر افسوس نہ کریں اور انکی طرف سے جو زیادہ ہیں دل میں کھٹکہ اور عداوت نہ رکھیں — اِن لوگوں کو دیکھکر جو کم قدرت والے ہیں افسوس ہوتا ہی اور کچھہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ انکی حالت کو کیونکر سمجھا جاوے — ہم اُن سے آنکھیں چراتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں اپنی تکلیف میں وہ خدا کو برا نہ کہنے لگیں — ظاہر میں معلوم ہوتا ہی کہ ان کے ساتھہ بڑی بے انصافی کی گئی ہی — لیکن جسوقت حالات پر غور سے نظر کروگے تو معلوم ہوگا کہ یہہ زیادتی اور

کمی کا امتیاز اور تفاوت بالکل دور ہوجاتا ہی — محبت وہ چیز ہی جو اس امتیاز کی ناہمواریوں کو اسطرح زائل کردیتی ہی جسطرح آفتاب سمندر میں برف کے پہاڑوں کو تحلیل کردیتا ہی — کل نوع انسان کا دل اور روح ایک ہی — اس لیئے یہہ میرے ' اور ' تیرے ' کی تمیز اور اسکی شکایتیں سب رفع ہو جاتی ہیں — دوسرے کی چیز میری اور میری چیز دوسرے کی ہوجاتی ہی — میں اپنا بھائی اور میرا بھائی میں خرد بن جاتا ہوں — اگر ہمسایوں کی دولت اور عزت کے سامنے میں پست نظر آتا ہوں تو آنے دو — میں ان کے ساتھہ محبت اور ہمدردی رکھہ سکتا ہوں — اس لیئے ان کی چیز کو اپنا بنالیتا ہوں — کیونکہ وہ شخص جو محبت رکھتا ہی اپنے محبوب کو مع اسکی صفات کے اپنا بنا لیتا ہی — پس ایسی حالت میں مجھکو معلوم ہوجاتا ہی کہ جس شخص کو میں فقط آتا جانتا تھا وہ میرا بھائی بھی ہی جو میری بھلائی کے لیئے ہر وقت میرا مددگار ہی — اور وہ مال و منصب جسکو دیکھہ دیکھہ کر میں رشک کیا کرتا تھا اب وہ میرا ہی مال و منصب ہوگیا — مسیح اور شکسپیر فقط اجزا ہیں اسی روح کے اور محبت وہ چیز ہی جسکے ذریعہ سے میں انکو اپنا بنا لیتا ہوں — انکی نیکی کیا میری نیکی نہیں ہی — انکی عقل کیا میری عقل نہیں ہی — اگر یہہ نیکی اور عقل میری نہیں بن سکتی تو وہ نیکی اور عقل ہی نہیں ہیں *

اسیطرح سے وہ حالتیں ہیں جن میں انسان کی مصیبتوں کی داستان پڑھنے میں آتی ہی — وہ حادثے جو وقتاً فوقتاً انسان کی آسودگی میں خلل ڈالتے ہیں فی الحقیقت اس قدرت کا اعلان ہوتے ہیں جسکا قانون ترقی کرنا اور نمو پانا ہی — فطرت کی اس حقیقی ضرورت کے سبب سے انسان تبدیلی اور انقلاب پر مجبور ہوتا ہی — اس زندگی میں نوست آشنا — گہربار — مذہب و اعتقاد سب اس طرح چھوٹ جاتے ہیں جس طرح گھونگا اپنے خوبصورت مگر سخت خول کو جب اتنا بڑہ جاتا ہی کہ سما نہیں سکتا چھوڑکر دوسری جگہہ گھر بنا لیتا ہی — انسان کی قوت اور قابلیت کی نسبت سے یہہ انقلاب کمی یا زیادتی کے ساتھہ پیش آتے ہیں — یہانتک کہ بعض خوش نصیب طبیعتوں میں وہ متواتر پیدا ہوتے رہتے ہیں اور تعلقات ہلکے ہوتے ہوتے باریک ہوا کی مثل ایک جامہ بن جاتے ہیں جس میں سے انسان اپنے حسن خداداد میں نظر آنے لگتا ہی اور اس کرخت خول کی طرح وہ تعلقات نہیں رہتے جسپر طرح طرح کی سخت پچڑیاں جم گئی ہیں اور جسکے اندر انسان کیڑے کی طرح بند رہتا ہی — اب اس انقلاب کے ساتھہ انسان کی ترقی ہی اور یہہ ترقی ایسی ہی کہ آج کا آدمی کل کے آدمی کو نہیں پہچان سکتا — اور زمانہ کے لحاظ سے انسان کی زندگی ایسی ہی ہونی چاہیئے کہ جو حوادث گذرے وہ گذر چکے اب انکو چھوڑکر ہر روز نئے لباس میں اسکا حسن نظر آوے — لیکن ہم اپنے تنزل کی حالت میں ایک جگہہ تھک کر بیٹھہ رہے ہیں — آگے نہیں چلتے — نیچر اپنے قانون ترقی کے بموجب ہمکو آگے بڑھانا چاہتی ہی لیکن ہم اپنا زور اس قانون کی مخالفت میں صرف کرتے ہیں — اس لیئے ہماری ترقی اس طرح ہوتی ہی جیسے کبھی کبھی زلزلہ آتا ہی *

جو چیزیں ہمکو عزیز ہوگئی ہیں انکو نہیں چھوڑا جاتا — زیادہ اچھی چیزوں کے لیئے اچھی چیزیں نہیں چھوٹتیں — ہم ابھی تک بتپرستی میں پڑے ہیں — روح کی دولت کا یقین نہیں آتا کہ کسطرح وہ لازوال ہی اور کیونکر ہرجگہہ موجود ہی — ہمکو اسکا یقین نہیں آتا کہ فطرت میں وہ قوت بھی موجود ہی جس سے آج وہ خوبیاں بلکہ اُن سے بڑھکر جو کل نظر آتی تھیں پیدا ہوسکتی ہیں — ہم اُسی برباد گھر میں بیٹھے ہیں جہاں پہلے روٹی اور ٹھکانا ملا تھا — یہہ یقین نہیں آتا کہ جسمانی ضرورتوں اور دل کی تقویت کے لیئے فطرت میں ہرجگہہ ذریعے موجود ہیں — ہم سمجھتے ہیں کہ بس اب ہمکو کوئی گھر اُس آسایش اور آرام کا نہیں ملیگا جیسا ہمارا پرانا گھر تھا — ہم بیٹھے جاتے ہیں اور روتے ہیں لیکن خدا کی آواز کہتی ہی " اُٹھہ اور آگے چل " — ویرانوں میں ہمیشہ بیٹھا رہنا دشوار ہی اور نئے گھر میں آرام ملنے کا یقین نہیں اس لیئے جب ترقی کے لیئے فطرت کا قانون مجبور کرتا ہی تو ہم کچھہ آگے بڑھتے ہیں لیکن رونی صورت بنی ہی اور گردن پھیر پھیر کر پیچھے دیکھتے جاتے ہیں *

کل سخت حادثے اور مصیبتیں جو انسان پر گذرتی ہیں اُنکی مکافات کچھہ زمانہ کے بعد ظاہر ہوجاتی ہی — دوستوں کی موت — مال کا تلف ہونا — مایوسی — بیماری —

ہاتھہ یا پیر کا کٹ جانا ایسی آفتیں ہیں کہ جب آن ٹوٹتی ہیں تو غضب کا سامنا ہوتا ہی — بھائی - بہن - بیوی یا دوست کا مرنا انکی جدائی کے وقت بالے بے درماں معلوم ہوتا ہی لیکن یہی چیزیں انجام میں ہماری ہادی اور رہنما بن جاتی ہیں - کیونکہ ان باتوں سے اکثر ہمارا طرز زندگی بدل جاتا ہی - بچپن یا جوانی کا زمانہ جو جانے والا تھا ختم ہوجاتا ہی اور وہ زمانہ آجاتا ہی جو تعلقات میں زیادہ عزیز - اخلاق کا بہتر مصلح اور ترقی کا پیدا کرنے والا ہوتا ہی - ایسی حالت میں ہم مجبور ہوتے ہیں کہ نئے تعلق پیدا کریں یا نکریں — طبیعت طرح طرح کے اثر محسوس کرنے لگتی ہی جو آیندہ مفید ثابت ہوتے ہیں- وہ شخص جسپر اگر مصیبت نہ پڑتی تو پھولوں کے نازک پودے کی طرح ہمیشہ گھملے ہی میں لگا رہتا جسکے پتوں اور شاخوں کو روشنی تو خوب پہونچتی رہتی لیکن جڑوں کو پھیلنے کے لیئے جگہہ نہ ملتی اب باغبان کی غفلت اور باغ کی ویرانی سے وہ گھملہ ٹوٹ گیا اور وہ ہی پھولوں کا نازک پودا اب جنگل کا سب سے اونچا اور گھنا درخت ہی جسکی ٹہنکی چھاؤں میں کنبے کے کنبے آنکر آرام پاتے ہیں اور جس کے پھلوں سے سب حظ اُٹھاتے ہیں *

محمد عنایت اللہ

نمبر ۲۳

عزت

بہت کم لوگ ہیں جو اسکی حقیقت جانتے ہوں اور بہت کم ہیں جو اسکے مشتقات کے معزز القابوں کے مستحق ہیں جسکی لوگ بہت زیادہ آؤ بھگت کرتے ہیں اُسکو لوگ معزز سمجھتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بھی معزز جانتا ہی — دولت * حکومت - ظاہری طمطراق خواہ نخواہ لوگوں کو معزز بنا دیتی ہی وہ خود بھی اپنے آپکو معزز سمجھتے ہیں اور لوگ بھی اُنکو معزز جانتے ہیں — اوصاف ظاہری بھی ایک ذریعہ معزز ہونے اور معزز بننے کا ہی جو دولت اور حکومت اور حشمت سے بھی زیادہ اُنکو معزز بنا دیتا ہی مگر یہہ اعزاز اس سے زیادہ کچھہ رتبہ نہیں رکھتا جیسیکہ ایک قانبے کی مورت پر سونے کا ملمع کردیا گیا ہو — جب تک وہ مورت ٹھوس سونیکی نہو اُسوقت تک در حقیقت وہ کچھہ قدر و قیومت کے لایق نہیں ہی — یہی حال انسان کا ہی جب تک اُسکی اندرونی حالت بھی عزت کے قابل نہو وہ معزز نہیں ہوسکتا - لوگوں کو کسی انسان کی اندرونی حالت کا جاننا نہایت مشکل اور قریب ناممکن کے ہی پس اُن کا کسیکو معزز سمجھنا درحقیقت اُسکے معزز ہونیکی کافی دلیل نہیں ہی — ہاں وہ شخص بلاشبہہ معزز ہی جسکا دل اُسکو معزز جانتا اور معزز سمجھتا ہو - جس کو انگریزی میں سلف رسپکٹ کہتے ہیں - کوئی شخص کسی سے جھوٹی بات کر سچی بناکر کہتا ہی تو خود اُس کا دل اُسکو ٹوکتا ہی کہ یہہ سچ نہیں ہی گو سننے والا اُسکو سچ سمجھتا ہو مگر کہنے والے کا دل گواہی دیتا ہی کہ وہ جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا اور بے عزتوں میں کا ایک بے عزت ہی *

اسی طرح تمام افعال انسان کے جو صرف ظاہری نمایش کے طور پر کیئے جاتے ہیں گو لوگ اُسکی عزت کرتے ہوں مگر درحقیقت وہ عزت کے مستحق نہیں ہیں عزت کے لایق وہی کام ہیں جنکو دل بھی قابل عزت سمجھے اسلیئے انسان کو انسان بننے کے لیئے ضرور ہی کہ تمام اُسکے کام سچائی اور دیانت پر مبنی ہوں — ہم کوئی بات ایسی نکہیں جسکو ہمارا دل جھٹلاتا ہو — ہم کوئی کام ایسا نکریں جسکی ہمارا دل عزت نکرتا ہو - کسی سے ہم اظہار دوستی اور محبت کا نکریں اگر درحقیقت ہمارے دل میں اُس سے ویسی ہی محبت اور دوستی نہو جیسی کہ اظہار کرتے ہیں - ہم کوئی کام ایسا نکریں جسکو ہمارا دل اچھا نہ سمجھتا ہو - صاحب کل ہونا اگر اسکے معنی یہہ ہوں کہ سب سے اس طرح ملیں کہ ہر شخص جانے کہ ہمارے بڑے دوست ہیں تو یہہ تو نفاق اکبر ہی اور ایسا شخص نہ کسیکا دوست ہوتا ہی اور نہ کوئی اُس کا دوست ہوتا ہی اور اگر اُس کے یہہ معنی ہوں کہ کسی سے بغض - عداوت اور دشمنی اپنے دل میں نرکھے کسی کا برا نہ چاہے دشمن کی بھی برائی نہ چاہے وہ بلاشبہہ تعریف کے قابل ہی — دل انسان کا ایک ہی اُسمیں دو چیزیں یعنی عداوت ' کسی کے ساتھہ کہیں نہو ' اور محبت سما نہیں سکتیں وہ ایسی کلیہا نہیں ہی جس میں دو خانہ ہوں ایک محبت کا ایک عداوت کا اور اسلیئے یہہ دو چیزیں گو اشخاص متعدد اور حیثیات مختلفہ کے ساتھہ کہیں نہو سما نہیں سکتیں اسلیئے انسان کو لازم ہی کہ محبت کے سوا کسی دوسری چیز کے دل میں لانے کا خیال ہی نکرے اور ایسی ہی زندگی انسان کے لیئے عمدہ زندگی ہی فقط *

سید احمد

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تهذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم ربیع الاول سنه ۱۳۱۳ هجري سنه ۱۳۲۵ نبوي [نمبر ۶

بقیه مضمون نمبر ۲۱

هل شاء الله عزوجل

کون الکفر والفسق اولم یشا ذلک ولااراد کونه

علماء اسلام کي سب سے بڑي غلطي یهه هی که موجودات عالم جو موجود اور مشاهد هیں اُنکي فطرت کي تفتیش خود اُنهیں موجودات میں نهیں کرتے — بلکه الفاظ کتب سماوي سے جنکے معني اور جنکا مقصد بغیر تحقیق فطرت موجودة موجودات عالم کے صحیح نهیں معلوم هوسکتے موجودات عالم کي فطرت قرار دیتا چاهتے هیں — اس میں کچهه شک نهیں هی که ورق آف گاڈ یعني کلام الهي اور ورک آف گاڈ یعني موجودات عالم میں اور اُنکي فطرت میں جس پر اُسنے اُنکو پیدا کیا هی اختلاف نهیں هوسکتا — مگر موجودات عالم جو موجود و مشاهد هیں اور جنکي فطرت هم یقیني دریافت کرسکتے هیں اُس وقت تک که اُنکي فطرت نه دریافت کرلیں ورق آف گاڈ کو اُس کے مطابق یا غیر مطابق قرار نهیں دے سکتے اور یهه بات غیر ممکن هی که هم اولا اپنے خیال و قیاس کے مطابق ورق آف گاڈ کے کوئي معني قرار دے لیں اور بلاتحقیق و تفتیش فطرت موجودات عالم کے اُنهیں معنوں کو جو هم نے سمجهے هیں فطرت موجودات عالم قرار دیں — کیونکه جو در اصل فطرت موجودات عالم هی وه بجاے خود موجود اور مستحکم هی — پس انهوں نے ورق آف گاڈ کے کوئي معني قرار دیئے هوں اُس سے وه فطرت تبدیل نهیں هوسکتي *

اب همکو فطرت انساني کا دریافت کرنا هی — اسبات کو تو کوئي تسلیم نهیں کرتیکا که انسان هي کو مثل جماد بیجان کے پیدا کیا هی اور وه بذاته لایعقل اور غیر متحرک بالارادة هی — کیونکه هم اُسکو دیکهتے هیں که وه ذي عقل اور متحرک بالارادة هی — جس کام کو وه چاهتا هی کرتا هی — جس کو چاهتا هی نهیں کرتا — بعض کاموں کرنیکا ارادة کرتا هی اور پهر اُن کے کرنے سے رک جاتا هی — اور نهیں کرتا *

ہم دیکھتے ہیں کہ اُس میں بعض خواہشات طبعي ایسي موجود ہیں جنکے کرنے پر وہ بالطبع مایل ہی — پھر اُس میں ایسي چیز بھي پاتے ہیں جو اُن کاموں کے کرنے سے اُسکو روک دیتي ہی جن کے کرنے پر وہ بالطبع مایل ہی *

یہہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو کام وہ کرتا ہی یا کرنا چاہتا ہی اُسکے لیئے کچھہ اسباب ہوتے ہیں اور جنکو وہ کرتا نہیں چاہتا ہی اُسکے لیئے بھي کچھہ اسباب ہوتے ہیں — اور جن کاموں کے کرنے کا وہ ارادہ کرتا ہی اور پھر اُن سے باز رہتا ہی اور اُنکو نہیں کرتا اُس کے لیئے بھي کچھہ اسباب ہوتے ہیں جن میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیني پڑتي ہی مگر ہر حال میں یہہ بات تسلیم کرني پڑیگي کہ انسان میں ایسے قوا مخلوق ہوئے ہیں جن میں قدرت کسي کام کے کرنے کي اور کسي کام کے نہ کرنے کي اور جس کام کا اُسنے ارادہ کیا ہو اُس کے ترک کردینے کي موجود ہی اور اُسي قدرت کے سبب وہ مکلف ہوا ہی — ورنہ اُسکو مکلف قرار دینا محض بے معني ہوتا ہی *

انسان جبکہ تربیت یافتہ نہ تھا اُس میں جو طبعي خواہشات تھیں وہي کسي کام کے کرنے اور نکرنے کا سبب ہوتي تھیں — مثلاً جب اُسکو پیاس لگي اور اُسنے ایک تالاب پاني بھرا دیکھا تو وہ اُٹھا اور تالاب تک گیا پس وہ خواہش طبعي اُسکے اُٹھنے اور تالاب تک جانے کا سبب ہوئي — یا جبکہ آگ کو ہاتھہ نہ لگانا ایک امر طبعي تھا جو اُسکي تکلیف کا باعث تھا اسلیئے آگ کو ہاتھہ نہیں لگاتا — اُسکي خواہش طبعي اسبات کا سبب تھي کہ آگ کو ہاتھہ نہ لگاوے *

مگر جبکہ انسان میں زیادہ تمدن آیا کیونکہ وہ فطرتي مدني الطبع پیدا ہوا ہی تو بہت سے اسباب تمدن اور طریق معاشرت جنکو رسم و رواج یا سوسئیٹي کے فورس سے تعبیر کرتے ہیں ایسے پیدا ہوگئے جو سبب ہوئے اُس قوت کے کام میں لانیکے جو کسي فعل کے کرنیکا باعث ہوتي ہی یا اُس قوت کے کام میں لانے کے جو کسي فعل کے کرنے سے باز رکھتي ہی *

انسان جب انسانیت میں اور زیادہ ترقي کرتا ہی اور اُس قوت کو کام میں لانے کے قابل ہوتا ہی جسکو عقل کہتے ہیں اور جو باعث ہوتي ہی اسبات کے سمجھنے کي کہ فلاں کام اچھا ہی یا بُرا اور جسکو اچھا سمجھتا ہی اُسکو کرتا ہی اور جسکو بُرا سمجھتا ہی اُسکے کرنے سے باز رہتا ہی تو خود انسان کي سمجھہ کسي فعل کے کرنے اور کسي کے کرنے سے باز رہنے کا سبب ہوتي ہی — جیسے کہ اُس نوجوان نے کہا جسکو ہم تم سب جانتے ہیں لاذہب الافلان وانا وجہت وجہي للذي فطرالسموات والارض حنیفا و ما انا من المشرکین *

اُنھوں اسباب میں سے بہت بڑا سبب مذہب ہوتا ہی جب انسان کسي مذہب کا تابع ہوجاتا ہی جس میں بعض افعال کو نیک بلفظ تقوی اور بعض کو بد بلفظ فجور بیان کیا گیا ہی اور اُس کا یقین اُسکے دل میں بیٹھہ جاتا ہی تو جو افعال نیک اُس مذہب نے قرار دیئے ہیں وہ مذہب یا اُس کا یقین اُسکے کرنے کے لیئے سبب ہوتا ہی اور جو افعال بد قرار دیئے ہیں اُنکے کرنے سے باز رہنے کا باعث ہوتا ہی *

قرآن مجید سے بھي ان دونوں قوتوں کا انسان میں مخلوق ہونا پایا جاتا ہی جہاں خدا نے فرمایا ہی — ونفس وما سواہا فالہمہا فجورہا و تقواہا قد افلح من زکاہا وقد خاب من دساہا — یعني انسان کے نفس کي قسم اور جسطرح کہ برابر کیا اُسکو پھر ڈالي اُس میں اُسکي بدکاري اور اُسکي پرہیزگاري بیشک فلاح پائي جس نے اُسکو پاک کیا اور بیشک نقصان اوٹھایا جس نے اُسکو دبادیا *

تعقل اور رسم و رواج یعني سوسئیٹي کا فورس اور مذہب باعث ہوتے ہیں انسان میں ایک اور قوت کے پیدا ہونیکے جسکو کانشنس یا وجدان قلبي سے تعبیر کیا جاتا ہی — کانشنس کوئي اصلي چیز حق اور باطل یا اچھے اور بُرے میں تمیز کرنے کي نہیں ہی — بلکہ وہ تعقل یا رسم و رواج یا مذہب کا نتیجہ ہی — کیونکہ وہ لوگوں کے دلوں میں بہ لحاظ اختلاف اسباب مختلف اور اپس میں متضاد ہوتي ہی — جیسے کہ آذر کا ایک بت کو

پرستش کرنا ٹھیک اُسکا کانشنس وجدان قلبی یا نور ایمان تھا ویسا ہی ابراہیم کا بت کو توڑنا ٹھیک اُنکا کانشنس وجدان قلبی یا نور ایمان تھا — مگر یہہ کانشنس بہت بڑا سبب ہوتا ہی اُس قوت کے کام میں آنیکا جو کسی فعل کے کرنے کا باعث ہوتی ہی یا اُس قوت کے کام میں لانیکا جو کسی فعل کے کرنے سے باز رکھتی ہی - بہر حال سبب کچھہ ہی ہو انسان میں دو قوتیں یعنی فعل اور ترک فعل کی پائی جاتی ہیں *

جبکہ انسان متضاد گرامشوں اور متضاد قوتیں اپنے میں پاتا ہی تو حیران ہوتا ہی کہ یہہ متضاد خواہشیں اور متضاد قوتیں جو اور حیوانوں میں نہیں ہیں یا کمتر ہیں کیوں مجھہ میں ایسی قوی پیدا کی گئی ہیں — اور جب وہ تمام موجودات عالم میں متضاد قوتوں کا وجود پاتا ہی اور یہہ بھی دیکھتا ہی کہ اُنکا وجود اُس اعتدال قوا کے سبب سے ہی جو اُنکے وجود کے لیئے ضرور تھا تو وہ خود بخود اپنی فطرت پر غور کرکے یقین کرسکتا ہی کہ ان متضاد قوتوں اور خواہشوں کا اُس میں پیدا کرنا اس مقصد سے ہی کہ وہ اُنکو اعتدال پر رکھے - تمام مذاہب حقہ کا بھی اس سے زیادہ منشاء نہیں ہوسکتا اور ظاہرا انسان کو انسان بنانے کا یہی منشا معلوم ہوتا ہی *

جب انسان اس درجہ سے بھی آگے بڑھتا ہی تو اسکو ضرورت ہوتی ہی کہ یہہ مجموعہ اضداد کھونکر بنا اور کس نے بنایا - اُس کا خیال صرف اپنی ہی ذات پر منحصر نہیں رہتا بلکہ اُسکو زیادہ وسعت ہوتی ہی اور تمام عالم پر خیال دوڑا جاتا ہی — کہ یہہ کیونکر بنا اور کس نے بنایا یا آپ ہی آپ ہوگیا علماے علم موجودات عالم سے پوچھتا ہی تو وہ کہتے ہیں کہ ہمکو نیچرل سیفز سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ ابتدا میں صرف ہیولی تھا جسکو مادہ کہتے ہیں اور وہ اجزاے صغار دیمقراطیسی پر جنکو اب سالمات سے تعبیر کرتے ہیں مشتمل تھا — وہ سالمات خاص خاص طرح پر ایک دوسرے سے ملے اور اُنکی ترکیب سے تمام موجودات عالم ظہور میں آئے مگر انکو یہہ بات معلوم نہ ہوئی کہ وہ مادہ از خود موجود تھا یا کسی موجود نے اسکو پیدا کیا تھا اور جس خاص خاص ترکیب سے وہ سالمات آپس میں ملے جن سے موجودات مختلف اجناس اور انواع و اقسام کے پیدا ہوگئے — اسکا کیا سبب تھا — یہہ خاصیتوں اور قوتیں خود اُنہی میں تھیں یا کسی موجود نے اُن میں رکھی تھیں مگر وہ تو موجودات میں سواے اُسکے جو موجود و محسوس ہی اور کچھہ نہیں پاتے *

یہی ایک مقام ہی جو فلاسفہ طبیعیین اور فلاسفہ الہیین کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہی — فلاسفہ طبیعیین تو اسی حد تک پہنچ کر رہجاتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں —

اگر یک سر موے برتر پرم * فروغ تجلی بسوزد پرم

اور لا ادریہ اور نیچریہ کے لقب سے ملقب ہوتے ہیں — کیونکہ وہ نیچر ہی کو خالق کائنات مانتے ہیں - مگر فلاسفۂ الہیین یقین کرتے ہیں کہ اُس کا پیدا کرنے والا وہی واحد ازلی و ابدی ہی جسکو ہم تم خدا اور عرب کے بدو اللہ اور یورپ کے لوگ گاڈ اور فلاسفۂ الہیین علۃالعلل کہتے ہیں - اور تمام موجودات عالم کا خالق معہ اُن تمام قوی کے جو اُن میں ہیں اور معہ اُن کی فطرت کے جسپر وہ پیدا ہوئے ہیں - اُسی علۃالعلل کو یقین کرتے ہیں *

اس حد تک پہنچنے پر دو باتیں محقق ہوجاتی ہیں یا تسلیم کرنی پڑتی ہیں اول یہہ کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں کہ ایک کسی کام کرنے پر آمادہ کرتی ہی اور دوسری اُسی کام کے کرنے سے اُسکو روکتی ہی گو اسکے اسباب کچھہ ہی ہوتے ہوں مگر ان دونوں قوتوں کا وجود انسان میں محقق پایا جاتا ہی — دوسرے یہہ کہ اُن تمام افعال کے ظہور کا سبب اخیر جو انسان سے مطابق اسکی فطرت کے ظاہر ہوتے ہیں — وہی علۃالعلل ہی جسنے اُن کو پیدا کیا ہی *

جب ہم یہاں تک پہنچتے ہیں تو ایک اور امر اُس علۃالعلل کی ذات میں ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہی جس کو ہم اُسکی صفت علم سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ کسی صانع نے جو کسی چیز کو بنایا ہو اُسکی نسبت یہہ گمان نہیں ہوسکتا کہ اس صنعت کی حقیقت کو اور اس بات کو کہ

اس سے کیا کیا امر ظہور میں آوینگے نجانتا ہو = کیونکہ اگر وہ نجانتا ہو تو اس سے اُس کا بتلانا غیر ممکن ہی مثلاً ایک گھڑي ساز قبل بنانے اُس گھڑي کے جانتا ہی کہ اسقدر پرزے اُسمیں ہونگے اور وہ پرزے فلاں فلاں کام دینگے = اور اسقدر عرصہ تک وہ گھڑي چلیگي اور اسقدر عرصہ کے بعد بند ہوجائیگي — پس وہ علة العلل جس نے انسان کو مع اُسکے قوی اور اُسکي فطرت کے پیدا کیا ہی = بخوبي جانتا ہی کہ یہہ پتلا کیا کیا کریگا اور اسي جاننے کو ہم اُس علة العلل کي صفت علم سے تعبیر کرتے ہیں اور جو کچھہ اُسکے علم میں ہی — ممکن نہیں کہ اسکے برخلاف وہ پتلا کرسکے *

اس بیان سے یہہ سمجھنا نہ چاہیئے کہ ایسي حالت میں وہ پتلا اس بات پر مجبور ہوجاتا ہی کہ خواہ مخواہ وہي کرے یا وہي کریگا جو اُس علة العلل کے علم میں ہی اور اُس کے برخلاف کرنا نا ممکن ہی کیونکہ یہہ بات کہ وہ پتلا کیا کیا کریگا ایک جدا امر ہی اور اس بات کا علم کہ وہ پتلا یہہ یہہ کریگا ایک جدا امر ہی = اُس کے علم سے اُس پتلے کي مجبوري اُسکے افعال میں لازم نہیں آتي — اسکي مثال اسطرح پر بخوبي سمجھہ میں آسکتي ہی کہ فرض کرو = ایک نجومي ایسا کامل ہی کہ جو کچھہ آیندہ کے احکام بتاتا ہی = اُس میں سر مو فرق نہیں ہوتا اب اُس نے ایک شخص کي نسبت بتایا کہ وہ ڈوب کر مریگا = اُس کا ڈوب کر مرنا تو ضرور ہی اسلیئے کہ نجومي کا علم واقعي ہی مگر اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ اُس نجومي نے اُس شخص کو ڈوبنے پر مجبور کردیا تھا پس جو علم الہي میں ہی یا یوں کہو کہ جو تقدیر میں ہی وہ ہوگا تو ضرور مگر اُسکے کرنے پر خدا کي طرف سے مجبوري نہیں ہی بلکہ خدا کے علم کو اسکے جاننے میں یا تقدیر کو اُسکے ہونے میں مجبوري ہی *

امام احمد بن یحیی المرتضی زیدي نے اپني کتاب ملل ونحل میں لکھا ہی کہ عبداللہ بن عمر سے ایک شخص نے کہا اے ابوعبدالرحمن بعض

وقال لعبدالله بن عمر بعض الناس یا ابا عبدالرحمن ان اقواما یزنون ویشربون الخمر ویسرقون ویقتلون النفس ویقولون کان في علم الله فلا نجد بدا منه فغضب ثم قال سبحان الله العظیم قد کان ذلک في علمه انهم یفعلونها ولم یحملهم علم الله علی فعلها حدثني ابي عمر بن الخطاب انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول مثل علم الله فیکم کمثل السماء التي اظلتکم والارض التي اقلتکم فکما لاتستطیعون الخروج من السماء والارض کذلک لاتستطیعون الخروج من علم الله وکما لا تحملکم الارض والسماء علی الذنوب کذلک لایحملکم علم الله علیها — صلی الله علیه وسلم کو یہہ کہتے سنا کہ علم الہي کي مثال تم میں مانند آسمان کے ہی جسنے تم پر سایہ کر رکھا ہی اور مانند زمین کے ہی جس نے تمکو اُٹھا رکھا ہی پس جسطرح تم آسمان وزمین سے باہر نہیں ہوسکتے اور جسطرح آسمان و زمین تم کو گناہوں پر مائل نہیں کرتے اسیطرح خدا کا علم بھي تمکو اُن گناہوں پر مجبور نہیں کرتا *

ان تمام امور سے جو ہم نے بیان کیئے چند مقدمات قایم ہوتے ہیں جن کے مطابق اُن آیتوں کي تفسیر ہوسکتي ہی جن میں انسان مخاطب یا اُسکے حالات سے اخبار ہی یعني موضوع اُن آیتوں کا انسان ہی چنانچہ اس مقام پر ہم اُن مقدمات کو بیان کرتے ہیں *

(اول) تمام موجودات کو اور انسان کو مع اُسکے تمام قوا کے اُسنے پیدا کیا ہی جسکو ہم علة العلل یا خدا کہتے ہیں *

(دوم) اُس نے تمام مخلوقات کیا انسان اور کیا حیوان وغیرہ کو اپني مشیت سے ایک فطرت پر پیدا کیا ہی جس میں تغیُّر و تبدیل نہیں کرتا اُسي فطرت کے مطابق اُن سے افعال صادر ہوتے ہیں اختیاري یا اضطراري اور دونوں کي نسبت کہا جاسکتا ہی کہ مشیت الہي سے ہوتے ہیں *

(سوم) ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں ایک کسي کام کرنے پر آمادہ کرتي ہی دوسري اُسي کام کرنے سے روکتي ہی *

(چہارم) انسان اُن تمام قوا کو جو اُس میں ودیعت رکھے گئے ہیں - اپني فطرت کي حد تک انکے کام میں لانے کا مختار ہی *

(پنجم) اسي اختیار کے سبب انسان مکلف ہی *

(ششم) موجودات عالم کے حالات وافعال کا علم ماکان ومایکون بالفعل اُس علۃ العلل کو حاصل ہی جس نے اُس عالم کو بنایا یا پیدا کیا *

(ہفتم) تمام حالات جو موجودات عالم پر گذرتے ہیں اور تمام افعال جو انسان سے صادر ہوتے ہیں خود وہ علۃ العلل بسبب علۃ العلل ہونے کے تمام وسائط کو درمیان سے حذف کرکے کہہ سکتي ہی کہ " انا فعلت کذا وکذا جیسیکہ کہا ہی- مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی " *

(ہشتم) اسي طرح انسان بھي اپنے تمام افعال کو اُس علۃ العلل کي طرف منسوب کرسکتے ہیں اسلیئے کہ وہ اُن قوتوں کا خالق ہی جن سے وہ افعال ظاہر ہوئے *

(نہم) امورات شرعیہ کے بجا لانے میں قوت فعل کو کام میں لانا اور منہیات شرعیہ سے بچنے میں قوت ترک فعل کو کام میں لانا اُس علۃ العلل کي مرضي کے موافق ہی اور باعث درجات *

(دہم) برخلاف اسکے یعني منہیات شرعیہ میں قوت فعل کو کام میں لانا اور قوت ترک فعل کو کام میں نہ لانا اُس علۃ العلل کي مرضي کے موافق نہیں ہی — اور باعث درکات *

اس بحث کا دار و مدار چوتھے مقدمہ پر ہی - جس میں ہم نے لکہا ہی کہ جو قوتیں انسان میں ودیعت کي گئي ہیں اُنکو اپني فطرت کي حد تک کام میں لانے کا وہ مختار ہی — ہمارے پاس تو اسکا ثبوت خود انسان کے نیچر میں موجود ہی — یعني ہم دیکھتے ہیں — کہ انسان جو کام کرنا چاہتا ہی اکرتا ہی - اور جو کام کرنا نہیں چاہتا نہیں کرتا - گو اُنکے کرنے اور نکرنے کے کچھہ اسباب بھي موجود ہوں مگر ہم کوئي وجہہ اس امر کي قرار دیکے کي نہیں پاتے کہ انسان اُن قوا سے اُسوقت تک کام نہیں لے سکتا — جب تک کہ بروقت اُس کام کے ارادہ اور مشیت الہي نہ ہو - کہ وہ اُن قوتوں سے کام لے - جو لوگ یہہ خیال کرتے ہیں کہ ہر کام کے کرنے کے وقت ارادہ اور مشیت الہي کا ہونا درکار ہی — تو انکو اسکي دلیل بہن لانني چاہیئے - قرآن مجید کي آیتوں سے جو اسپر استدلال کرتے ہیں وہ دو وجہہ سے غلطي کرتے ہیں — اول تو اسوجہہ سے کہ وہ انسان کے نیچر کو قرآن مجید میں ڈھونڈتے ہیں حالانکہ انسان کے نیچر کو خود انسان میں ٹٹولنا چاہیئے - دوسرے یہہ کہ جن آیتوں سے وہ استدلال کرتے ہیں — ہمارے نزدیک نہ وہ استدلال صحیح ہی نہ انکے معني جو وہ لیتے ہیں - صحیح ہی *

اسبات سے کوئي نہیں انکار کرسکتا کہ بے مشیت ایزدي نہ کچھہ ہوا ہی نہ کچھہ ہوسکتا ہی — مگر اس امر میں کہ اُس مشیت کا ظہور کیونکر ہوتا ہی — اکثر لوگوں نے غلطي کي ہی کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان کوئي نیک کام کرنا چاہتا ہی — اسوقت خدا کا ارادہ اور اُسکي مشیت ہوتي ہی - کہ وہ اُس کام کو کرے اور جب کوئي برا کام کرنا چاہتا ہی جب بھي خدا کا ارادہ اور مشیت ہوتي ہی کہ وہ کام کرے — لیکن اس طریقہ پر مشیت ایزدي کے ظہور کو قرار دینا صریح غلطي ہی — مشیت ایزدي کا ظہور اُس فطرت میں ہوتا ہی جسپر اُسنے انسان کو اور دیگر موجودات عالم کو پیدا کیا ہی — پتھر کو بھاري پیدا کیا ہی — اسکي فطرت میں ارادہ اور مشیت الہي یہہ رکہي گئي ہی کہ جب پاني میں ڈالا جائے ڈوب جائے - اور جب پتھر پاني میں ڈوبیگا - کہا جائیگا کہ مشیت الہي سے ڈوبا ہی — آگ کو خدا نے اپني مشیت و ارادہ سے ایسي فطرت پر پیدا کیا ہی کہ جب کوئي چیز جس میں جلنے کي فطرت ہی اُس سے ملے تو جل جائے - پس جس وقت لکڑي یا ایندھن آگ میں ڈالنے سے جل جاویگا — کہا جاویگا کہ مشیت ایزدي بھي تھي - مگر یہہ کہنا کہ آگ میں قوت احراق نہیں

ہی مگر جب کوئی چیز قابل احتراق اس میں ڈالی جاتی ہی تو خدا تعالی اس میں عادۃً قوت احراق پیدا کردیتا ہی — اور وہ جلا دیتی ہی — ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہی — اور اس سے اُس فطرت کا بطلان لازم آتا ہی جو خدا نے ہر ایک چیز میں پیدا کی ہی *

انسان کو خدا نے اس فطرت پر پیدا کیا ہی کہ جو قوا اس میں ودیعت کیئے گئے ہیں اُنکو کام میں لانے کا اسکو مختار کیا ہی — پس جب وہ اپنے اس اختیار سے جو خدا کے ارادہ اور مشیت سے اسکو دیا گیا ہی — کوئی کام کرے تو اُس وقت بھی کہا جائیگا کہ خدا کے ارادہ اور مشیت سے اُسنے وہ کام کیا — اُس کا مختار ہونا اسبات کے مانع نہیں ہی کہ خدا کے ارادہ اور مشیت کو اُس سے منسوب نہ کیا جائے *

اب ان اصول عشرہ کے مطابق ہم اُن آیتوں کی تفسیر بیان کرینگے جنکو ابن حزم نے بیان کیا ہی اور بتاوینگے کہ اُن آیتوں سے انسان اُن قوا کے کام میں لانے میں جو اُسکو حسب فطرت عطا کیئے گئے ہیں مجبور نہیں ہی بلکہ اُنکے کام میں لانیکا اُس حد تک جو اززوے فطرت کے مقرر ہوئی ہی مختار ہی اور اسی وجہہ سے مکلف ہی *

۱ — مثلاً خدا نے فرمایا کہ " قرآن نصیحت ہی اُس شخص کے لیئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے " اس جملہ سے تو انسان کا مختار ہونا ظاہر ہوتا ہی — دوسرا جملہ یہہ ہی کہ " تم کچھہ نہیں چاہتے مگر یہہ کہ چاہے اللہ پروردگار عالموں کا " یعنی جس فطرت پر اپنی مشیت سے خدا نے اُسکو پیدا کیا ہی اُس پر خدا نے فرمایا ہی " وماتشاؤن الا ان یشاءاللہ " جیسا کہ ہم نے مقدمہ دویم میں بیان کیا ہی اُس سے سلب اختیار انسان جبکہ وہ فطرت ذی اختیار پر پیدا کیا گیا ہی لازم نہیں آتا *

۲ — یا خدا کا یہہ فرمانا کہ " خدا گمراہ کرتا ہی جسکو چاہتا ہی اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہی " جو کہ خدا علۃالعلل ہی اسلیئے وہ تمام افعال بندوں کو وسایط درمیانی سے حذف کرکے اپنی طرف منسوب کرسکتا ہی جیسا کہ مقدمہ ہفتم میں ہم نے بیان کیا ہی اُس سے بریت انسان جو ایک فطرت ذی اختیار پر پیدا کیا گیا ہی لازم نہیں آتی *

۳ — جہاں خدا نے یہہ فرمایا ہی کہ " قرآن اُن لوگوں کے لیئے جو ایمان لائے ہیں ہدایت اور شفا ہی اور جو لوگ ایمان نہیں لائے اُنکے کانوں میں تھوٹیاں ہیں اور قرآن اُنکے لیئے اندھاپن ہی " یہہ آیت تو بطور بیان ایک واقعہ کے ہی اور ابن حزم کے مذہب پر دلیل نہیں ہوسکتی *

۴ — خدا نے جو یہہ فرمایا ہی کہ " اگر تیرا پروردگار چاہتا تو ایمان لاتے سب جو زمین پر ہیں " یعنی اگر چاہتا تو اُنکو فطرت ذی اختیار پر پیدا نکرتا بلکہ اُس فطرت پر پیدا کرتا کہ " لایعصون اللہ مااصرھم و یفعلون مایومرون " *

۵ — خدا نے جو یہہ فرمایا ہی کہ " ممکن نہیں کہ کوئی شخص بدون اذن خدا کے ایمان لاوے " اذن کیا ہی ؟ وہ اسکی فطرت ذی اختیار ہونے کی ہی جسپر خدا نے اسکو پیدا کیا ہی یا خدا کا علم ہی " بانہ یعلم انہ یومن امالا " یعنی وہ جانتا ہی کہ وہ ایمان لائیگا یا نہیں جیسا کہ ہم نے مقدمۂ ششم میں بیان کیا ہی *

دو لفظ قرآن مجید میں آتے ہیں ایک اذن کا اور ایک شاء کا جیسکہ " الا باذن اللہ " اور " الا ان یشاء اللہ " ان لفظوں سے کسی امر مستثنی کا واقع ہونا مراد نہیں ہوتا بلکہ اُس سے اپنی عظمت وجبروت اور قدرت کاملہ کا اظہار مقصود ہوتا ہی اور بعضی جگہہ باوجود استثنا کے توثیق اُس امر کی مراد ہوتی ہی جو اس کے ماقبل ہی *

مثلاً خدا نے ایک جگہہ فرمایا " من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ " یعنی کون شخص ہی کہ خدا کے پاس کسی کی شفاعت کریگا — دوسری جگہہ خدا نے شفاعت کی بالکل نفی کی ہی اور فرمایا ہی " واتقوا یوماً لاتجزی نفس عن نفس شیئا ولایقبل منھا شفاعۃ ولایوخذ منھا عدل ولاھم ینصرون " یعنی ڈرو اُس دن سے جبکہ کوئی کچھہ بھی کسیکے کام نہ آویگا اور اُسکے لیئے کوئی شفاعت قبول نہ ہوگی اور نہ کچھہ اُسکے بدلہ میں لیا جاویگا اور نہ اُسکی مدد کیجاویگی — پس اُس آیت میں " الا باذنہ " سے یہہ

مراد نهوں هوسکتي که خدا کسي کو شفاعت کا اذن دیگا — بلکه ان لفظوں سے توثیق اور تائید اُس حکم کي مراد هوتي هی جو که استثنا سے پہلے بیان هی اسکي زیادہ تفسیر هم وهاں بیان کرینگے جهاں لفظ "الا ان یشاءالله" کا آیا هی *

۶ — خدا نے جو یہه فرمایا هی که "هم اُنکو چهوڑدینگے اُنکي گمراهي میں بهٹکتے هوئے — وہ ایمان نهیں لانے کے مگر یہه که خدا چاهے" گمراهي میں چهوڑ دینے کے معني یہه هیں که جس فطرت پر که وہ پیدا هوئے هیں اُسي فطرت میں رهینگے — یہه اُسي اصول پر هی جو هم نے مقدمه دوم میں بیان کیا هی — اور یہه جو خدا نے فرمایا که وہ ایمان نهیں لائینگے — یہه بیان اُس اصول پر متفرع هی جو هم نے مقدمه ششم میں بیان کیا که خدا کو اپنے علم سے معلوم تها که وہ مسلمان نهیں هونیگے *

"الا ان یشاءالله" کا لفظ جو اس مقام پر هی — وہ خدا کي جانب منسوب هی "الا ان یشاءالله" کا لفظ تین طرح پر بولا جاتا هی — ایک اسطرح پر که انسان اسکو اپنے ایسے کام کے ساتهه شامل کرتا هی جسکے کرنے کا وہ آیندہ ارادہ رکهتا هی — ایسے مقام پر یہه لفظ تذکراً لله اور خدا سے بطور طلب امداد بولا جاتا هی — دوسرے یہه که انسان اپنے کسي حتمي وعدہ کے ساتهه نه میں فلاں کام کرونگا استعمال کرتا هی — اُس سے مراد هوتي هی توثیق اُس وعدہ کي خدا کے نام شامل کرنے سے — تیسرے یہه که خدا تعالی اپنے احکام قطعي اور اپنے وعدوں کے ساتهه اسکو استعمال کرتا هی — اس سے مراد یہه هوتی هی — که جو امر اس سے قبل بیان هوا هی وہ کبهي تبدیل نهیں هونیگا — گو که خدا تبدیل پر قادر هو مگر وہ تبدیل نهیں کریگا *

تفسیر کشاف میں اس آیت کي تفسیر میں "ولانقولن لشیء اني فاعل ذلک غداً الا ان یشاءالله" یہه لکها هی — وفیه وجه ثالث وهوان یکون ان شاءالله في معني کلمة تابید کانه قیل ولاتقولنه ابدا ونحوه قوله و ما کان لنا ان نعود فیها الا ان یشاء الله لان عودهم في ملتهم محال یشاءه الله — تفسیر کشاف —

که اس میں تیسري وجهه یہه هی که اس مقام پر ان شاءالله کلمه تابید کا هی جسکے معني کبهي کے هوتے هیں گویا که یوں کها گیا هی که تو اسکو کبهي نه کهو — اور اسي کي مثل دوسري آیت هی جهاں خدا نے فرمایا بندوں کي زبان سے "نهوں ممکن هی که هم پهر جاویں اُس دین میں مگر یہه که چاهی الله" کیونکه اُن کا پهرنا ان کے مذهب میں اُن چیزوں میں سے تها جنکو خدا نے نهوں چاها *

ان دونوں مقاموں میں صاحب کشاف نے ان یشاءالله کے لفظ کو اس کے معني معروف میں قرار نهیں دیا بلکه دونوں جگهه کلمهٔ تابید قرار دیا هی جس سے قایم رهنا اُس امر کا جو استثنا سے پیشتر هی ثابت هوتا هی نه اُس سے مستثنی هونا — اگرچه همارے نزدیک پهلا کلمه ان یشاءالله کا تذکراً لله اور بطور استمداد من الله کے هی اور دوسري جگهه بطور توثیق اُس کلام کے هی جو ماقبل استثنا هی اور جسکو صاحب کشاف نے کلمه تابید سے تعبیر کیا هی مگر اتني بات تفسیر کشاف سے ثابت هوتي هی که لفظ "الا ان یشاءالله" سے استثنا مراد نهیں هوتي — پس جس آیت سے که هم بحث کرتے هیں که وہ ایمان نهیں لائینگے مگر یہه که چاهے الله اس سے استثنا مراد نهوں هی بلکه ایمان نه لانے کي تابید مراد هی یعني کبهي ایمان نهیں لائینگے جیسا که خدا کے علم میں هی *

۷ — خدا نے جو یہه فرمایا هی که "هم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈالدیئے هیں اس سے که وہ قرآن کو سمجهیں اور اُن کے کانوں میں بهرا پن کردیا هی" یہه اس اصول پر بیان فرمایا هی جو مقدمه ششم میں مذکور هی — یعني باوجودیکه فطرتاً خدا نے اُنکو مختار پیدا کیا تها لیکن خدا کو اپنے علم سے یہه بات معلوم تهي که وہ هرگز راستي پر نهیں آئینگے — اس واسطے اُنکے افعال کو اُن لفظوں میں جو اس آیت میں هیں بیان کیا هی اور حسب مقدمهٔ هفتم اُن افعال عباد کو بسبب علة العلل هونے کے اپني طرف منسوب کیا هی — نه یہه که خدا نے اُنکو ایمان نه لانے پر مجبور کردیا هی *

۸ — خدا نے جو یہه فرمایا هی که "اگر خدا چاهتا تو تم سبکو ایک گروه بنادیتا" یعني جس فطرت ذي اختیار هونے پر خدا نے تمکو پیدا کیا هی اُس فطرت پر پیدا نکرتا بلکه عدم اختیار کي ایسي فطرت پر پیدا کرتا جسپر یہه صادق آتا "لایعصون الله ما امرهم ویفعلون مایومرون"

اور دوسرا جملہ جو اس آیت کا ھی " لیکن وہ گمراہ کرتا ھی جسکو چاھتا ھی اور ھدایت کرتا ھی جسکو چاھتا ھی " اُسي علم الٰہي پر مبني ھی جسکا ذکر مقدمۂ ششم میں ھی اور اُسکو اپني ذات کي طرف تمام وسائط کو حذف کرکے منسوب کیا ھی اُس اصول پر جسکا ذکر مقدمۂ ھفتم میں ھی *

۹ — یہہ جو خدا نے فرمایا ھی انسانوں کي زبان سے کہ " ھمارے لئیے یہہ ممکن نہیں ھی کہ ھم پھر پڑیں بت پرستي میں مگر یہہ کہ چاھے پروردگار ھمارا " اسکي تفسیر بحوالۂ تفسیر کشاف ابھي بیان کرچکے ھیں — اُس سے ظاھر ھی کہ جملۂ مستثنیٰ سے استثنا مراد نہیں ھی بلکہ اُس سے تاٴبید مراد ھی *

۱۰ — اور خدا نے جو یہہ فرمایا ھی کہ " اُنکے دلوں میں بیماري ھی پھر زیادہ کیا اللہ نے اُنکي بیماري کو " یہہ بیان تو صرف اُنکے ذي اختیار ھونے کي فطرت کا ھی اور زیادہ ھونا مرض کا بھي نتیجہ اُسي فطرت کا ھی اور اُسکو خدا نے بہ سبب علۃ العلل ھونے کے اپني طرف منسوب کیا ھی جیسا کہ مقدمۂ ھفتم میں مذکور ھی *

۱۱ — یہہ جو خدا نے فرمایا کہ " اگر خدا چاھتا تو خدا کي نشانیاں نازل ھونیکے بعد وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ھی جو چاھتا ھی " اول تو خدا کے اس فرمانے سے کہ اگر خدا چاھتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے یہہ لازم نہیں آتا کہ اُنکا لڑنا خدا نے چاھا تھا — بلاشبہہ یہہ بات سچ ھی کہ خدا جو چاھتا ھی کرتا ھی مگر اُسکے چاھنے کا ظہور اُسي طرح ھوتا ھی جس طرح کہ اُس نے قانون قدرت میں مقرر کیا ھی پس وہ مختار تھا کہ جس فطرت ذي اختیار پر اُس نے اُنکو پیدا کیا ھی جو لڑتے ھیں اُنکو دوسري فطرت پر پیدا کرتا *

۱۲ — یہہ جو خدا نے فرمایا ھی کہ " خدا جس شخص کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ھی تو تو ھرگز اُسکو خدا سے نہیں بچاسکتا " بالکل سچ ھی خدا کا ارادہ قانون فطرت میں ظاھر ھوتا ھی پس جس جس فطرت ذي اختیار ھونے پر خدا نے جسکو پیدا کیا ھی اُسکو کوئي تبدیل نہیں کرسکتا مگر اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا نے اُنکو فتنہ میں پڑنے پر مجبور کردیا تھا کیونکہ وہ ذي اختیار ھونے کي فطرت پر پیدا ھوئے تھے *

۱۳ — خدا کے اس فرمانے سے کہ " خدا نے نہ چاھا کہ اُنکے دلوں کو پاک کرے " اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا نے اُنکے دلوں کو ناپاک کرنا چاھا تھا — کیونکہ وہ ایک فطرت ذي اختیار ھونے پر پیدا ھوئے تھے ھاں اگر خدا چاھتا تو اُنکو دوسري فطرت عدم اختیار پر پیدا کرتا *

۱۴ — خدا نے جو یہہ فرمایا ھی کہ " اگر خدا چاھتا تو انکو سیدھے رستے پر کردیتا " یعني انکو فطرت غیر اختیاري پر پیدا کرتا مگر جبکہ فطرت ذي اختیار پر پیدا کیا ھی تو اُنکو کوئي مجبوري لازم نہیں آتي *

۱۵ — اسیطرح خدا کے اس فرمانے سے کہ " اگر ھم چاھتے تو ھر شخص کو سیدھي راہ پر چلاتے لیکن ھمارا قول پورا ھوا کہ ھم دوزخ کو جنوں اور آدمیوں سے بھریگے سب سے " انسان کا مجبور ھونا لازم نہیں آتا — کیونکہ خدا نے اسکو ایسي فطرت پر پیدا کیا ھی جو ذي اختیار ھی اور بےشک اگر خدا چاھتا تو اُنکو ایسي فطرت پر پیدا کرتا جو ذي اختیار نہوتي اُس صورت میں اُسي فطرت پر چلتے جس فطرت پر پیدا کیا تھا *

۱۶ — خدا کا یہہ فرمانا کہ " خدا جس شخص کو چاھتا ھی گمراہ کرتا ھی اور جس شخص کو چاھتا ھی سیدھے رستے پر چلاتا ھی یہہ اُسي اصول پر مبني ھی جسکا ذکر مقدمۂ ھفتم میں ھی یعني تمام وسائط کو حذف کر کے بندوں کے کاموں کو بہ سبب علۃ العلل ھونے کے اپني ذات پاک کي طرف منسوب کرتا ھی *

۱۷ — خدا نے جو حضرت ابراھیم کي زبان سے یہہ فرمایا ھی کہ " اگر میرا رب مجھکو ھدایت نکرتا تو بیشک میں ھوتا گمراہ قوم میں سے " اس سے یہہ نتیجہ کسیطرح نہیں نکلتا کہ جو گمراہ رھے ھیں اُنکو خدا نے چاھا کہ وہ گمراہ رھیں — خصوصاً اس صورت میں کہ اُسنے انسان کو فطرت ذي اختیار پر پیدا کیا ھی *

۱۸ — اور خدا کا یہہ فرمانا کہ " اگر خدا چاھتا تو وہ شرک نکرتے " یعني فطرت ذي اختیار پر جو اُنکو پیدا کیا ھی اگر وہ چاھتا تو ایسي فطرت پر پیدا کرتا جس میں طاقت شرک کرنے کي نہوتي *

۱۹ — ایک جگہہ خدا نے فرمایا هی کہ " بعض لوگ بعض کے دل میں دهوکا ڈالتے هیں - اگر تیرا پروردگار چاهتا تو وہ اسکو نہ کرتے " *

۲۰ — اور ایک جگہہ فرمایا هی کہ " اگر خدا چاهتا تو مشرکین اپني اولاد کو قتل نکرتے " *

۲۱ — اور خدا نے فرمایا کہ " اگر خدا چاهتا تو مسلط کردیتا اُن کو تم پر " *

ان تینوں آیتوں میں لفظ شاء کا هی - مگر مشیت کا ظهور اُس فطرت کے پیرایہ میں هوتا هی جس پر کہ اُس نے انسان کو پیدا کیا هی پس خدا نے انسان میں ایسي قوت رکھي هی کہ وہ چاهے تو دوسروں کو فریب دے اور چاهے قتل - نیز اسبات کي بهي قوت رکھي هی کہ مشرکین چاهیں تو اپني اولاد کو ماریں اور نہ چاهیں تو نہ ماریں - اور نیز انسان کو ایسی قدرت بهي دي هی کہ اگر وہ چاهے تو اپنے بعض بهي نوع پر تسلط حاصل کرے اور اگر نہ چاهے تو نہیں - پس ان تمام افعال میں انسان مجبور نہیں هی لیکن اگر خدا چاهتا تو اُن کو اور قسم کي فطرت پر پیدا کرتا — جس سے فریب دهي یا قتل اولاد ممکن نہ هوتا یا ایک کا دوسرے پر تسلط کرنا لازمي هوتا — پس اِن آیتوں سے یہہ ثابت نہیں هوسکتا کہ کافروں نے جو کچھہ کیا وہ خدا کي خواهش تهي یا کافروں کا بچوں کو قتل کرنا یا کافروں کو نبیوں اور نیک بندوں پر مسلط کرنا اُس کي مرضي تهي *

۲۲ — اور خدا نے جو یہہ فرمایا هی کہ " اللہ جسکو هدایت کرني چاهتا هی اُسکا دل اسلام کے لیئے کهولدیتا هی اور جسکو گمراہ کرنا چاهتا هی اُس کے دل کو تنگ کردیتا هی " اگرچہ یہہ سب باتیں خود فطرت انساني سے پیدا هوتي هیں لیکن چونکہ خدا علة العلل هی اُس نے ان باتوں کو جیسا کہ هم نے مقدمہ هفتم میں بیان کیا هی اپني اپني طرف نسبت کیا هی - اور خدا کے علم میں یہہ بات تهي کہ کون شخص مسلمان هوگا اور کیا چیز اُسکے دل میں پیدا هوگي جس سے کہ وہ اسلام قبول کریگا — اور کیا چیز پیدا هوگي جس سے کہ وہ اسلام قبول نکریگا *

۲۳ — اور خدا نے جو یہہ فرمایا هی کہ " تو صبر کر اور تیرا صبر اللہ کي توفیق سے هی " اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ جس نے صبر نہیں کیا اللہ نے اُسکو صبر نہیں دیا - کسي طرح پر صحیح نہیں هی - کیونکہ کسي بات پر صبر کرنا یا نکرنا خود فطرت انساني پر منحصر هی اور اُسي فطرت کے کام میں لانیکا اس میں اشارہ هی *

۲۴ — خدا کا یہہ فرمانا کہ جهگڑا مت کرو - یہہ اشارہ اُسي فطرت کي طرف هی جو خدا نے اُن میں پیدا کي هی جس سے کہ وہ اپنے افعال میں خود مختار هیں - اور یہہ بات سچ هی کہ اگر خدا چاهتا تو ایسي فطرت پر لوگوں کو پیدا کرتا کہ وہ آپس میں اختلاف نہ کرتے *

۲۵ — خدا کي نسبت بندوں کا یہہ کہنا کہ تو جس کو چاهتا هی ملک اور عزت دیتا هی اور جسکو چاهتا هی ذلت - اسي وجہ سے هی کہ اسکو علة العلل تسلیم کیا هی - جیسا کہ هم نے مقدمۂ هشتم میں بیان کیا هی - اس سے بندوں کا سلب اختیار یا مجبور هونا نہیں پایا جاتا *

۲۶ — خدا کا اپني طرف منسوب کرنا کہ هم نے کمزوروں پر زبردستوں کو غلبہ دیا هی - اسي علة العلل هونے کي وجہہ سے هی جسکا ذکر هم نے مقدمۂ هفتم میں کیا هی ورنہ هرکوئي جانتا هی کہ غالب اور مغلوب هونے کے لیئے ظاهري اسباب هوتے هیں جنکے سبب ایک غالب اور ایک مغلوب هوتا هی *

۲۷ — خدا کا یہہ کہنا کہ " همنے نمرود کو بادشاهت دي " اُسي قسم کا هی جسکا ذکر هم نے مقدمۂ هفتم میں کیا هی *

۲۸ — غزوۂ بتوک میں جو لوگ جهاد میں نہیں گئے اُنکي نسبت یہہ کہنے سے کہ " خدا نے ناپسند کیا اُن کا جانا " یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا نے جو قدرت اُنکو جهاد میں جانے کي فطرتاً عنایت کي تهي - ان سے سلب کرلي تهي — اور باوجود سلب کرنے کے اُن سے ناراض هوا تها *

۲۹ — خدا کا کافروں کي نسبت یہہ کہنا کہ " هم نے دنیا میں اُنکو عذاب دینے کا ارادہ کیا هی " یہہ اُسي بنا پر هی کہ خدا کو معلوم هی کہ وہ لوگ کیا کرینگے اور اُن کے

لیئے کیا ہوگا جیسا کہ ہم نے مقدمۂ ششم میں بیان کیا ہی اس کہنے سے ان کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا *

۳۰ — کافروں کا یہہ کہنا کہ اگر خدا چاہتا تو ہم فرشتوں کی پرستش نہ کرتے — اسی قسم کی بات ہی جیسے کہ انسان اپنے افعال کو خدا کی طرف منسوب کردیتے ہیں - جسکا ذکر مقدمۂ ہشتم میں ہم نے کیا ہی پس اُنکے اس کہنے سے یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا نے اُنکو فرشتوں کی عبادت کرنے پر مجبور کیا تھا *

۳۱ — اور یہہ بات کہ ان میں سے بعض کو خدا نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی - اور خدا نہیں ہدایت کرتا اسکو جسے گمراہ کرتا ہی - یہہ سب بندوں کے افعال ہیں — جو خدا بسبب علۃالعلل ہونے کے اپنی طرف منسوب کرتا ہی - اور گویا اپنے علم مستقبل سے کہتا ہی کہ جو گمراہ ہوئے ہیں وہ ہدایت نہیں پائینگے - اس قسم کے طرز کلام سے انسان کے اُس نیچر کا بطلان لازم نہیں آتا جس پر وہ خود مختار پیدا کیا گیا ہی *

۳۲ — مشرکین کا یہہ کہنا کہ اگر خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے - اس سے ہرگز یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا نے اُنکو شرک کرنے پر مجبور کیا تھا - بلکہ خدا نے اُنکے اس کہنے کو اُنکی بےعلمی کی طرف منسوب کیا ہی - کیونکہ وہ غلط خیال رکھتے تھے کہ خدا نے اُنکو شرک کرنے پر مجبور کیا ہی *

۳۳ — خدا نے جو یہہ فرمایا ہی کہ" اگر اللہ چاہتا تو کافر شرک نہ کرتے " اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ ایمان اور شرک ہدایت اور گمراہی جو کچھہ دنیا میں ہی اللہ نے ان سب کے ہونے کا ارادہ کیا ہی — صحیح نہیں ہی بلکہ خدا کے یہہ کہنے کا کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے - یہہ مطلب ہی کہ اگر خدا چاہتا تو اُنکو فطرت ذی اختیار پر نہ پیدا کرتا - بلکہ اُنکو دوسری فطرت پر پیدا کرتا جس سے شرک نہ کرنے پر وہ مجبور ہوتے *

۳۴ — لوگوں کے اس کہنے سے کہ کیا ہم کھانا کھلائیں اُنکو جنکو اگر خدا چاہتا تو کھانا کھلاتا - یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا نے ارادہ کیا کہ بھوکوں کو کھانا نہ دے - کیونکہ بھوکا ہونا یا پیٹ بھرا ہونا اُس قوت اکتساب پر یا اُن واقعات فطری پر منحصر ہی جو انسانی زندگی میں پیش آتے ہیں *

۳۵ — اور خدا کا یہہ فرمانا کہ " اگر ہم چاہتے تو ہرایک شخص کو ہم ہدایت دیتے " اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ جن لوگوں نے ہدایت نہیں پائی - خدا نے ارادہ کیا کہ وہ ہدایت نہ پائیں - اور بیشک خدا میں ایسی قدرت تھی کہ اگر وہ چاہتا تو اُنکو دوسری فطرت پر پیدا کرتا — اور وہ اپنے حالات و افعال میں مجبور ہوتے *

۳۶ — خدا نے جو یہہ فرمایا ہی کہ " ممکن نہیں ہی کہ کوئی شخص ایمان لاوے مگر اللہ کی اجازت سے " اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ ہر شخص کا ایمان اضطراری ہی — اختیاری نہیں - محض غلط ہی - بلکہ اس کے وہ معنی ہیں جو ہم نے پانچویں آیت کی تفسیر میں لکھے ہیں *

۳۷ — اور یہہ بات کہ " خدا جسکو چاہتا ہی وہ ہدایت پاتا ہی اور جسکو گمراہ کرتا ہی پھر اُس کے لیئے کوئی راہ بتانے والا نہیں " یہہ اُسی بنا پر خدا نے فرمایا ہی جس کے مطابق وہ بسبب علۃ العلل ہونے کے بندوں کے افعال کو اپنی طرف منسوب کرتا ہی — جیسا کہ ہم نے مقدمۂ ہشتم میں بیان کیا ہی *

۳۸ — یہی تفسیر اُس آیت کی بھی ہی - جہاں خدا نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ " خدا جسکو چاہتا ہی ہدایت کرتا ہی " *

۳۹ — اور یہہ بات کہ فتحمندی نہیں ہی مگر خدا کی طرف سے — اس سے پایا جاتا ہی کہ فتحمندوں کی فتحمندی اور کامیابی اُن اسباب فطری پر موقوف ہی جو خدا نے اس عالم اسباب میں پیدا کیئے ہیں *

۴۰و۴۱ — خدا کا یہہ فرمانا کہ " خدا نے اُنکے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے باز رکھا " اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہی کہ خدا نے جو فطری اسباب غالب ہونے - مغلوب ہونے - شکست پانے اور کامیابی حاصل کرنے کے دنیا میں پیدا کیئے ہیں اُنہی پر یہہ تمام واقعات موقوف ہیں *

ابن حزم نے اُن آیتوں کو چھوڑ دیا ہی جن میں افعال انسانی خود انسان کی طرف منسوب کیئے ہیں جیسیکہ "ظلمھم اللہ ولکن انفسھم یظلمون" اور ایک جگہہ فرمایا ہی "فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر" اور مثل اسکے بہت سی آیتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہی کہ انسان خود اپنے افعال کا مرتکب ہی پس جب ان دونوں قسم کی آیتوں پر غور کیا جاوے تو یہی نتیجہ نکلتا ہی کہ خدا نے اپنی حکمت کاملہ سے انسان کو ایک حد تک ذی اختیار پیدا کیا ہی اور اُسی حد اختیار میں جو افعال وہ کرتا ہی اُسکا وہ ذمہدار اور جوابدہ ہی خدا اُسکو بندہ کی طرف منسوب کرے یا عاۃالعال ہونے کے سبب اپنی طرف منسوب کرے *

(سید احمد)

مضمون نمبر ۲۴

الدعاء والاستجابۃ

مکاتبات دلچسپ

متعلق تفسیر

چوتھا خط نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب کا

بنام

عالی جناب سر سید احمد خاں بہادر کے سی ایس آئی دام ظلہم

بمبئی — یکم اگست سنہ ۱۸۹۵ ع

جناب عالی — آپ نے جو کچھہ دعا کی نسبت اپنی تفسیر اور رسالۃ الدعاء والاستجابۃ میں تحریر فرمایا ہی اُسے میں نے غور سے دیکھا، اور جو کچھہ بالمشافہہ آپ نے کہا اُسے بھی دل سے سنا — مگر افسوس ہی کہ میرے دلکو کچھہ تسلی نہ ہوئی، اور نہ وہ اختلاف جو مجھے آپ سے اس مسئلہ میں تھا رفع ہوا *

چونکہ یہہ مسئلہ دعا کا منجملہ دیگر مذہبی مسائل کے نہایت اہم اور ضروری ہی، بلکہ بہت سے ضروری عقاید کے مباحث پر مثل ذات وصفات باری اور فطرۃ اور قوانین فطرۃ کے شامل ہی، اور ہر زمانہ میں نہایت پیچیدہ اور مشکل خیال کیا گیا ہی — اس لیئے اس امر کی ضرورت ہی کہ اُس کے تمام مالہ وما علیہ سے پوری بحث کیجائے، اور نہ صرف مذہبی رخ سے بلکہ علمی نظر سے بھی وہ دیکھا جاوے — لان ھذہ المسئلۃ من جملۃ المسائل الغامضۃ الشریفۃ التی اختلفت فیہ الاراء و تشعبت فیہ المذاھب والاھواء وتحیرت فیہ الافھام واضطربت فیہ اراء الانام *

اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ دعا مذہبی زندگی کی جان ہی، اور اہل مذہب کے نزدیک مذہب کے عملی زندگی کا فیصلہ بہت کچھہ اُسپر منحصر ہی، اور دعا سے امر مسئول علیہ کا حاصل ہونا اور انبیاء کرام علیہ السلام کا خاص خاص مطالب کے لیئے دعا مانگنا اور اُسکا قبول ہونا کتب سماوی سے ایسا ثابت ہی کہ نہ اُس سے انکار ہوسکتا ہی اور نہ اُسکی کوئی تاویل کی جاسکتی ہی — مگر باوجود اس کے وہ لوگ بھی جنہوں نے اس مسئلہ کو صرف مذہبی نظر سے دیکھا، اور دعاکو سبب حصول مقصد قرار دیا ہی ہزاروں دعاؤں کے قبول ہونیکےکافی اور اطمینان بخش وجوہ بیان کرنے سے عاجز رہے ہیں — اور علمی نگاہ سے دیکھنے والوں نے تو دعا کو یا خیالی فلسفہ کی پیچیدگی میں ڈالکر غیر قابل الفہم بنا دیا ہی — یا آپ کی طرح دعا کو صرف عبادت اور اجابت کو محض تسکین قلب خیال کیا ہی — اور اس زمانہ میں قوانین فطرۃ کے غیر تبدل پذیر اصول کے ماننے والوں نے اس مسئلہ کی دقت اور پیچیدگی کو جیسا کچھہ بڑھا دیا ہی وہ تو خدا کی قدرت اور مشیۃ کے انکار اور دھریت کی حد تک پہونچ گیا ہی — غرضکہ دعا اور اجابت دعا کا مسئلہ نہ صرف اس وجہ سے دلچسپ ہی کہ وہ ایک معمولی مسئلہ منجملہ مذہبی مسائل کے ہی — یا علمی مضامون میں سے ایک مضمون خیال اور غور کے قابل ہی — بلکہ اسلیئے قابل بحث اور لائق غور ہی — کہ وہ اُن امور پر حاوی اور مشتمل ہی جو ایک مسلمان بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیئے جو خدا کو مانتے ہیں بمنزلہ روح اور جان کے ہیں —

اگر دعا اُس متبرک اور مقدس مقام سے مقابلی جاے جسپر وہ مذھبی زندگی کے آغاز سے قایض رھی ھی — تو کون اس بات کا اندازہ کرسکتا ھی کہ مذھبی خیال اور مذھبی عقاید کی حیثیت میں کیسا عظیم تغیر پیدا ھوگا — اور مذھب کا وسیع دائرہ کس قدر تنگ ھوجاے گا — ایک سادہ دل مسلمان جو قوانین فطرۃ سے ناواقف ھی — یہہ سنکر کہ دعا سے کچھہ حاصل نہیں ھوتا اور اُس کا خدا نیچر کی زنجیر میں ایسا جکڑا ھوا ھی کہ وہ اُس سے اپنے ھاتھہ پاؤں بھر نہیں نکال سکتا — نہایت حسرت اور مایوسی سے پکار اُٹھے گا — کہ خدا خدائی سے معزول ھوگیا — اور مذھبی زندگی کی جان باقی نرھی — ایسا خدا ھمارے کس کام کا جو نہ ھماری دعا سن سکتا — نہ بغیر معمولی وسائل کے ھماری کوئی حاجت پوری کرسکتا ھی — اُس سے دعا کرنا تو ایسا ھی جیسا کہ ایک پتھر کے بیجان بت کے سامنے گڑگڑانا اور اُس سے مانگنا — کیونکہ دعا کا مانگنا صرف اس یقین پر مبنی ھی کہ خدا قادر مطلق اور فاعل مختار اور نامعلوم طور پر بے قرار دل کی تکلی ھوئی دعا کا سننے والا اور اُسکی حاجت پوری کرنے والا ھی — اگر ایک لحظہ کے لیئے اس یقین میں تذبذب ھو تو کونسا دل ھوگا جو بے قراری کی حالت میں اُسکی طرف رجوع کرے اور وہ کونسا خیال ھوگا جو اُسکے اضطرار کی آگ کو ٹھنڈا کرے — اسلیئے کہ صرف یہہ خیال کہ خدا دعائیں سنتے اور حاجت پوری کرنے کی قدرت رکھتا ھی اضطرار کی حالت میں بندہ کا خیال خدا کی طرف رجوع کراتا ھی — اور محض اس اعتقاد سے کہ باوجود قدرت کے خدا کا دعا قبول نکرنا کسی مصلحت پر مبنی ھوگا — اور وہ امر مسئول عنہ سے بہتر کوئی چیز دیگا دعا کرنے والے کے دل کو تسلی ھوتی ھی — اگر دعا کا عمل موقوف ھوگیا اور خدا سے دعاؤں کے سننے اور حاجتوں کے پورا کرنے کا خدائی حق لے لیا گیا — تو مذھبی زندگی بھی ختم ھوگئی — اگر یہہ مان لیا جاوے کہ دعا ذریعہ حصول مقصد نہیں ھی — اور یہہ بھی سمجھہ لیا جاے کہ وہ اپنے بندوں کی مصیبتوں کے دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا — اور نہ کسیکی گریہ وزاری اور اضطرار و بیقراری کا اثر ھوتا ھی — تو دعا بیکار اور خدا پر توکل فضول ھی — پھر یقین اور اعتقاد کو بھی اپنے قدم جمانے کے لیئے کوئی جگھہ نہیں رھتی اور بندہ کو بجز اسکے کہ وہ غیر تغیر پذیر قوانین فطرۃ کو اپنا خدا مانے دوسرا کوئی چارہ نہیں رھتا — ایسی حالت میں انسان کو بیجان قانون سے واسطہ رھتا ھی نہ ایک زندہ خدا سے — اور یہہ خیال اُس محبت کے رشتہ کو جو خدا اور اُسکے بندوں کے بیچ میں ھی توڑ دیتا ھی — اگر اُس میں مدد کرنے کی طاقت نہیں ھی تو ھم کس لیئے اُسپر بھروسہ کریں — اور اگر وہ ھماری دعائیں نہیں سنتا — تو ھم کیونکر اُسے رحیم مانیں — اور اگر اُس میں رحم نہیں تو ھم کیوں اُس سے محبت رکھیں — پس در حقیقت اس سے ھمارا یقین جاتا رھتا ھی — ھمکو خدا سے محبت باقی نہیں رھتی — اور ھم ایسے مذھب کے ماننے والے رھجاتے ھیں جس میں نہ یقین ھی نہ محبت — اس لیئے اگر دعا کی اجابت نا ممکن ھی تو مذھب بھی نا ممکن ھی — لان من شرائط الایمان التوکل علی اللہ — والتوکل ھوالاعتماد علی الغیر عند الحاجۃ بان یغلب عنک فیھا — واذا کان المتوکل علیہ ثقۃ یکون قلب المتوکل علیہ ساکنا و نفسہ مطمئنۃ — واذاکان غیر ثقۃ یکون قلب المتوکل غیر ساکن ونفسہ غیر مطمئنۃ — والتوکل علی اللہ والاخلاص فی الدعاء لایکون الا عند انقطاع الحیلۃ والتبری من الحول والقوۃ — والمثال فی ذالک من رکاب البحر — وذالک انھم یدعون اللہ ویسئلونہ السلامۃ عند دخولھم السفینۃ ولکن غیر مخلصین لانکالھم علی الملاحین فی حفظھا حتی اذا توسطوا البحر وھاجت الامواج واضطربت المراکب وفزع الملاحون واشرفوا علی الھلاک عند ذلک یدعون اللہ مخلصین لہ الدین — لانھم قدعلموا انہ لایقدر احد من خلق اللہ علی معاونتھم ولا قوۃ لاحد علی دفع ماورد علیھم الا اللہ عزوجل ولاتتعلق قلوبھم بسبب من الاسباب فیعلمون عند ذلک فی دعائھم وتضرعھم الی اللہ — بالکشف عنھم مافیہ — ان لھم الھا جبارا عالما قادرا یسمع دعاء ھم ویعلم ماھم فیہ وھوقادر علی نجاتھم یراھم وان کانوا الیرونہ ولایدرون این ھو — وعلی ھذا القیاس کل مایصیب الناس من الجھد والبلاء — فیضطرھم ذلک الی الدعاء والتضرع الی اللہ عزوجل — مثل الغلاء والوباء والام الاطفال ومصائب الاخبار و ما شاکلھا من الامور التی لاسبیل لاحد

لدفعها عنه الا الله تعالی - فیکون ذلک دلالة لهم علی الله عزوجل وهدایة الیه - کما قال " امن یجیب المضطر اذا دعاه ویکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض ءاله مع الله قلیلا ماتذکرون " اس لیئے کہ ایمان کی شرایط میں سے ہی اللہ پر توکل رکھنا اور اُسپر بھروسہ کرنا - اور توکل کے معنی ہیں - حاجت کے وقت کسی غیر پر اعتماد کرنا کہ وہ ہماری طرف سے قایم مقام ہو اور ہمارا کام کردے - اور اعتماد اُسی پر ہوتا ہی جو اعتماد کے قابل ہو - یعنی کام کرنے کی قدرت رکھنے والا سمجھا جاتا ہو - اور قدرت بھی ایسی جو اُس کام کے پورا کرنے کے لیئے بکار آمد ہو اُس کا کوئی مانع اور مزاحم نہو - اور متوکل یعنی بھروسہ کرنے والا بغیر کسی واسطہ کے سیدھا اُس تک پہونچ سکتا ہو — تاکہ بھروسہ کرنے والا اور وکیل سمجھنے والا اس شخص کو اپنے کام سپرد کرکے فارغ البال ہوجاے - اور ایسے وکیل کے ملنے سے اسکے دل کو ایسا اطمینان اور اس کے نفس کو ایسی تسلی حاصل ہو جس سے عین مصیبت کے وقت اس کا غم جاتا رہے - اور اسکے دل میں اُمید اور خوشی پیدا ہو — بلکہ اس مصیبت کے قائم رہنے پر بھی اس خیال سے کہ اس کا وکیل حکیم اور دانا ہی اور اپنے موکل کے مصالح کو اس سے بہتر سمجھتا ہی — خوش اور بشاش رہے — جب ایسا توکل کسی دعا کرنیوالے کو خدا پر ہوگا تب اسکی دعا سچی اور خالصا للہ ہوگی - اور ایسی دعا اُسی وقت دل سے نکل سکتی ہی - جبکہ سارے حیلے جاتے رہیں اور تمام دیگر توقعوں سے مایوس ہو - اور کوئی سبب اسباب ظاہری میں سے نظر نہ آتا ہو — چنانچہ یہہ حالت رات دن دیکھنے میں آتی ہی اور جسکی مثال خود خداوند تعالی نے اپنے پاک کلام میں اچھی طرح بیان فرمائی ہی - اور وہ مثال دریا میں سوار ہونے والوں کی ہی کہ وہ کشتی میں سوار ہونے کے وقت خدا سے دعا کرتے ہیں اور اُس سے سلامتی چاہتے ہیں — لیکن اُنکو خلوص نہیں ہوتا - اسلیئے کہ اُنکا بھروسہ اُس وقت ملاحوں اور کشتی اور بادبانوں پر ہوتا ہی — مگر جبکہ کشتی منجدھار میں جا پڑتی ہی - اور دریا اپنی ہولناک موجوں سے اُسے گھیر لیتا ہی - اور طوفان کے طمانچے اُسپر پڑنے لگتے ہیں - اور خوفناک ہوائیں کشتی کو ڈانواں ڈول کرنے اور رسیوں اور بادبانوں کو توڑنے لگتی ہیں - اور ناخدا اور ملاح بے بس ہوکر اپنی مجبوری ظاہر کرنے لگتے ہیں - اور کشتی کے ڈوبنے اور مرنے کا وقت نزدیک آجاتا ہی — اور کوئی کشتی کا پار لگانے والا اور اُنکا بچانے والا نظر نہیں آتا — اُس وقت تمام وسائل اور اسباب کا خیال دل سے نکل جاتا ہی - اور سچے دل سے اضطرار اور بیقراری کی حالت میں اُسکی طرف نظر جاتی ہی جو نہ کسی سبب کا پابند ہی نہ کسی ذریعہ کا محتاج - اور جسکے قبضہ قدرت میں دریا اور اُسکی موجیں ہیں - اور جس کے کہنے میں سمندر اور اُس کا تلاطم ہی - وہ وقت ایسا ہوتا ہی کہ اُس وقت وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی مخلوقات میں سے کوئی اس وقت اُنکو بچا نہیں سکتا اور نہ بجز اُس کے جو اسباب کا پیدا کرنے والا ہی اُس مصیبت کو جو اُنپر پڑی ہی دور کرسکتا ہی - اُس وقت بے اختیار ہرایک دل سے یہہ دعا نکلتی ہی † اور ہر کافر و مسلمان مضطر ہوکر یہہ کہنے لگتا ہی —

اے خدا آن کن کہ از تو می سزد
کہ زہو سوراخ عالم می گزد
وقت تنگ آمد مرا او یک نفس
پادشاهی کن مرا فریاد رس
در جگر افتادہ هستم صد شرر
در میان جانم بجیں خون جگر

اور یہہ حالت اُسی وقت پیدا ہوتی ہی جبکہ اس بات کا اعتقاد ہو — " کہ ان لهم الها جبارا قادرا عالما یسمع دعاءهم و یعلم ما هم فیه و هو قادر علی نجاتهم ‡ یراهم وان کانوا لایرونه

† مگر با وصف اس اضطرار اور دعا کے جو کشتی ڈوبنے والی ہوتی ہی وہ ڈوب ہی جاتی ہی -

‡ اگر عشق و محبت بدانست کہ جمالش مستحق عشق و محبت است عبادت است و اگر بخواهش نفسانی است نہ عشق است نہ محبت بلکہ ضلالت است وندامت

(سید احمد)

والا بیرون این ہو ،، کہ وہ ایک خدا رکھتے ہیں جو کہ سب پر حاکم اور سب پر مسلط ہی اور جو ہر چیز کا جاننے والا اور ہر بات پر قدرت رکھنے والا اور ہر بلا کا ٹالنے والا ہی وہ اُنکی دعاؤں کو سنتا ہی اور جس مصیبت میں وہ گرفتار ہیں اُسے جانتا اور اُس سے بچانیکی قوت رکھتا ہی - اور اُنکو دیکھ رہا ہی گو وہ اُسے نہ دیکھتے ہوں اور نہ یہہ جانتے ہوں کہ وہ کہاں ہی - اور یہہ یقین فطرۃ ہر انسان کے دل میں ہی گو مسلم ہو یا کافر - یہاں تک کہ وہ ملحد اور دہریہ بھی جو اطمینان اور چین کی حالت میں خدا کے انکار پر دلیلیں لایا کرتے ہیں مصیبت کے وقت بیقرار ہوکر بے اختیار خدا کو پکارنے لگتے ہیں - اگر یہہ اعتقاد نہو اور خدا کی قدرت اور اختیار کا درحقیقت اُنکو یقین نہو - بلکہ بجاے اسکے وہ یہہ سمجھتے ہوں کہ وہ جسے خدا کہتے ہیں ایک قوت ہی - ماوراء فطرۃ اور مافوق ادراک - جو دنیا کو پیدا کرکے اور اُسکے انتظام کے لیئے قانون بناکر خود پس پردہ نہاں ہوگئی - اور ایسے بلند مقام پر جابیٹھی ہی - جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی اور اُسکے قانون نے بندہ کو اُس سے اور اُسکو بندہ سے جدا اور بے تعلق اور مستغنی کردیا ہی"- اور نظام کائنات ایک ایسے سلسلہ سے مسلسل اور ایسی زنجیر میں جکڑا ہوا ہی کہ ہر ایک کڑی اُسکی دوسری کڑی کے سہارے پر ہی اور دوسری کو سہارا دے رہی ہی — اور وہ کسی طور پر کسی جگہہ سے کسیکے توڑنے سے قوت نہیں سکتی اور کوئی چھوڑخارج از سلسلہ ظاہر نہیں ہوسکتی - یعنی بقول آپ کے ،، حصول مطلب کے لیئے جو اسباب خدا نے مقرر کیئے ہیں وہ مطلب تو اُنہیں اسباب کے جمع ہونے سے ہوتا ہی دعا نہ اُس مطلب کے اسباب میں سے ہی اور نہ اُس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہی — تو میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ ایسی صورت میں اور اضطرار کی اُس حالت میں جسکی تصویر خدا نے کھینچی ہی کیونکر کوئی انسان خدا کی طرف رجوع کریگا اور ایک دست بستہ اور پا شکستہ خدا سے کون اپنی نجات کی اُمید رکھے گا — اور ایسے بے اختیار اور معذور خدا سے کیوں دعا مانگے گا — اور اُسکی عظمت اور اُسکی بے انتہا قدرت کا وہ کونسا خیال اُس کے دل میں آویگا — جس سے اُس رنج اور مصیبت میں وہ اپنے تمام فطرتی قوی کو اُسکی طرف متوجہہ اور اپنے دل کو تسکین دے گا — کیا وہ فقیر جو آپ کو امیر اور کریم النفس سمجھتا ہو - آپ کی بہت بڑی عظمت بھی اُسکے دل میں ہو — آپ کو وہ بڑا صاحب قدرت بھی سمجھتا ہو - آپ کی حقیرت انگیز اور عالیشان کوٹھی اور کالج کو دیکھکر وہ آپ کو بہت بڑا امیر بھی جانتا ہو — مگر اُسے یہہ معلوم ہو کہ آپ نے فقیروں کے لیئے اپنا دروازہ بند کردیا ہی اور بھوک مانگنے والوں کو کالج میں اینٹیں اُٹھانے اور پتھر ڈھونے پر روٹی پیدا کرنے کا راستہ بتا دیا ہی — بھوک کی حالت میں گو اُسکی جان ہی جاتی ہو کیا آپ کے دروازہ پر شہنشاللہ پکارتا ہوا آویگا - اور کیا آپ کی عظمت - قدرت - امارت - اور بزرگی کا خیال اُس کے دل کو آپ کی طرف رجوع کریگا - اور بھوک سے بیقرار ہوکر وہ آپ سے بھیک کا ٹکڑا مانگیگا - ہر گز نہیں ہر گز نہیں — بس یہی حال اُس انسان کا سمجھنا چاہیئے جو خدا کو صرف ایک علۃ العلل سمجھتا - اور معینہ اسباب اور مقررہ وسائل میں دخل نہ دینے والا جانتا ہو - کیونکر کسی مصیبت میں اسباب وحیل کو چھوڑ کر اُسکی طرف متوجہہ ہوگا — اور کس طور سے وہ اُسے قاضی الحاجات اور سمیع الدعوات سمجھکر اُس سے دعا مانگے گا - پس در حقیقت دعا کو اسباب حصول مقصد میں سے نہ سمجھنا اور اُس سلسلہ مظاہر کو جو کائنات میں ہم ناقص العقل انسانوں کی نظر میں آتا ہی خدا کا وہ اصلی قانون قدرت سمجھہ لینا جو ثابت نہیں سکتا ، ایک ایسا عقیدہ ہی جسکی تعلیم نہ خدا نے کی ہی نہ رسول نے ، نہ کسی مذہب کا ماننے والا اُسے قبول کرسکتا ہی ، نہ در حقیقت عملا وہ ابتک قبول کیا گیا ہی - بلکہ در حقیقت یہہ ایک خیال ہی جو قولا کیسا ہی مذہبی کہا جاے اور گو کیسے ہی عمدہ طور سے مذہبی الفاظ میں بیان کیا جاے ، مگر عملا دہریت ہی ہے اور خدا سے بے تعلق اور مستغنی کرنے والا ہی — اگر اُس سلسلہ عالم کو جو ہم دیکھتے ہیں ہم وہ قانون قدرت خیال

کریں جسکی نسبت کہا گیا ہی لاتبدیل لکلمات اللہ = اور مظاہر عالم کے واقعات کو جو ایک دوسرے کے بعد ہوتے ہیں اُس زنجیر کی کڑیاں سمجھیں جو خدا نے بنائی ہی ' اور اپنی تھیوری اور خیال کو اُس کے راز سربستہ کا کھولنے والا جانیں ' اور درحقیقت اُنکے غیر متغیر ہونے پر ہمکو دل سے اعتقاد ہو = تو کیا فائدہ ہی روح کی اس کوشش سے کہ وہ خدا سے توسل پیدا کرے ' اور کیا سبب ہی کہ دعا کا خیال ایک دھوکہ نسمجھا جاے = اگر نظام فطرۃ ایک ایسی سڑک پر چلتا ہی جس سے بچنے میں ہماری قوت ارادی ضعیف اور عاجز ہی ' اور نہ صرف ہماری قوت ارادی بلکہ وہ قوت بھی جو ماوراء فطرۃ کہی جاتی ہی اُس سے بچانے میں مجبور ہی تو کیا فائدہ ہو گا کہ اُس سے بچانے کے لیئے ہم کوئی کوشش یا کسی سے کچھہ درخواست کریں — یا سواے ظاہری اسباب کے ہم کہیں کسی دوسرے مسبب الاسباب کی طرف متوجہ ہوں *

پھر یہہ نظام فطرۃ جو بیدردی اور بے پرواہی سے ہمکو ایک ایسی رفتار پر چلاتا ہی جو کبھی بند نہیں ہوسکتی ' اور جس میں ہمارا اور اُس نظام کے بنانے والے کا کچھہ دخل نہیں ہی ' خدا کی محبت کے خیال سے بھی دلکو فارغ کردیتا ہی = اور خدا کے ساتھہ محبت کا دعوی جو اصل ایمان ہی ' صرف مغالطہ اور دھوکہ رہجاتا ہی = اس لیئے کہ یہہ دعوی اُس نظام فطرۃ کے ساتھہ جو دعا کو اپنی قلمرو سے خارج کرتا ہی ' جمع نہیں ہوسکتا = اور وہ مذہب جس میں خدا عملا رحمت کی صفت سے پاک ہو ' اور جس میں کوئی ذریعہ خدا سے محبت پیدا ہونے کا نہو ' مشکل سے مذہب اور دہریت سے جدا سمجھا جائیگا *

غالبا یہہ کہا جاے کہ یہہ طفلانہ خیال ہی ' اور ایسے رحم و محبت کو خدا سے منسوب کرنا گویا اُسے انسان کے مشابہہ سمجھنا ہی = لیکن ہم کہیں گے کہ بلاشبہہ ہم خدا کے سامنے نادان بچہ بلکہ اُس سے بھی زیادہ احمق ہیں ' اور بلاشبہہ وہ صفات جو اُسکی طرف ہم منسوب کرتے ہیں انسانی صفات ہیں = اور اس سے گو تم ہماری ہنسی اوڑاؤ ' مگر در حقیقت یہہ اُس تعلیم کی ہنسی ہوگی جو خدا نے ہمکو دی ہی = اور اُن خیالات کا تہقہا اوڑانا ہوگا جو اُسنے بذریعہ انبیا کے ہمارے دل میں ڈالے ہیں — کیونکہ اُس نے خود اسی طرح اپنے آپکو ہمیں بتایا ہی ' اور اُسنے اپنے صفات کے خط و خال اسی طرح کے کھینچے ہیں = اور رحم اور فریاد رسی اور اجابت دعا کو اُنہوں لفظوں سے تعبیر کیا ہی جو انسان باہم استعمال کرتے ہیں — اگر اُن صفات سے اُسے یاد کرنا جو اُسنے اپنی ذات کے متعلق خود انسانی الفاظ میں کہے ہیں ' اور وہ خیالات جو اُس نے ہمارے دل میں ڈالے ' اور وہ ولولے جو اُسنے ہماری طبیعت میں پیدا کیئے ' اور وہ ہیجان شوق اور محبت دلانے کا جو اُسنے ہمسے کیا = انکا خیال اور اُن کی نسبت خدا کی طرف تشبیہ بالانسان اور اُس مقدس ذات کی نسبت گستاخی ہی = تو ہم نہیں جانتے کہ پھر ہم کن لفظوں سے اُسے یاد کریں اور کن ناموں سے اُسے پکاریں = اور کن صفتوں سے اُسے موصوف سمجھیں — اگر ہم ان سب الفاظ سے اُسکی ذات و صفات کو مغزہ اور مقدس کرلیں تو سواے اس کے کہ ایک ہیجان اور بیحس قوت کا خیال باقی رہے ' کوئی خیال خدا کی ذات و صفات کی نسبت باقی نہیں رہسکتا — پھر باوجود اس کے کہ ہم جانتے اور اسے دل سے مانتے ہیں کہ اُسکی صفات کو ہماری صفات سے کچھہ مناسبت نہیں ہی ' اور نہ بجز نام کے دونوں میں کچھہ مشابہت ہی — مگر اس میں بھی شک نہیں ہی کہ اُن الفاظ کے وہی معانی ہیں جو اُن لفظوں سے نکلتے ہیں = مثلا ہم اُسے بصیر یعنی دیکھنے والا کہتے ہیں = تو گو ہم یہہ خوب سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری سی آنکھہ نہیں رکھتا ' اور اُس کا دیکھنا ہمارا سا دیکھنا نہیں ہی = مگر پھر بھی ہم اُس کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ وہ ہمکو اور ہمارے افعال کو دیکھتا ہی = اور یہی حال باقی صفات کا ہی = مثلا جب اُسے ہم رحیم سمجھتے ہیں ' تو گو ہم اسے بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کیفیت رحم کی جو انسان میں پیدا ہوتی ہی — اور جس طرح کسی مصیبت زدہ کی فریاد اور درد ناک حالت کا اثر انسان پر ہوتا ہی ' اُس کیفیت اور اُس حالت سے اُسکی ذات مقدس اور مغزہ ہی = مگر

اس میں بھی شک نہیں کہ ہم اُسے رحیم مانتے ہیں اور اُسکی رحمت اُسی قسم کی سمجھتے ہیں جیسے کہ انسان کی رحمت — اس لیئے کہ ہمارے پاس دوسرا کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہی جس سے ہم ان صفات کو بھی مانیں اور تشبیہ بالانسان کے لوث سے بھی اُسے پاک رکھیں نہ ہمارے پاس دوسرے ایسے الفاظ ہیں جو ہم خدا کی صفات میں استعمال کریں جس سے انسانی صفات اور صفات الہی میں جو فرق ہی وہ ظاہر ہوجاے — لان واضع اللغۃ انما وضع ھذہ الاسامی اولا للخلق فان الخلق اسبق الی العقول والافہام من الخالق فکان استعمالھا فی حق الخلق بطریق الاستعارۃ والتجوز والنقل " غرضکہ انسانی فطرۃ کا یہہ ایک عام مظہر ہی، کہ وہ خدا کو رحم و کرم کی صفت سے موصوف سمجھے اور دعا کو موثر مانے — ورنہ جو تصور خدا نے اپنا ہمارے دل میں قایم کیا ہی غلط، اور وہ جذبات اور خیالات جو ہمارے دل میں پیدا کیئے ہیں سب جھوٹے سمجھے جائینگے — کیونکہ خدا کی رحمت کا تصور، دعا کے نہ سننے اور ہمیں ایک بیدرد اور بے رحم نیچر کے ہاتھہ میں چھوڑ دینے کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتا — اگر یہہ تصویر جھوٹی ہی اور خدا کے رحم اور اجابت دعا کا خیال غلط ہی، اور غلطی بھی ایسی جس میں قریباً تمام انسان پڑے ہوئے ہیں — تو ہمکو سمجھنا چاہیئے کہ انسانی فطرۃ بھی جھوٹی ہی " وذالک عون الجھل " اب میں اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں — یہہ صرف تمہید اس مضمون کی ہی جو متعلق دعا اور استجابت کے میں لکھہ رہا ہوں — مجھے اُمید ہی کہ اسے دیکھکر ابھی آپ اسکی ہنسی نہ اوڑائینگے اور اپنے قلم کے (جو تلوار سے کم نہیں ہی) جوہر دکھانے میں تامل کرینگے — اصل مطلب تو ابھی شروع بھی نہیں ہوا ہی — جب میں اپنا سارا مضمون ختم، اور اُسکے تمام مالہ وماعلیہ سے بحث کروں — تب آپ کو جو فرمانا ہو فرمائیے میں یہہ مضمون اسلیئے نہیں لکھتا کہ آپ سے مخالفت ظاہر کروں اور نہ میری تحریر مجادلانہ ہی — بلکہ میرا مقصود صرف یہہ ہی کہ آپ کو میرے شبہات دور کرنے کا موقع ملے، اور جو کمی آپ کے بیان میں رہگئی ہی وہ پوری ہوجاے — میں نے اس عرصہ میں اس خاص مسئلہ پر بہت غور کیا ہی اور اکثر اہل مذہب اور اہل علم اور حکماء جدید اور قدیم کے خیالات سے اپنی سمجھہ کے موافق واقفیت پیدا کی ہی — اور آپکی تحریر میں بھی بہت سی محققانہ اور عارفانہ باتیں میں نے پائی ہیں — اور بہت سے عالی اور پاک خیالات دعا کی نسبت جو آپ نے ظاہر کیئے ہیں اُنہیں سمجھتا ہوں — ان سب کو میں اپنے اس مضمون کے سلسلہ میں بیان کرونگا — اور وہ مخالفت جو دعا اور قانون قدرت میں سمجھی جاتی ہی، اور دیگر اعتراضات جو اہل مذہب اور اہل علم نے دعا کی نسبت کیئے، اور جو جوابات اُس کے دیئے ہیں — اُن سب کو بقدر اپنی ناقص سمجھہ کے بیان کرونگا — تاکہ آپ اُن کو ملاحظہ فرماکر میری غلطیوں کی اصلاح اور میرے شبہات کو رفع کرسکیں اور اس نازک زمانہ میں جبکہ مذہب پر علم کے حملہ، اور مذہبی عقاید میں شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں — یہہ بڑا اور ضروری اور اہم اور عمدہ مسئلہ، جس پر بہت سے ضروری عقاید کا تصفیہ منحصر ہی صاف ہوجاوے — اور ہمارے بھائی مسلمانوں کو عموماً — اور تعلیم یافتوں کو خصوصاً اُس سے فائدہ پہونچے — وعلی اللہ قصد السبیل و ھو حسبی ونعم الوکیل † فقط *

محسن الملک

---

† ہمارے مولانا مہدی شاہ عبدالعزیز وقت نے نہایت ہی عمدہ اور فصیح تقریر لکھی ہی جسکی فصاحت کی کچھہ تعریف نہیں ہوسکتی مگر اب تک تو یہہ باتیں خطابیات کی قسم سے ہیں جب وہ حقیقت کی تصدیق کرینگے — اور ان ہونی کو ہونی اور ہونی کو ان ہونی ثابت کرینگے جب ہم بھی نہایت ادب سے اُنکو سلام عرض کرینگے *

سید احمد

مضمون نمبر ۲۵

مشاهیر معتزله

غیلان

غیلان قبطي النسل اور دمشق کا رهنے والا تها — معبد جهني کے بعد جو مسئله قدر کا موجد تها — اُسي نے اول اول اس مسئله کو نهایت شد و مد سے شائع کیا — مذهب اعتزال کي تاریخ اسي وقت سے شروع هوتي هی — علم کلام اُس نے حسن بن محمد بن حنفیه سے حاصل کیا تها — اُسکي علمي فضیلت کا اندازه اس بات سے هوسکتا هی که حسن بصري اُسکو دیکهکر کها کرتے تهے " اترون هذا وهوحجة الله علی اهل الشام " علم میں نامور — زهد و عبادت میں یکتا اور اعلاے کلمةالله میں نهایت دلیر اور بیباک تها — چنانچه جو خط اُس نے عمر بن عبدالعزیز کو لکها — اُس سے اُسکي دلیرانه حق گوئي معلوم هوتي هی — اُسکے خط میں سے چند فقرے یهه هیں — ایک تو وه امام هیں جنکي نسبت خدا فرماتا هی " وجعلنا هم ائمة یهدون بامرنا " اور دوسرے وه امام هیں جنکي نسبت خدا فرماتا هی " وجعلنا هم ائمة یدعون الی النار " کبهي تو اُمت امام کے سبب سے نجات پاتي هی — اور کبهي امام هي کے سبب سے هلاک هوتي هی — اب تم سمجهلو که تم کون سے امام هو *

عمر بن عبدالعزیز نے غیلان کو دربار میں طلب کیا اور اُس سے کها که تم امور سلطنت میں میرا هاتهه بٹاؤ اور کوئي خدمت قبول کرو — غیلان نے کها تو آپ یهه خدمت میرے سپرد کریں که توشه خانوں میں جتني چیزیں فضول اور نمایشي هیں — اُنکو بیچڈالوں — اور وه روپیه لوگوں کو واپس دوں جو ظلم وغصب سے خزانه عامره میں جمع هوگیا هی — خلیفه نے یهه خدمت اُسکو سپرد کي — توشه خانوں سے نمائشي اسباب جو نهایت افراط سے تها — نکالکر رکها گیا — چنانچه صرف ریشمي سوزے جو اس غرض سے توشه خانوں سے برآمد هوئے — اُنکي قیمت تیس هزار درم هوتي هی — غیلان اُن میں سے ایک ایک چیز کو اُتهاتا تها اور پکار کر کهتا تها — آؤ اُنکے مال پر جو خائن تهے — آؤ اُنکے مال پر جو ظالم تهے — غاصب تهے — آؤ اُنکے مال پر جو پیغمبر خدا کے بعد اُنکي سیرت و سنت پر نهیں رهے — لوگ گمان کرتے هیں که وه هدایت و ایمان کے پیشوا اور دین و ملت کے امام تهے حالانکه انکے ظلم وجور سے مسلمان فقر و فاقه میں مبتلا هیں — هشام بن عبدالملک نے جو سنه ۱۰۵ هجري میں تخت نشین هوا — اُسکا یهه حال سنکر کها میں خوب سمجهتا هوں وه هم پر اور همارے اسلاف پر الزام لگاتا هی — والله اگر میں اُسپر قابو پاؤں تو فوراً حکم دوں که اُس کے هاتهه پاؤں کاٹ دیئے جائیں — آخر هشام نے اپنے عهد حکومت میں اس قول کو پورا کیا — غیلان اور اُس کا شاگرد صالح دمشقي دونوں ملک آرمینیا کي طرف جارهے تهے — که هشام کے سپاهیوں نے اُنکو یکایک گرفتار کرلیا — چند روز تک دونوں کو قید میں رکها — اور پهر زندان سے نکالکر اُنکے هاتهه پاؤں کٹوا دیئے — غیلان اپنے خون میں شور بهر تها اور نهایت دلیري سے اور بیباکي سے کهتا تها که خدا اُن کو هلاک کرے — یهه وهیں جو حق کو مرده اور باطل کو زنده کرتے هیں — یهه وه هیں جو اُنکو عزت دیتے هیں جنکو خدا نے ذلیل کیا اور اُنکو ذلیل کرتے هیں جنکو خدا نے عزت دي — ایک مصاحب نے هشام سے کها که تونے اُس کے هاتهه پاؤں تو کٹوا دیئے مگر اُسکي زبان کو چلتا کردیا — اُس نے اپني فصاحت سے لوگوں کو والیها هی اور اُنکو جو اپنے حق سے غافل تهے متنبه کردیا هی — آخر هشام نے غیلان کي زبان کاٹنے کا حکم دیا — اور اُس نے تڑپ تڑپ کر جان دي — بعض مورخین کهتے هیں که هشام نے اُسکو پهانسي دلوادي صالح دمشقي جس کا ابهي ذکر هوا اُسکے نامور شاگردوں میں سے تها *

واصل ابن عطا

اُسکا نام واصل کنیت ابو حذیفه اور لقب غزال تها — سنه ۸۰ هجري میں مدینة النبي میں پیدا هوا اور بصره

میں جوان ہوا — فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی میں ضرب المثل تھا — چونکہ وہ الثغ تھا یعنی حرف (ر) اُسکی زبان سے ادا نہوں ہوتا تھا — اس لیئے اکثر خاموش رہتا تھا — تاکہ لوگ اِس عیب سے واقف نہ ہوں — لیکن جب کبھی لکھکر دینے یا بولنے کا موقع آتا تھا — بیساختہ ایسے الفاظ بولتا تھا جو حرف (ر) سے بالکل خالی ہوتے تھے — چنانچہ † ایک شخص نے اُس سے پوچھا کہ اگر یہہ کہنا ہو کہ "سورج الفرس" کی جگہہ تم کیا کہو گے واصل نے فوراً کہا "البدالجواد" اور اس فقرہ کے بھی یہی معنی ہیں — پھر ایک شخص نے اُس سے دریافت کیا کہ اگر تمہیں یہہ کہنا ہو کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے نیزہ کو تانا تو "رکب فرسہ وجرد رمحہ" کی جگہہ کیا کہوگے — واصل نے کہا — میں کہوں گا "استوی علی جوادہ وسحب عاملہ" بہت سے شاعروں نے اُسکی قادرالکلامی اور لمبی لمبی اسپیچوں میں حرف (ر) سے بچنے اور ایسے کلام کرنے کی تعریف کی ہی جو حرف (ر) سے بالکل خالی ہوتا تھا — چنانچہ ابوالطرق ضبی معتزلی شاعر کہتا ہی *

علوم بابد ال الحروف وتامہ
لکل خطیب یغلب الحق باطلہ

یعنی وہ ایک حرف کی جگہہ دوسرا حرف بدل دینے میں پورا ماہر ہی اور ہر خطیب کو اسطرح مات کرتا ہی کہ اُسکا باطل بھی حق پر غالب آجاتا ہی *

دوسرا شاعر کہتا ہی —

ولم یطق مطرا والقول یعجلہ * فعاد بالغیث اشفاقا من المطر

یعنی مطر (بارش) تو بول نہیں سکتا اور بات جلدی کرنی ہی تو وہ مطر کو چھوڑکر غیث (بارش) بول جاتا ہی — ابو محمد خازن نے جو اپنے ممدوح کی تعریف میں قصیدہ لکھا ہی — اُس میں بطور تلمیح کے واصل کی قادر الکلامی اور اس صفت خاص کا اشارہ کیا ہی — اُس کا شعر یہہ ہی —

نعم تجنب لا یوم العطاء کما * تجنب ابن عطاء لثغۃ الراء

† درر غرر علامہ سید مرتضی علم الہدی صفحہ ۶۳ —

یعنی ہاں میرا ممدوح فیاضی کے دن "نہوں" کہنے سے ایسا بچتا ہی — جیسا واصل ابن عطا الثغ ہونے کے سبب حرف (ر) سے بچتا تھا *

واصل ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ کی فیض صحبت سے مستفیض ہوا تھا — اور انہی سے علم کلام سیکھا تھا — چونکہ وہ اکثر خاموش رہتا تھا — اسلیئے لوگ اُسکو گونگا سمجھتے تھے — لیکن اُسکے علم و فضل کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ وہ ایک دن عمر بن عبید کے پاس جانکلا — عمر نے حاضرین سے مخاطب ہوکر کہا — لوگ اسکو گونگا خیال کرتے ہیں اور حقیقت یہہ ہی کہ شیعہ — خوارج — ملاحدہ اور دہریہ مختلف فرقوں کے مذہبی عقاید و اصول کا جاننے والا اور دلائل سے اُنکے اقوال کا رد کرنے والا آج دنیا میں اُس سے زیادہ کوئی نہیں ہی *

واصل نے اپنے نامور شاگردوں میں سے عبداللہ بن حارث کو افریقہ — حفص بن سالم کو خراسان — حسن بن ذکوان کو کوفہ — عثمان طویل کو آرمینیا اور قاسم بن سعد کو یمن بھیجا تاکہ مذہب اعتزال کی منادی کریں — اُنکے زور تقریر اور تاثیر کلام سے چاروں طرف اعتزال کا اثر دور گیا *

پہلے آرٹیکل میں اسبات کا اشارہ گذرچکا ہی کہ حسن بصری کے حلقۂ درس سے جدا ہوکر وہ اور عمر بن عبید معتزلہ کے لقب سے مشہور ہوئے — لیکن اسکے ایک مناظرہ کا ذکر لطف سے خالی نہوں ہی جو عمر بن عبید کے ساتھہ "مسئلہ منزلہ بین المنزلتین" پر ہوا *

† ایک روز حسن بصری کے حلقۂ درس میں واصل اور عمر بن عبید دونوں موجود تھے — واصل نے عمر کی طرف مخاطب ہوکر کہا — تم مرتکب کبائر مسلمان کو منافق کیوں کہتے ہو — عمر — اسلیئے کہ خدا فرماتا ہی "والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا واولئک ھم الفاسقون" اور دوسری جگہہ فرماتا ہی "ان المنافقین ھم الفاسقون" اس لیئے ہر فاسق منافق ہی کیونکہ لفظ فاسق پر الف لام تعریف کا داخل ہی *

† دیکھو درر غرر علامہ مرتضی علم الہدی صفحہ ۶۳ و ۶۴ —

واصل - خدا تو یہہ بھی فرماتا ہی " ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظالمون " اور تمام علمائے امت کا اسپر اتفاق ہی کہ صاحب کبیرہ کو ظالم کہہ سکتے ہیں - جیسا کہ اسکو فاسق کہہ سکتے ہیں — تمامے خدا کے اس قول سے کہ " والکافرون ہم الظالمون " صاحب کبیرہ کي تکفیر کیوں نہیں کي اسلیئے کہ اس آیت میں لفظ ظالم پر بھي الف لام تعریف کا داخل ہی - پس جس طرح تم نے یہہ نتیجہ نکالا کہ ہر فاسق مخالف ہی اسي طرح یہہ کہنا بھي لازم ہی کہ ہر ظالم یعني صاحب کبیرہ کافر ہی - حالانکہ تمام علما اسپر متفق ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نہیں ہی - عمر بن عبید خاموش ہوگیا - پھر واصل نے کہا اہل قبلہ کے مختلف گروہ جس بات پر متفق ہیں اسکو ماننا بہتر ہی یا اُسکو جس میں اُنکا اختلاف ہی - عمر - نہیں جس بات پر سب متفق ہیں اُسکو تسلیم کرنا مناسب ہی - واصل - تمام اہل قبلہ صاحب کبیرہ کو فاسق کہنے میں متفق ہیں - اور باقي ناموں میں اختلاف ہی — چنانچہ خوارج مرتکب کبیرہ کو فاسق مشرک کہتے ہیں — شیعہ فاسق کافر نعمت کہتے ہیں — حسن بصري فاسق مخالف کہتے ہیں اور مرجیہ فاسق مومن کہتے ہیں — پس فاسق کہنے میں سب کا اتفاق ہی اور باقي ناموں میں اختلاف ہی اسلیئے متفق علیہ نام یعني فاسق اختیار کرنا چاہیئے اور باقي نام ترک کردینے چاہیئیں — پس صاحب کبیرہ کو نہ مومن کہہ سکتے ہیں - نہ مخالف - نہ مشرک نہ کافر - نہ کافر نعمت - بلکہ صرف فاسق کہہ سکتے ہیں *

عمر - میں حق کا دشمن نہیں ہوں - تمہارا قول صحیح ہی - تمام حاضرین اسپر گواہ رہیں کہ میں اپنے اس مذہب کو چھوڑتا ہوں کہ اہل قبلہ میں سے جو صاحب کبیرہ ہی وہ مخالف ہی اور واصل کے قول کو تسلیم کرتا ہوں اور حسن بصري کے مذہب کو بھي جو اس باب میں ہی ترک کرتا ہوں *

اس مناظرہ سے اسبات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہی کہ قبل کلام کا نشو ونما اور اسکي شہرت اور رونق زیادہ تر اس بات پر مبني تھي کہ طرفین آداب مناظرہ کا بڑا خیال رکھتے تھے - اور اصول انصاف و حق پرستي کو کبھي ہاتھہ سے نہ دیتے تھے - ایک کي خطا پر دوسرا فوراً ٹوکتا تھا اور وہ کبھي حق بات سے رنجیدہ نہ ہوتا تھا بلکہ اپني خطا کا اقرار علی رؤس الاشہاد کرتا تھا - چنانچہ اُسکي ایک چھوٹي سي مثال یہہ بھي ہی کہ واصل کي گردن ذرا کج اور لمبي تھي - ایکبار عمر بن عبید نے حسن کے حلقۂ درس میں اسکو آتا دیکھکر کہا لمبي گردن والا کبھي نیک نہیں ہوسکتا - کیونکہ تمام قبائلہ داں اسپر متفق ہیں - واصل نے کہا جو صفت کو عیب لگاتا ہی وہ حقیقت میں صانع پر اعتراض کرتا ہی — عمر بن عبید نے کہا — تم نے خوب نصیحت کي آیندہ مجھسے ایسي حرکت کبھي سرزد نہ ہوگي *

اسي طرح ایک دفعہ واصل کے سامنے ایک شخص نے عمر بن عبید سے مسئلہ قدر میں گفتگو کي اور ایسي طرح کہ عمر کو غصہ آگیا - عمر نے ویسا ہي ترکي بترکي جواب دیا - واصل نے کہا بس خبردار ! ! غصہ کا جواب نہ دو — کیونکہ یہي تو شیطان کے داؤ گھات کا موقع ہی اور ہمیشہ اُسکا انجام ندامت ہی - خدا نے خود اپنے پیغمبر کو نصیحت کي ہی کہ شیطان کے داؤ سے بچو اور اس سے پناہ مانگو *

† عبداللہ بن حسن کے دونوں بیٹوں محمد اور ابراھیم نے جو خاندان اہل بیت سے تھے - مسئلہ قدر اور مسئلہ عدل واصل بن عطا سے سیکھے اور قبول کیئے - ایک دفعہ عبداللہ بن حسن نے محمد سے مخاطب ہوکر کہا تمہاري تمام باتیں پسندیدہ ہیں - مگر افسوس ہی کہ تم مسئلہ قدر کو مانتے اور اسپر اعتقاد رکھتے ہو - محمد نے کہا اباجان ! میرا یہہ عقیدہ دو حال سے خالي نہیں - یا تو میں اسکے چھوڑ دینے پر قادر ہوں یا نہیں - اگر میں اس عقیدہ کے ترک کردینے پر قادر ہوں تو بھي میرا مذہب ہی اور اگر قادر نہیں ہوں تو ایسي بات پر ملامت کرنا بے سود ہی جو میرے اختیار سے باہر ہی - عبداللہ بن حسن نے کہا آج کے بعد میں کبھي تمہیں خفا نہ ہونگا *

---

† دیکھو غور صفحہ ۶۵ =

† واصل سنہ ۱۸۱ ہجري میں اٹہتر برس کي عمر میں فوت ہوا۔ اُسکي تصنیفات یہہ ہیں — کتاب الف مسئلہ في الرد علی المانویہ — کتاب اصناف المرجیہ — کتاب فی التوبہ — کتاب المنزلۃ بین المنزلتین — کتاب معاني القرآن — کتاب الخطب فی التوحید والعدل — کتاب في الدعوۃ — کتاب السبیل الی معرفۃ الحق — کتاب طبقات اہل العلم والجہل — کتاب ماجری بینہ وبین عمر بن عبید — کتاب خطبۃ اللتي اخرج منہا الرا *

واصل نے جن نامور شاگردوں کو مذہب اعتزال کي دعوت اور مناديٰ کرنے کے لیئے مختلف ملکوں میں بھیجا — اُن کے علاوہ عمر بن حوشب — قیس بن عاصم — عبدالرحمن بن برہ — ربیع بن عبدالرحمن — ہواج بن علہ سلمي بھي اسکے نامور تلامذہ ہیں جو علم کلام کے مسلم الثبوت اُستاد ہیں *

‡ معتزلہ کي ایک شاخ واصلیہ ہے — جسکا بانئ خود واصل ہی — اس گروہ کے اُمہات عقاید یہہ ہیں *

(۱) مسئلہ نفي صفات یعني خدا کي صفات عین ذات ہیں *

(۲) مسئلہ قدر یعني انسان اپنے افعال کا آپ خالق ہی *

(۳) مسئلہ منزلہ بین المنزلتین یعني صاحب کبیرہ نہ کافر ہی نہ مومن اور اگر بے توبہ کیئے مرجاے تو عذاب ابدي میں مبتلا رہیگا *

(۴) اصحاب جمل و صفین میں سے بلا تعیین ایک فریق خطا پر تھا *

عمر بن عبید

عمر نام — ابو عثمان کنیت ہی — اِس کے دادا کا نام باب ہی جو کابل سے گرفتار ہوکر فارس میں آیا تھا — اس کا باپ عبید بصرہ میں سپاہي تھا — عمر کي طبیعت بچپن سے زہد و عبادت کي طرف راغب تھي اور عبید ایک سپاہي مفلس رند مشرب آدمي تھا — باپ بیٹے دونوں ساتھہ نکلتے تو اکثر لوگ کہا کرتے تھے کہ دیکھو خدا کي شان ! بیٹا خیرالناس اور باپ شرالناس ہی — عبید سنتا تھا اور کہتا تھا — ہاں تم سچ کہتے ہو — یہہ ابراہیم ہی اور میں آذر ہوں — عمر کي زہد و عبادت اور بے نیازي کے قصے مشہور ہیں — جاحظ کا بیان ہی کہ عمر نے چالیس برس تک صبح کي نماز مغرب کے وضو سے پڑھي اور پیادہ پا چالیس حج کیئے اور اپني سواري کا اونٹ جو مانگتا اُسي کو دیدیا کرتا تھا *

واصل کے ساتھہ جو اُس کا مغاطرہ ہوا جس سے اُس کي حق پسندي اور اِنصاف پرستي ثابت ہوتي ہی — اوپر مذکور ہوچکا ہی *

دنیا سے بے نیازي اور حق گوئي دونوں لازم و ملزوم اوصاف ہیں — یہي دو اوصاف اس کي طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے — جسکے ثبوت میں یہہ دو قصے کافي ہیں — علامۂ ابن خلکان لکھتے ہوں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن عمر نے جو عراق کا امیر تھا اپنے بصرہ کے عامل شبیب بن شیبہ کو لکھا کہ اپنے شہر سے علما کي ایک جماعت میرے پاس بھیجو اُس نے عمر بن عبید کو بلا کر کہا کہ اِس جماعت میں آپ بھي ضرور جائیں — عمر نے انکار کیا — شبیب نے دوبارہ اِس بات پر زور دیا — عمر نے جواب دیا کہ تو جانتا ہی عبداللہ بن عمر کا پہلا سوال مجھہ سے یہہ ہوگا کہ تمہارا حاکم کیسا ہی — اور تو سمجھتا ہی کہ میں اسکے جواب میں کیا کہوں گا — شبیب نے اسکو پھر نہیں چھیڑا *

خلیفہ منصور عباسي اُسکي نہایت تعظیم کرتا تھا — اور زمانہ خلافت سے پہلے ایک مدت سے اُسکے ساتھہ دوستي تھي ایکبار وہ منصور کے دربار میں آیا — منصور نے اسکو اپنے پاس مسند پر بٹھانا چاہا — عمر نے انکار کیا اور مسند سے الگ ہوکر بیٹھا — منصور نے کہا اگر آپ مجھکو کوئي نصیحت کریں تو میں بہت ممنون ہوں گا — عمر نے کہا یہہ حکومت جو آج تیرے ہاتھہ میں ہی — تجھکو ابا عن جد وراثت میں نہیں ملي — تجھہ سے پہلے کسي اور کے ہاتھہ میں تھي اور اب اتفاق سے تجھکو مل گئي ہی —

† تاریخ ابن خلکان ترجمۂ واصل بن عطا *

‡ الخطط والاثار مقریزي جلد دوم صفحہ ۳۴۶ —

دولت اور حکومت اگر کسیکي ساتھہ وفا کرتي تو آج تجھہ تک نوبت نہ پہنچتي - بلکہ اُسیکے ہاتھہ میں رہتي جس نے سب سے پہلے بزور شمشیر اسکو حاصل کیا تھا — اس لیئے آج رات اُس دن سے در جس کے بعد کوئي رات نہیں ہی — عمر نے دربار سے اُٹھنا چاہا تو منصور نے کہا میں آپ کے لیئے دس ہزار درم کا حکم دیتا ہوں - عمر نے کہا مجھے اس روپیہ کي حاجت نہیں ہی - منصور نے کہا خدا کي قسم آپکو یہہ نذر قبول کرني ہوگي - عمر نے کہا خدا کي قسم میں اسکو ہرگز منظور نکروں گا — منصور کا بیٹا مہدي دربار میں موجود تھا - اُس نے کہا افسوس ہی تم امیرالمومنین کي قسم پر قسم کہاتے ہو - عمر نے منصور سے پوچھا یہہ جوان کون ہی - منصور نے کہا یہہ میرا بیٹا مہدي میرا ولي عہد ہی - عمر نے کہا واللہ تونے اسکو وہ لباس پہنایا ہی جو شریفوں کا لباس نہیں ہی اور ایسا نام رکھا ہی جسکے لایق وہ نہیں ہی پھر عمر مہدي کي طرف متوجہ ہوا اور کہا تیرا باپ قسم کا کفارہ ادا کرسکتا ہی اور تیرا چچا کفارہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہی - اس کے بعد منصور نے پوچھا آپ کي کوئي حاجت ہی جسکو میں پورا کروں - عمر نے کہا میري حاجت یہي ہی کہ مجھکو دوبارہ دربار میں آنے کي تکلیف نہ دیجاے - منصور نے کہا تو کہا میں اس کے بعد آپ کي زیارت نہ کرسکوں گا - عمر نے کہا ہاں بس میري حاجت یہي ہی - اور یہہ کہکر دربار سے رخصت ہوا *

عمر کي راستبازي کا یہہ کافي ثبوت ہی کہ ملک کے پولیٹکل نازک حالات میں بھي خلیفۂ وقت کو اُسکي بات پر کامل اعتبار ہوتا تھا - چنانچہ جب نفس زکیہ نے منصور پر خروج کیا - اور وہ بصرہ میں آیا تو منصور کو اُسکي خبر پہنچي فوراً اس کے تعاقب میں بصرہ جا پہنچا مگر اس کے آنے سے پہلے نفس زکیہ شہر سے چلا گیا تھا - عمر کے دوستوں نے اس سے کہا چلو خلیفہ سے مل آئیں - عمر نے انکار کیا - یاروں نے نہ مانا اور کھینچکر لیگئے - منصور نے عمر سے پوچھا - کیا بصرہ میں کوئي ایسا شخص ہی جس سے هماري حکومت کو خطرہ ہو - عمر نے کہا نہیں - تو کیا میں تمھاري بات کا اعتبار کروں اور یہاں سے چلا جاؤں عمر نے کہا ہاں - منصور یہہ سنکر بصرہ سے باہر ہي باہر چلا گیا *

اسکي بے نیازي کي مثال میں یہہ حکایت بھي پیش کي جاتي ہی کہ ایکبار اُسکے دوست خالد بن صفوان نے دوستانہ طور پر کچھہ روپیہ اُسکو دینا چاہا اور کہا اگر آپ کے ذمہ قرض ہو تو اس روپیہ میں سے ادا کیجیئے اور باقي اہل و عیال پر صرف کیجیئے — عمر نے کہا قرض تو میرے ذمہ نہیں ہی - اور صلۂ رحم مجھپر واجب نہیں ہی کیونکہ اسکي مجھہ میں استطاعت نہیں ہی — خالد نے کہا تاہم میري نذر قبول کرلے کیوں انکار ہی عمر نے کہا جو شخص کسي کا احسان اپنے ذمہ لیتا ہی اُسکي آنکھوں میں ذلیل و حقیر ہوجاتا ہی - اور میں نہیں چاہتا کہ تمھاري آنکھوں میں ذلیل ہوں *

لوگوں کي ملامت اور تعریف کي پروا ایسے شخص کو نہیں ہوتي جیسا کہ عمر بن عبید تھا — چنانچہ کسي نے اس سے کہا مجھکو تم پر رحم آتا ہی جب سنتا ہوں کہ لوگ تمھاري برائیاں کرتے ہیں - عمر نے کہا تم نے مجھہ سے بھي کوئي بات اُن کے حق میں سني ہی - اُس نے کہا نہیں کبھي نہیں - عمر نے کہا تو بس تمکو اُن پر رحم کرنا چاہیئے نہ مجھپر - کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عمر بن عبید سے مسئلہ قدر پر بحث کي عمر نے کہا خدا نے قضا وقدر کے بارہ میں جو کچھہ فرما دیا ہی - مسلمانوں

کي تسلي اور اطمینان کے لیئے کافي ھی — خدا نے فرمایا ھی " وربک لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعملون " یعني تسم ھی تیرے رب کي ھم اُن سب سے اُن کاموں کا سوال کرینگے جو وہ کرتے تھے — یہہ نہیں فرمایا کہ ھم نے جو کچھہ اُنکي تقدیر میں لکھدیا ھی یا اپني مشیت میں مقرر کردیا ھی اُسکا سوال اُن سے کرینگے — اور اس سے خدا کا عدل اور انسان کا اپنے افعال میں خود مختار ھونا صاف ظاھر ھی *

اسکي تصنیفات میں سے ایک کتاب قدریوں کے رد میں ھی اور ایک کتاب التفسیر ھی — عمر سنہ ۸۰ ھجري میں پیدا ھوا اور سنہ ۱۴۴ میں ۶۴ برس کي عمر میں قصبہ مران میں جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ھی — فوت ھوا اور وھیں دفن کیا گیا — منصور نے اُس کے مرنے پر اُسکا مرثیہ لکھا — دنیا کي تاریخ میں غالباً کوئي شخص ایسا نہیں ھی جس کے مرنے پر بادشاہ وقت نے مرثیہ کہا ھو — مرثیہ کے چند اشعار یہہ ھیں —

صلی الاله علیک من متوسد * قبراً مررت به علی مران

اے قبر میں تکیہ لگانے والے مران میں جہاں میں آنکلا ھوں خدا تجھپر اپني رحمت نازل کرے —

قبرا تضمن مومناً متخشعاً * عبدالاله ودان بالقرآن

وہ قبر جس میں ایک متواضع مسلمان لیٹا ھی — جسنے خدا کي عبادت کي اور قرآن کا مطیع رھا —

واذا الرجال تنازعوا فی شبهة * فصل الخطاب بحکمة وبیان

جب لوگ باھم کسي مشکل بات پر تکرار کرتے تھے تو وہ فصاحت اور حکمت سے اسکو کھولکر بیان کردیتا تھا —

فلیان هذاالدهر ابقی صالحاً * ابقی لنا عمرا اباعثمان

کاش اگر یہہ زمانہ کسي نیک آدمي کو زندہ وسلامت رکھتا تو ھماري آرزو تھي کہ ھمارے لیئے ابو عثمان عمرو کو زندہ رکھتا *

عمرو بن عبید کے نامور شاگردوں کے نام یہہ ھیں جنھوں نے علم کلام میں شہرت پائي — خالد بن صفوان — حفص بن سوام — صالح بن عمر — حسن بن حفص — یکربن عبدالاعلی — ابن سماک — عبدالوارث بن سعید — ابوغسان — بشر بن خالد — عثمان بن حکم — سفیان بن حبیب — طلحة بن زید — ابراھیم بن یحیی مدني جو امام شافعي کے اساتذہ میں ھوں † معتزلہ کي ایک شاخ عمریہ ھی جو عمر بن عبید کي طرف منسوب ھی *

وحیدالدین پاني پتي

† الخطط والآثار مقریزي جلد دوم صفحہ ۳۴۶ —

اطلاع

مولانا مهدي نواب محسن الملک بہادر کے اوردو خط نسبت دعا کے آچکے ھوں جن میں اونھوں نے نہایت عمدگي و خوبي سے قوت علمیہ اور بیانیہ دونوں کو صرف کیا ھی وہ دونوں خط آیندہ پرچہ میں چھاپے جاوینگے اور اُمید ھی کہ برابر اُنکے خطوط پہونچتے اور چھپتے رھیں گے " واللہ الموفق لنا و لھم و ھو الھادي لنا و لھم الی الصراط المستقیم صراط الذین انعم الله علیهم غیرالمغضوب علیهم ولا الضالین — آمین *

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باھتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ھوا

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER
تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۳ ھجری سنہ ۱۳۲۵ فصلی [نمبر ۷

مضمون نمبر ۲۶

مکاتبات دلچسپ

متعلق تفسیر

پانچواں خط نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب کا

بنام

عالی جناب سر سید احمد خاں بہادر دام ظلہم

بمبئی — ۴ اگست سنہ ۱۸۹۵ ع

جناب عالی - دعا کے متعلق جو عریضہ میں نے آپکی خدمت میں روانہ کیا ہی وہ صرف ایک تمہیدی مضمون ہی — جس میں میں نے اپنے خیالات بالا جمال اس مسئلہ کے متعلق ظاہر کیئے ہیں - مگر جیسا کہ میں آپ کی خدمت میں عرض کرچکا ہوں اس ضروری اور مشکل مسئلہ کے ہر پہلو کو دیکھنا اور اُسکے ہر مالہ و ماعلیہ سے بحث کرنا ضرور ہی - اور جو اعتراضات مذہبی یا علمی طور پر کیئے گیئے ہیں اُن پر بھی نہایت سچائی اور ایمان داری سے نظر کرنی لازم ہی - چنانچہ میں اب اُسے شروع کرتا ہوں *

سب سے اول ہمکو یہہ دیکھنا ہی* کہ خدا اور اُسکے رسول نے دعا کی نسبت کیا فرمایا ہی اور اُن کے پاک کلام سے اُسکی کیا حقیقت معلوم ہوتی ہی - اور اجابت دعا کے کیا معنی نکلتے ہیں — اور چونکہ تفسیر پر بحث کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا مقدم ہی کہ قرآن کی سچائی ایک تسلیم شدہ امر ہی - اس لیئے آپکے بیان کیئے ہوئے معانی کی صحت و غلطی کا معیار خود قرآن مجید سمجھا جاے — چنانچہ آپ نے بھی تفسیر پر بحث کرتے وقت اسی امر کی خواہش کی ہی — اور بلاشبہہ یہی ٹھیک اور درست ہی - چنانچہ میں اس خط میں صرف اسی بات کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید سے دعا اور اجابت دعا کے معنی کیا معلوم ہوتے ہیں اور آیات

قرآنی سے امر مسئول عنہ کا دعا میں داخل ہونا اور دعا کا ایک سبب اسباب حصول مقصد سے ہونا ثابت ہوتا ہی یا نہیں — میں سمجھتا ہوں کہ بلاشبہہ وہ ثابت ہوتا ہی مگر آپ فرماتے ہیں کہ نہیں ' قرآن مجید سے ایسا ثابت نہیں ہوتا — جیسا کہ آپ اپنے رسالہ دعا و استجابت میں فرماتے ہیں کہ '' دعا کے معنی پکارنے کے ہیں اور یہہ لفظ دعا کا ندا کا مرادف ہی — اور دعا اور ندا میں بلحاظ اُس کے حقیقی معنی کے امر مسئول عنہ داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ علحدہ بیان کیا جاتا ہی — اور جب خدا سے کچھہ مانگا جاے اور سوال کیا جاے تو اُس حالت میں بھی خدا کی طرف متوجہہ ہونا لازم آتا ہی — اسلیئے دعا کا لفظ مسئول عنہ پر بھی بولا جاتا ہی اور لفظ دعا کے معنی '' الابتہال الی اللہ بالسوال '' کے ہوجاتے ہیں یعنی عاجزی کے ساتھہ خدا سے کچھہ مانگنے کے '' — اور اسی خیال سے آپ نے فرمایا کہ '' دعا کو بمعنی اول لیویا بمعنی ثانی وہ عبادت کہی گئی ہی '' — میں تسلیم کرتا ہوں کہ دعا اور ندا کے معنی لغوی پکارنے کے ہیں — اور یہہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ دعا کو عبادت کہا گیا ہی — مگر یہہ میں نہیں تسلیم کرتا کہ دعا اور عبادت مرادف ہیں — بلکہ دعا اور عبادت میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہی — ہر دعا عبادت ہی ' مگر ہر عبادت دعا نہیں — اور یہہ بھی میں قبول نہیں کرتا کہ دعا میں کوئی امر مطلوب نہیں ہوتا بلکہ ہر دعا میں صراحۃ — یا اشارۃ — ظاہرا یا باطناً — تصریحا یا ضمناً — کوئی مقصود ضرور داخل ہوتا ہی — خواہ دینی ہو یا دنیوی ' جسمانی ہو یا روحانی ' معاش سے متعلق ہو یا معاد سے — اسی واسطے جسے عرفا دعا کہتے ہیں' اور مذہب میں جو چیز دعا سے تعبیر کی جاتی ہی' اُس میں امرا مسئول عنہ کا داخل ہونا ضرور ہی ' اور قرآن مجید کی آیتوں سے اس کا ایسا ثبوت ہوتا ہی جس سے انکار نہیں ہوسکتا — ملا صدرالدین شیرازی نے صحیفہ کاملہ میں اسکو بہت اچھی طرح سے بیان کیا ہی وہ لکھتے ہیں کہ '' عرفا دعا کے معنی ہیں خدا کی طرف متوجہ ہونا اور عجز و نیاز کے ساتھہ اُس سے

الدعا عرفا الوغبۃ الی اللہ تعالی وطلب الرحمۃ مفہ علی وجہ الاستکانۃ والخضوع وقد یطلق علی تحمید وتقدیس لما فیہ من التعرض للطلب— سئل عطاء عن معنی قول النبی خیرالدعاء دعائی ودعاء الانبیاء من قبلی وھو لاالہ الااللہ و حدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھوحی لایموت بیدہ الخیر و ھو علی کل شیء قدیر — ولیس ھذا دعاء انما ھوالتقدیس والتمجید فقال لہ ھذا امیۃ بن الصلت یقول فی ابن جذعان — شعر — *اذا اثنی علیک المرء یوما* * کفاہ من تعرضہ الثناء * افیعلم ابن جذعان مایراد منہ بالثناء علیہ ولایعلم رب العالمین مایراد بالثناء علیہ—

رحمت کا طلب کرنا — کبھی دعا کا اطلاق خدا کی حمد اور قدوسیت بیان کرنے پر بھی ہوتا ہی اسلیئے کہ اسطرح حمد وثناء کرنیمیں بھی درخواست کرنیکا اشارہ ہوا کرتا ہی—ایک شخص نے عطاء (مفسر مکی ہیں) سے رسول خدا کے اس قول کے معنی دریافت کیئے کہ بہتر دعا وہ ہی جسکو میں کیا کرتا ہوں اور مجھسے پہلے انبیا کیا کرتے تھے اور وہ یہہ ہی '' لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لایموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر '' اور سائل نے کہا کہ یہہ دعا نہیں ہی بلکہ خدا کی بزرگی اور قدوسیت ظاہر کرنا ہی — تب عطا نے اسکے جواب میں کہا کہ دیکھو امیہ بن الصلت عبداللہ بن جذعان کی تعریف میں کہتا ہی اذا اثنی علیک المرء الخ یعنی جب کوئی شخص کسی روز تعریف کرے تو صرف تعریف ہی کردیتا عرض حاجت کے لیئے اُسے کافی ہی— جب ابن جذعان کو وہ غرض معلوم ہوجاے جسکے لیئے اُسکی تعریف کی گئی ہی تو کیا رب العالمین کو وہ غرض معلوم نہوگی جو اُسکی تعریف سے مقصود ہوگی *

غرضکہ دعا کو ندا کا مرادف سمجھو یا عبادت کا مگر دعا کا اطلاق اُسی پر ہوگا جس میں خدا پکارا جاوے ' اور اُسکے پکارے جانے میں کوئی مقصود بالضرور مضمر ہوگا — اگرچہ روحانی برکتیں اور نزول رحمت اور مغفرت عن الذنوب ہی ہو آیہ '' اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اور '' ادعونی استجب لکم '' کے کچھہ ہی معنی لو مگر اُس سے یہہ بات ثابت ہی کہ پکارنا اور سننا ' مانگنا اور دیا جانا ' درخواست کرنا اور اُس کا قبول ہونا ' دعا اور اجابت کی اصلی حقیقت ہی— اور یہہ دو نسبتی الفاظ ہیں جن میں لزوم لفظ سے یہہ

مقصد ہی کہ دوسرا حاصل ہو - مانگنے کے لیئے دیا جانا ضرور ہی - گو یہہ ضرور نہیں ہی کہ امر مسئول عنہ جسمانی اور دنیاوی ہی ہو ' بلکہ صرف مقاصد روحانی اور اغراض دینی ہی کیوں نہوں - اگر ہم امور دنیاوی کو دعا سے خارج بھی کردیں اور اس باب میں آپ کے ہم خیال ہی ہوجائیں ' تاہم مقاصد دینی کیونکر دعا سے خارج ہوسکتے ہیں اور اُنہیں امر مسئول عنہ کا اطلاق کیونکر نہیں ہوسکتا - اگر دعا میں کسی خاص مطلب کا اظہار نکیا جاے ' اور صرف بطور تمجید اور تقدیس خدا کی ثنا اور صفت ہی پر کفایت کی جاے - جیسے عارفوں اور صدیقوں کی دعائیں ہوا کرتی ہیں تاہم امر مسئول عنہ کا اُس میں داخل ہونا ضروری ہی *

اگر امر مسئول عنہ بالکل دعا سے خارج کردیا جاوے ' اور اجابت کے معنی صرف تسکین قلب قرار دیئے جاویں ' تو دعا اور اجابت میں جو مناسبت ہونی چاہیئے وہ باقی نہیں رہتی — اجابت کو سوال سے مناسبت ہونی چاہیئے اور حکم کا درخواست کے مناسب ہونا لازم ہی — اور اطمینان قلب بھی اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہی جبکہ جواب مطابق سوال کے اور اجابت مناسب دعا کے ہو - ہم کسی امیر کو ایک عرضی دیتے ہیں ' اور ہم کسی بخشش کی اُس سے خواہش کرتے ہیں ' اور کسی مصیبت کا دور ہونا چاہتے ہیں - اگر ہمکو بخشش ملگئی ' اور وہ مشکل جس میں ہم پھنسے تھے اُس سے ہمنے نجات پائی ' تو ہم اُسے اپنے سوال کے مطابق سمجھیں گے ' اُس سے ہمارے دل میں ایک خوشی پیدا ہوگی ' ہم دینے والے کے شکر گذار ہونگے ' ہمکو اُس سے ایک دلی محبت پیدا ہوگی ' ہم اُسکے شکرانہ کے گیت گاتے پھریںگے - اور دعا قبول نہونے کی حالت میں بھی اسی خیال سے ہم کو تسکین ہوگی کہ جس سے ہمنے دعا مانگی ہی وہ بلاشبہہ دینے والا ہی مگر ہمسے زیادہ وہ ہمارے مصالح کو سمجھتا ہی ' اگر اُس نے دینے میں دیر کی تو وہ بھی کسی ہمارے فائدہ کی وجہہ سے ہوگی اور اُس سے بہتر وہ ہمکو دیگا ' اور اُسکو بھی مجازاً ہم اپنی دعا کی اجابت سمجھیں گے -

لیکن اگر یہہ سمجھا جاے کہ دعا کسی خاص مطلب کے لیئے مانگنا فضول ہی تو ہم کسی طرح سے کسی چیز کو نہ مانگیں گے ' نہ کسی مقصد کی خواہش کریںگے ' نہ کوئی عرضی گذرانیں گے ' نہ کسی قسم کی اُمید رکھیں گے - اور ہر صورت میں ہماری نظر صرف اسباب پر ہوگی نہ مسبب الاسباب پر — اور ایسی حالت میں دعا جو مذہب میں ایک ضروری چیز ہی بلکہ مذہب کی جان ہی وہ ایک شے بے معنی سمجھی جائیگی - اور اصلی تعلیم مذہب کی کہ نہ صرف اسباب پر نظر رکھی جاے بلکہ مسبب الاسباب پر وہ بالکل غلط اور لغو اور بے معنی ہوجائیگی *

دعا در حقیقت سوال ہی جیسا کہ ہم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہیں - ایک انسان جو دوسرے سے دعا یا درخواست کرتا ہی اُسکی حقیقت وہی ہی جو اُس دعا کی ہوتی ہی جو انسان خدا سے کرتا ہی - اور دعا کا انسان کی جسمانی زندگی سے اُسیطرح کا تعلق ہی جیسا کہ اُسکی روحانی زندگی سے - ہم پہلے جسمانی عالم میں اسباب کا علم حاصل کرتے ہیں کہ دعا کا کیا کام اور اُس کا کیا اثر ہی اور بعدہ ہمکو اپنی روحانی زندگی میں اس کا تجربہ ہوتا ہی - ہمارے تعلقات اول جسمانی ہیں بعدہ روحانی - اول ہمکو جسمانی حاجتوں اور خواہشوں سے آگاہی ہوتی ہی اور پیچھے روحانی حاجتوں اور خواہشوں سے - ہم اول جسمانی عالم میں اپنی قوتوں کا استعمال کرتے ہیں ' اُن کے طرز عمل سے واقف ہوتے ہیں ' اُن کے نتایج کو دیکھتے ہیں ' اُن کے قانون کو معلوم کرتے ہیں ' اور جب اُنکا عمل روحانی دائرہ میں منتقل ہوتا ہی تو ہم پاتے ہیں کہ اُنکے قوانین میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ' اور اُنکے نتایج وہی قایم رہتے ہیں - صرف تبدیل یہی ہوتی ہی کہ ہمارے جسمانی اغراض کی جگہہ روحانی مقاصد قایم ہوجاتے ہیں — خدا سے جو ہمارا تعلق ہی اُسے ہم روحانی کہتے ہیں - اور اس تعلق میں ہماری قوتوں کا جو استعمال ہوتا ہی وہ روحانی عمل ہی - اُس وقت ہمارا تجربہ روحانی ہوتا ہی اور ایسے ہر تجربہ کو جو نام دیا جاتا ہی وہ وہی ہی جو پہلے جسمانی تجربہ کو دیا گیا تھا — اسلیئے کہ

جسمانی اور روحانی چیزوں کے واسطے ایک ہی قسم کے الفاظ ہیں — جس طرح محبت ' خوشی ' تسکین ' رحم ' فیکی ' اول جسمانی ہوتے ہیں اور بعدہ روحانی ' اول ان کو ہم انسانوں میں پاتے ہیں پھر خدا میں — عبادت جو ہم خدا کی کرتے ہیں وہ ہمارا روحانی عمل ہی اور اُس کے اصول اور قواعد وہی ہیں جو اول ہم اپنے جسمانی تعلقات میں سیکھتے اور عمل میں لاتے ہیں — ہم اپنے ماں باپ ' اپنے بزرگوں ' اپنے حاکموں کی تعظیم کرتے ہیں ' اور اس تعظیم کو ہم زبان سے اور عجز و نیاز کی مختلف علامتوں سے ظاہر کرتے ہیں — ہم انسان کی خوبیوں اور صفتوں اور نیکیوں کی تعریف کرتے ہیں ' ہم اُن سے مدد چاہتے ہیں ' ہم اُن سے فریاد کرتے ہیں ' ہم اُن سے رحم کے ملتجی ہوتے ہیں ' ہم اُن سے معافی چاہتے ہیں ' ہم اُن سے اپنے اغراض اور مقاصد عرض کرتے ہیں ' اور ہم اُن کے سامنے عرضداں پیش کرتے ہیں ' غرضکہ تمام باتیں ' عبادت ' تعظیم ' حمد و ثنا ' عجز و ذلت اور خواہش و طلب کے ' ہم جسمانی عالم میں سیکھتے ہیں ' اور یہہ سب اول جسمانی تعلقات ہوتے ہیں ' اور مادی تعلقات میں ظاہر ہوتے ہیں — پھر بعد اُسکے یہی روحانی عالم میں منتقل ہوجاتے ہیں — خدا کی ہم تعظیم کرتے ہیں ' اُسکو بڑا مانتے ہیں ' اُس سے محبت کرتے ہیں ' اُسکی رحمت کے خواستگار ہوتے ہیں ' اُس سے اپنے گناہوں کی معافیاں چاہتے ہیں ' اُسکے سامنے ہاتھہ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں ' زمین پر سر رکھکر اُسکے روبرو گڑ گڑاتے ہیں ' اپنی ذلت و عاجزی دکھاکر اُسکی خوشامد کرتے ہیں ' اُسکے احسانوں کا شکر بجا لاتے ہیں ' اُس سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں ' اُسکو مصیبت اور آفت کے وقت پکارتے ہیں — یہہ سب کام ویسے ہی ہم کرتے ہیں جیسے ہم انسانوں کے سامنے کیا کرتے ہیں — فرق اتنا ہی ہوتا ہی کہ جو چیزیں اول جسمانی تھیں اور بندوں کے ساتھہ کھچتی تھیں وہ روحانی ہوجاتی ہیں اور خدا کے ساتھہ کھچتی ہیں — پس جس طرح ہمارے تمام دنیاوی کاموں میں ہماری اغراض مضمر ہوتی ہیں اسیطرح ہمارے روحانی اعمال میں بھی —

دعا بھی وہی فعل ہی جس کا برتاو ہم بندوں کے ساتھہ کرتے ہیں اور جس طرح اور جس اسود پر انسانوں سے ہم سوال کرتے ہیں اُسی طرح پر ہم خدا کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں — اگر مانگنے اور دعا کرنے میں جبکہ ہم بندوں سے کرتے ہیں امر مسئول عنہ داخل نہیں ہی تو خدا سے دعا کرنے میں بھی داخل نہوگا — ورنہ یہہ لفظ دعا کا عالم جسمانی میں بامعنی اور روحانی عالم میں بے معنی ہوجاے گا اور جہاں تک ہم خدا کے کلام سے شہادت پاسکتے ہیں اُس سے ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہی — ایک جگہہ اور ایک مقام پر نہیں بلکہ بیسیوں جگہہ اور بدسیوں مقام پر خدا کے کلام سے دعا میں امر مسئول عنہ کا داخل ہونا پایا جاتا ہی — اور ایک نبی نہیں بلکہ بہت سے انبیا کے تذکرہ میں اُنکا خاص خاص مقاصد کے لیئے خدا سے خاص خاص باتوں کا سوال کرنا اور مخصوص حاجتوں کے مانگنے کا ثبوت ملتا ہی — چنانچہ ہم چند آیتوں اس مقام پر نقل کرتے ہیں اور ہم صرف انہیں آیتوں کی نقل پر کفایت کرتے ہیں جن میں وہ حاجتیں مانگی گئی ہیں جو اس عالم سے تعلق رکھتی ہیں — روحانی خواہشوں کے مانگنے اور اُسکے دیئے جانے سے تو سارا قرآن بھرا ہوا ہی *

سب سے اول حضرت نوح کی دعا کو لیجیئے اُنکے بیان میں خداوند تعالی فرماتا ہی — قال نوح رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولایلدوا الا فاجرا کفارا — اس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت نوح نے خدا سے دعا کی کہ کافروں کو زمین پر باقی نرکھیے — اور اُسکی وجہہ بھی بیان کی کہ اگر یہہ باقی رہینگے تو لوگوں کو گمراہ کرینگے اور انکی اولاد کافر و فاجر ہی رہیگی — اور یہہ ظاہر ہی کہ خدا نے اس دعا کو قبول کیا اور کفار کو طوفان لاکر ڈبودیا — کما قال اللہ تبارک وتعالی ونوحا اذنادی من قبل فستجبنا لہ فنجیناہ واھلہ من الکرب العظیم ونصرناہ من القوم الذین کذبوا بایتنا انھم کانوا قوم سوء فاغرقنا ھم اجمعین — حضرت نوح کے قصہ میں یہہ بات بھی بیان کی گئی ہی کہ اُنکی دعا جس طرح کفار کے حق میں

قبول کی گئی ویسے ہی اُن کے بیٹے کے حق میں نامنظور رہی — ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلاتسئلنی مالیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاھلین — خدا نے اس دعا کو قبول نکیا — اور جب حضرت نوح نے کہا کہ یہہ میرے اہل میں سے ہی اور تونے میرے لوگوں کے بچانے کا وعدہ کیا ہی — اُس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ نہوں یہہ تیری دعا قبول نہوئی اس لیئے کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہی کیونکہ وہ اچھے کام کرنے والا نہوں ہی — اور نا مقبولیت دعا کے سبب بتلانے کے علاوہ خدا نے جھڑکی بھی دی اور فرمایا کہ جس چیز کا تجھے علم نہو اُسے نمانگا کر — اور میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ تو جاھلوں میں سے نہو — اس آیت سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ ہر دعا کا قبول ہونا مطابق وعدہ آلہی کے ضرور نہوں ہی — نہ ہر دعا کی قبول ہونے کا وعدہ خدا نے فرمایا ہی — بلکہ دعائیں جو جاھلانہ بے سمجھے بوجھے کیجاتی ہیں وہ وعدہ اجابت آلہی سے خارج ' — اور اکثر نامقبول دعائیں اسی مد میں داخل ہیں *

پھر حضرت ابراھیم کی دعا پر نظر کیجیئے — سورہ بقر کے رکوع پانچویں میں خدا فرماتا ہی — واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا امنا وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ والیوم الاخر — ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم — اس میں صاف صاف امر مسئول عنہ کا بیان ہی اور اُسکا قبول ہونا ثابت ہے — حضرت ابراھیم نے مکہ معظمہ کے لیئے دعا کی کہ خدایا اسکو بلد مامون بنا — اور میری ذریت میں سے ایک ایسا رسول جو کتاب اور حکمت کی تعلیم کرے پیدا کر — چنانچہ خداوند تعالی نے حضرت ابراھیم کی دعا قبول فرمائی — اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اُنکی ذریت میں پیدا کیا — اور کتاب اور حکمت کے تعلیم کے لیئے اُنکو بھیجا *

حضرت ایوب کے ذکر میں خدا فرماتا ہی کہ اُنکو جو تکلیف اور مصیبت تھی اُسکے دور ہونے کی اُنھوں نے دعا مانگی اور خدا نے اُسے قبول کیا — یعنی وہ اجابت نہیں جس کے معنی بغیر دور کرنے مصیبت کے صرف اُن کے دلکو تسکھن دیدی ہو — بلکہ اصلی قبولیت اور حقیقی اجابت اُنکی دعا کی خدا نے فرمائی — یعنی اُس تکلیف کو دورا کیا جیسا کہ فرماتا ہی ' وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین فاستجبنا لہ فکشفنا مابہ من ضر واتینا اھلہ ومثلھم معھم رحمۃ من عندنا وذکری للعابدین '' *

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہی کہ جس غم میں وہ پڑ گئے تھے اُس سے نجات پانے کی اُنھوں نے دعا کی اور اُسے خدا نے قبول فرمایا — اور اُن کے غم کو دور کردیا '' کما قال اللہ تعالی وذاالنون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ فنادی فی الظلمات ان لااالہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم وکذلک ننجی المؤمنین '' اوراس آیت سے صرف یہی نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا غم خدا نے دور کردیا بلکہ اس سے ہمارے دعوے کی پوری تائید ہوتی ہی — کہ خداوند تعالی مومنین کی دعا بھی جبکہ وہ ایسی حالت میں پھنس جاویں اور وہ خدا سے بیقراری اور اضطراری کی حالت میں دعا کریں قبول کرتا ہی — کہا بعد خدا کے اس فرمانے کے وکذلک ننجی المؤمنین ' اس باب میں کوئی شبہہ رھسکتا ہی کہ دعا ذریعہ حصول مقصد نہیں ہی — اور نا اُمیدی اور مایوسی کی حالت میں خدا دعا قبول نہیں فرماتا *

حضرت موسی کی دعا سے بھی اس بات کا ثبوت ہوتا ہی کہ دعا خاص چیزوں کے لیئے مانگی جاتی ہی — اور خدا اُسے قبول فرماتا ہی — جیسا کہ خدا وند عالم بیان فرماتا ہی — ایک جگہہ سورہ طہ میں '' قال رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کے نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا قال قد اوتیت سؤلک یا موسی '' *

اس میں صاف بیان اس امر کا ہی کہ حضرت موسی نے چند باتوں کی خدا سے درخواست کی ' ایک یہہ کہ اُن کے دل کو خدا قوی کرے ' دوسرے اُن کی زبان کی گرہ کھولدے تاکہ لوگ اُنکی بات سمجھنے لگیں — تیسرے یہہ کہ اُنکے بھائی ہارون کو اُنکا وزیر بنادے — اور دعا مانگتے وقت حضرت موسی نے یہہ بھی کہا کہ ان خواہشوں کے پورے کرنے سے ہمکو ایسی خوشی ہوگی کہ ہم بہت زیادہ تیری تسبیح کرینگے اور تجھے بہت یاد کیا کرینگے — جس سے معلوم ہوتا ہی کہ دعا کا قبول ہونا ' اور امر مسئول عنہ کا دیا جانا اصل خوشی اور محبت پیدا ہونے کا سبب ہی — اور ان تمام دعاؤں کو خدا نے پورا کیا اور اُن کی اجابت کو ان لفظوں میں ادا کیا کہ — قد اوتیت سؤلک یا موسی — میرے نزدیک اس سے زیادہ کیا ثبوت اس امر کا ہوگا کہ جب خدا کو کوئی عرضی دیجاتی ہی تو خدا تعالی اُس کے موافق اور مناسب بشرطیکہ وہ جائز ہو درخواست کو حکم تحریر فرماتا ہی — سورہ یونس میں حضرت موسی کی ایک اور دعا کی اجابت کا بیان ہی جس میں حضرت موسی اور حضرت ہارون دونوں نے ملکر دعا کی تھی ' اور جس سے فرعون غارت کیا گیا — چنانچہ فرماتا ہی " قال موسی ربنا انک آتیت فرعون وملاہ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون " اس آیت میں " قد اجیبت دعوتکما " کے کیا معنی ہیں — کیا اس سے امر مسئول عنہ کا دیا جانا ' اور دعا کا ایک سبب اسباب حصول مقصد سے ہونا ثابت نہیں ہوتا — حضرت موسی کے ذکر میں یہہ بات بھی بیان کی گئی ہی کہ دعاؤں کا قبول ہونا لازمی نہیں ہی ' بلکہ وہ دعا جو نافہمی اور نا دانی سے کیجائیں اور خلاف حکمت اور قواعد مقررہ خدا کے ہوں وہ قبول نہیں ہوتیں — اور ایسا دعا کرنے والا اسرار الٰہی سے ناواقف سمجھا جاتا ہی — دیکھو حضرت موسی نے خدا سے درخواست کی " رب ارنی انظر الیک " یعنی خدا تو مجھے اپنے آپکو دکھا — میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں — جواب ملا کہ " لن ترانی " کہ تو نہیں دیکھہ سکتا — وہ جھڑکی کہ خدا نے اُنکو سنائی اُس سے متنبہ ہوکر وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور عرض کرنے لگے " سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین " خدایا میں نے توبہ کی اور اُس دعا کے کرنے سے جو مجھے نکرنی چاہیئے تھی میں نادم ہوا * ✓

حضرت زکریا کی دعا تو آپ نے اپنے مفید سمجھکر اس دعوی کے ثبوت میں بیان فرمائی ہی کہ لفظ دعا اور ندا میں بلحاظ اُسکے حقیقی معنی کے امر مسئول عنہ داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ علحدہ بیان کیا جاتا ہی — مگر آپ کا یہہ دعوی اور دلیل دیکھہ کر نہایت تعجب ہوتا ہی — اسلیئے کہ اس سے صرف یہہ ثابت ہوتا ہی کہ بعض دعائیں مفصل ہوتی ہیں بعض مجمل — بعضوں میں بالعموم رحمت و مہربانی مانگی جاتی ہی — بعض میں بالتخصیص خاص خاص چیزوں کا سوال ہوتا ہی اس سے یہہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ امر مسئول عنہ کو دعا سے علاقہ نہیں — اور دعا صرف ندا ہی بغیر کسی غرض اور کسی مطلب کے — حضرت زکریا کی مثال دینے سے تو در حقیقت آپ نے اپنے دعوی کو انصاف اور ایمان کی عدالت میں قرآن کی شہادت سے تمسس کردیا — اور پورے طور پر آپ ہار گئے — کیا کوئی سمجھدار آدمی حضرت زکریا کی دعا اور خدا کی اجابت کو جن کا متعدد آیتوں میں ذکر ہی دیکھکر ایک لحظہ کے لیئے بھی آپ کے دعوی کو قابل غور خیال کریگا — اور سقتے ہی حیرت زدہ ہوکر اس استدلال کو آپ کی شان کے خلاف نسمجھے گا — حضرت زکریا کی دعاؤں سے کیا ثابت ہوتا ہی — اُس سے صرف دعا کا اسباب حصول مقاصد میں سے ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ جب اسباب کی طرف سے مایوسی اور نا اُمیدی ہوتی ہی ' اور کسیطرح امر مسئول عنہ کاملنا بظاہر اسباب قیاس میں نہیں آتا — اور خود دعا کرنے والا مایوسی کے سامان دیکھکر دعا کرنے سے ہچکچاتا ہی ' تو خدا خود اپنی قدرت کی شان دکھاتا ' اور اپنے مسبب الاسباب ہونے کی طرف رغبت دلاتا ' اور دعا کرنیکی توفیق دیتا ہی — جس سے اُس کے خاص بندے اسباب اور وسائل ہی کو نہ دیکھیں بلکہ اُسکی طاقت کو اُس سے مافوق سمجھکر اُسکی طرف

رجوع کریں - دیکھیئے وہ آیت جو آپ نے نقل کی اُس میں حضرت زکریا خدا سے دعا کرتے ہیں " رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء " اُنھوں نے اولاد کی دعا مانگتے وقت خدا سے یہہ کہا کہ تو دعائیں سنتا ہی ' یعنی جو کوئی کچھہ مانگے اُسے دے سکتا ہی اور اسی اُمید پر میں تجھسے دعا کرتا ہوں - اور پھر اپنے وارث نہونے پر مضطر ہوکر خدا سے یہہ دعا کی " رب لاتذرنی فرداً وانت خیرالوارثین " کہ اگرچہ بہترین وارث تو ہی ہے مگر بمقتضاء بشریت مجھے اولاد کی تمنا ہی تو اپنے رحم و کرم سے عطا کر اُسکے جواب میں خدا اُنکو بذریعہ ملائکہ کے بشارت دیتا اور فرماتا ہی " فبشرناہ بغلام حلوم " اور دوسرے مقام پر زکریا کی اجابت کو ان لفظوں میں خداوند تعالی بیان کرتا ہی کہ " فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحیی مصدقا بکلمۃ من اللہ وسیدا و حصورا و نبیا من الصالحین " دوسرے مقام پر خداوند تعالی حضرت زکریا کے بیان میں فرماتا ہی کہ زکریا نے ناامیدی کی حالت میں خدا سے عرض کیا کہ " رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعائک رب شقیا " کہ میں بڈھا ہوگیا ہوں میرا سر ہلنے لگا ہی اسپر بھی میں تجھسے مانگتا ہوں باوجودیکہ میری بی بی بانجھ ہی اور اولاد ہونے کی اُمید نہیں - چنانچہ الفاظ " وکانت امراتی عاقرا " سے یہہ ظاہر ہی - اور باوجود اسکے یعنی اس ناامیدی پر بھی میں تجھے قادر مطلق سمجھکر تجھسے دعا کرتا ہوں " فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا " کہ صرف اپنی طرف سے اور صرف اپنے فضل و کرم سے باوجود ان حالتوں کے بھی مجھے اولاد دے - اور اپنی قدرت کا تماشا دکھا اُسپر خدا فرماتا ہی " انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیا " کہ اچھا ہم اپنی قدرت کا تماشا تجھے دکھاتے ہیں اور بڑھاپے میں تجھے بیٹا دیتے ہیں *

اسی طرح حضرت ابراہیم کے بیان میں خدا فرماتا ہی کہ جب اُنکو اولاد کی خوشخبری دی گئی تو اُنکی بیوی حیرت زدہ ہوکر کہنے لگی " یا ویلتی ءالد وانا عجوز ھذا بعلی شیخا ان ھذا لشیء عجیب " کہ کیا میرے اولاد ہوگی ایسی حالت میں کہ میں بوڑھیا ہوگئی اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہی یہہ تو بڑی عجیب بات ہی - اُسپر خدا نے فرمایا " اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید " کیا تو تعجب کرتی ہی خدا کی رحمت سے - یہہ خدا کی مہربانیوں میں سے ہی *

علاوہ ان آیتوں کے حضرت سلیمان کی دعا " رب اغفرلی وھب لی ملکا لایقبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب " اور حضرت عیسی کی دعا " اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء " اور اس کا جواب خدا کی طرف سے " قال اللہ انی منزلھا علیکم " وغیرہ اوّر آیتیں ہیں جن سے امر مسئول عنہ کا دعا میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہی *

کیا جو شخص قرآن مجید کی ان آیتوں پر سرسری نظر سے بھی غور کریگا تو اُسے دعا کے قبول ہونے اور امرمسئول عنہ کے خدا کی طرف سے دیئے جانے میں کچھہ شبہہ رہیگا - میرے نزدیک اس کے بعد یہہ بحث کہ دعا اور ندا الفاظ مرادف ہیں یا نہیں - اور لفظ دعا اور ندا کے حقیقی معنی میں امر مسئول عنہ داخل ہوتا ہی یا نہیں غیر ضروری بلکہ لغو و فضول رہجاتی ہی - اس لیئے کہ اس بحث طلب یہہ نہیں ہی کہ لفظ دعا میں امر مسئول عنہ داخل ہی یا اس سے خارج بلکہ یہہ ہی کہ خدا مانگنے سے دیتا یا دے سکتا ہی - اور اُس سے مانگنا اسباب حصول مقصد میں سے ہی یا نہیں - اس کا جواب آپ نفی میں دیتے ہیں اور میں اور تمام مسلمان بلکہ کل بنی نوع انسان جو خدا کو مانتے ہیں اثبات میں — اور اس کے لیئے ہم قرآن سے اتنی شہادتیں پیش کرچکے کہ عرفی دعا کی حقیقت کا انکار کرنا اور اجابت کو صرف خیالی اور بے معنی تسکین قلب سمجھنا ایسا خیال ہی جو میرے سے کم سمجھہ آدمیوں کی سمجھہ میں قرآن کی تسلیم و اقرار کے ساتھہ مشکل سے جمع ہوسکتا ہی - یہہ آیتیں جو میں نے اوپر نقل کیں کچھہ پہیلیاں نہیں ہیں جن کا بوجھنا مشکل ہو - نہ معمے ہیں جو سمجھہ میں نہ آسکیں — بلکہ یہہ خدا کا صاف اور سیدھا کلام ہی جس سے انبیاء کرام کا خاص خاص باتوں کے لیئے دعا کرنا - مثلاً کسی کا بیٹا مانگنا ؛

کسی کا سلطنت چاہنا، کسیکی دشمن پر فتح کی استدعا، کسیکی آسمان سے مائدہ ملنے کی التجا، ایسی ثابت ہی کہ نہ اس سے انکار ہوسکتا ہی، نہ اسکی تاویل ہوسکتی ہی — پھر یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ انبیا علیہم السلام نے جو عموماً تمام انسانوں سے بڑھکر خدا کے اسرار سے واقف اور "لاتبدیل لکلمات اللہ" کے حکم مستحکم سے آگاہ تھے، دعا کو اسباب حصول مقصد میں سے خیال کیا اور عالم اسباب سے نا اُمید ہوکر مسبب الاسباب سے دعائیں مانگنے لگے — کوئی کہنے لگا "رب هب لي من لدنک ذرية طيبة انک سميع الدعاء"، کوئی گڑگڑاکر پکارنے لگا "رب لاتذرني فردا وانت خيرالوارثين"، کوئی مانگنے لگا "رب هب لی ملکا لاينبغي لاحد من بعدي"، کوئی چلانے لگا — رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا" پس وہ شخص کہ قرآن کو منزل من اللہ مانتا — اور ان آیتوں کو جعلی اور نقلی نہ سمجھتا ہو کہونکر انکے شواہد سے چشم پوشی کریگا — اور کس طرح اپنے نا مکمل اور ناقص علم پر جو قانون فطرت کی نسبت ہی بھروسا کرکے اجابت دعا کو خلاف قانون فطرت سمجھے گا اور عمدا دعا اور اجابت دعا کا منکر ہوگا — اے میرے سید اور مولی اگر قرآن سچا ہی اور یہہ آیتیں قرآن ہی کی ہیں، تو میں اس کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ کی راے اور خیال سے میں اُسی وقت اتفاق کرسکتا ہوں جبکہ قرآن کو میں کلام الہی نہ سمجھوں، اور ان آیتوں کو منزل من اللہ نہ مانوں — میرے نزدیک ان آیتوں کو مانکر اور سمجھنے کے بعد دعا اور اجابت کے عرفی معنی سے انکار ایک ایسا امر ہی کہ جسکے سمجھنے سے میرا ذہن قاصر اور میری عقل عاجز ہی † "فانظر یا سیدي الی هذه الاخبار، في ذکرابين من هذا، واي شهادة اقوی منها، علی ان الدعاء له تاثير في نظام العالم، وان الله تبارک وتعالی يسمع الدعاء ويقضی الحاجات، اهذه الاقاويل کلها علی کثرة معانيها وفنون ورودها وعدد جهاتها التي حکيت عنها، تلها اشارات الی بطلان الدعاء العرفي وعدم اجابة الامر المسئول عنه، فقد ذکرنا من القران مائتها کفاية لمن انتفی، وقد استشهدنا ببعض من عشر سورة مما يدل علی صحة ماقلناه في ما تقدم بما يکفی و يقنع من کان منصفا، فانظر يا سيدي و مولائي الی معانيه بعين الانصاف هل تنظر فيه من قصور، ثم ارجع البصر کرتين الی الفاظه هل تری فيه من فطور فقط *

آپ کا خادم محسن الملک

اگلے خط میں میں اس سے بحث کرونگا کہ دعا کو جو عبادت کہا گیا ہی اُس سے کیا مطلب ہی — اور آپ نے جو دلائل دعا کے اسباب حصول مقصد ٹھہرنے کے بیان فرمائے ہیں کہاں تک صحیح ہیں *

مضمون نمبر ۲۷

مکاتبات دلچسپ

متعلق تفسیر

چھپا خط نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب کا

بنام

عالی جناب سر سید احمد خاں صاحب کے سی ایس آئی — دام ظلہم

---

۸ اگست سنہ ۱۸۹۵ع — بمبئی —

جناب عالی — ۴ اگست کے عریضہ میں میں نے عرض کیا تھا، کہ آیندہ خط میں اس امر سے بحث کرونگا کہ دعا کو جو عبادت کہا گیا ہی اُس سے کیا مطلب ہی، اور آپ نے جو دلائل دعا کے حصول مقصد کے اسباب میں سے ٹھہرنے کے بیان فرمائے ہیں کہاں تک صحیح ہیں — چنانچہ اسی کے متعلق یہہ عریضہ لکھتا ہوں — آپ رسالہ دعا والاستجابۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "دعا کو کسی معنی میں لو یعنی خواہ صرف خدا کے پکارنے اور اُسکی طرف متوجہ ہونے اور اُسے حاضر سمجھنے اور اُسکے الہ اور معبود

† کل ذلک کان مقدرا لهم فاعطاه الله لهم بفضله وکرمه ولم يثبت من القرآن مالم يکن مقدورا أعطي لهم بالدعاء وانّ الدعاء ردّ القضاء واخّر الاجل وبدّل المقدورات وتغيّر علم الله علی ماکان ومايکون وهذا عندنا محال — (سید احمد)

برحق سمجھنے پر اقرار کرنے کے اور خواہ خدا سے کچھہ مانگنے اور سوال کرنے کے دونوں صورت میں وہ عبادت ہی " — اور اُس پر آپ آیہ وقال ربکم ادعونی استجب لکم الخ اور دو حدیثیں مشکوۃ شریف کی سند پیش کرتے ہیں — جیسا کہ میں اپنے تمہیدی مضمون میں لکھہ چکا ہوں کہ ہر دعا بالشبہہ عبادت ہی مگر ہر عبادت دعا نہیں ہی وہی پھر کہتا ہوں کہ، جس غرض سے آپ دونوں کو متحد اور مترادف مانتے ہیں وہ حاصل نہیں ہوتی — آپ کی غرض یہہ ہی کہ سوال اور مانگنا کسی چیز کا دعا کا عنصر نہ سمجھا جاے — مگر حقیقت یہہ ہی کہ مانگنا نہ صرف دعا کا عنصر ہی بلکہ اُسکی روح اور جان ہی — البتہ مانگنے کی حالتوں اور حیثیتوں مختلف، اور مانگنے والوں کے مراتب اور درجات جداگانہ ہیں — ادنی درجہ سوال کا اغراض دنیوی کا مانگنا ہی — اور اعلی درجہ کا سوال بلا اظہار کسی حاجت دینی یا دنیوی کے صرف اُسکی رحمت اور وصال اور تقرب کا چاہنا ہی — مگر ان سب پر مانگنے کا اطلاق ایک ہی معنی اور ایک ہی حیثیت سے ہوتا ہی — اور چونکہ ہر حالت اور ہر درجہ میں دعا کے، خشوع اور خضوع اور ابتہال الی اللہ اور اظہار عبودیت اور اقرار الوہیت ہوتا ہی، اسلیئے کوئی دعا عبادت سے خالی نہیں ہوسکتی — بلکہ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہی دعا نہ صرف عبادت ہی بلکہ مغز عبادت ہی — اس لیئے کہ اگر دعا ادنی درجہ کی ہو، اور صرف بامید حاصل ہونے کسی مقصد کے مقاصد دنیاوی سے، یا بامید نجات پانے کے کسی دنیاوی مصیبت سے — تاہم اُس مانگنے والے کی حالت کے لحاظ سے وہ دعا اُسکے حق میں اُسکی عبادت کا مغز ہی — اس لیئے کہ اُسکی عبادت بھی کسی غرض اور طمع اور خوف سے خالی نہیں ہوتی — اور عبادت میں اُس کا دل خدا کی طرف اُتنا متوجہ نہیں ہوسکتا، بلکہ نہیں ہوتا جتنا دعا کے وقت — طلب حاجت یا رفع مصیبت کے لیئے وہ دل و جان سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہی، اُسے قادر اور حاکم اور مختار سمجھکر دوسروں کا خیال چھوڑ دیتا ہی، اور نہایت عاجزی اور ذلت اور کمال اضطراب اور بے قراری سے عقلاً ولساناً وھیئۃ اپنی عبودیت و عجز اور خدا کی معبودیت و قدرت کا اظہار کرتا، اور اُس کا رؤاں رؤاں اور بال بال خدا کو دیکھنے لگتا ہی — اور اس بات کا اُسے پورا یقین ہوجاتا ہی کہ " لافرج الا من لدن سیدہ ولا خیرلہ الا من عندہ — فیتردد لسانہ بانواع التضرع وتنصرف یداہ نحو السماء فی ضروب من الشکل والحرکات " کبھی بیقرار ہوکر آسمان کی طرف ہاتھہ اوٹھاتا ہی — کبھی مضطرب ہوکر سر زمین پر مارنے لگتا ہی — کبھی آنکھوں سے دریا بہاتا ہی — کبھی اُسکے شکرانہ کے گیت گاتا ہی — غرضکہ ایک دیوانہ اور مجنون کے موافق بے اختیاری اور بیقراری کی حالت میں وہ حرکتیں کرتا ہی، جس کی خبر خود اُسے نہیں ہوتی، اور وہ خود نہیں جانتا کہ میں کیا کر رہا ہوں — ایسی حالت میں اُسے تقرب الی اللہ کا درجہ حاصل ہوجاتا ہی، اور یہہ حالت دعا مانگنے والے کی خصوصاً اُسکی جو کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو، فرضی اور خیالی نہیں ہوتی بلکہ، حقیقی اور اصلی — مولانا معنوی نے اس حالت کی حقیقی شبیہہ حکایت کے پیرایہ میں کھینچی ہی — اور † نصوح کے واقعہ

† یہہ حکایت اس طور پر مثنوی شریف میں بیان کی گئی ہی کہ نصوح ایک شخص تھا جو عورتوں کے لباس میں عورتوں کے نہلانے کا پیشہ کیا کرتا — ایک روز اُسپر ایسی آفت آئی کہ اُسکی جان جانے میں کسر باقی نرہی — یعنی وہ کسی شہزادی کو نہلا رہا تھا، کہ اُسکے کان کا موتی گم ہوگیا، اور موتی کی تلاش کے لیئے دروازہ بند کرکے ہر ایک کی جامہ تلاشی ہونے لگی — نصوح سمجھا کہ اب اُس کا بھید فاش ہوتا ہی، اور معلوم نہیں کہ کس عذاب سے وہ مارا جاتا ہی — اس بیقراری کی حالت میں جبکہ اُسے کوئی سہارا بچنے کا نظر نہ آتا تھا وہ خدا کی طرف جھکا — اور سب کو بھولکر خدا کو پکارنے اور یہہ کہنے لگا —

کاشکے مادرنزادے مرمرا * یامرا شورے بخوردے درچرا
نوبت چستن اگردر من رسد * وہ کہ جان من چہ سختیہا کشد
این چنین اندوہ کافزاید مباد * دامن رحمت گرفتم داد داد

اور حالت کو اس طور پر دکھایا ہی کہ جس سے دعا اور اجابت کی اصلی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہی — جو کوئی اسے دیکھے اور پڑھے ' اُسے اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں رہتا کہ خدا دعا کو نا معلوم طور پر قبول کرتا ہی ' اور خدا پر یقین رکھنے والا بندہ گو وہ بدکردار ہی کیوں نہو کبھی کبھی مصیبت کے وقت اس طرح خدا کو یاد کرتا ' اور اسباب ظاہری سے مایوس ہوکر اس طور پر خدا کو پکارتا اور سب کو چھوڑکر بے خودی کی حالت میں اسطرح اُسکی طرف دیکھتا ' اور دنیاوی حاجت اور وہ بھی ایسی جس کا مبدا جرم و عصیان ہو کبھی کبھی بندہ پر ایسی حالت طاری اور خدا کی طرف ایسا متوجہ کردیتی ہی ' کہ دعا کرنے والا خدا تک پہونچ جاتا اور فنافی‌اللہ کے درجہ پر فائز ہوجاتا ہی — اور اُسی حکایت سے اسکی بھی عمدہ مثال ملتی ہی ' کہ خدا درحقیقت مسبب الاسباب ہی ' اور ایسے وقت پر جبکہ کوئی صورت نجات کی نظر نہ آتی ہو وہ دعا سنکر ایسے اسباب پیدا کردیتا ہی ' کہ دعا کرنے والا بیشک مطلب حاصل ہوجاتا ہی ' اور ایسی استجابت سے داعی کی خدا کے ساتھہ وہ کیفیت ہوجاتی ہی ' جو مجنوں کو لیلی کے اور فرہاد کی شیریں کے ساتھہ سنی جاتی ہی — محبت اور عشق ' جنون اور دیوانگی کی کوئی حرکت باقی نہیں رہتی جو دل سے زبان سے اور ہاتھہ سے پاؤں وہ نکرتا ہو ' اور اپنے خدا کی رحمت اور مہربانی پر طرح سے قربان نہوتا ہو اب اسے کوئی حکایت سمجھے ' یا اتفاق پر محمول کرے — مگر مسلمان بلکہ کوئی آدمی بھی خدا کو ایسا خدا سمجھتا ہو ' جو رحیم بھی ہی اور رحمن بھی — مقنع بھی ہی اور مسبب الاسباب بھی — وہ ضرور اسکو دعا اور اجابت کی سچی تصویر مانیگا ' اور اس حکایت کو ایک اصلی واقعہ کی سچی شبیہہ سمجھے گا — وکیف لا یہہ واقعہ ہی ایسا ہی جو سینکڑوں بندوں پر خدا کے رات دن گذرا کرتا ہی ' اور ہزاروں دعا کرنے والے اپنے خدا کی قدرت کا یہہ تماشا دیکھا کرتے ہیں — میں ایک لحظہ کے لیئے بھی یہہ خیال نہیں کرسکتا کہ ایک دہریہ یا ایک لاادریہ یا شاک فی‌المذہب کی طرح آپ اسے ایک غلط افسانہ اور خیالی حکایت کہکر اُس پر توجہ نکرینگے —

وہ اسی حالت میں تھا کہ یہہ آواز آئی —

جملہ را چستیم پیش آ اے فصوح
گشت بےہوش آں زماں پرید روح
همچو دیوارے شکستہ در فتاد
ہوش و عقلش رفت و شد همچوں جماد
چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں
سر او باحق بہوست ازنہاں
جاں بحق پیوست چوں بےہوش شد
موج رحمت آن زماں درجوش شد
بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بوم
شد پدید آں گم شدہ در یقوم
آں نصوح رفتہ باز آمد بخویش
دید چشمش تابش صد روزہ پیش
می حلالی خواست ازوے ہر کسے
بوسہ می دادند بردستش بسے
بدگماں بودیم مارا کن حلال
لحم تو خوردیم اندر قال‌وقال
گفت بد فضل خدائے داد گر
ورنہ زانچم گفتہ شد ہستم بتر
چہ حلالی خواست می باید زمن
کہ ملم مجرم تواز اہل زمن
من همی دانم وآں ستار من
جرمہا و زشتی کردار من
ہرچہ کردم جملہ نادیدہ گرفت
طاعت فاوردہ آوردہ گرفت
نام من درنامۂ پاکان نوشت
دوزخی بودم ببخشودم بہشت
از ہوس‌ہاتنگدل بودم زبوں
درہمہ عالم نمی گنجم کنوں
آفرینہا باد بر تو اے خدا
فاگہاں کردی مرا از غم رہا
گرسر ہرموئے من گردد زباں
شکر ہائے تو نیاید دربیاں

بلکه مجھے یقین ھی اور پورا یقین ھی که آپ خود اپنے کسی وقت اور کسی حالت کو جو آپ پر گذری ھو یاد کرکے اسکی تصدیق فرمائینگے — اس لیئے که وہ تجربه جو مجھے آپ کی ذات کا ھی ' اور وہ حالات آپ کے جنکو میں جانتا ھوں ' مجھے اس بات کے کہنے پر مجبور کرتے ھیں ' که گو آپ نے دعا اور اجابت کے ایسے معنی بیان کیئے ھیں که اُس میں آپ بالکل عالم اسباب پر متوجه اور مسبب الاسباب سے غافل معلوم ھوتے ھیں ' مگر درحقیقت جیسا توکل خدا پر آپ کو ھی ' اور اپنے تمام کاموں اور حاجتوں کو جیسا آپ خدا پر چھوڑتے ھیں ' اور جسطرح خدا پردہ غیب سے ایسے اسباب مہیا کردیتا ھی جس سے آپ کی نا اُمیدی اُمید سے اور آپ کی محنت کامیابی سے بدلجاتی ھی ' اور نصوح کی طرح دیوانہ ھوکر آپ خدا کے شکرانہ کے گیت گانے لگتے ھیں — اُسپر خیال کرنے سے مجھے اس بات کا تو ایک لحظه کے لیئے یقین نہیں ھوتا که آپ کی نظر صرف اسباب پر ھی — مگر ھاں اس امر کی حیرت ھوتی ھی که باوجود اس کے آپ کہوں دعا کو اسباب حصول مقصد سے خارج سمجھتے ھیں *

دعا کے عبادت اور مخ العبادت ھونے کی نسبت ھمارے علما نے بہت عمده وجوہ بیان کیئے ھیں ' میں اُن میں سے بعض اقوال بیان کرنا مناسب سمجھتا ھوں — ملا صدرالدین حسینی استرابادی شرح صحیفه کامله میں اس مضمون کو بہت اچھی طرح سے لکھتے ھیں — وہ فرماتے ھیں

الدعاء الا مع الاعتراف بالذلة والنقص والاضطرار والعجز عقلا ولسانا وھیئة کما یروی عن جعفر بن محمد صادق انه جعل ظاھر کفیه الی السماء و قال ھکذا التضرع و حرک اصابعه یمینا وشمالا وقال ھکذا التبتل ورفع اصابعه مرة ووضعھا اخری وقال ھکذا الابتھال ومدبدیه تلقاء وجھه الی القبلة وکان لایبتھل حتی یذرف دموعه ویشخص بصره وھل اخلاص العبادة الابھذه الاحوال فکان الدعاء من اشرف العبادة ولانه لایمتنع ظھور رحمة الله وسابغ کرمه فی حق العبد من غیر مسئالته وتمتنع کرامة باجابة الا مع ظھور جوده واتصال رحمته حتی یطمئن بفضله ویثق بقبوله ویعلم انه العبد الذی دعا مولاه فلباه وسئاله فاعطاه فکان الدعاء فی استدراد المزید واستجماع اسباب الرحمة مع الکرامة فوق الطاعة والعبادة ولھذا کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرغب فیه الی خواصه ویسئا له لنفسه عن صفوة امته —

یعنی دعا جب ھی ھوتی ھی که جب عقل اور زبان اور ھیئت سے اقرار ذلت اور نقص اور اضطرار اور عجز کا کرے — جیسا که امام جعفر بن محمد صادق سے مروی ھی که آپ نے اپنی دونوں ھتیلیوں کو آسمان کی طرف کر کے فرمایا که تضرع یہہ ھی ' اور اپنی اونگلیوں کو دہنے بائیں حرکت دیکر فرمایا که تبتل یہہ ھی ' اور اپنی اونگلیوں کو ایک دفعه اوٹھایا اور پھر بند کر کے فرمایا که ابتھال یہہ ھی ' اور اپنے ھاتھه قبله کی طرف مونھه کے سامنے پھیلا کر فرمایا که ابتھال فھوکا اُس وقت تک که آنسو جاری ھوں اور آنکھیں کھلی کی کھلی رھجائیں — اور اخلاص عبادت میں بجز ایسے حالات کے حاصل نہیں ھوسکتا — تو دعا گویا اشرف عبادت ٹھھری ' اس لیئے که اگرچه بدون بنده کے سوال کے الله کی رحمت اور اُسکے کرم کا ظہور بنده کے حق میں ھوسکتا ھی مگر اجابت دعا کی کرامت حاصل نہیں ھوسکتی الا اُسی وقت که اُس کے جود کا ظہور اور اُسکی رحمت سے اتصال ھو — جس سے اُس کے فضل پر بنده کو اطمینان ھوجاتا ھی اور اُسکے قبول کرنے پر وہ بھروسه کرلیتا ھی — اور خداوند تعالیٰ بھی جان جاتا ھی که یہہ میرا وہ بنده ھی که جس نے اپنے مولی کو پکارا اور اُس نے اُسکی دعا سنی — اُس نے اُس سے مانگا اور اُسنے اُسکو عطا کیا — تو دعا کو زیادتی حاصل کرنے اور اسباب رحمت کو مع کرامت کے جمع کرنے میں طاعت اور عبادت سے بڑی برتری ھی — اسی واسطے رسول الله صلی الله علیه وسلم اپنے چیدہ اور خاص لوگوں کو دعا کی رغبت دلاتے تھے اور اپنے نفس کے لیئے بزرگان امت سے دعا کراتے تھے — اور ملا صدرالدین نے بھی الدعاء مخ العبادت

لما کان المخ من اعضاء الحیوان و ھو المغذی لھا والمقوم لاستدامة بقائھا شبه الدعا بھا لانه یحمل ھذا العمل

کی وجه نہایت خوبی سے بیان کی ھی — وہ لکھتے ھیں که دعا کے مغز عبادت ھونے میں ایک لطیفه ھی ' اور وہ لطیفه یہہ ھی

ووجہ تخصیصہ بذلک من دون سائرالعبادات لاشتمالہ علی حضور قلبی لایوجدفی غیرہ فان من تعبد بالصلوۃ او الصوم او الحج او غیرھا یغلب علیہ فیھا الغفلۃ فاذا دعا استدعا ذلک منہ مزید حضور فی قلوبہ و ذلک الحضور ھو مخ العبادۃ فاذا جاء التخصیص ویوخذ منہ تفضیل الداعی علی العابد وذلک لمافیہ مع الحضور من التذلل و اظہار الفاقۃ و ذل العبودیۃ وعزالربوبیۃ فکل داع عابد و لایعکس والدعاء ذاب الانبیاء علیھم السلام ومغزعھم فی الاشادۃ علی ما اخبرہ تعالی فی سورۃ الانبیاء وغیرھا بقولہ انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا فنبہ علی علۃ الاجابۃ لدعائھم و انھا ثواب لھم بطا عتھم و تعجیلھا جزاء لمسارعتھم الی ماکلفوابہ و فی ذلک حث علی الطاعۃ —

کہ چونکہ مغز حیوان کے اعضا کا حاصل غذا اور مضبوط کرنے والا ہوتا ہی اور اعضا کی بقا اُس سے قایم ہی، اسلیئے دعا کو اُسکے ساتھہ تشبیہہ دیگئی- کیونکہ دعا بھی یہی عمل کرتی ہی اور جو کیفیت حضور قلب کی دعا میں پائی جاتی ہی وہ دوسری عبادت میں نہیں ہوتی — مثلاً نماز، روزہ، حج یا اور کوئی عبادت انسان کرتا ہی تو ان میں اکثر اُسپر غفلت رہتی ہی، مگر جب دعا کرتا ہی اور خدا کی طرف ہاتھہ اوٹھاتا ہی تو اُسکے دل میں خدا سے توسل پیدا کرنے کی ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہی اور حضور قلب زیادہ ہوتا ہی — اور حضور قلب اورتوسل الی اللہ کیا ہی، یہی مغز عبادت ہی - اور اسی وجہ سے داعی کی فضیلت عابد پر ثابت ہوتی ہی - اسلیئے کہ دعا میں تذلل کا اظہار اور ذل عبودیت اور عز ربوبیت مع حضور قلب موجود ہی، پس داعی عابد ہی نہ اُس کا عکس - اور خدا کے اس قول سے جو اُسنے سورہ انبیا میں انبیا کی نسبت فرمایا ہی کہ" انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا " دو باتیں معلوم ہوتی ہوں - اول یہہ کہ شوق اور خوف خواہش اور ڈر دونوں حالت میں انبیا دعا کیا کرتے تھے - اور یہہ دونوں حالتیں وہ ہیں جن میں کسی نکسی چیز کی طلب مضمر ہوا کرتی ہی - دوسری یہہ کہ اُنکی دعا کی اجابت کا سبب یہہ ہی کہ وہ نیک کام کیا کرتے تھے اور خدا اُنکی دعا قبول کرتا تھا تاکہ اُنھوں عبادت کرنے کا اور شوق پیدا ہو *

الداعي مادام يبقى خاطرہ مشغولا بغيرالله فانہ لا يكون داعيا الله فاذا فنى عن الكل صار مستغرقا فى معرفۃ حد الحق فاستقم ان يبقى فى ھذا المقام ملاحظا لحقہ وطالبا لمصيبہ فلما ارتفعت الوسائط بالكلية فلا جرم حصل القرب فانہ مادام يبقى العبد ملتفتا الى غرض نفسہ لم يكن قريبا من الله تعالى لان ذلک الغرض يحجبہ من الله فثبت ان الدعاء يفيد القرب من الله فكان الدعاء افضل العبادات —

اس مقام پر یہہ کہا جاسکتا ہی کہ حضور قلب اورخلوص الی اللہ اُسی وقت ہوسکتا ہی * جب دل ذاتی اغراض سے فارغ ہو - اگر دعا کرنے والا ذاتی غرض رکھتا ہی تو اُسے حضور قلب اور اخلاص کا درجہ حاصل ہی نہیں ہوسکتا * اس لیئے وہ دعا جس میں کوئی امر مسئول عنہ داخل ہو مخ العبادۃ ہوہی نہیں سکتی — چنانچہ اس شبہہ کو امام رازی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہی - وہ فرماتے ہیں کہ "داعی کا دل جب تک خدا کے سوا اور چیزوں کی طرف متوجہ ہی داعی نہیں ہوسکتا اور جب سب سے الگ ہوکر خدا کی معرفت میں قرب جاتا ہی تو نا ممکن ہی کہ اُس وقت اُس کے دل میں کوئی ذاتی غرض اور ارادہ باقی رہجاے پس جب تمام واسطے درمیان سے اُٹھہ جاتے ہیں خدا کا قرب حاصل ہوتا ہی اور جب تک بندہ اپنی نفسانی خواہش کی طرف متوجہ رہتا ہی خدا سے قرب حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ یہی خواہش نفسانی اُسکو خدا سے دور رکھتی ہی" بلاشبہہ اس سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ دعا کو جو مغز عبادت کہا گیا ہی وہ اسی خیال سے کہ اخلاص الی اللہ پورے طور پر ہو، اور اخلاص اُسی وقت پورا ہوتا ہی جبکہ کوئی ذاتی غرض باقی نرہے، مگر یہہ درجہ انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کا ہی- جنکی ملتہاء آرزو اور ملتہاء سعی صرف یہہ ہوتی ہی کہ وہ خدا سے تقرب اور توسل حاصل کریں، اور اپنے آپ کو اُسکی ذات میں فنا کردیں، اور اُس کے جلال و جمال کے مشاہدہ میں مستغرق، اور ہر حال میں قضاء الہی پر راضی اور ہر تکلیف و مصیبت پر خوش رہیں - مگر اس سے یہہ امر کہ دعا میں کوئی امر مطلوب نہیں ہوتا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ برخلاف اُسکے اس بات کی تائید ہوتی ہی کہ دعا کسی خواہش سے خالی نہیں ہوتی *

وہ بندے جو دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنی ذاتی اغراض کی طلب سے مستغنی نہیں ہیں ' وہ اپنی حاجتیں اور مرادیں خدا سے مانگتے ہیں مگر خدا سے مانگتے وقت اُنکی حالت بھی اپنے درجہ کے موافق ایسی ہوجاتی ہی کہ معمولی عبادت کی بہ نسبت دعا کو وقت خدا کو طرف زیادہ راجع اور زیادہ متوجہ ہوتے ہیں — اور جو صدیقیت اور معرفت کا درجہ رکھتے ہیں ' اُنکی دعائیں گو اغراض نفسانی سے خالی ہوتی ہیں مگر وصال الہی اور رحمت ایزدی کی طلب سے خالی نہیں ہوتیں — اور اسی لیئے یہہ کہا گیا ہی کہ دعا محبت اور رضا بقضاء الہی کے خلاف نہیں ہی — امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے کہ رضا بقضاء اللہ اعلی ترین مقامات ہی تو انبیا نے جب اُنکو کسی قسم کی تکلیف پہونچی ہی کیوں دعا کی ہی حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جن سے بڑھکر کسی کو درجہ محبت اور مرتبہ رضا نہیں دیا گیا خود دعا کی ہی بلکہ اللہ جل شانہ خود اپنے بندوں کی تعریف کرتا ہی کہ " یدعوننا " کہ ہم سے دعا کرتے ہیں — جواب اس کا یہہ ہی کہ دعا بھی اظہار احتیاج اپنے ہی محبوب سے ہی اسی لیئے وہ منافی رضا نہیں اور دعا میں لطف مناجات ہی کہ جس کے سبب سے اولیاء اللہ دعا کرتے ہیں اور اس میں اظہار جلال اور قدرت اللہ جل شانہ کا ہوتا ہی — اور اس حیلے سے اللہ جل شانہ سے باتیں کرنے کا موقع ملتا ہی اور سوائے اس کے اور کوئی غرض دعا سے نہیں ہی کہ خود اللہ جل شانہ دعا کرنے کا حکم دیتا ہی کہ مجھسے مانگو پس اگر دعا نکریں تو استغنا اور بے پروائی معلوم ہو *

من همی دانم که می خواهد دلش * تا بود غوغا به گرد مقزلش
می کلم چندان فغان درحضرتش * تا فرود آید زبالا رحمتش
چیست أدعونی کدامست إسئلوا * گرنمی خواهد گدایان راغلو
آه و گریه بردرش چندان کنم * تا بمخرد آنغنچه راخندانکنم
اے اخی دست ازدعا کردن مدار * تا قبول و بارد آنت چه کار

شیخ ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو چاہیئے کہ دعا میں شوق اور فرحت اُسکو مناجات سے ہو ' اور یہہ سمجھے کہ یہہ ذریعہ محبوب کی یاد کا ہی ' قضاء حاجت اور حصول مطلب پر کچھہ التفات نکرے — جس قدر دیر اجابت میں ہو اُتنا ہی شوق زیادہ ہو ' اور سمجھے کہ ہم مقبولان بارگاہ الٰہی سے ہیں — اور مناجات کا ذریعہ اور باتوں کا وسیلہ ابھی باقی ہی — ایسے ہی دعا کرنے والوں کی شان میں مولنا کہتے ہیں —

دل زحرص مدعا خالی شدہ * ذوق عجز و بندگی حالی شدہ
گر اجابت کرد شان فہو المراد * ورنہ بادیدار نقد آیند کشاد
ہیچ نبود از دعا مطلوب شان * جز سخن کردن باں شیریں زبان
در کند رد لذت آں بیشتر * بہر تقریب سخن یار دگر

بالشبہہ اس قسم کی دعا اور اسطرح کی اجابت اصل عبادت اور مغز عبادت ہی — اور اس سے آپ کا یہہ قول ثابت ہوتا ہی کہ جو شخص اس طرح پر خدا کو پکارتا ہی خدا اُسکو قبول کرتا ہی — اور آپ کا یہہ ارشاد بھی بالکل مذہب کے مطابق معلوم ہوتا ہی کہ دعا عبادت ہی جو دل سے اور خشوع اور خضوع سے ہو اُسکے قبول کرنے کا خدا نے وعدہ فرمایا ہی — اور وہ کبھی نامقبول نہیں ہوتی اور استجابت دعا کی ٹھیک مراد عبادت کے قبول کرنے اور انسان کے دل میں جو حالت کہ صدق دل سے عبادت کرنے میں پیدا ہوتی ہی اُس کے پیدا ہونے کے ہیں — مگر یہہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے ' کہ یہہ دعا صدیقین اور عارفین اور فنا فی اللہ کے درجہ پر پہونچے ہوؤں کی ہوتی ہی — جو لوگ اس درجہ پر پہونچے ہوئے ہوتے ہیں وہ کسی غرض اور کسی مقصد کے لیئے عالم اسباب پر نظر ہی نہیں کرتے بلکہ عالم اسباب کو لاشی محض سمجھتے ہیں — وہ ملاحظہ وسائط و اسباب سے بالکل بے خبر اور صرف مسبب الاسباب کی طرف متوجہ رہتے ہیں " صرف اللہ اعینہم عن ملاحظۃ الوسائط والاسباب الی مسبب الاسباب و رفع ہممہم عن الا لتفات الی ماعداہ ' والاعتماد علی مدبر سواہ ' فلا یدعون الا ایاہ علما بان جمیع اصناف الخلق عباد امثالہم لایمتلک عند ہم الرزق وانہ مامن ذرۃ الا الی اللہ خلقہا وما من دابۃ الا علی اللہ رزقہا فلما تحققوا انہ لرزق عبادہ ضامن وبہ کفیل توکلوا علیہ فقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل " کما قال ذوالنون المصری لما سئل عن التوکل ان التوکل خلع الاسباب وقطع الاسباب ' وقال بعضہم ان فی المقدورات اسبابا خفیۃ سوی ہذہ الاسباب الظاہرۃ فلابد من

التعلق للہ تعالی فی کل حال وترک کل سبب یوصل الی السبب حتی یکون الحق ہوالمتولی لذلک فترک الاسباب ثقۃ باللہ تعالی *

مگر چونکہ عالم معاملہ میں یہہ مثالیں اور یہہ حالتیں نہ بیان کے لایق ہیں اور نہ نظور کے قابل نہ اُنکی تقلید ہوسکتی ہی نہ پھروی اسلوئے وہ درجہ دعا کا جس کا اُوپر ذکر ہوا اور وہ اجابت جس کی حقیقت اوپر بیان کی گئی ہماری بحث سے خارج ہی *

ہمکو تو صرف یہہ دیکھنا چاہیئے کہ عرفی اور عام معنی دعا کے کیا ہیں — اور اُسکو کس سبب سے عبادت کہا گیا ہی — چنانچہ میں پچھلے خط میں قرآنی شہادت سے ثابت کرچکا کہ دعا کے معنی ہیں خدا سے کسی حاجت کا مانگنا — اور اس عریضہ میں بیان کردیا کہ بوجہ اس کے کہ دعا میں خشوع اور خضوع اور ابتہال الی اللہ ہوتا ہی وہ عبادت ہی — اور نیز اس بات کو بھی ثابت کرچکا کہ ہر دعا عبادت ہی مگر ہر عبادت دعا نہیں ہی یعنی دونو میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہی — اور یہہ امر ظاہر بھی ہی ' کہ دعا میں اگر کوئی امر مضمر نہو اور داعی اُسکو حصول مقصد کے لیئے مفید نسمجھے ' تو نہ دعا کرنے والے کے دل میں رجوع الی اللہ کی تحریک پیدا ہوسکتی ہی ' نہ دعا کرنے سے اُس کا دل تسلی پاسکتا ہی — آپ نے اگرچہ دعا کرنیکا سبب نہایت عمدہ اور معقول بیان فرمایا ہی — مگر اُس سے میرے دل کو پوری تشفی نہیں ہوتی — آپ اپنے رسالہ الدعا والاستجابۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ " انسان کی فطرت میں یہہ بات داخل ہی کہ جب اُسپر مصیبت آتی ہی اور اُس کے دلکو اضطرار ہوتا ہی تو وہ کسیکی طرف استمداد اور استعانت کے لیئے رجوع کرتا ہی — اگر وہ امر ایسا ہو کہ کوئی انسان اُس کی مدد کرسکتا ہی تو وہ انسان کی طرف رجوع کرتا ہی اور اگر وہ امر کسی انسان کی مدد سے بالا تر ہی تو کسی ایسی ہستی سے امداد چاہتا ہی جو اُسکے نزدیک اُس امر میں مدد کرسکتی ہی — مگر خدا نے ہمکو ایاک نعبد اور ایاک نستعین کی تعلیم دی ہی اور اُس کا لازمہ یہہ ہی کہ ہم کسی امر میں سوائے خدا کے اور کسی سے مدد نہ چاہیں وہ کیسا ہی بڑا یا کیسا ہی چھوٹا ہو " — مجھے اور تمام مسلمانوں کو آپ سے اتفاق ہوجاتا اگر آپ اپنے ان عمدہ الفاظ میں یہہ اور بڑھا دیتے کہ " جس ہستی سے مدد چاہی جاتی ہی وہ مدد دینے کی قوت بھی رکھتی ہو اور مدد بھی دیسکتی اور دیتی ہو " ورنہ یہہ آپ کا پاکیزہ اور عارفانہ بیان جس سے معرفت اور توحید کا اعلی خیال ظاہر ہوتا ہی ' مثل ایشیائی شاعروں کی تعریف کے ہم نافہم آدمیوں کے نزدیک حقیقی نہ ٹھہریگا — اسلیئے کہ یہہ بیان تو آپ کا نہایت شان دار ' پر اثر ' اور معرفت و حقیقت سے بھرا ہوا ' اور توحید کا لب لباب ہی — اور جس سے عالم اسباب سے بالکل قطع نظر کرنے کی ہدایت پائی جاتی ہی — اور دوسرا ارشاد آپ کا کہ دعا نہ اسباب حصول مقصد سے ہی نہ اُن اسباب کی جمع کرنے والی ہی — اُس سے ایسا متفاض ہی کہ دونوں ایک دماغ کے نکلے ہوئے خیال معلوم ہی نہیں ہوتے — پہلے ارشاد سے آپ کے دوسرے کو نہ کچھہ اتحاد ہی اور نہ کچھہ مناسبت — ایک میں خالص توحید کا جلوہ نظر آتا ہی — دوسرے میں اسباب پر بھروسہ کرنے اور خدا سے سروکار نرکھنے کی تاریک تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہی — ایک میں تو آپ یہہ فرماتے ہیں کہ ایاک نعبد وایاک نستعین پر جو خدا کی تعلیم ہی پورا عمل کرنا ' اور نہ کبھی بڑی نہ کسی چھوٹی چیز میں سوائے خدا کے دوسرے سے مدد کرنیکی خواہش دل میں لانی چاہیئے — اور دوسرے مضمون میں آپ صاف صاف فرماتے ہیں کہ مطلب اُنہیں اسباب کے جمع ہونے سے ہوتا ہی جو خدا نے مقرر کردیئے ہیں اور دعا نہ اُن اسباب سے ہی اور نہ اُن اسباب کی جمع کرنے والی ہی " — جسکو صاف اور سیدھے لفظوں میں اسطرح پر سمجھنا چاہیئے کہ خدا معیفہ قانون میں جسے قانون قدرت کہا جاتا ہی نہ دخل دیتا ہی اور نہ دے سکتا ہی — اور جس کا نتیجہ لازمی یہہ ہوتا ہی کہ ہمکو ایک ایسی بے درد قوت سے پالا پڑتا ہی جسکو ہم سے نہ ہمدردی ہی اور نہ جسکو ہمارے دکھہ درد کا خیال ہی ' بلکہ ہمکو خود اپنے لیئے اُن اسباب کا جمع کرنا اور اُنہیں پر بھروسہ رکھنا

ضرور ہوتا ہی ' اور کسی دوسری صورت خارجی قوت کو ہمارے فعل و عمل کے سوا اُس میں دخل نہیں — ایسے تقاضی اور مخالفت کی حالت میں اگر میں یہہ سوال کروں تو قابل معافی ہونگا ' کہ ان دونوں مخالف باتوں میں اتحاد ثابت کرکے مجھے غلط فہمی سے نجات دیجیئے — مجھے حقیقت میں اپنی فہم پر نہایت افسوس ہوتا ہی کہ میں آپ کی سیدھی سادھی عبارت کو بھی نہیں سمجھہ سکتا — اور فطرت انسانی کے معمولی خواص بھی نہیں جانتا — آپ تو صاف صاف فرماتے ہیں کہ انسانی فطرت کا یہہ خاصہ ہی کہ وہ مصیبت کے وقت کسی کی مدد اور استعانت چاہتا ہی — مگر میری سمجھہ میں یہہ بات نہیں آتی ' کہ وہ اُس ہستی سے کیونکر مدد کی خواہش کرسکتا ہی جسکو مدد دینے کی طاقت رکھنے والا نسمجھتا ہو ' اور کیونکر کوئی انسان کسی ایسی ذات سے کچھہ مانگنے کی جرأت کرسکتا ہی جو دینے سے مجبور و معذور ہو — میں اپنی فطرت کو دیکھتا ہوں ' تو مصیبت کے وقت اُسی سے مدد مانگنے کی خواہش میرے دل میں پیدا ہوتی ہی جسکی سخاوت اور فیاضی ' مہربانی اور رحم کی اُمید ہو ' جسکی نسبت ہمدردی اور دکھہ درد پر خیال کرنیکا یقین ہو ' اور جس کو تجربہ یا شہادت یا دیگر وسائل سے مدد کرنے والا سمجھتا ہوں — یہی خاصہ غالبا بلکہ یقینا تمام انسانی فطرت کا ہی مگر جبکہ خدا قوانین فطرت کا پابند سمجھا جائے ' اور قوانین فطرت بھی وہ جس کو ہم اپنے ناقص تجربہ سے قانون فطرت سمجھتے ہوں ' تو وہ کونسی انسانی فطرت ہوگی کہ ایسے خدا سے مصیبت کے وقت رجوع کریگی ' اور اُس سے دعا مانگیگی — دعا کا خیال تو اُسی وقت پیدا ہوسکتا ہی جبکہ ہم یہہ سمجھیں کہ اُس سے مانگنا خود قانون قدرت کا کوئی فقرہ ہی — اور دعا علت و معلول کی زنجیر کی خود ایک کڑی ہی — گو ہم اُس فقرہ اور کڑی کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہوں غرضکہ گو دعا کے متعلق آپ نے نہایت لطیف اور پاکیزہ عبارت میں اپنے خیالات ظاہر کیئے ہیں — اور گو آپ نے اکثر آیات اور احادیث کی جو دعا کے متعلق ہیں تفسیر اور تشریح بہت عمدگی اور نہایت خوبی سے فرمائی ہی — مگر آخر نتیجہ آپ کی تقریر کا یہہ نکلتا ہی کہ خدا سوائے مقررہ اسباب کے خود نہ مدد کرتا ہی نہ کرسکتا ہی — پس جو کچھہ آپ نے لکھا ہی وہ اگرچہ ایک نہایت عمدہ دلفریب اور خوبصورت خدا کی ذات و صفات کی تصویر ہی — خط و خال اُسکے نہایت سچے ' شبیہ اُسکی نہایت پرشان مگر کسر اتنی ہی کہ اُس میں جان نہیں ہی *

غرضکہ آپ کی دو مختلف تحریروں سے دو مختلف خیال پیدا ہوتے ہیں — پہلی تحریر ہمارے مطابق ہی اور دوسری ہمارے مخالف — پہلے خیال کو جو مانیگا فیکون قلبہ متعلقا بربہ ' معتصما بحبلہ ' متوکلا علیہ فی جمیع احوالہ ' مسندا ظہرہ الیہ فی جمیع متصرفاتہ ' داعیا لہ فی جمیع اوقاتہ ' سائلا منہ کل حوائجہ ' مفوضا الیہ سائر امورہ — اور جو شخص آپ کے دوسرے خیال کی غلطی میں پڑ کر اور جو مطلب اصلی آپ کا ہی اُسے نسمجھکر صرف اسباب ہی پر نظر رکھے گا — فالاریب فی انہ یکون معرضا عن ربہ ' ناسیا ذکرہ ' غافلا عن دعائہ ' مشغولا بماخولہ ' من اعراض دنیاہ ' و ممکن لہ فیہا ' و ملکہ منہا ' فہو لایذکر ربہ ' الا ساہیا ' ولا یدعوہ الا لہوا ' ولایسئالہ الابطرا ورباء ' ویکون معتصما بالدنیا و اسبابہا ' ویکون جاہلا بربہ ' فیبقی محجوبا عنہ طول عمرہ فی دنیاہ ' و فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا *

محسن الملک

اگلے خط میں اُن اعتراضات سے بحث کرونگا جو آپ نے یا اوروں نے دعا پر کیئے ہیں فقط

مضمون نمبر ۲۸

لاترتوق بماوعدہ اللہ

نعوذ باللہ منہا

یعنی خدا کے وعدوں کا کچھہ اعتبار نہیں ہی — ایک شاعر نے کہا ہی *

خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن
رہے ہی خرف مجھے اُسکی بے نیازی کا

میاں ! تم کیا کہتے ہو — اگر خدا ہی کے وعدوں پر اعتماد نہ ہوگا تو پھر کسکے وعدوں پر اعتماد ہوگا *

تم تو مجھکو نیچری معلوم ہوتے ہو جو یہہ کہتے ہیں کہ خدا نے جو قانون قدرت بنایا ہی اُسکے برخلاف نہیں کرتا *

میاں ! تم سمجھتے بھی ہو کہ اگر خدا اپنے وعدوں کے برخلاف کرے تو خدا پر کذب لازم آتا ہی — پھر خدا کیا نعوذباللہ جھوٹا وعدہ کرتا ہی ؟ *

ہاں جی ہاں — خدا کے اوپر اگر جھوٹا وعدہ کرنا لازم آتا ہی تو آیا کرے مگر میں تو نیچریوں کے عقیدہ کو نہیں ماننے کا ﷺ اللہ نے وعدہ کیا ہی کہ منافق مرد اور منافق عورتیں اور کافر ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہینگے اور وہی اُن کے لیئے کافی ہی — لعنت کی ہی اُن پر اللہ نے اور اُنکے لیئے ہی اذل عذاب *

اور ایک جگہہ خدا نے کہا ہی کہ وعدہ کیا ہی اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے بہشت کا بھتی ہیں اس میں نہریں ہمیشہ رہینگے اُس میں اور اچھے مکانوں کا ہمیشہ کے بہشت میں اور اللہ کی خوشنودی بڑی ہی اور یہہ بڑی کامیابی ہی — پھر کیا یہہ وعدہ جھوٹا ہی اور اعتبار کے لایق نہیں ہی ؟ *

وعد اللہ المومنین والمومنات جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر ذلک ہو الفوز العظیم —

کون کہتا ہی کہ جھوٹا ہی — مگر تمکو یہہ بھی معلوم ہی کہ خدا قادر مطلق ہی — جو چاہتا ہی — سوکرتا ہی — کیا قران میں یہہ نہیں ہی کہ " یفعل مایشاء ویحکم مایرید " پھر اگر خدا نے اپنے قادر مطلق ہونے کے سبب سے منافقوں اور کافروں کو تو بہشت میں بھیجدیا اور مسلمانوں کو دوزخ میں — تو پھر تم اُسکا کیا کرلوگے — اگر تم یہہ کہو کہ خدا کو اپنا وعدہ پورا کرنا ضرور ہی تو اس سے خدا کی مجبوری لازم آتی ہی اور وہ فاعل مختار نہیں رہتا اور وہ تو ایسا ہی ہوجاتا ہی جسکو خود کچھہ اختیار نہ ہو — بت میں اور ایسے خدا میں کیا فرق ہی ہم تو ایسے خدا کو نہیں مانتے جسکو کچھہ اختیار نہ ہو — نیچری بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خدا نے جو قانون قدرت بنایا ہی اُس کے برخلاف نہیں کرتا تو ہم اُن پر یہی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خدا قانون قدرت کے برخلاف نہیں کرتا یا جو مقدرات اُس نے مقرر کردیئے ہیں اُنکے برخلاف نہیں کرسکتا تو ہم اُنکے عقیدہ کو اسی لیئے نہیں مانتے کہ خدا بعرض قادر مطلق ہونے کے کات کا پتلا رہجاتا ہی جسکو کچھہ اختیار نہیں — پھر اگر خدا اپنے وعدوں کے برخلاف نکرتا ہو اور نہ کرسکتا ہو تب بھی وہ ایک کات کا پتلا رہجاتا ہی — تو جب ہم اُسکو نہیں مانتے تو اسکو کیوں مانیگے *

میاں تم ذرا سمجھکر بات کہو — کہ اگر کوئی بڑا بادشاہ اپنی خوشی سے کسی انعام کا وعدہ کرے جس میں اُسپر کسیکا زور زبردستی نہ ہو — یا اپنی رعیت کے لیئے کوئی قانون بنائے اور اُس قانون کو نہ توڑے تو اُس وعدہ کے پورا کرنے سے اور قانون کے نہ توڑنے سے اُسکا قادر مطلق ہونا کیونکر جاتا رہتا ہی *

اجی ! نہ جاتے رہنے کے کہا سر پر سینگ ہوتے ہیں جب وہ اپنے وعدہ کے خلاف نکرسکا اور نکیا اور جو قانون اُسنے بنایا تھا اسکو نہ توڑا اور نہ توڑ سکا تو بے اختیار ہوگیا یا نہیں — پھر وہ قادر مطلق کہاں رہا *

میاں ذرا غور تو کرو کہ خدا تعالی کے تمام مقدرات مقرر کیئے ہیں اور وہ مقدرات کسیطرح نہیں ٹلتے جو ہونی ہی وہ ہوتی ہی اور جو ان ہرنی ہی وہ نہیں ہوتی — پھر اس سے کیا خدا کے قادر مطلق ہونے میں کچھہ فرق آتا ہی *

ہاں ہاں فرق آتا ہی وہ قادر مطلق نہیں رہتا — ایسے بے اختیار خدا سے نہ کوئی محبت رکھسکتا ہی نہ اسکی عبادت کرسکتا ہی ایسے خدا سے تو بت بہتر ہیں کہ اگر ہم اُنکو اُٹھاکر کسی کے سر پر ماریں تو اسکا سر تو پھٹ جائیگا مگر جس خدا کا تم ذکر کرتے ہو اُس سے تو یہہ بھی نہیں ہوسکتا *

میاں تم یہہ تو سمجھو کہ ہرایک کی موت کا وقت مقرر ہی — نہ اُسوقت سے پہلے آتی ہی نہ اُس سے پیچھے — خدا نے خود فرما دیا ہی " اذا جاء اجلہم لایستقدمون ساعۃ ولایستاخرون " پھر وقت معین پر موت آنے سے کیا خدا کا قادر مطلق ہونا باقی نہیں رہتا *

ہاں اگر ہم خدا سے دعا کریں کہ فلاں شخص کی موت کا جو وقت معین ہی وہ ٹل جاے یا اُس وقت سے پہلے اُسکو موت آجاے — اور خدا اسکی موت کو نہ ٹلادے یا اسکو وقت سے پہلے نہ بلالے تو وہ قادر مطلق نہیں رہتا — خدا تو بڑی چیز ہی — اُسکے بندے جو کامل ہیں اور ولی اللہ ہیں وہ بھی تو ایسا کرسکتے ہیں — پھر اگر خدا ایسا نہیں کرسکتا تو قادر مطلق کاہیکا ہی — تم نے سنا نہیں کہ حضرت موسی نے اپنی عمر میں سے دس برس حضرت یوسف کو دیدیئے تھے — اور جو وقت حضرت یوسف کے مرنیکا تھا اُس سے دس برس زیادہ وہ زندہ رہے — خدا نے اپنے قادر مطلق ہونے سے حضرت یوسف کو اُنکی موت کے وقت سے دس برس زیادہ زندہ رکھا — حضرت موسی کی موت کا جو وقت مقرر تھا اُس سے دس برس پہلے ملک الموت تشریف لائے — انہوں نے کہا ہیں ! ! تو ابھی کہاں آیا — میری عمر میں ابھی دس برس باقی ہیں اور دس برس جو حضرت یوسف کو دیئے تھے اُس سے نات گئے اور ملک الموت کو ایک گھونسا مارا اور وہ روتا ہوا خدا کے پاس گیا — خدا نے بسبب اپنے قادر مطلق ہونے کے کہا کہ خیر دس برس موسی کو اور زندہ رکھدے دو — اور یوسف کو بھی دس برس اور زندہ رکھدیا — یہہ معنی ہیں قادر مطلق ہونے کے اور ہم تو ایسے ہی خدا کو مانتے ہیں اور جسکو تم خدا کہتے ہو اسکو تو ہم کات کا پتلا جانتے ہیں *

میاں اب تمہارے سمجھانے کی کچھہ اُمید نہیں رہی — تم کسیکے سمجھانے سے نہیں سمجھنے کے خدا تمکو ہدایت کرے *

سعد احمد

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم جمادي الاول سنہ ۱۳۱۳ هجري سنہ ۱۳۲۵ نبوي [نمبر ۸

مضمون نمبر ۲۹

مکاتبات دلچسپ

متعلق تفسیر

ساتواں خط نواب محسن الملک مولوي سید مهدي خاں صاحب کا -

بنام

جناب سر سید احمد خاں صاحب - کے سي ایس آئي دام ظلهم —

مقام بمبئي - ۲۰ اگست سنہ ۱۸۹۵ ع

جناب عالي - اب میں اُن اعتراضات کو بیان کرتا هوں جو دعا اور اجابت دعا پر کیئے گئے هیں - اور اُن کي دو قسمیں هیں ایک مذهبي یعني جو خود اهل مذهب نے بلحاظ مذهبي اصول کے کیئے هیں — دوسري علمي جو فلسفہ اور سائنس کے ماننے والے کرتے هیں — اس خط میں مذهبي اعتراضات سے بحث کرتا هوں *

منجملہ اُن اعتراضات کے اهم اور مشکل وہ دو اعتراض هیں جو آپ نے اپنے رسالہ الدعا والاستجابہ میں بیان فرمائے هیں " کہ اگر استجابت دعا کے معني اُس سوال کے پورا کردینے کے قرار دیئے جائیں تو اس میں دو مشکلیں پیش آتي هیں- اول یہہ کہ هزاروں دعائیں نہایت عاجزي اور اضطرار سے کي جاتي هیں مگر سوال پورا نہیں هوتا — جس کے معني یہہ هوتے هیں کہ دعا قبول نہیں هوئي — حالانکہ خدا نے استجابت دعا کا وعدہ کیا هی — دوسرے یہہ کہ جو امور هونے والے هیں وہ مقدر هیں یعني علم الهي میں هیں اور جو نہیں هونے والے هیں وہ بھي علم الهي میں هیں اُن مقدرات کے هر گز برخلاف نہیں هوسکتا پس اگر استجابت دعا کے معني سوال کا پورا هونا قرار دیئے جائیں تو خدا کا یہہ وعدہ کہ ادعوني استجب لکم اُن سوالوں پر جن کا هونا مقدر نہیں هی کسي طرح صادق نہیں آسکتا - منجملہ ادعوني استجب لکم کا وعدہ عام هی اور اس میں کوئي چیز اور کوئي شخص

ستثنی نهیں هی اور جبکه یهه ثابت هی که حصول سوال منحصر مقدر پر هی تو استجابت دعا کا وعده خدا نے کیا هی وه اور کوئي معني رکهتا هی — " اور پهر آپ نے سکے معني بهي آیندہ چلکے بیان فرمائے هیں — که " ستجابت دعا کي ٹهیک مراد عبادت کے قبول کرنے اور انسان کے دل میں جو حالت که صدق دل سے عبادت کرنے میں پیدا هوتي هی اُسکے پیدا هونے کي هوئي " — اور س تقریر سے آپ نے گویا ثبوت اُس قول کا فرمایا جو ابتداء رساله میں آپ نے لکها هی که " دعا کے معني ندا کے هیں خدا کو پکارنا اور اُسکي طرف متوجه هونا اور اُسکو حاضر سمجهنا اور اُسکے اله اور معبود بر حق هونے کا اقرار کرنا دعا هی — اور جو شخص که اس طرح پر خدا کو پکارتا هی خدا اُسکو قبول کرتا هی " — اور یهي معني آیه " قال ربکم ادعوني استجب لکم اور آیه واذا سئالک عبادي عني فاني قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوالي ولیومنوني لعلهم یرشدون " کے آپ نے لیئے هیں — یهه بیان آپ کا جیسا که میں اپنے پچهلے خط میں لکهه چکا هوں ایک طرح سے نهایت صحیح اور درست هی — اور اس بیان میں آپ هي منفرد نهیں هیں — بلکه چهه سو برس پهلے اسي خیال کو امام محي الدین بن عربي بهي ظاهر کرچکے هیں — چنانچه اُنهوں نے فتوحات مکیه کے پانچ سو تهتیسویں باب میں آیه " و اذا سئالک عبادي عني فاني قریب الخ" کي تفسیر میں جو کچهه فرمایا هی اُسے میں نقل کرتا هوں وه اول اشعار لکهتے هیں پهر مضمون' میں اُن سب کو بیان کرتا هوں وه فرماتے هیں — که " جو شخص درگاه الهي میں حاضر نهو اُسکے لیئے دعا حجاب هی — یهي بات حق هی ایسي که اس سے انکار نهیں هوسکتا اور خداوند تعالی اپني ذات اور اپنے علم سے قریب هی — اور وهي هی که هر حال میں موجود هی — لیکن جب اُسکي دعوت نے تجهے طلب کیا — اس وجه سے تجهکو یهه مقام حضوري عطا کیا — جب تونے جان لیا که وه وهي هی جو دعا کرتا هی — پهر کس کو تو پکارتا هی اور کس کا تو قصد کرتا هی — اُسی سے مانگ هرایک امر اور اُن لوگوں میں سے مت هو — جو دعا کو بڑا حجاب سمجهتے هیں — خداوند تعالی نے خبر دي هی که وه سائلوں کا سوال قبول فرماتا هی — پس یهه خبر هی اس امر کي که خداوند تعالی کے قبضه قدرت میں هر امر کي بادشاهي هی — اور فیز خداوند تعالی نے اجابت کي خبر دي تاکه سائل اپنے حال کا تحفظ کرے اور جس کا سوال کرتا هی اُس میں تامل کرے — اسلیئے که هر سوال کي اجابت ضروري هی — اور بغده کبهي ایسي چیزیں طلب کرتا هی جس میں اُسکي بهتري نهیں هوتي بوجه اسکے که وه مصالح امور کو نهیں جانتا — پس خداوند تعالی کا خبر دینا اجابت کا یهه تنبیه اور تحذیر هی اس بات کي که بغده کسي قسم کا سوال نکرے مگر اُن امور کا جنکو جانتا هو که انکے مانگنے میں دنیا اور آخرت کي بهلائي الله کے پاس میرے لیئے رکهي هی — پس جو شخص که اس آیت کو تنبیه کے طور پر پڑهیگا تو وه خدا تعالی سے اپني کسي حاجت کو دنیا کي حاجتون

ان الدعاء حجاب من لایشهد هذا هو الحق الذي لایجحد و هو القریب بعلمه وبعیقه وهوالذي في کل حال یشهد لکنه لما دعاک دعوته من قبل ذا اعطاک هذا المشهد فاذا علمت بانه عین الذي یدعو فمن تدعوه اومن تقصد فادعوه امرا لا تکن ممن یري ان الدعاء هو الحجاب الابعد

ثم اخبر انه مجیب سوال السائلین فهو اخبار بان یبده ملکوت کل شي مواخبر بالاجابة لیتحفظ السائل ویراقب ما یسئال فیه لانه لابدله من الاجابة فقد یسئال العبد فیما الاخیر له فیه لجهله بالمصالح فهو تنبیه من الله وتحذیر ان لایسئل الا فیما یعلم ان له فیه الخیر الوافر عندالله في الدنیا والاخرة فمن اخذ هذا الذکر علی جهة التنبیه فلا یسئال الله تعالی في حاجة من حوائج الدنیا علی التعیین ولکن یسئال فیما الله خیر فیه مما یعلمه الله مجهما لایعین فاذا عین ولابد فلیسئال فیه الخیرة وسلامة الدین و لما تعیینه في السوال فیما یرجع الی امر الدین فلیعین ماشاء ولاحرج فیه ولاغائلة و کذلک ما یسئال فیه مما یتعلق بالاخرة ولکن هذا شرط ابیحه في هذا الذکر من اجل ماترمی في الواقع من عدم الاجابة لانکر الناس فیما یسئالون فیه ربهم فاعلم ان الله اخبر انه یجیب دعوة الداع اذا دعاه ومادعاه ایاه الا عن قوله حین یناديه باسم من اسمائه فیقول یا الله او یا رب او یاذا المجد والکرم ومااشبه ذلک فالدعاء نداء وهو تنبه بالله فالاجابة هذا القدر الذي هوالدعوة وبها سمي داعیا ان یلبیه الحق فیقول لبیک فهذا الابد منه من الله في حق کل سائل ثم ما یاتي بعد هذا النداء فهو خارج عن الدعاء وقد

وقعت الاجابة كماقال فيوصل بعد الفداء من الحوائج ماقام في خاطره مماشاء ولم يضمن في هذا الذكر اجابته فيماسئل فيه و دعاء من اجله فهو ان شاء قضى حاجته وان لم يشأ لم يفعل ولهذا سائل مسئول فيه يقضيه الله لعبده وذلك رحمة به فانه قد يسئال فيما لا خير له فيه فلو ضمن الاجابة في ذلك لوقع ويكون فيه هلاكه في دينه واخرته وربما في دنياه من حيث لا يشعر فمن كرمه انه ماضمن الاجابة فيما يسئال فيه وانما ضمن الاجابة في الدعاء خاصة كما بيناه وهذا غاية الكرم من السيد في حق عباده حيث ابقى عليهم –

میں سے معین کرکے نہ مانگیگا بلکہ اُن امور کا سوال کریگا جنکي بهتري خداوند تعالی نے اُسکو مبهم طور پر بتلا دي هو اور تعین کے طور پر سوال نکریگا – اور اگر تعیین کریگا تو سوال میں خیریت اور سلامتي دین کو ضرور هي طلب کریگا – اور اُن امور میں جن کا مرجع دین کي طرف هی اُنکو معین کرکے مانگنا سو جو چاهے سو مانگے اسلیئے کہ دین میں کوئي ایسي بات نہیں هی کہ جس میں کوئي خرابي یا نقصان هو اور ایسے هي وہ امور جن کا تعلق آخرت سے هی – لیکن یہاں ایک شرط هی کہ میں

اُسکو بیان کرتا هوں اس وجہ سے کہ تم اکثر لوگوں کو دیکھتے هو کہ وہ اپنے رب سے سوال کرتے هیں اور قبول نہیں هوتا — جاننا چاهیئے کہ اللہ تعالی نے خبر اس بات کي دي هی کہ وہ داعي کي دعا قبول کرتا هی جب وہ اُس سے دعا کرے – اور داعي کي دعا خدا سے خاص اُسکا وہ قول هی جو دعا کرتیکے وقت اُسکے ناموں میں سے کوئي نام لیکر پکارتا هی – یعني مثلا کہتا هی یا اللہ – یا رب – یا ذا المجد والکرم — اور مثل اس کے – پس دعا بمعني ندا هی یعني خداوند تعالی کا متوجہ کرنا — پس اجابت اسي قدر دعا کے لیئے چاهیئے اور اسي دعوت کي وجہ سے داعي کو داعي کہتے هیں اور وہ اجابت یہہ هی کہ خداوند تعالی اُس کے پکارنے کا جواب دے اور وہ جواب یہہ هی کہ جب بندہ کہتا هی یا اللہ – تو خداوند تعالی فرماتا هی لبیک یعني میں موجود هوں کہہ کیا کہتا هی — پس هر سائل کے لیئے خداوند تعالی کي طرف سے اس قدر جواب هونا ضروري هی – اور دعا کے بعد جو اور کہتا هي وہ دعا سے خارج

هی – جیسے هي بندہ نے کہا یا اللہ تو اُسکي اجابت هوچکي اب ندا کے بعد اپني حاجات دلي میں سے جو چاهتا هی ملتا هی – پس اس آیت کي اجابت میں خداوند تعالی نے اُن چیزوں کو کہ جن کا سوال کرتا هی اور جنکي وجہ سے اسنے دعا کي تهي شامل نفرمایا – پس اللہ تعالی کو اختیار هی کہ چاهے اُسکي حاجت کو پورا کرے اور چاهے نکرے – اسي لیئے یہہ نہیں هی کہ جو خدا سے سوال کیا جاے اُسکو خداوند تعالی پورا هي کردے – اور یہہ بندہ کے حال پر رحمت هی — اس لیئے کہ بسا اوقات ایسي شی طلب کرتا هی جس میں بهتري نہیں هوتي – پس اگر اجابت اس صورت کو شامل هوتي تو جو سوال کررها هی وہ هوتا اور اُسکے هونے میں بندہ کي دین اور آخرت کي هلاکي هوتي – اور اکثر ایسا هوتا هی کہ دنیا هي میں هلاکي هوتي هی اور بندہ کو خبر نہیں هوتي – پس خداوند تعالی کا یہہ خاص کرم هی کہ اُسنے اجابت کو هر سوال میں شامل نفرمایا اور اجابت کو خاص دعا کے هي لیئے رکها – جیسے کہ هم ابهي بیان کرچکے – اور یہہ نہایت هي کرم هی آقا کي طرف سے اپنے بندوں کے حق میں کہ اس حکم کو اُنپر باقي رکها '' – انتهي *

پهر باب پانچ سو چهبن میں جہاں اسماء حسنے کي تشریح امام موصوف نے کي هی المجیب کي شرح میں اجابت کے متعلق یہہ فرماتے هیں کہ '' مجیب هو جسوقت کہ اللہ تعالی تجهکو پکارے – اور جس لیئے پکارتا هی اُسکو سن اور فرمان برداري کر — پهر جاننا چاهیئے کہ اجابت کي دو قسمیں هیں – ایک اجابت امتثال هی یعني خلق کا قبول کرنا جس وقت کہ حق تعالی اُنکو اپني طرف بلاوے دوسري اجابت امتنان هي یعني خداوند تعالی کا

کن مجیبا اذا لالله دعاکا وسمیعا لمادعاک مطیعا

ثم اعلم ان الاجابة على نوعين اجابة امتثال وهي اجابة الخلق لمادعاه اليه الحق واجابة امتنان وهي اجابة الحق لمادعاه اليه الخلق فاجابة الخلق معقولة واجابة الحق منقولة لكونه تعالى اخبر بها عن نفسه واما اتصافه بالقرب في الاجابة فهو اتصاله بانه اقرب الى الانسان من حبل الوريد

فلسبة قربہ من عبدہ قرب الانسان من نفسہ اذادعا نفسہ لامر ماتفعلہ فتفعلہ فما بین الدعاء والاجابۃ الذی ھوالسماع زمان بل زمان الدعاء زمان الاجابۃ فقرب الحق من اجابۃ عبدہ قرب العبد من اجابۃ نفسہ اذا دعاھا ثم مایدعوھا الیہ یشبہ فی الحال مایدعوالعبد ربہ الیہ فی حاجۃ مخصوصۃ فقد یفعل لہ ذالک وقد لایفعل کذالک دعاء العبد نفسہ الی امر ماقد یفعل ذلک الامر الذی دعاہ الیہ وقد لایفعل لامور عارض یعوض لہ۔

قبول کرنا جب خلق اُسکو پکارے — پس اجابت خلق تو معقول ہی اور اجابت حق منقول ہی۔ اس وجہ سے کہ خداوند تعالی نے اجابت کی خبر دی ہی کہ میں قبول کرونگا — اور خدا وند تعالی کا اجابت میں قرب سے متصف ہونا ایسا ہی جیسا کہ اُسکا متصف ہونا اس قرب سے کہ وہ انسان سے اُسکی رگ گردن سے زیادہ قریب ہی — پس اُسکی نسبت بندہ سے قریب ہونے کی ایسی ہی جیسے کہ انسان کا قریب ہونا اپنے نفس سے اُسوقت کہ انسان اپنے نفس کو کسی کام کے کرنے کے لیئے متوجہہ کرے جو نکرتا ہو — پس دعا اور اجابت میں جو بمعنی سبقہ کے ہی زمانہ نہوگا بلکہ جو دعا کا زمانہ ہی وہی اجابت کا زمانہ ہی — پس اپنے بندہ کی اجابت سے خداوند تعالی کا قریب ہونا ایسا ہی جیسا کہ بندہ کا اپنے نفس کی اجابت سے قریب ہونا جبکہ انسان نفس کو کسی کام کے لیئے متوجہ کرے — پھر بندہ کا نفس کو اپنی طرف متوجہ کرنا اس حال کے مشابہ ہی کہ بندہ اپنے رب کو ایک حاجت خاص میں اپنی طرف متوجہ کرتا ہی اور اُسکو پکارتا ہی تو خداوند تعالی کبھی اُسکی حاجت کے مطابق کردیتا ہی اور کبھی نہیں کرتا — ایسے ہی بندہ کا اپنے نفس کو کسی امر کی طرف رغبت دلانا ہی کہ نفس کبھی اُسکو مان جاتا ہی جس کی طرف رغبت دلاتا ہی اور کبھی نہیں مانتا بوجہ کسی امر کے جو بیچ میں پیش آجاتا ہی " — انتہی *

مولنا معنوی نے بھی اسی مضمون کو ایک حکایت کے پیرایہ میں بیان فرمایا ہی وہ اپنی "مثنوی" میں فرماتے ہیں —

آں یکے اللہ می گفتی شبی
تاکہ شیریں گردد از ذکرش لبے
گفت شیطانش خمش اے سخت رو
چند گوئی آخرائے بیمار گو
ایں ھمہ اللہ گفتی از عتو
خود یکے اللہ را لبیک گو
می نیاید یک جواب از پیش تخت
چند اللہ می زنی با روے سخت
اوشکستہ دل شد وبفہادسر
دید درخواب اوخضر را در حضر
گفت ہیں ازذکر چوں واماندہ
چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
گفت لبیکم نمی آید جواب
زاں ھمی ترسم کہ باشم رد باب
گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن
کہ برو با او بگو اے ممتحن
گفت آن اللہ تو لبیک ماست
ایں نیاز و سوز و دردت پیک ماست
نے ترا در کار من آوردہ ام
نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
حیلہا وچارہ جوئیہائے تو
جذب ماہود و کشاد آن پائے تو
ترس وعشق تو کمند لطف ماست
زیر ھر یا رب تو لبیک ما است
چونکہ فالد زار بے شکر و گلہ
افتد اندر ھفت گردوں غلغلہ
ھردمی صدنامہ صد پیک ازخدا
یا رب زد شصت لبیک ازخدا

اس سے بلا شبہہ یہہ بات ثابت ہوتی ہی کہ جس دعا کی اجابت کا خدا نے حتمی وعدہ فرمایا ہی وہ صرف اُس کا پکارنا ہی، اور اس سے یہہ اعتراض غلط ثابت ہوتا ہی کہ خدا نے ہر دعا کی اجابت کا وعدہ کیا ہی اور سوال کے پورا نکرنے سے اُسکے وعدہ کا خلف لازم آتا ہی — اور ہمکو کسی

بندہ کے کلام سے استدلال کي ضرورت هي نهیں هی بلکہ اس امر کو که هر دعا کي اجابت کا وعدہ خدا نے نهیں کیا خود خدا نے اپنے کلام میں دوسري جگهہ بیان فرمادیا هی جس سے دعا کي اجابت کا مقید اور مشروط هونا ثابت هوتا هی — امام فخرالدین رازي آیہ " و اذا سئلک عبادي عني فاني قریب " کي تفسیر میں بیان فرماتے هیں که اس آیت میں ایک مشهور مشکل سوال هی وہ یهہ هی که

" خداوند تعالی نے دوسري جگهہ فرمایا هی که تم مجهسے دعا مانگو میں قبول کرونگا اور اس آیت میں فرمایا هی که دعا مانگنے والے کي دعا کو قبول کرتا هوں جس وقت که وہ مجهسے مانگے — اور ایسے هي فرمایا هی که کون هی که جب مضطر دعا کرے اور وہ اسکي دعا قبول کرے — پهر هم دیکهتے هیں که داعي دعا اور تضرع میں نهایت هي مبالغہ کرتا هی اور قبول نهیں هوتي — جواب یهہ هی که یهہ آیت اگرچہ مطلق هی مگر دوسري آیت مقید نازل فرمائي اور وہ یهہ هی " بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون الیہ ان شاء " که خدا هي سے دعا مانگو که وہ جو کچهہ اُس سے مانگوگے اگر چاهے گا پورا فرمائیگا — اور اس میں شک نهیں که مطلق مقید پر محمول هوا کرتا هی — اب معنوں کي تقریر اس میں کئي طرح پر هی — اول یهہ که داعي کے لیئے ضرور هی که اپني

فی الایة سوال مشکل مشهور وهو انه تعالی قال ادعوني استجب لکم وقال في هذہ الایة اجیب دعوة الداع اذا دعان وکذلک ام من یجیب المضطر اذا دعاہ ثم انا نری الداعي یبالغ فی الدعاء والتضرع فلایجاب والجواب ان هذہ الایة وان کانت مطلقة الا انه قد وردت ایة أخری مقیدة وهو قوله تعالی بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون الیه ان شاء ولاشک ان المطلق محمول علی المقید ثم تقریر المعني فیه وجوہ احدها ان الداعي لابد وان یجد من دعائه عرضا ان اسعافا بطلبته التي لاجلها دعا وذلک اذا وافق القضاء فاذا لم یساعدہ القضاء فانه یعطي سکینة في نفسه وانشراحا في صدرہ وصبرا یسهل معه احتمال البلاء الحاضر وعلی کل حال فلا یعدم فائدة و هونوع من الا ستجابة و ثانیهما ماروی القفال في تفسیرہ عن ابي سعید الخدري قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دعوة المسلم لاترد الا لاحدی ثلث مالم یدع باثم او قطیعة رحم اما ان یعجل له في الدنیا واما ان یدخرله فی الاخرة واما ان یصرف عنه من السوء بقدر مادعا وهذا الخبر تمام البیان فی الکشف عن هذا السؤال لانه تعالی قال ادعوني استجب لکم ولم یقل استجب لکم فی الحال فاذا استجاب له ولو فی الاخرة کان الوعد صدقا و ثالثها ان قوله ادعوني استجب لکم یقتضي ان یکون الداعي عارفا بربه و الالم یکن داعیا لاهل لشئ متخیل لوجود له البتة فثبت ان شرط الداعی ان یکون عارفا بربه ومن صفات الرب سبحانه ان لایفعل الا ما وافق قضاوہ وقدرہ وعلمه وحکمته فاذا علم العبد ان صفة الرب هکذا استحال منه ان یقول بقلبه و بعقله یارب افعل الفعل الفلاني لامحالة بل لابد ان یقول افعل هذا الفعل ان کان موافقا لقضائک وقدرک وحکمتک وعند هذا یصیر الدعاء الذي دلت الایة علی ترتیب الاجابة علیه مشروطا بهذہ الشرائط وعلی هذا التقدیر زال السؤال " —

دعا کا عوض پاوے یعني اُس کا سوال پورا کردیں جسکے لیئے اسنے دعا مانگي اور یهہ جیهي هوگا جیسکه دعا قضا کے موافق هوگي — اگر قضا موافق نهوئي تو داعي کے نفس میں تسکین اور سینه میں انشراح هوگا اور صبر اُس پر آسان هوگا — اسلیئے که احتمال هی که طلب کے ساتهہ کوئي مصلحت هو — پس بهر حال فائدہ سے خالي نهوگا اور یهہ بهي ایک طرح کي اجابت هی — دوسرے یهہ که قفال نے اپني تفسیر میں ابي سعید خدري سے روایت کي هی که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که مسلمان کي دعا رد نهیں هوتي تین باتوں میں سے ایک ضرور هوتي هی جبتک که کسي گناہ کے لیئے یا قطع رحم کے لیئے دعا نکرے — ۱ — یا تو دنیا هي میں اُسکي دعا کي اجابت جلد هوجاتي هی — ۲ — یا اُسکے لیئے آخرت میں جمع کردي جاتي هی — ۳ — یا بقدر اُسکي دعا کے اُس سے برائي دور کردي جاتي هی — پس اس حدیث سے اس سوال کا پورا پورا جواب حاصل هوگیا — اسلیئے که خداوند تعالی نے فرمایا هی که مجهسے دعا مانگو میں دعا قبول کرونگا اور یهہ نهیں فرمایا که ابهي قبول کرتا هوں — پس جب اُسکي دعا قبول فرمائي اگرچه آخرت هي میں هو تو وعدہ سچا هوا — تیسرے یهہ که قول خداوندي " ادعوني استجب لکم " چاهتا هی که داعي اپنے رب کا عارف هو ورنه اُس سے دعا کرنے والا نهوگا بلکه ایک شی متخیل هوگي که جس کا وجود نهو —

پس ثابت هوا که داعي کي شرط یهه هی که اپنے رب کو پهچانتا هو — اور الله سبحانه کي صفات میں سے یهه بات هی که وه کسي کام کو نهیں کرتا جب تک که اُسکي قضا اور قدر اور علم اور حکمت کے مطابق هو — جب بنده کے یهه جان لیا که میرے رب کي یهه صفت هی تو محال هی که اپنے قلب اور عقل سے یهه کهے که اے رب فلانے کام کو ضرور هي کردے بلکه یوں تعرض کرے که اس کام کو کردے اگر تیري قضا اور قدر اور حکمت کے مطابق هو پس اس وقت وه دعا جسکي ترتیب اجابت پر آیت میں دلیل هی ان شرایط کے ساتهه مشروط هوگي — اس تقدیر پر سوال جاتا رها اور اشکال مرتفع هوا " — انتهي *

سوائے اس کے جس طرحپر قرآن مجید سے انبیا کي اکثر دعاؤں کا قبول هونا پایا جاتا هی اُسي طرح اُس سے بعض دعاؤں کا مقبول نهونا بلکه بعض پر زجر وتنبیهه کا هونا بهي ثابت هوتا هی — جیسا که میں اپنے پچهلے خط میں لکهه چکا هوں که جس وقت حضرت موسی نے دعا کي " ربِ ارني انظر الیک " تو چونکه یهه دعا خدا کے درجه عزت اور جلال اور جمال کے شایاں نه تهي اُس کا یهه جواب ملا که " لن ترانی " اور اُس پر حضرت موسی علیه السلام اپني غلطي پر متنبه هوکر معذرت کرنے اور یهه کهنے لگے که " سبحانک تبت الیک وانا اول المومنین " اسي طرح جب حضرت نوح نے اپنے بیٹے کے بچانے کے لیئے دعا کي که " رب ان ابني من اهلي وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین " اس میں حضرت نوح نے غلطي کي اور خدا کے وعده کو تمام دعاوں کے قبول کرنے کے اُوپر معمول کر کے اپنے نا اهل فرزند کے بچانے کي دعا کي جس کے جواب میں بجاے قبول کرنے دعا کے خدا نے فرمایا " یا نوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح " که اے نوح یهه تیرے اهل میں سے نهیں هی کیونکه یهه صالح نهیں هی — اور اسي پر اکتفا نهیں کي بلکه اس موقع پر تنبیهه بهي فرمائي که میرا وعده غلط نهیں هوتا یهه خود تیري غلطي هی که جو تو میرے وعده کو ایسا سمجهتا هی اور جس چیز کا تجهے علم نهیں هی اُس کا تو سوال کرتا هی " فلاتسئلن مالیس لک به علم اني اعظک ان تکون من الجاهلین " پس یهه ارشاد صاف بغیر نکو متوجه کرتا هی اس بات پر که وه ایسا سوال هي نکریں اور نه جاهلانه دعاوں کے قبول هونے کي اُمید رکهیں — اور جاهلانه دعائیں کیا هیں خدا سے هر چیز کي جو اُسکي مشیت اور اُسکي قضا و قدر کے خلاف هی قبول هونے کي اُمید رکهنا ' بلکه هر دعا میں پهلے هي سے یهه سمجهه لینا چاهیئے که جو دعا اُسکي مشیت اور اُسکي قضا وقدر کے موافق هوگي وهي قبول هوگي — نه یهه که جو دعا بنده کریگا اور جو سوال وه خدا سے مانگے گا وه موافق اُسکي نفساني خواهش کے قبول هوگي *

اگر آپ اپنے رساله الدعا والاستجابة اور تفسیر میں دعا کو اسباب حصول مقصود سے خارج نکرتے تو مجهے آپ کي دعا اور اجابت کے معني میں کچهه اعتراض نهوتا — میرا اعتراض آپ پر فقط یهه هی که آپ نے دعا کو صرف ایک رخ سے دیکها هی — اور اُسکے صرف ایک پهلو کو جو که نهایت عارفانه اور موحدانه هی اختیار کیا هی باقي دوسرے پهلوؤں کو چهوڑ دیا هی — اور آپ کي تحریر کا مطلب میري سمجهه میں اور شاید سب پڑهنے والوں کي سمجهه میں یهه آتا هی که آپ عموماً دعا سے امر مسئول عنه کو خارج کرتے هیں اور سوائے اسباب کے مسبب الاسباب سے دعا کے قبول هونے کا عقیده نهیں رکهتے † اور یهه عقیده آپ کا میرے نزدیک غلط هی — سب سے زیاده وه خیال جو آپ کے مطابق هی وه هی جو حضرت محي الدین بن عربي نے ظاهر کیا هی اور جسے میں اُوپر لکهه چکا هوں مگر وه بهي یهه نهیں کهتے که دعا اسباب حصول مقصد سے نهیں هی — اور نه وه یهه کهتے هیں که مطلب تو صرف اسباب کے جمع کرلے هي سے حاصل هوگا دعا نه اُسکے اسباب میں سے هی — نه اُس اسباب کي جمع کرنے والي هی — جس کا نتیجه گویا یهه هوتا هی که خدا سے کوئي حاجت مانگنا هي نچاهیئے — اور وه حاجت کو پورا نهیں کرتا — بلکه

† الدعاء الی الله عندنا فرض فرضه الله علینا کما فرض الصلواة الخمس ولاسبما عندالداهیة والاضطرار ولاشک انه مجیب الدعوات والنبالي ماسئل عنه مع الدعاء یعطي ایاه ج

(سید احمد)

ایک دوسرے موقع پر اُنھوں نے دعا کے مقبول هونے کو صاف صاف قبول کیا هی — اور دعا کرنے میں اوقات کي رعایت کي هدایت فرمائي هی — وه فتوحات مکیه کے آخري باب پانچسو ساٹھه میں فرماتے هیں که "وعلیک بمراعاة الاوقات فی الدعاء مثل الدعاء عند الاذان وعند الحرب وعند افتتاح الصلوة فان المطلوب من الدعاء انما هو الاجابة فیما وقع السؤال فیه من الله واسباب القبول کثیرة وتنحصر فی الزمان والمکان والحال ونفس الکلمة التي تذکر الله بها من الذکر حین تدعوه فی مسئلته فانه اذا اقترن واحد من هذه الاربعة بالدعاء اجیب الدعاء واذا وی هذه الاربعة الاسم ثم الحال —

ضرور کرني لازم هی — جیسے اذان کے وقت — اور جهاد کے وقت اور نماز کے شروع کرنے کے وقت دعا کرنا — اس لیئے که دعا سے مقصود یهه هی که جن چیزوں کے لیئے سوال کیا هی اُن میں اجابت هو — اور قبول هونے کے لیئے اسباب بهت هیں اور وه منحصر هیں زمانه اور مکان اور حال اور خاص اُس کلمه میں جس کو تو اپنے سوال میں دعا کے وقت ذکر کرتا هی — پس اگر ان چار میں سے ایک بهي دعا کے ساتهه مل جائیگا تو دعا مقبول هوگي — اور ان چاروں میں سب سے زیاده قوي الله تعالی کا نام هی پهر داعي کي حالت هی — یهاں امام محي الدین بن عربي نے صاف صاف فرمایا هی "فان المطلوب من الدعاء انما هو الاجابة في مارقع السوال فیه من الله" که مطلوب دعا سے قبول هونا اُس سوال کا هی جو خدا سے کیا گیا هو اور پهر اُسپر فرماتے هیں که "و اسباب القبول کثیرة" که قبول کے اسباب بهت هیں "فاذا اقترن واحد من الاربعة بالدعاء اجیب الدعاء" که جس وقت کوئي اُن اسباب قبول سے دعا متصل هوگي تو وه دعا قبول کي جائیگي یعني وه مطلوب حاصل هوگا — اگر آپ بهي اس بات کو اسي طرح بیان فرماتے تو مجهے آپ سے پهر کچهه مخالفت نهوتي — یهه اعتراض که بهت سي دعائیں قبول نهیں هوتیں جیسا کچهه سخت اور مشکل خیال کیا جاتا هی درحقیقت ویسا نهیں هی اس لیئے که خدا نے نه سب دعاوں کے قبول کرنیکا وعده کیا هی نه کسي آیت سے قرآن مجید کے اس وعده کا ثبوت هوتا هی — بلکه جیسا هم اُوپر بیان کرچکے دعا کي اجابت مقید اور مشروط هی الهته اسپر یهه اعتراض پیدا هوسکتا هی که اگر سب دعائیں قبول نهیں هوتیں تو دعا کرنے سے حاصل هي کیا هی — چنانچه یورپ کے علما جو تمام چیزوں میں تجربه اور محسوسات اور واقعات کو دیکهتے هیں دعا کے مسئله کو بهي اپني تحقیقات سے نهیں چهوڑا — اور منکرین دعا نے نه صرف قیاس اور خیال سے کام لیا بلکه مثل اور چیزوں کے دعا کے نتائج بهي علم الاعداد سے ظاهر کرنے کا ارادہ کیا تاکه تحقیقات سے بذریعه رقوم اور هندسوں کے اس بات کو ثابت کیا جاے که جس قدر دعائیں نامقبول هوئي هوں اُنکي تعداد بهت زیاده هی بمقابله اُن دعاؤں کي تعداد کے جو مقبول هوئي هیں — چنانچه ایک عالم جیلت نامي فیلو ڈریفٹي کالج ڈبلن اپنے لکچروں میں جو سنه ۱۸۸۰ع میں چهپے هیں اس عجیب تجربه کي نسبت لکهتا هی که یهه تجویز پیش کي گئي تهي که هسپتالي تجربه کیا جاے یعني ایک هي هسپتال کے دو حصوں کو جدا جدا کیا جاے اور اُن میں ایک هي قسم کے بیمار بهیجے جائیں اور بهت احتیاط ان بیماروں کے تقسیم کرنے میں کیجاے — اور برابر برابر دونوں جدا جدا حلقوں میں رکهے جائیں ایک حصه کے بیماروں کے لیئے مذهبي آدمیوں سے کها جاے که وه بیماروں کي صحت کے لیئے دعا مانگیں اور دوسرے حصه کے بیماروں کو بغیر دعا کے چهوڑدیں اور پهر یهه دیکها جاے که کس قدر في صدي بیمار دعاؤں سے اچهے هوئے اور کتنے بغیر دعا کے — اگرچه معلوم نهیں هوتا که خاص اس معامله کا تجربه کیا گیا — مگر مسٹر گیلٹن اور دیگر مصنفین نے ایسے اعداد جمع کیئے هیں جو بحیثیت مجموعي دعا کے اصول کے خلاف هیں — مثلا مسٹر گیلٹن کهتے هیں که جتنے جهاز مشنریوں کے سمندر میں جاتے هیں وه بهي بحساب اوسط ویسے هي غرق هوتے هیں جیسے دیگر جهاز — اور نیز بیشمار مثالیں ایسي دعاؤں کے ملنے کي بیان کي گئي هیں جو مقبول نهیں هوئیں اور مقبول دعاؤں کي مثالیں ایسي شاذ نادر هیں که نامقبول دعاؤں کي بیشمار مثالوں کے سامنے اُنکا گنا شمار هي نکرنا چاهیئے

چنانچہ ایک مفکر دعا سے ایک مذھبي آدمي نے ملت کي وہ تختیاں جو شکستہ جہاز کے ملاحوں نے اپني جان بچانے کے شکریہ میں اور دعا کے قبول ھونے کے ثبوت میں نصب کي تھیں دکھاکر یہہ کہا ' کہ دیکھو یہہ خدا کي قدرت اور دعا کي اجابت کي کیسي نمایاں علامتیں اور کیسي کھلي ھوئي نشانیاں ھیں — منکر دعا نے اُس کے جواب میں کہا کہ اُن مظلوم بچوں اور عورتوں اور جوانوں اور بوڑھوں کي تختیاں کہاں نصب ھیں جنکو ڈوبنے سے پہلے جسقدر مہلت ملي تھي وہ دعا میں خرچ کي اور جنھوں نے موت کي خوفناک صورت دیکھکر خدا کا دامن پکڑا اور جن کا خدا سمندر کي لہروں اور دریا کي موجوں کے پنجوں سے اُن کو نہ بچاسکا — مگر درحقیقت بہت سي دعاؤں کا مقبول نہونا بھي دعا کے موثر اور مفید ھونے کے عقیدہ کو باطل نہیں کرتا — اس لیئے کہ نیچر کا عمل جیسا کہ جسماني عالم میں ھی ویسا ھي روحاني عالم میں بھی ھوتا ھی — وہ لوگ جو صرف تدبیر کے قایل ھیں اور صرف ظاھري اسباب کے جمع کرلے میں مصروف رھتے ھیں اور جو ھر عمل کے نتیجہ کے معتقد ھیں ' وہ بھي جس وقت مادي عالم کو دیکھیں تو اس بات کو قبول کرینگے کہ اُنکے مادي عمل بھي بہت سے ضائع بیکار اور غیر منتج ھوتے ھیں — کتنے بیج زمین میں ڈالے جاتے ھیں ' اور اُن میں سے کتنے بار آور ھوتے ھیں اور کتنا بڑا حصہ اُسکا ضائع اور بیکار جاتا ھی ' مگر باوجود اسکے کوئي اُن ضائع شدہ بیجوں کو ضائع اور غیر مفید نہیں سمجھتا — بلکہ نہ صرف خدا کے ماننے والے بلکہ صرف نیچر ھي پر اعتقاد رکھنے والے بھي اس بات کو مانتے ھیں ' کہ جو بیج زمین پر ڈالا جاتا اور جو بظاھر ضائع معلوم ھوتا ھی اُس کا بھي کوئي نکوئي فائدہ ضرور حاصل ھوتا ھی ' اور خدا کے ماننے والے تو اسپر یقین کرتے ھیں کہ ایک دانہ بھي اُن دانوں میں سے جو زمین میں ڈالا گیا بیکار نہیں ھوتا - اور کسي دوسرے مقصد کے لیئے خدا کا کوئي فرشتہ اُسے اُٹھا کر لیجاتا ھی غرضکہ جبکہ نہ نیچر میں نہ مذھب میں کوئي ایسي شی مانی جاتي ھی جسکو تضییع عمل کہہ سکیں ' اور مادي عالم میں کوئي عمل باوجود ضائع ھونے کے ضائع نہیں سمجھا جاتا ' تو روحاني عالم میں روحاني عمل جن میں سے ایک دعا بھي ھی صرف ظاھري اثر پیدا نہونے کي وجہہ سے کیوں ضائع سمجھي جاوے ' اور باوجود عیني شہادت کے کہ نیچر میں کوئي عمل ضائع نہیں ھوتا اور کائنات میں تضییع عمل کوئي چیز نہیں ھی اور انسان کے ھر عمل اور ھر کلم کا کوئي ظاھري یا پوشیدہ نتیجہ ھوتا ھی کیوں ھم مذھبي آدمي ھوکر اس بات کا یقین نرکھیں کہ دعا بھي ضائع نہیں ھوتي اور رد بھي بیکار اور بے مصرف نہیں جاتي — بس بعض دعاؤں کا قبول نہونا دعا کے خلاف پر درحقیقت کوئي کافي اور عمدہ دلیل نہیں ھی — وانک تعلم یا سیدي ان الموجودات کلہا مستندۃ الی ارادۃ اللہ وقدرتہ وعنایتہ التي ھي علمہ بوجہ الخیر فی النظام وارتباط اجزاء النظام بعضہا ببعض وترتب المسببات علی الاسباب — فاعلم ان من جملۃ اسباب الکون وعللہ وجود الداعي ودعاوہ فکما ان من اسباب حصول الفعل وجود زید مثلا وعلمہ وقدرتہ و ارادتہ واختیارہ فکذالک الدعاء و الطلب من اللہ والالحاح والتضرع من جملۃ اسباب الانجاح و حصول المراد والمقترح بانن اللہ — وھو الذي جعل الدعاء سبب الوجود والمطلوب کما جعل سبب صحۃ المریض شرب الدواء *

محسن الملک

میں اس خط کو اب تمام کرتا ھوں آپ کے دوسرے اعتراض سے جو متعلق تقدیر اور دعا کے ھی آیندہ خط میں بحث کرونگا *

مضمون نمبر ۳۰

مکاتبات دلچسپ

متعلق تفسیر

آٹھواں خط نواب محسن الملک مولوي سید مہدي علي خاں صاحب کا —

بنام

جناب سر سید احمد خاں صاحب — کے سي ایس آئي دام ظلھم —

مقام بمبئي — ۲۶ اگست سنہ ۱۸۹۵ ع

جناب عالي — اب میں آپ کے دوسرے اعتراض سے جو دعا کي نسبت ھی بحث کرتا ھوں — آپ اپنے رسالے

الدعا والا ستجابت میں فرماتے ہیں کہ " استجابت دعا کے معني اُس سوال کے پورا کردیئے کے قرار دیئے جائیں تو دوسري مشکل یہہ پیش آتي ہی کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدر میں ہیں یعني علم الہي میں ہیں اور جو نہیں ہونے والے ہیں وہ بھي علم الہي میں ہیں اُن مقدرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہوسکتا — پس اگر استجابت دعا کے معني سوال کا پورا ہونا قرار دیئے جائیں تو خدا کا یہہ وعدہ کہ " ادعوني استجب لکم " اُن سوالوں پر جنکا ہونا مقدر نہیں ہی کسي طرح صادق نہیں آسکتا " یہہ ایک پرانا اعتراض ہی جو ہمیشہ سے دعا پر ہوتا رہا ہی — اور اسلام کے علما اور حکما نے اپنے اپنے مذاق کے موافق اُسکے جواب دیئے ہیں — امام فخرالدین رازي نے اس اعتراض کو اس طور پر بیان فرمایا ہی کہ " دعا سے اگر ایسي شی مطلوب ہی جسکا وقوع میں آنا خدا کے علم میں تھا تو وہ ضرور واقع ہوگي دعا سے کیا فائدہ — اور اگر ایسي چیز مطلوب ہی جو ہو گز وقوع میں نہ آئیگي تو اُسکا طلب کرنا بھي دعا سے بیکار اور عبث ہی " دوسرا اعتراض یہہ ہی کہ دنیا میں جسقدر حوادث ظہور میں آتے ہیں اُنکے سلسلہ کا ایک موثر قدیم واجب لذاتہ پر ختم ہونا ضرور ہی ' ورنہ یا تو تسلسل لازم آئیگا یا دور ' یا حوادث کا بغیر کسي موثر کے وقوع میں آنا — اور یہہ سب محال ہی — پس جب ان حوادث کے سلسلہ کا موثر قدیم پر منتہے ہونا ضرور ثابت ہوگیا ' تو یہہ ماننا پڑیگا کہ اس موثر قدیم نے اپنے قدیم اور ازلي ارادہ سے جس حادثہ کا وقوع میں آنا چاہا وہ ضرور واقع ہوگا ' اور جس کا واقع ہونا اُس نے اپنے ازلي اور قدیم ارادہ سے نچاہا وہ ہرگز واقع نہیں ہوسکتا — اور جبکہ یہہ امور ازل میں مقرر ہوچکے ہیں تو دعا کیا اثر کرتي ہی — اس مطلب کو اسطرح بھي بیان کرتے ہیں کہ قضا و قدر کا پہلے ہي تعین ہوچکا ہی ' دعا اُسکو زیادہ نہیں کرتي اور نہ دعا نکرنے سے اس میں کمي ہوتي ہی ' پس دعا سے کیا فائدہ ہی - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے دنیا کے پیدا کرنے سے بہت پہلے تقدیروں کو معین کردیا ہی — اور فرمایا کہ جو کچھہ ہونیوالا ہی اُسکو لکھکر قلم خشک ہوچکا ہی — اور فخر آنحضرت نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسي ہیں کہ جو مقدر ہوچکي ہیں - زندگي - روزي - انسان کي فطرت اور اُسکي عادتیں — اس کا جواب امام صاحب یہہ دیتے ہیں کہ" اس تقریر میں تناقض ہی کیونکہ انسان کا اگر دعا پر متوجہ ہونا خدا کے نزدیک معلوم الوقوع ہی تو دعا کے ابطال میں کوشش کرنا بےفائدہ ہی — اور اگر معلوم الوقوع نہ تھا تو انکار کرنیکي کیا ضرورت ہی — اور فخر ہمارے نزدیک خدا کا علم اور اُسکے

أحدها ان المطلوب بالدعاء ان کان معلوم الوقوع عند الله تعالى کان واجب الوقوع فلا حاجة الى الدعاء وان کان غير معلوم الوقوع کان ممتنع الوقوع فلا حاجة ايضا الى الدعاء وثانيها ان حدوث الحوادث في هذا العالم لابد من انتهائها بالاخرة الى المؤثر القديم الواجب لذاته والالزم اما التسلسل واما الدور واما وقوع الحادث من غير موثر وکل ذالک محال واذا ثبت وجوب انتهائها بالاخرة الى المؤثر القديم فکل ما اقتضى ذالک المؤثر القديم وجوده اقتضاء قديما ازليا کان واجب الوقوع وکل ما لم يقتض المؤثر القديم وجوده اقتضاء قديما ازليا کان ممتنع الوقوع ولما ثبتت هذه الامور في الازل لم يکن للدعاء البتة اثر ولما عبروا عن هذا الکلام بان قالوا الاقدار سابقة و الا تنمية متقدمة والدعاء لايزيد فيها او ترکه لاينقص شيئا منها فاي فائدة في الدعاء وقال عليه الصلوة والسلام قد رالله المقادير قبل ان يخلق الخلق بخمسين الف عاما و روي عنه عليه الصلوة والسلام انه قال جف القلم بما هو کائن وعنه عليه الصلوة والسلام انه قال اربع قد فرغ منها العمر والرزق والخلق والخلق - والجواب انها متناقضة لان اقدام الانسان على الدعاء ان کان معلوم الوقوع فلا فائدة في اشتغالکم بابطال الدعاء وان کان معلوم العدم لم يکن الى انکار کم حاجة ثم نقول کيفية علم الله تعالى وکيفية تضائه وقدره غائبة عن العقول و الحکمة الالهية تقتضي ان يکون العبد معلقا بين الرجاء و الخوف الذين بهما تتم العبودية وبهذا الطريق صححنا القبل با لتکا لف مع الا عتراف باحاطة علم الله بالکل وجريان قضائه وقدره في الکل ولهذا الاشکال سئالت الصحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا ارأيت اعمالنا هذه اشيء قد فرغ منه ام امر يستانفه فقال بل شيء قد فرغ منه فقالوا ففيم العمل اذن قال اعملوا فکل ميسر لما خلق له فانظر الى لطف هذا الحديث فانه عليه السلام علقهم بين الامرين

فرهبهم سابق القدر المفروغ منه ثم الزموهم العمل الذي هو مدرجة التعبد فلم يعطل ظاهر العمل بما يفيد من القضاء والقدر ولم يترك احد الامرين للاخر واخبران فائدة العمل هو القدر المفروغ منه فقال كل ميسر لما خلق له يريد انه ميسر في ايام حياته للعمل الذي سبق له القدر قبل وجوده الا انك تجب ان تعلم ههنا فرق مابين الميسر و المسخر فتاهب لمعرفته فانه بمنزلة مسئلة القضاء والقدر وكذا القول في باب الكسب والرزق فانه مفروغ في الاصل لايزيده الطلب ولا ينقصه الترک -

تفسیر کبیر —

قضا و قدر کي کیفیت انسانوں کي عقل سے پوشیدہ هی ' اور خدا کي حکمت اس بات کي مقتضي هی که بندہ اُمید وبیم کے درمیان رهے انهیں دونوں سے عبودیت کامل هوتي هی - اسی طریق پر انسان کا مکلف هونا ثابت هوسکتا هی - اور همارے اس اعتقاد میں کچهه فرق نهیں آتا که خدا کا علم تمام اشیاء پر محیط اور اُسکي قضا و قدر سے کوئي چیز باهر نهیں هی - اصحاب نے آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم سے اسي مشکل سوال کا جواب طلب کیا تها - انهوں نے عرض کیا که همارے یهه تمام اعمال مقدر هوچکے هیں یا هروقت نئے پیدا هوتے هیں - آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم نے فرمایا که مقدر هوچکے هیں - اصحاب نے عرض کیا پهر اب عمل سے کیا فائدہ هی — آپ نے فرمایا که تم عمل کیئے جاؤ جن اعمال کي قابلیت انسان میں هی وہ آساني سے اُسکو کرسکتا هی † اس حدیث کے لطائف پر غور کرو که ' آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم نے اُنکو دوحالتوں کے درمیان معلق رکها - تقدیر الهي سے جو معین هوچکي هی اُنکو ڈرایا اور عمل کو بهي اُن پر لازم کیا جو متمم عبودیت هی — ظاهري عمل کو قضا و قدر کے بهروسه پر ترک کرنے کا حکم نهیں دیا اور بتایا که عمل کا فائدہ هی وهي تقدیر متعین — اس قول سے که کل میسر لما خلق له آنحضرت صلی الله علیه وسلم کا یهه مطالب تها که هر شخص اپني زندگي میں وهي عمل کرسکتا هی جو اُسکے لیئے مقدر هوچکا هی — یهاں سے معلوم هوا که انسان مجبور هی مسخر نهیں یعني اپني فطرت کے موافق آزادي سے هر کام کرسکتا هی خدا کي طرف سے اُسپر کوئي دباو نهیں — یهه مسئله گویا قضا و قدر کے مسئله کي مانند هی — اور کسب اور رزق کے بارہ میں بهي یهي کهه سکتے هیں کیونکه یهه دونوں مقدر هوچکے هیں طالب کرنے سے رزق زیادہ نهیں هوتا اور نه طلب نکرنے سے اُس میں کمي هوتي هی " *

ملا صدرالدین شیرازي نے اسفار اربعه میں اس اعتراض کا یهه جواب دیا هی که " یهه شبهه اس طرح دفع کیا جاسکتا هی ' که دعا اور طلب بهي مقدمات امور مقدرہ کے هیں اور مطالب مقدرہ حاصل هونے کے لیئے جیسے اور امور علتوں اور شرائط هیں اُنهیں میں سے دعا بهي هی - جس امر کو خدا نے مقدر کیا هی تو اُسکے ساتهه هي یهه بهي مقدر هی که اُس امر کے موجود هونے کي جتني علتیں اور شرائط هیں وہ بهي موجود هونگي والا — خدا تعالی جس چیز کے پیدا کرنیکا ارادہ کرتا هی اُس کے تمام اسباب مهیا کردیتا هی ' اور اُنها کے حاصل هونے کے جیسے اور اسباب هیں ایسے هي دعا کرنے والے کي دعا اور عاجزانه حالت بهي هی بلکه دعا اور عاجزي کو حصول مطالب سے ایسي نسبت هی جیسے وجوه عقل اور ذهن

واما الاشکال بان - اهر امر بالدعاء والطلب والسوال والالحاح لانجاح نهله واعطاء فعله ان کان مما جرے قلم القضاء الازلي بتقدیر وجودہ وارتسم لوح القدر الالهي بتصویر ثبوته فما الحاجة الی تکلف الطلب فیه وتجشم السوال له وان لم یجر به القلم ولم ینطبع به اللوح قلم الدعاء وما فائدة الطلب لما یمتنع فیه حصول المدعاء و قیل المختفی فمندفع بان الطلب والدعاء ایضا مما جرے به قلم القضاء وانسطر به لوح القدر من حیث انهما من العلل و الشرائط لحصول المطلوب المقضی و المقدر وبالجملة فکلما قضی و قدر حصول امر من الامور فقد قضی وقدر حصول اسبابه وشرائطه والافلا - اذا اراد الله شیئا هیئا اسبابه ومن جملة الاسباب لحصول الشیء المدعو له ودعاء الداعي وتضرعه واستکانته بل نسبة الادعیة و التضرعات الی حصول المطالب و نیل المارب فی

† وہ مضمون جو هل شاء الله عز وجل کے عنوان سے آپ نے ربیع الاول کے تهذیب الاخلاق میں لکها هی گویا اس حدیث کي نهایت محققانه اور عارفانه شرح هی و لله درک وعلی الله اجرک — منه عفي عنه —

الاعیان کنسبة الافکار والتاملات الی حصول الفتائج والعلوم فی العقول والاذهان فثبت ان الادعیة والاذکار جدول من جداول بحار القضاء وساقیة من سواقي انهار القدر اسفار اربعة —

وهو † (الدعاء) لایقاوی القضاء کما بهذاه فی کتبها الحکمیة و عن میسر بن عبد العزیز عن ابی عبدالله قال قال لي یا میسر ادع ولاتقل ان الامر قد فرغ منه ان عبدالله عزوجل منزلة لاتنال الا بمسئلة و لو ان عبدا سدفاه لم یسئال لم یعط شیئا فسئل تعط یا میسر انه لیس من باب یقرع لایوشک ان یفتح لصاحبه فقد ظهر من کلامه ان الدعاء سبب من اسباب حصول المبتغی فکون الشیء متوقفا علی سببه لایدافع کونه مما قضی الله حصوله اذکما جری فی القضاء حصوله فقد جری ایضا حصول هذا السبب و کونه مسببا عنه — ومن سخیف ماقاله بعض الظاهریین المتکلمین انه لا فائدة فی الدعاء لان المطلوب ان کان معلوم الوقوع عندالله تعالی کان واجب الوقوع والا فلا یقع لان الاقدار السابقة والاقضیة واقعة وقد جف القلم بما هو کائن فالدعاء لا یزید ولا ینقص فیها شیئا وهذا ظن فاسد وقول سخیف صادر عن جاهل لایعرف الحقائق عن مواضعها و اصولها فان الدعاء مما یقاوم القضاء لامن حیث انه فعل العبد فانه من حیث انه فعل العبد فانه هذه الحیثیة مما یحکم فیه القضاء لانه لو لم یقض علیه ان یدعو لم یکن یدعو ولکن من حیث ما علمنا الله عزوجل وقال ادعوا ربکم فان الدعاء من هذه الحیثیة انما یقع حیث یقع بعث القضاء فلا تسلط للقضاء علیه فان کلا منهما من الله ولسان العبد والحالة هذه ترجمان الدعاء لانه مادعی بنفسه ولکن بامر الله عزوجل وکل من فعل شیئا بامر احد فیده ید الامر کما امر الملک بعض خدامه ان یضرب ابنا للملک فان ید الخادم و الحالة هذه ید الملک و لوکان الولد یده لم یستطع ان یمدها الی ابن الملک و لیست دون ذلک یده وانک لتعلم ان الدعاء لایتحکم علی الله وانما یتحکم علینا والله غالب علی امره فاذا کان الدعاء موصول الاصل با الموضع اللذي انصل به القضاء فالقضاء و الدعاء سواء فیتعالجان والحکم لما غلب ومن غلب سلب هذا ما ذکره بعض المحققین —

میں فکر وتامل کو نتایج علمي سے تعلق هوتا هی — تو معلوم هوا که دعا بهي بحر حکم الهی کي ایک نهر هی اور نهر قضاء الهی کا ایک مقبع هی " —

شرح اصول کافي میں اس شبهه کی نسبت ملا شهرازي یهه لکهتے هیں † که " دعا قضا کے منافي نهیں هی جیسا که هم اپني حکمت کي کتابوں میں بیان کرچکے هیں ' میسر بن عبدالعزیز نے حضرت امام جعفر صادق علیه السلام سے یهه روایت کي هی که اُنهوں نے فرمایا که اے میسر دعا کیئے جا اور یهه نهیں که جو کام هونے والا هی وه هوچکا یعني قضاء الهی کے موافق جو هونا هی وه هوگا ' اسلیئے که خداے عزوجل کے نزدیک بعضے درجه ایسے هیں که وه وهاں تک بغیر مانگے کے نهیں پهونچ سکتا — اور اگر کوئي بنده اپنا منهه بند کرلے اور نه مانگے تو اُسے وه چیز نه دیجائے گي ' پس مانگ جو مانگنا هو که وه تجهے ملیگي اے میسر کوئي دروازه ایسا نهیں هی که جو ٹهوکا جاے اور وه نه کهولا جاے پس امام علیه السلام کے کلام سے ثابت هوتا هی که دعا ایک سبب هی اسباب حصول مقصد سے — پس کسي چیز کا موقوف هونا اپنے سبب پر اس بات کا مزاحم نهیں هی که وه قضاء الهی میں لکها جاچکا هی ' اس واسطے که جسطرح قضاء الهي اُس کے ملنے پر جاري هوچکي هی اسي طرح قضاء الهي اسپر بهی جاري هوچکي هی که اُس مقصود کے ملنے کا سبب یهه هوگا " پهر ملا صدرالدین اسي مضمون کو اپنے طور پر دوسري طرح پر ادا کرتے هیں وه فرماتے هیں که " دعا کو اس لیئے فضول سمجهنا که جو کچهه هونا هی وه ضرور هوگا دعا سے نه کوئي چیز کم هوتي هی نه زیادہ ' اُن جاهلوں کا فاسد گمان اور بیهوده قول هی جو حقایق کو اپنے مواضع اور اُصول سے نهیں پهچانتے — دعا قضاکي مقاومت اس لیئے نهیں کرتی که وه بنده کا فعل هی ' اس لیئے که اس حیثیت سے قضا اسپر حکومت کرتي هی اگر قضاء الهي دعا کرنے کے لیئے نه هوتي تو داعي دعا هی نکرتا بلکه دعا قضا کے موافق هی اس حیثیت سے که خدا نے همکو اُسکي تعلیم کي هی اور دعا کرنے کا همیں حکم دیا هی — اس حیثیت سے دعا اُسي جگهه سے نکلتي هی جهاں سے قضا کا نفوذ هوتا هی — پس دعا اور قضا دونوں خدا هي کي طرف سے هیں پس بنده کي زبان اور اُسکي حالت ترجمان دعا هی کیونکه اپني طرف سے خود دعا نهیں کي بلکه خدا کے حکم سے — اور جو کوئي کسیکه کهنے سے کرے تو اُس کا کرنا گویا حکم دینے والے کا کرنا هی ' جس طرح بادشاه اگر

پر جس مزدور کو اپنے بیٹے کے مارنے کا حکم دے تو خادم کا ہاتھہ اور یہہ حالت گویا خود بادشاہ کا ہاتھہ ہوتا ہی اور اس حیثیت سے خادم کا ہاتھہ اُسکے بیٹے پر اُٹھتا ہی — ورنہ اگر ہاتھہ خادم ہي کا ہاتھہ سمجھا جاے تو کبھي اُسے قدرت نہیں ہوسکتي کہ وہ بادشاہ کے بیٹے کي طرف اُٹھہ سکے غرضکہ یہہ بات صاف معلوم ہی کہ دعا خدا پر اثر نہیں کرتي بلکہ خود ہم پر — واللہ غالب علی امرہ — اور جبکہ دعا کي اصل وہي ہی جو قضا کي جز ہی تو قضا اور دعا دونوں برابر ہیں *

علامہ نیشاپوري نے اپني تفسیر میں اس شبہہ کے جواب میں یہہ لکہا ہی — والسبب العقلي فیہ ان کیفیة علم اللہ وقضائہ غیر معلومة للبشر غائبة عن العقول والحکمة الا لہیة یقتضي ان یکون العبد معلقابین الخوف والرجاء الذین بہما تتم العبودیة وبہذا الطریق صححنا القول بالتکالیف مع الاعتراف باحاطة علم اللہ تعالی و بجریان قضائہ وقدرہ فی الکل وماروي عن جابر انہ جاء سراقة بن مالک بن جعشم فقال یا رسول اللہ بین لنا دیننا کانا خلقنا الان ففیم العمل الیوم فیما جفت بہ الا قلام وجرت بہ المقادیر ام فیما یستقبل قال بل فیما جفت بہ الاقلام وجرت بہ المقادیر قال ففیم العمل قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ وکل عامل یعملہ مقبة علی ما قلناہ فان النبي صلی اللہ علیہ وسلم علقہم بین الامرین وہیہم بسابق القدر ثم رغبہم فی العمل ولم یترک احد الامرین للاخر فقال کل میسر لما خلق لہ یرید انہ میسر في ایام حیوتہ للعمل الذي سبق الیہ القدر قبل وجودہ الا انک یجب ان تعلم الفرق بین المیسر والمسخر کما تغرق فی لجة القضاء والقدر وکذا القول في باب الرزق و الکسب و الحاصل ان الاسباب والوسائط والروابط معتبرة في جمیع امور ہذا العالم ومن جملة الوسائط والوسائل في قضاء الاوطار الدعاء والالتماس کما فی الشاہد فاللہ سبحانہ قد جعل دعاء العبد سببا لبعض مقاصدہ فاذا کان کذالک فلابد ان یدعو حتی یصل الی مطلوبہ ولم یکن شیء من ذلک خارجا عن قانون القضاء السابق و ناسخا للکتاب المسطور انتہی کلامہ — اس کا مطلب وہي ہی جو امام رازي اپني تفسیر میں بیان کرچکے * ✓

اُن بیانات سے جو اُوپر نقل کیئے گئے یہہ بات ثابت ہوتي ہی کہ دنیا عالم اسباب ہی اور گو خداوند تعالی نے تمام چیزوں کو مقدر کردیا ہی اور جو کچھہ ہونے والا ہی وہ ہوگا مگر ہمارے عمل اور کسب اور محنت کو خاص دخل ہی اور ہم ہر چیز کے لیئے اسباب پیدا کرنے پر مجبور اور مجبول ہیں — اور چونکہ وہ چیز جسے تقدیر کہتے ہیں پردہ میں چھپي ہوئي ہی ہمارے افعال اور اعمال اُس کے ظاہر کرنے والے ہیں اس لیئے ہمکو ہر چیز کے لیئے خواہ جسماني ہو یا روحاني عالم شہادت سے متعلق ہو یا عالم غیب سے اُسي سڑک پر چلنا لازم ہی جو خدا نے ہمارے واسطے بنادي ہی تاکہ ہم منزل مقصود پر پہونچیں وہ سڑک کیا ہی اپني محنت و کسب سے اسباب مہیا کرنا مگر نہ صرف اسباب پر قانع رہنا اور اُسپر بھروسہ کرنا بلکہ مسبب الاسباب کي طرف ہمیشہ خیال رکہنا — اور اُس قوت کا جو ہر چیز میں اپنا کام کرتي ہی پیش نظر رکہنا اور اُسي کو ہر سبب پر مقدم سمجھنا — اور چونکہ پوشیدہ اسباب بہت سے ایسے ہیں جو ہمکو معلوم نہیں ہیں — اور مسبب الاسباب کا تعلق اسباب کے ساتھہ ایسا ہی جسکا راز ہمسے پوشیدہ ہی اسلیئے بحیثیت ایک مذہبي آدمي ہونے کے ہمکو اپنے عمل میں کامیاب ہونے — اور اُن اسباب کے مہیا کردینے کے لیئے جو حصول مقصود کے لیئے ہیں مسبب الاسباب سے رجوع کرنا ' اُس سے بمنت وعاجزي اور بگریہ و زاري سوال کرنا اور دعا مانگنا ' نہایت ضرور اور لازمي ہی — اگر ہم تقدیر پر اسطرح بھروسہ کریں کہ جو ہونا ہی وہ خود ہوگا ' اور دعا کو یہہ سمجھیں کہ یہي ہمارے مقاصد کے لیئے کافي اور یہي ہماري حاجتوں کے پورے ہونے کا ذریعہ ہی ' تو ہم ایک جاہل مسلمان اور خدا کي سنت اور عادت سے ناواقف اور اُسکے احکام کے برخلاف چلنے والے ہونگے — اور اگر ہم صرف اسباب پر قانع ' مسبب الاسباب سے بے خبر ' اور دعا کو اُن اسباب کي جمع کرنے والي چیزوں میں سے نہ سمجھیں جو حصول مقصود کے لیئے ضروري ہیں ' تو ہماري عملي زندگي ایک دہریہ یا لا ادریہ سے بہتر نہوگي — وہ سیدھا راستہ جو

همکو منزل مقصود پر پہونچاتا هی وہ یہي هی که دعا کو هم صرف اقوال اور الفاظ اور خیالات هي پر محدود نسمجھیں ' بلکه افعال اور اعمال کسب اور محنت سے عملي دعا کو قولي اور خیالي دعا سے ملادیں — یعني اسباب کے جمع کرنے کي کوشش کریں اسلیئے که دنیا عالم اسباب هی — اور اُس میں کامیابي کے لیئے خدا نے دعا کو اسلیئے که وہ مسبب الاسباب هی ' اور اسباب کا جمع کرنا اور اُن سے نتائج پیدا کرنا اُس کے اختیار میں هی — اور چونکه همکو معلوم نهیں هی که جسے تقدیر کهتے هیں اُس میں همارے لیئے کیا رکھا هی ' اس لیئے دعا اُسکے ظاهر کرنے کے لیئے ویسا هي ایک ذریعه هی جیسا که همارا عمل اور همارا کسب — پس هم دعا اسلیئے نهیں کرتے که جو کچھه خدا نے اپنے ارادہ اور مشیت سے همارے لیئے مقدر کردیا هی اُسے وہ بدل دے ' اور همارے ارادہ اور خواهش کو اپني مشیت اور مرضي پر مقدم کرے — بلکه دعا سے یہه مقصود هی که جو اُسکي مرضي اور مشیت هو اور اُسکے نزدیک جو همارے حق میں مفید هو اُسے وہ همارے لیئے ظاهر کرے — اس سے نه اسباب کا ترک کرنا لازم آتا هی ' اور نه اس دنیا کو ایک غیر منتظم عالم سمجھنا ' نه تقدیر کي مخالفت اُس سے مقصود هی ' نه خدا کي مرضي و مشیت کا اُس سے پلٹنا ملحوظ — اسلیئے که جب هم خدا سے دعا کرینگے تو هم اپنے آپ کو خدا کا جاننے اور ماننے والا بهي سمجھیں گے — اور جب هم خدا کے جاننے اور ماننے کا دعوی کرینگے تو اُس کے ساتھه همکو اس بات کا ماننا بهي لازم هوگا که وہ همارے مصلحت کو هم سے بهتر جانتا هی ' اور اپني مرضي اور مشیت همارے لیئے بدل نهیں سکتا — اس یقین پر بهي اگر هم اپنے اغراض نفساني کو مقدم سمجھیں اور خدا سے اپني دعا کے ملحوظ هونے پر اصرار کریں اور نامقبول هونے کي صورت میں اُس سے خفا هوجائیں اور اُس سے بغاوت کرنے لگیں ' تو درحقیقت هم نه مسلمان هونگے نه خدا پر ایمان رکھنے والے — پس در حقیقت جو شخص خدا کا ماننے والا اور سچا مسلمان اور خدا سے دعا کرنے والا هوگا وہ وهي کہے گا اور وهي خیال کریگا جو انبیا اور صدیقین اور شهدا اور صالحین کهتے آئے اور سمجھتے رهے هیں که الٰہا لی اصبحت غنیا او فقیرا فالي لادري ایهما خیر لی — اور اسي لیئے سچے مسلمان دعا سے پہلے دعا کي توفیق پانے کي دعا کرتے رهتے هیں — توفیق کیا چیز هی — بنده کا ارادہ خدا کي قضا کے ساتھه ملجانا اور خدا سے وهي چیز مانگنا جو اُسکي مرضي کے مطابق هی — پس توفیق پہلي چیز هی جو انساني روح کو مشورہ دیتي هی که کیا چیز اُسکو مانگني چاهیئے — یعني دعا کي اُس شکل کو بتاتي هی جس کا مانگنا نه قانون قدرت کا شکست کرنا هی ' نه ارادہ الٰهي کا منسوخ کرنا ' نه تقدیر کے برخلاف کسي چیز کا هونا — لیکن چونکه هم نهیں جانتے که یہه قانون کیا هی ' اور ارادہ الٰهي کیا هی ' اور تقدیر میں کیا لکھا هی — ان چیزوں کو هم اُسي وقت جان سکتے هیں جب انکا ظهور هو پس دعا خود ایک نعمت هی خدا کي طرف سے — اور ٹهیک دعا کي توفیق ایک خاص عطیه هی دعا کے سننے والے کي طرف سے — پس جبکه خدا پر ایمان رکھنے والے کي راے دعا کے متعلق ایسي هو تو دعا اُسکي بجاے قوانین قدرت کے بدلنے اور اسباب سے کفارہ کرنے اور تقدیر کے خلاف خواهش کرنے کے درحقیقت قوانین قدرت اور عالم اسباب اور تقدیر الٰهي کے استحکام کے عقیدہ پر مبني هوگي — اگر ایک مسلمان دعا کرنے والا اس یقین واثق کے ساتھه دعا کرے که جس چیز کا میں سوال کرتا هوں وہ مجھکو ملجائیگي ' تو ضرور هی که اس یقین کي بنا اس امر پر هوگي که جو کچھه میں مانگتا هوں وہ ارادہ الٰهي اور تقدیر ایزدي کے مطابق هی — غرضکه جس طرح هم مادي عالم میں اپنے اختیاري کام کرنے میں اس سبب سے کوتاهي نهیں کرتے که جو کچھه مقدر میں هی وہ ضرور هوگا بلکه اپنے فعل اور کسب و محنت کو تقدیر الٰهي کے ظاهر کرنے کا ذریعة سمجھتے هیں — تو کیا سبب هی که یہي خیال اور یہي عمل همارا روحاني عالم میں قائم نرهے اور وهاں اس خیال سے که جو کچھه تقدیر میں هی وہ هوگا دعا کرنا چهوڑدیں — جس طرح اس عالم شهادت میں تقدیر ایزدي کا ظهور همارے افعال پر منحصر هی اس طرح کیوں هم اس بات کو نه مانیں که همارے بعض مقاصد

دعا کرنے پر مشروط ھوں اور جبکہ تمام چیزیں ھماري نظروں سے پوشیدہ ھیں اور ھمارا علم اس جسماني عالم کي نسبت بھي نہایت محدود و ناقص ھی تو ھم روحاني عالم میں جو پوشیدہ اسباب اور خفیہ اسرار ھوں اور جو تعلق خدا کو بندوں کے ساتھہ اور بندوں کو خدا کے ساتھہ ھی اور دعا میں جو اثر اُسنے رکھا ھی اُس کا کیوں انکار کریں اور مذھبي آدمي ھوکر اُن چیزوں سے جن کا ثبوت مذھب سے ھوتا ھی کیوں منکر ھوں — " فاعلم یا سیدي ان الدعاء غیر مناقض لقضاء اللہ تعالی فان اللہ تعبدہ العباد بالدعاء لیکون سببا لتواتر مزایا اللطف وکما ان حمل الکوز و شرب الماء لیس مناقضا للرضا بقضاء اللہ تعالی فی العطش وشرب الماء طلبا لازالۃ العطش ومباشرۃ سبب رتبہ مسبب الاسباب فکذلک الدعاء سبب رتبہ اللہ تعالی وامر بہ وان التمسک بالاسباب جریا علی سنۃ اللہ تعالی لیس مناقضا للرضا بقضاء اللہ تعالی " اگلے خط میں دیگر مذھبي اعتراضات کا جو دعا پر کیئے گئے ھیں بیان کرونگا *

محسن الملک

مضمون نمبر ۳۱

قضا وقدر کي نسبت اکابر اسلام کے اقوال

امام احمد بن یحیی المرتضی زیدي نے اپني کتاب ملل و نحل میں لکھا ھی کہ

لما انصرف علي علیہ السلام من صفین قام الیہ شیخ فقال اخبرنا عن مسیرنا الی الشام اکان بقضاء و قدر فقال علیہ السلام والذي فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ ما ھبطنا واديا ولا علونا تلعۃ الا بقضاء وقدر فقال الشیخ امالذا عنداللہ من الاجر من شئی فقال بل ایھا الشیخ عظم اللہ لکم الاجر في مسیرکم وانتم سائرون وفي منقلبکم وانتم منقلبین ولم تکونوا في شئی من حالاتکم مکرھین ولا الیھا مضطرین فقال الشیخ وکیف ذالک والقضاء والقدر ساقانا وعنھما کان مسیرنا فقال علیہ السلام لعلک تظن قضاء واجبا وقدرا حتما لو لکان کذلک لبطل الثواب والعقاب ولسقط الوعد والوعید ولما کانت تاتي من اللہ لائمۃ للمذنب ولا محمدۃ للمحسن تلک مقالۃ اخوان الشیاطین وعبدۃ الاوثان وخصماء الرحمن وشھود الزور و اھل العمی عن الصواب في الامور ھم قدریۃ ھذہ الامۃ و مجوسھا ان اللہ تعالی امر تخییرا ونھی تحذیرا ولم یکلف مجبورا ولا بعث الانبیاء عبثا ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا —

جب حضرت علي جنگ صفین سے واپس آئے ایک شیخ اُنکي خدمت میں حاضر ھوا اور کہا فرمائیئے کہ ھمارا شام کي طرف سفر کرنا قضا وقدر کے موافق ھوا — حضرت علي نے فرمایا قسم ھی اُسکي جس نے دانہ کو پھوڑا اور جان کو پیدا کیا — نہیں اُترے ھم کسي وادي میں اور نہیں چڑھے ھم کسي ٹیلہ پر مگر موافق قضا وقدر کے — شیخ نے کہا تو کیا خدا کے نزدیک ھمارے لیئے کچھہ ثواب نہیں ھی — فرمایا اے شیخ خدا نے تمھارے لیئے ھزاثواب رکھا ھی تمھارے جانے میں جبکہ تم جانے والے ھو اور تمھارے لوٹنے میں جبکہ تم لوٹنے والے ھو — اور تم اپنے کسي حال میں مجبور و مضطر نہیں تھے شیخ نے کہا پھر کسطرح قضا و قدر نے ھمکو چلایا اور اُسي سے ھمارا سفر ھوا فرمایا کمشاید تو اسکو قضاے یقیني اور قدر قطعي خیال کرتا ھی — حالانکہ اگر ایسا ھوتا تو ثواب و عذاب سب باطل اور عذاب و ثواب کے وعدے سب بیکار ھوجاتے اور نہ خدا کي طرف سے گناہ گار پر کوئي ملامت ھوتي نہ نیک آدمي کي کوئي تعریف پھر قول ھی شیطان کے بھائیوں اور بت پرستوں اور خدا کے دشمنوں اور دھوکے بازوں کا اور انکا جو راہ صواب سے بھکے ھوئے ھیں وہ اس امت کے قدري اور مجوس ھیں خدا نے مختار بناکر حکم دیا اور ڈرانے کے لیئے منع کیا — اور مجبور بناکر مکلف نہیں کیا اور پیغمبروں کو عبث نہیں بھیجا — یہ گمان ھی اُن کا جو کافر ھیں — پس تباھي ھی کافروں کے لیئے *

حضرت امام حسن نے اھل بصرہ کو ایک خط لکھا ھی جس میں سے چند فقرے یہہ ھیں کہ جو خدا پر اور اُسکے قضا اور قدر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ھوا اور جسنے اپنے گناھوں کو خدا کي طرف منسوب کیا وہ گنہگار ھوا — نہ خدا اپنے اطاعت جبرا کراتا ھی — نہ کوئي نالرماني سے اُسپر غلبہ

من لم یومن باللہ وقضائہ وقدرہ فقد کفر و من حمل ذنبہ علی ربہ فقد فجر ان اللہ لایطاع استکراھا ولا یعصی لغلبتہ لانہ الملوک لما املکھم والقادر علی ما اقدرھم علیہ فان عملوا بالطاعۃ لم یحل بینھم و بین ما فعلوا وان عملوا بالمعصیۃ فلو س

هوالذي اجبرهم على ذلك فلو اجبر الله الخلق على الطاعات لاسقط عنهم الثواب ولو اجبر هم على المعاصي لاسقط عنهم العقاب ولو امهلهم لكان عجزا في القدرة ولكن له فيهم المشية اللتي غيبها عنهم فان عملوا بالطاعات كانت له المنة عليهم وان عملوا بالمعصية كانت له الحجة عليهم —

پاتا هی کیونکه وه مالک هی اُس کا جسکے وه مالک هیں اور قادر هی اُسپر جسپر اُنهیں قادر کیا هی - پس اگر خدا کي عبادت کریں تو خدا انکے اور اُنکي عمل کے درمیان حائل نهیں هوتا - اور اگر گناه کریں تو خدا نے اُنکو گناه پر مجبور نهیں کیا - اگر وه دنیا کو اپني فرماں برداري پر مجبور کرتا تو اُنسے ثواب اُٹها لیتا - اور اگر اُنکو گناهوں پر مجبور کرتا تو انسے عذاب اُٹها لیتا - اور اگر انکو بلا مواخذه چهوڑ دیتا تو یهه اُسکي قدرت کا عجز تها - مگر اُن کے حق میں خدا کي ایک مرضي هی جسکو اُن سے پوشیده رکها هی — پس اگر وه طاعت بجالائیں تو اُنپر خدا کا احسان هی اور اگر گناه کریں تو اُنپر خدا کي حجت هی *

و اختصم الى طاؤس اليماني رجلان فقال احد هما عذالمخاصمة لهذا خالقنا فقال طاؤس كذبت فقال الرجل اليس الله تعالى يقول ولايزالون مختلفين الا من رحم ربك ولذلك خلقهم فقال طاؤس انما خلقهم للرحمة والجماعة —

طاؤس الیماني کے پاس دو شخص جهگڑا لیکر آئے اُن میں سے ایک نے تکرار کرتے وقت کها که هم اسي لیئے پیدا هوئے هیں - طاؤس نے کهاتو جهوٹا هی اُس شخص نے کها کیا خدا نے نهیں فرمایا هی که وه برابر اختلاف کرتے رهینگے مگر جسپر تیرا رب رحم کرے اور اُنکو اسي کے واسطے پیدا کیا هی طاؤس نے کها خدا نے اُنکو مهرباني اور اتفاق کے لیئے پیدا کیا هی *

فانهم ايها الامير ما اقوله فانما الله يقضي عنه فليس منه لانه لايرضى مايسخطه من العباد لانه تعالى يقول لايرضي لعبادة الكفر فلو كان الكفر من قضائه وقدره لرضي عمن عمله و لوكان الامر كما قال المخطئون لما كان لمتقدم حمد فيما عمل ولاعلى متاخر لوم واهل الجهل قالوا ان الله يضل من يشاء ويهدي من يشاء ولو نظروا الى ماقبل الاية وما بعدها لتبين لهم ان الله تعالى لايضل الا بتقدم الفسق والكفر لقوله تعالى ويضل الله الظالمين اي يحكم بضلالهم وقال فلما زاغوا ازاغ الله قلوبهم و ما يضل به الا الفاسقين و اعلم ايها الامير ان المخالفين لكتاب الله وعدله يقولون في امر دينهم بزعمهم على القضاء والقدر ثم لا يرضون في امر دنيا هم الا بالاجتهاد والبحث والطلب و الاخذ بالحزم فيه ولا يعملون في اكثر دنيا هم على القضاء والقدر - و قال محتجها بقوله تعالى قد افلح من زكاها وقد خاب من دساها فلو كان هو الذي دساها لما خيب نفسه —

وه کام اُسکي طرف سے نهیں هی — کیونکه بندوں کا جو کام اسکو غصه دلاتا هی وه اس پر راضي نهیں هی کیونکه خدا فرماتا هی که الله اپنے بندوں کے کفر پر راضي نهیں هی — پس اگر کفر قضا وقدر سے هوتا تو خدا اُس کے کرنےوالے سے خوش هوتا اور اگر ایسا هي هوتا جیسا که یهه الزام دینے والے کهتے هیں - تو نه نیک عمل میں قدم بڑهانے والے کي تعریف تهي نه پیچهے هٹنے والے پر کوئي ملامت - اور جهلا کهتے هیں که خداجسکو چاهے گمراه کرتا هی اور جسکو چاهے راه دکهاتا هی — اگر وه آیت کے ماقبل و مابعد پر نظر ڈالتے تو اُنکو معلوم هوجاتا که خداگمراه نهیں کرتا مگر پهلے گناه کرنے اور کفر کرنے سے - کیونکه اُسکا قول هی که اللهٔ لاموں کوگمراه کرتا هی - یعني اُنکي گمراهي کا حکم دیتا هی - اور فرماتا هی که جب وه ٹیڑهے هوتے هیں خدا اُن کے دلوں کو ٹیڑها کرتا هی اور وه نهیں گمراه کرتا مگر فاسقوں کو اے امیر سمجهه لے که خدا کي کتاب اور اسکے عدل کي مخالفت کرنے والے دین کي باتوں میں تو اپنے زعم کے موافق قضا وقدر پر گفتگو کرتے هیں — مگر دنیا کے کاموں میں کوشش - کاوش — طلب اور هوشیاري سے کام لیتے اور بغیر اس کے راضي نهیں هوتے هیں - اور دنیا کي بهت سي باتوں میں قضا و قدر پر عمل نهیں کرتے - اور حسن بصري نے اس آیت سے استدلال کیا هی جهاں خدا نے فرمایا هی که کامیاب هوا وه جس نے نفس کو پاک کیا اور نا اُمید هوا وه جسنے نفس کو روندا پس اگر خدا هي اُسکے نفس کو پامال کرتا تو اسکو نا اُمید نه کرتا *

وحیدالدین پاني پتي

مضمون نمبر ۳۲

علوم طبیعیہ کی تحقیقات جدید

ہمکو معلوم ہوا ہی کہ جو بڑے عالم علوم طبیعیہ کے اُن امور کے دریافت میں مصروف ہیں جو اب تک ناتحقیق ہیں اُنہوں نے نسبت روح کے مندرجہ ذیل امور دریافت کیئے ہیں اور علم طبیعات کے قواعد سے اُنکو ثابت کیا ہی *

۱ — انسان میں روح ہی اور وہ غیر مادی ہی *

۲ — انسان کے مرنے کے بعد روح قایم رہتی ہی فنا نہیں ہوجاتی *

۳ — روح جو بعد مرنے انسان کے باقی رہتی ہی وہ اپنے تئیں جانتی ہی جس طرح کہ انسان اپنی زندگی میں اپنے تئیں جانتا ہی *

۴ — وہ اُن افعال سے جو انسان نے اپنی زندگی میں کیئے ہیں متاثر ہوتی ہی *

ہم نہیں جانتے کہ یہہ بات کہاں تک سچ ہی اور کس قسم کی دلایل طبیعی اُسکی اثبات میں دریافت ہوئی ہیں جو تصورات کہ اسکی نسبت ہوئی ہیں اُنکے حاصل کرنیکی ہم کوشش کررہے ہیں اگر وہ دستیاب ہوگئیں تو ہم اُس کو چھاپینگے اگر یہہ تحقیقات صحیح اور اُسکی دلیلیں ثبوت کے لیئے کافی ہیں تو نہایت خوشی کی بات ہی کیونکہ ہم نے متعدد جگہہ اپنی تحقیقات میں دلایل عقلیہ سے ثابت کیا ہی کہ انسان میں سوائے اُسکے مادہ کے روح ہی اور وہ کاسب اور مکتسب ہی اور بعد ممات قایم رہتی ہی اور افعال انسانی سے جو اثر اُس نے اکتساب کیا ہی اُس سے متاثر ہوتی ہی اگر دلایل عقلیہ اور تحقیقات علوم طبیعیہ کا نتیجہ متحد ہوجاوے تو نہایت عمدہ بات ہی — مگر دلائل ثبوت و بقاے روح کا ثبوت جو اعمال مشاہدہ سے متعلق ہی وہ قابل تسلی نہیں ہی اگر ہم قبول کرلیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ مردوں کی روح کو بلا لیتے ہیں اور دکھا دیتے ہیں اور اُن سے باتیں بھی ہوجاتی ہیں مگر یہہ افعال ثبوت و بقاے روح کے لیئے کافی نہیں ہیں — یہہ بات تسلیم شدہ ہی کہ انسان میں ایسی قوت مقناطیسی ہی کہ دوسرے انسان یا انسانوں کے خیال پر موثر ہوتی ہی اور وہ اُنکو ایسے امور دکھلا سکتے ہیں جنکا حقیقتا کچھہ وجود نہیں ہی مگر وہ اُنکو موجود سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور کبھی اشیاء موجودہ کو ایک مقلب صورت پر دکھلا دیتے ہیں جیسیکہ مسحرہ فرعون نے لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپوں کی صورت میں لوگوں کو دکھلادیا تھا پس اگر کسی نے ایک دھندلی سی شبیہہ دکھلادی اور دیکھنے والوں نے خیال بھی کیا کہ فلاں شخص یا فلاں عورت کی روح ہی اور اُس سے باتیں بھی کرلیں تو اسبات کا یقین کیونکر ہو کہ در حقیقت وہ اُن شخصوں کی روح تھی یا صرف قوت مقناطیسی کے سبب سے اُس شخص نے لوگوں کے خیال میں ایسا اثر ڈالا تھا کہ اُنکو خیال میں ایک دھندلی سی صورت دکھائی دی اور اُنھوں نے تصور کیا کہ یہہ فلاں شخص کی روح ہی — ہم نے سنا ہی کہ ایک بزرگ درویش تھے اور اُن سے بعض لوگ درخواست کرتے تھے کہ ہم فلاں شخص مثلاً باپ یا دادا یا ماں یا فلاں دوست سے جو مرگیا ہی ملنا چاہتے ہیں درویش صاحب اُسکو کہتے تھے کہ اُنکو بند کر اور اُسپر توجہ کرتے تھے اُسکو غنودگی اجاتی تھی اور اس حالت میں وہ اُن سے مل لیتا تھا جن سے وہ ملنا چاہتا ہی پس کیونکر تصفیہ ہو کہ درحقیقت وہ اُن سے ملا تھا یا صرف اُسکا خیال ہی خیال تھا *

ہم اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ خواب میں ہم نے ایک بزرگ کو دیکھا جو مرے ہوئے تھے اور اُن بزرگ نے ہم سے ایک بات کہی — مگر جب ہم اُٹھے تو ہم بھول گئے کہ کیا کہا تھا — جو بزرگ کہ اُن کے سجادہ نشین تھے اُن سے ہم نے عرض کیا اور چاہا کہ وہ بتائیں کہ کیا بات اُنھوں نے کہی تھی اُسوقت تو اُنھوں نے اُسکا جواب نہیں دیا مگر دو تین دن بعد ایک رقعہ لکھہ بھیجا کہ یہہ بات تم سے کہی تھی — میں خود اُنکی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ یہہ بات آپ کو کیونکر معلوم ہوئی — اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے اُن بزرگ کی روح سے پوچھہ لیا — اور میں ایسے شبہہ میں پڑگیا کہ شاید اُن بزرگ نے خواب میں مجھہ سے یہی بات کہی تھی *

سید احمد

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم جمادي الثاني سنہ ۱۳۱۳ هجري سنہ ۱۳۲۵ فصلي [نمبر 9

مضمون نمبر ۳۳

معاد توریت میں

ایک امر بلاشبہہ نہایت غور کے قابل ہی کہ توریت میں معاد کا کچھہ ذکر نہیں ہی حضرت موسی نے نہ جنت کا ذکر کیا ہی نہ دوزخ کا نہ قیامت کا نہ آخرت میں اعمال کي سزا و جزا کا بلکہ تمام امور کو دنیاوي باتوں پر منحصر کردیا ہی کہ اگر اچھے کام کروگے تو میوہہ برسیگا اولاد ہوگي وبا نہوگي دشمنوں پر فتح پاوگے بڑے کام کروگے قحط پڑیگا اولاد مریگي دشمنوں سے مغلوب ہوگے پس حضرت موسی نے اعمال نیک و بد کي سزا دنیا ہي میں ہونی بتائي ہی معاد کا مطلق ذکر نہیں ہی *

تمام توریت میں روح کا بھي بیان نہیں ہی مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت موسی کے وقت تک روح کا خیال بھي پیدا نہوا تھا اور اسلیئے معاد کا اور دوزخ و بہشت کا اور قیامت کا اور قیامت میں سزا و جزا کا کچھہ ذکر توریت میں نہیں ہی *

ہمارے نزدیک ضرور تھا کہ کسي مسلمان عالم سے جو نہ صرف عربي زبان ہي کا عالم ہو بلکہ عبري زبان کا بھي بڑا عالم اور یہودي علوم میں بھي بمنزلہ ربي ہو اس مسئلہ کے حل کي درخواست کي جاوے اور ایسا شخص جو دو زبانوں اور دونوں زبانوں کے علوم میں عالم متبحر ہو سواے جناب مولانا مولوي عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹي کے اور کوئي نہیں تھا اس لیئے ہم نے جناب ممدوح سے استدعا کي اور جو کچھہ جناب ممدوح نے تحریر فرمایا ہی اُسکو بچشمہ تہذیب الاخلاق میں چھاپتے ہیں — اگرچہ مولانا نے عام لوگوں کي سمجھہ کي نظر سے عبري آیات توریت کو عبری خط اور پھر اُسکو عربي خط میں معہ زبر و زیر کے پھر اُنکا ترجمہ اُردو میں لکھا ہی مگر پھر بھي عام لوگوں کو اُس کے پڑھنے میں کسیقدر دقت ہوگي مگر یہہ ایسا مضمون ہی کہ مسلمانوں کو اسپر ضرور توجہہ کرني چاہیئے

کیونکہ قرآن مجید میں ہی " انا انزلنا التوراة فیها هدی ونور " اسلیئے هم مولانا کے لکھے هوئے مضمون کو اسدرجہ کا سمجھتے هیں کہ مسلمان اُسپر غور کریں مضمون جو مولانا نے لکھا هی وہ یہہ هی *

ذکر معاد حسب بیان تورات و دیگر صحف

معاد مصدر یا اسم ظرف هی مادہ اسکا عود هی بمعنی اوٹنا عرف میں معاد کے معنی هیں جیسا تھا ویسا هوجانا حوادث زمانی کا معدوم هوجانا اُسکا معاد هی یوں هی هر موجود کا معدوم هوکے موجود هونا معاد هی علامہ تفتا زانی نے شرح مقاصد میں لکھا هی کہ مواد معاد سے رجوع وجود کی طرف بعد الفنا هوتا هی اور رجوع اجزاے بدن کا اجتماع کیطرف بعد تفرق کے اور حیات کیطرف بعد موت کے اور ارواح کا بدن کیطرف بعد مفارقت کے اور فلاسفہ کے نزدیک ارواح کا بدن سے بے تعلق هوجانا جیسا وے تہیں (انتهی) اکثر اطلاقات شرع و اهل شروع سے معلوم هوتا هی کہ معاد سے مقصود ایک زمانہ معین هوتا هی جس میں بڑے بڑے تغیرات معادی هوں اُس کے دو حصہ هیں ایک حصہ وہ هی جس میں تمامی عالم اجسام فنا هو صرف اجزاے لایتجزی خلا میں رهجائیں اُسکو بیشتر قیامت سے تعبیر کرتے هیں قیامت کو هنود بهي تسلیم کرتے هیں کہ بمرات غیر متناهي قیامت هوچکي هی اور بمرات غیر متناهي هوگي دوسرا حصہ وہ هی جس میں ارواح اپنے اعمال حسنہ و قبیحہ پر متنبہ هوکے مسرور یا محزون هونگي اُسے یوم الدین کہتے هیں هم یہاں بحث تفصیلي معاد سے نہ کرینگے جسقدر تورات سے ثابت هی اُسیقدر لکھتے هیں فقط تورات سفرالتکوین باب دوم آیت اول

וַיְכֻלּוּ הַשָּׁמַיִם וְהָאָרֶץ וְכָל־צְבָאָם :

ویخلو هشا مایم وها آرض وخل صباآم -

ترجمہ آسمان و زمین و مافیها سب فنا هو جائینگے - ویخلو صیغہ مستقبل هی ولو علامت استقبال عطف هو نہیں سکتا مادہ اسکا خلا هی اس مادہ کے دو معني هیں ایک فنا هونا دوسرے پورا هونا علماء یهود و نصاری اس کے معني یوں کہتے هیں آسمان و زمین و مافیها پورے هوگئے - اسمیں دو قباحت هیں اول یہہ کہ مضارع کو بمعني ماضي کہتے هیں دوسرے یہہ کہ پہلے باب میں خدا نے آسمان و زمین کي پیدایش کي خبر دي هی اب اُسکے اعادہ کي ضرورت نہیں علاوہ بریں ایجاد وتکوین تو اب تک بند نہیں پوري کیونکہ هوئي خدا نے چھہ دن میں اشیا کي پیدایش کا ذکر کیا اُس کے بعد پیدایش کي نسبت نہیں کہا کہ ختم هوگئي چنانچہ هوتي جاتي هی تراجم جسقدر هیں یهود و نصاری کے کہیں هیں هم اُسے نہیں مانتے - آیت ٢ -

וַיְכַל אֱלֹהִים בַּיּוֹם הַשְּׁבִיעִי מְלַאכְתּוֹ אֲשֶׁר עָשָׂה וַיִּשְׁבֹּת בַּיּוֹם הַשְּׁבִיעִי מִכָּל־מְלַאכְתּוֹ אֲשֶׁר עָשָׂה :

ویخل الوهیم بیوم هششبیعي ملختو اشر عاسا ویشبوت بیوم هششبیعي مکل ملختو اشر عاسا —

ترجمہ — فنا کردیگا ساتویں دن اپني مصنوعات کو جسے بنایا تھا — یعني قطع کریگا ساتویں دن جملہ مصنوعات سے جسے بنایا تھا - مقصود یہہ هی کہ چھہ دن میں عالم اجسام تیار هوا اور چھہ هي دن مدت بقا هی بعد انقضا اُس مدت کے ساتواں دن هی جس میں عالم اجسام فنا هوجائیگا اور جب عالم اجسام نرهیگا تو اُس سے خدا کو کیا تعلق رهیگا اُس وقت سے ایجاد وتکوین بند هوجائیگا تو تعلق ایجاد اُس وقت ختم هوجائیگا - یهود و نصاری اس کے معني یہہ کہتے هیں کہ خدا نے ساتویں دن اپني مصنوعات کو پورا کیا اور ساتویں دن اپني کل مصنوعات سے جسے بنایا تھا آرام کیا - یہہ معني صحیح نہیں معلوم هوتے کیونکہ ساتویں دن کوئي کام نہ هوا اور نہ کہتے هیں کہ ساتویں دن خدا نے اپني مصنوعات کو پورا کیا اس سے نکلتا هی کہ ساتویں دن بهي کچھہ بنایا اُنهوں مصنوعات میں جو نقص رهگیا تھا اُسے پورا کردیا - یہہ معني کسقدر خلاف عقل و سیاق سے باهر هیں علاوہ بریں یہاں بهی

مستقبل کو ماضي سے ترجمه کرتے هوں لهذا يهه معني لايق التفات نهيں آيت ٣ —

וַיְבָרֶךְ אֱלֹהִים אֶת־יוֹם הַשְּׁבִיעִי וַיְקַדֵּשׁ אֹתוֹ כִּי בוֹ שָׁבַת מִכָּל־מְלַאכְתּוֹ אֲשֶׁר־בָּרָא אֱלֹהִים לַעֲשׂוֹת :

وَيُبَارِكْ الوهيم اِتْ يوم هَشَّبِيعِي وَيُقَدِّيشْ أُوتُو كِي بُوشَابَتْ مِكُّلْ مِلَاخْتُو اَشَرْ بَارَا الوهيم لَعَسُوتْ

ترجمه برکت ديگا خدا ساتويں دن کو اور اُسے مقدس کريگا کيونکه اُس ميں اپني جمله مصنوعات سے لاواسطه هوا — اس دن کو برکت دينے سے مقصود يهه هی که خدا اُس دن کو بڑا کريگا چنانچه اور صحف ميں اُس دن کو بڑا اور يهانتک لکها هی فقط — حضرت ايوب کے ٢٦ باب ميں لکها هی اس باب ميں خدا کي قدرت و رحمت کا بيان هی آيت ١٠ —

חָק חָג עַל־פְּנֵי־מָיִם עַד־תַּכְלִית אוֹר עִם־חֹשֶׁךְ :

حوق حَغْ عَلْ پِنِي مايِم عَدْ تَخْلِيث اور عِمْ هوشِخْ-

ترجمه — پاني کے سامنے حج فريضه هی تاقيامے نور وظلمت — مقصود يهه هی که خدا نے پاني کے سامنے حج کرنا فرض کرديا هی که کواکب اُسکے گرد گردش کيا کريں يهه اُسکي عجايب قدرت سے هی که ايسے بڑے بڑے اجسام نوراني کو گرد ايک چهوٹے مظلم جسم کے گهوماتا هی يهه فريضه تاقيامے نور و ظلمت قايم رهيگا نور سے مراد اجسام اثيريه اور ظلمت سے عناصر هوں اس سے ظاهر هی که ايک زمانه ايسا هوگا جس ميں نه کواکب رهينگے نه عناصر — آيت ١١ —

עַמּוּדֵי שָׁמַיִם יְרוֹפָפוּ וְיִתְמְהוּ מִגַּעֲרָתוֹ :

عَمُّودِي شَامايِم يِرُو فُو وَيِتْمَهُو مِگَّعَرَاثُو —

ترجمه آسمانوں کے ستون هل جائينگے اور مٹ جائينگے اُسکي کڑک سے — قال الله تعالى ان زلزلة الساعة شئ عظيم — حضرت ايوب کا آخر زمانه حضرت موسى کا آغاز زمانه هی ٩٩ زبور کي پهلي آيت —

יְהוָה מָלָךְ יִרְגְּזוּ עַמִּים יוֹשֵׁב כְּרוּבִים תָּנוּט הָאָרֶץ :

يهوا مالخ يِرگَزُو عَمِّيم يوشيب كروبيم تانوط هاآرص

ترجمه خدا سلطان هوا تهرتهرائيں قومیں عرش نشين زمين کو متزازل کريگا — قرآن ميں هی که خدا بروز قيامت کهيگا لمن الملک اليوم — قلوب يومئذ واجفة ابصارها خاشعة — ايضاً يوم يفرالمرء من اخيه و أمه وابيه وصاحبته وبنيه لکل امرء منهم يومئذ شان يغنيه — ايضاً اذازلزلت الارض زلزالها — ١٠٢ زبور کي ٢٦ آيت سے ٢٨ تک —

לְפָנִים הָאָרֶץ יָסַדְתָּ וּמַעֲשֵׂה יָדֶיךָ שָׁמָיִם :

הֵמָּה יֹאבֵדוּ וְאַתָּה תַעֲמֹד וְכֻלָּם כַּבֶּגֶד יִבְלוּ כַּלְבוּשׁ תַּחֲלִיפֵם וְיַחֲלֹפוּ : — וְאַתָּה הוּא וּשְׁנוֹתֶיךָ לֹא יִתַּמּוּ :

لِفانِيم هاآرص يَاسَدْتا ومَعَسَه يادَيخا شامايِم —

هِيما يُوبِيدُو وِ اَتَّا تَعْمُود وِخُلَّم كَبِّغِدْ يِبْلُو كَلْبُوش تَحَلِّيفِيم وِيَحَلُوفُو — وِاَتَّا هُو وشَنُوتَيخا لَايِّتَمُو

ترجمه پيشتر تونے زمين کو موسس کيا اور آسمان تيرے هاتهه کي صنعت هی — وے فنا هو جائينگے اور تو قايم رهيگا اور سب کپڑے کي طرح بوسيده هوجائينگے تو اُنکو لباس کيطرح بدليگا اور بدل جائينگے — اور تو بدستور اور تيرے ايام ختم نه هونگے — اس سے صاف ظاهر هی که کسي وقت آسمان وزمين فنا هوجائينگے — حضرت سليمان نے فوهيلث باب ١٢ ميں لکها هی —

וּזְכֹר אֶת בּוֹרְאֶיךָ בִּימֵי בְחֻרוֹתֶיךָ עַד אֲשֶׁר לֹא־יָבֹאוּ יְמֵי הָרָעָה וְהִגִּיעוּ שָׁנִים אֲשֶׁר תֹּאמַר אֵין לִי בָהֶם חֵפֶץ :

וְזָכוֹר אֶת בּוֹרְאֶיךָ בִּימֵי בְחוּרוֹתֶיךָ עַד אֲשֶׁר

לֹא יָבוֹאוּ יְמֵי הָרָעָה וְהִגִּיעוּ שָׁנִים אֲשֶׁר תֹּאמַר אֵין

לִי בָהֶם חֵפֶץ —

ترجمہ یاد کر اپنے خالق کو ایام شباب میں قبل اس کے کہ آجائیں وہ ایام برائي (یعني موت) اور پہونچ جائیں وے اوقات جب تو کہیگا کہ اُس میں مجھے کچھہ قوت نہیں (یعني موت) مقصود یہہ ہی کہ خدا کو قبل مرنے کے یاد کیا کر — آیت ۱ —

עַד אֲשֶׁר לֹא-תֶחְשַׁךְ הַשֶּׁמֶשׁ וְהָאוֹר וְהַיָּרֵחַ וְהַכּוֹכָבִים

וְשָׁבוּ הֶעָבִים אַחַר הַגָּשֶׁם :

עַד אֲשֶׁר לֹא תֶחְשַׁךְ הַשֶּׁמֶשׁ וְהָאוֹר וְהַיָּרֵחַ

וְהַכּוֹכָבִים וְשָׁבוּ הֶעָבִים אַחַר הַגָּשֶׁם —

ترجمہ اُس زمانہ تک کہ مظلم ہوجاے (یعني فنا ہوجاے) سورج اور نور اور چاند اور کواکب اور بدلیاں مستحیل ہوں مفہمہ کیطرف — تفسیر عد بمنزلہ عربي الی و فارسي تاکے ہی — اشر کے معني کبھو عربي الذي هندي جو جس کے ہوتے ہوں کبھو اسم اشارہ بمعني اُس آتا ہی — لو — اس لفظ کي کتابت دو طور سے ہی لا یعني لام مضموم کے بعد همزہ یہہ بمنزلہ عربی لا کے حرف نفي ہی دوسرا لو لام مضموم کے بعد واو بمعني اُسکو آتا ہی اور کبھو زماني بمعني زمانہ و وقت پنچاس مقام پر کتب مقدس میں اول بمعني ثاني آیا ہی یہاں بھي ایسا ہي ہی اس لوئے "عد اشر لا" کا ترجمہ همنے اُس زمانہ تک کیا ہی ورنہ معني ضبط ہوجائینگے مقف جو ایک چھوٹي سي لکیر علامت وصل ہی اشر و لا کے بیچ میں چاہیئے یہاں غلطي سے یہود لے لا و الفظ مابعد میں لگایا ہی علامات تحریریہ زمانہ دراز کے بعد لگائي گئیں ہیں اور بدلي سے مراد عالم اجسام ہی اور مطر سے اجسام صغار صلبیہ — مقصود یہہ ہی کہ خدا کو یاد کیا کر اُس زمانہ سے پہلے کہ فنا ہوجائیں شمس و قمر و کواکب ونور اور عالم اجسام اجسام دیمقر اطوسي کي طرف جو اُنکي اصل ہی منحل ہوجاے یعني قیامت آجاے آیت ۱۳ —

בְּיוֹם שָׁיָּזֹעוּ שֹׁמְרֵי הַבַּיִת וְהִתְעַוְּתוּ אַנְשֵׁי הֶחָיִל

וְבָטְלוּ הַטּוֹחֲנוֹת כִּי מִעֵטוּ וְחָשְׁכוּ הָרוֹאוֹת בָּאֲרֻבּוֹת :

בְּיוֹם שָׁיָּזֹעוּ שׁוֹמְרֵי הַבַּיִת וְהִתְעַוְּתוּ אַנְשֵׁי הֶחָיִל

וְחָשְׁכוּ הָרוֹאוֹת בָּאֲרֻבּוֹת —

ترجمہ جس روز جنبش میں آئینگے حافظان بیت معہود (یعني حارسان خلا کہ وهي کرسي ہی) اور حرکت کرینگے قوت والے (یعني ملائکہ) اور مت مثا جائینگي چکھاں (یعني افلاک) کھونکہ وے پرزہ پرزہ ہوجائینگے اور مظلم ہوجائینگے کھڑکیوں سے نظارہ کرنے والے (یعني کواکب) آیت ۴ —

וְסָגְרוּ דַלְתַיִם בַּשּׁוּק בִּשְׁפַל קוֹל הַטְּחֲנָה וְיָקוּם לְקוֹל

הַצִּפּוֹר וְיִשְׁחוּ כָּל בְּנוֹת הַשִּׁיר :

וְסָגְרוּ דַלְתַיִם בַּשּׁוּק בִּשְׁפַל קוֹל הַטְּחֲנָה וְיָקוּם לְקוֹל

הַצִּפּוֹר וְיִשְׁחוּ כָּל בְּנוֹת הַשִּׁיר —

ترجمہ اور بند کیئے جائینگے دروازے بازار کے آسمانی آواز کي سختي سے پھر عصفور کي آواز سے قیام ہوگا اور ذلیل ہوجائینگي سب گانیوالیاں — بازار سے مراد عالم کون وفساد ہی اُس کے دروازوں کے بند ہونے سے مقصود یہہ ہی کہ تولید وتکوین بند ہوجائینگي اور وہ ایک سخت آواز سے فنا ہوگا یہاں تک عالم اجسام کے فنا ہونیکا بیان ہی اُسکے بعد کہتا ہی کہ عصفور یعني گنجشک کي آواز سے قیام ہوگا عصفور سے مراد اسرافیل ہوں جس کي آواز سے ارواح خدا کے سامنے کھڑي ہونگي یعني اپنے اعمال کي طرف متوجہ

هونگے يوم يقوم الروح والملائكة صفاً — اذا نفخ في الصور — فبصرك اليوم حديد — اور گانيوالوں سے مراد شياطين هيں جو مضل و گمراه كرنے والے هيں جلكي رضامندي كے ليئے بهجن گائے جاتے هيں وے سب ذليل هونگي انتم وما تعبدون حطب جهنم — آيت ٥ —

גַּם מְגֻבֶּה יִירָאוּ וְחַתְחִתִּים בַּדָּרֶךְ וְיִנָּאֵץ הַשָּׁקֵד וְיִסְחַבֶ֫ל הֶחָגָב וְתָפֵר הָאֲבִיוֹנָה כִּי־הֹלֵךְ הָאָדָם אֶל־בֵּית עֹלָמוֹ וְסָבְבוּ בַשּׁוּק הַסּוֹפְדִים :

گم مگا بوه يبراؤ وحثحتيم بدرخ ويافيص هشا قيں ويستبّبل هحاغب وتافير هاابيونة كي هوليخ ها آدام الْ بيث عولامو وسابيو بشرق هسّوفديم —

لغات (حثحتيم) جمع هي واحد اسكا حثحث ماده اسكا حثث هي اس كے اصل معني هيں توڑ ڈالنا اور ٹوٹ جانا خصوصاً خوف سے پس حثحث كے معني كسور و چور و خورده هيں يا اس كے معني خايف و جزع كنندہ هيں (درخ) معني راه — (يا فيص) ماده اسكا فاص هي اسكے مجرد كے معني هيں استهزاء وتحقيرو نا مظور كرنا استكراه افعال ميں اس كے معني هيں ذليل هونا (شاقيد) غالب استعمال اسكا بادام و آخروت ميں هي ليكن من حيث الاشتقاق اس كے معني محافظ و نگهبان بهي هوسكتے هيں كيونكه شقد جڑ اسكا ماده هي اسكے معني حفاظت كرنا و نگهباني كرنا هي (يستبهل) ماده اسكا سبل هي جس كے معني هيں بهاري بوجهه لادنا مجازاً دكهه سهنا (حاغب) يعني ملخ مراد ظلمه (تافير) معني كت جاوگا (ابيونه) معني خواهش اُميد (سوفيد) نوحه گر — ترجمه — كبر يا خواه جلال سے ڈريگے اور كسور خواه چور راه ميں هونگے (يعني تمام عالم اجسام فنا هوجاويگا اجسام ديمقرا طيسي خلا ميں رهجائينگے وتگدر سے مراد دنيا هي اكثر السنه ميں دنيا كو رهگذر سے كنايه كرتے هيں) اور ذليل هوجاويگا بادام خواه آخروت (بادام آخروت كهيل و بازي كي چيزهي اُس سے اطفال كهيلتے هيں مقصود يهه هي كه كهيل و تماشاذليل هوجاويگا يا يهه مقصود هي كه ذليل هوجاويگا محافظ عالم اجسام كيونكه عالم اجسام فنا هوجاويگا محافظ اُسكا بيكار و معطل رهيگا يعني عقل فعال) اور ظلمه دكهه سهينگے اور مقطع هوجاويگي اُميد كيونكه آدمي اپنے بيت الخلاء كيطرف چلا جاويگا اور گهبر ليگے بازار كو نوحه گر — نوحه گروں كے گهبر نے سے مراد هي غم كا چها ليفا يعني آدمي جلت يا دوزخ ميں چلا جاويگا اور دنيا ميں غم كيصورت رهيگي بسبب ويراني كے — آيت ٦ —

עַד אֲשֶׁר לֹא־יִרְחַק חֶבֶל הַכֶּסֶף וְתָרֻץ גֻּלַּת הַזָּהָב וְתִשָּׁבֵר כַּד עַל־הַמַּבּוּעַ וְגָרַץ הַגַּלְגַּל אֶל־הַבּוֹר :

عَدْ اَشَرْ لُايَرَاحِيق حِبِل هَكَسّف وِثَارُص كَاوُث هَزَّاهاب وِتشَّابِر كَدْ عَلْ هَمَبُوع وِفَارُوص هَكَلَكَلْ اِلْ هَبُّور —

لغات — (حِبِلْ) رسي — زنجير — پهندا — (كَلَّا) ابتري ومكان (كَلْكَلْ) چرخ مراد فلك —

ترجمه — قبل دور هونے سلسله نقره و مكان طلا اور شكسته هونے گهڑي كے چشمه پر اور چور هوجانے فلك كے غار ميں — يعني قبل فنا هوجانے چاندي كے اور كان ذهب يعني ڈهار كے اور معدوم هوجانے پاني اور آسمان كے — آيت ٧ —

וְיָשֹׁב הֶעָפָר עַל־הָאָרֶץ כְּשֶׁהָיָה וְהָרוּחַ תָּשׁוּב אֶל־הָאֱלֹהִים אֲשֶׁר נְתָנָהּ :

وِياشَب هَعافار عَلْ هاآرِصْ كِشهايا وِهارُووح تاشُوب اِلْ هاالُوهِيم اَشِرْ نِثَناه —

ترجمه — قبل عود کرنے دهول کے زمین کي طرف جیسا تها یعني قبل اسکے که زمین مثل سابق کے غبار هوجاے اور روح لوٹے ملائکه کي طرف جس نے دیا تها — یا یوں کهیں که قبل اس کے که روح لوٹے خدا کي طرف جس نے دي تهي — آیت ۸ میں حضرت سلیمان نے کها هی که جمله عالم اجسام لغو و باطل هی — الا کل شیئ ماخلاالله باطل — اشعیا باب ۵۱ — میں لکها هی —

שְׂאוּ לַשָּׁמַיִם עֵינֵיכֶם וְהַבִּיטוּ אֶל הָאָרֶץ מִתַּחַת כִּי־שָׁמַיִם כֶּעָשָׁן נִמְלָחוּ וְהָאָרֶץ כַּבֶּגֶד תִּבְלֶה וְיֹשְׁבֶיהָ כְּמוֹ כֵן יְמוּתוּן וִישׁוּעָתִי לְעוֹלָם תִּהְיֶה וְצִדָּקָתִי לֹא־תֵחָת׃

سڤّو لشّاميم عيْنيخيم وِ هبّيطو ال ها آرص متّحث كه شاميم كعاشان ذملاحو وها آرص كبّغذ تيلاه ويوشبيها كموخيين يموثون وشُوعاثي لعولام تهيه وعدقثي لوثحث —

ترجمه — آسمان کیطرف اپني آنکهه اُٹهاؤ (یعني اُسکي حقیقت میں نظر کرو) اور نیچي زمین کو لحاظ کرو آسمان تو دهوئیں کي طرح اوڑ جائینگے اور زمین کپڑے کي طرح پهٹ جائیگي اور اُسکے سکان پروانه کي طرح مرجائینگے اور هماري نجات همیشه رهیگي اور همارا صدق منقطع نه هوگا — اذا السماء انفطرت ویوم یکون الناس کالفراش المبثوث کو لحاظ کرو — واضح هو که انبیاء متاخر نے زمانه قیامت کو یوم یهوا هگّادول وهنّورا یعني خدا کا بڑا وبهیانک دن کها هی یوئیل نبي نے چند حوادث عظیمه کو لکها هی که قبل قیامت کے هونگے اُسي ضمن میں اُس دن کا ذکر کیا هی یوئیل باب اول آیت ۱۵ —

אֲהָהּ לַיּוֹם כִּי קָרוֹב יוֹם יְהוָה וּכְשֹׁד מִשַּׁדִּי יָבוֹא׃

احاه لیوم کي قاروب یوم یهوا وکشود مشّدّاي یابوا —

ترجمه — اخ ري وه دن خدا کا دن قریب هی طوفان کي طرح قهار کیطرف سے آئیگا — آیت ۱۶ یقیناً همارے سامنے سے قوت منقطع هوجائیگي اور همارے معبود کے گهر سے خوشي و سرور — آیت ۱۷ —

עָבְשׁוּ פְרוּדוֹת תַּחַת מְגָרְפֹתֵיהֶם נָשַׁמּוּ אֹצָרוֹת נֶהֶרְסָה מַמְגֵרוֹת כִּי הֹבִישׁ דָּגָן׃

عابشو پرودوث تحث مغرفوثيهم ناشّدو ارصاروث نهراسو ممّغوروث كي هرّبيش داغان —

لغات — (عابشو) ماده اسکا عبش هی بمعني ضائع هونا (پرودوث) تخم بهیج بینگا (مغرفوث) ڈهیلا — دهول (ناشّمو) ماده اسکا شمم هی بمعني ویران هونا برباد هونا (أوصا روث) خزانین — (نهراسو) ٹوٹ جائینگے (ممغوروث) زراعت کهیتي (داغان) خرمن گندم و روئي — ترجمه — ضائع هوجائیگا بهیج ڈهیلے کے نیچے ویران هوجائینگے خزائین لوٹ جائیگي کهیتي آیت ۱۸ — بهایم کسقدر چلائینگے اور روئینگے گله گیرو کي چرائي نه هونے سے اور بهیڑ بکري کے گله برباد هونگے — آیت ۱۹ خدا میں تجهے پکارونگا جب آگ کهالیگي میدان کي چراگاه اور شعله جلادیگا میدان کے کل درخت — آیت ۲۰ جانور بهي تیري طرف میل کرینگے جب سوکهه جائینگے پاني کے دهارے اور آگ کهالیگي میدان کي چرني — ان سب کا حاصل یهي هی که قبل قیامت کے نباتات فنا هوجائینگے باب ۳ آیت ۱۵ — چاند و سورج مظلم هو جائینگے اور کواکب بے نور آیت ۱۶ — خدا صهیون سے کرجیگا اور اورشلیم سے آواز دیگا که آسمان و زمین کانپ جائینگے خدا اپني قوم کو امن دیگا *

اب هم دوسرا حصه معاد کا لکهتے هیں یعني وه زمانه جس میں ارواح اپنے کمال و نقصان پر مسرور یا محزون

هونگي یا یوں کہوں کہ خدا اپنے بندوں کو جزاے اعمال دیگا اُنکا انصاف کریگا - اسکا ذکر تسبیح موسی میں هی همنے کتاب بشری میں کل تسبیح کا ترجمہ اور اُسکي تفسیر کردي هی اُس میں سے جسقدر متعلق بمعاد هی اُسے نقل کردیتے هیں — ترجمہ - اُنکا جام خونخوار اژدر کي کہوپڑي هی کیا وہ همارے خزانہ میں مخزون نہیں هی همکو اختیار سزا و عفو هی جب اُنکے پاوں بیکار هوجائینگے قریب هی اُنکي جزا کا دن اور مستعجل هی اُنکا پاداش جو انکو هونہوالا هی جب انصاف کریگا خدا اپني قوم کا یعني جب اپنے بندوں کو جزا دیگا جب دیکھیگا زوال قوت — تفسیر اور خونخوار اژدر کي کہوپڑي اُنکا جام هوگا — یہاں تک بیان اُنکے افعال کا هی یعني افعال بني اسرائیل بالکل قبیح هونگے اس کے بعد تمہید هی قیامت و روز جزا کي — کیا وہ همارے پاس مخزوں نہیں هی یعني همارے خزانہ میں مخزون هی - همکو هی جزا دینا اور مکافات (یعني هم مطابق اعمال کے جزا دینگے) بیان رشي جو ایک تفسیر معتبر یہود هی یہہ هی اُنکے سب کام همارے پاس مخزون و محفوظ هیں اُسوقت کے لیئے کہ اُنکے پاوں بیکار هوجائینگے کیونکہ اُنکي فنا کے ایام قریب هیں جو اُنکو هونے والا هی مستعجل هی- ترجمہ - جسدن نہ محفوظ هوگا نہ مطروح (یعني جس دن نہ کچھہ قوت هوگي اور نہ کوئي قسم مال خواہ محفوظ هو خواہ متروک یعني روز جزا) تب خدا کہیگا کہاں هیں اُنکے معبود وہ چٹان جہاں پناہ لیتے تھے جو اُنکي قرباني کے چربي کہاتے تھے اُنکا چڑھایا شراب پیتے تھے کہڑے هوں اُنکي مدد کریں- ترجمہ وے سب (یعني معبودان باطل) چھپ جائینگے اب دیکھو کہ میں هي هوں اور کوئي میرا شریک نہیں میں هي مارتا هوں میں هي جلاتا هوں زخمي کرتا هوں میں هي اچھا کرتا هوں میرے هاتھہ سے کوئي بچانے والا نہیں - زبور 9 آیت ۸ -

וַיהוָה לְעוֹלָם יֵשֵׁב כּוֹנֵן לַמִּשְׁפָּט כִּסְּאוֹ —

וְהוּא יִשְׁפֹּט תֵּבֵל בְּצֶדֶק יָדִין לְאֻמִּים בְּמֵישָׁרִים :

وְهُوَ يِشْپُوطْ تِبِلْ بِصِدْقْ يَادِينْ لَامُّويِمْ بِمِيشَارِيمْ

ترجمہ - اور وہ انصاف کریگا دنیا کا ٹہیک ٹہیک اور حکم دیگا هر گروہ کو عدالت کے ساتھہ - زبور ۷ آیت ۸ —

יהוה يָדִין עַמִּים : يِهْوَا يَادِينْ عَمِّيمْ —

ترجمہ- خدا قومونکا انصاف کریگا -پیدایش باب ۱۵ آیت ۱۳-خدانے ابراهیم سے کہا خوب سمجھہ کہ تیري اولاد ملک غیر میں مسافر رهیگي وے اُن سے کام لینگے اور اُنکو تکلیف دینگے چار سو برس آیت ۱۴ — هم اُس گروہ کا جو اُنکو غلامي میں رکھینگے انصاف کرینگے - واضح هو کہ خدا کہتا هی کہ بني ابراهام چارسو برس مصریوں کي غلامي میں رهینگے ضرور هی کہ کتنے مصري مرگئے هونگے تا زمان موسی علیہ السلام اور خدا اُنکا انصاف کرنے کو کہتا هی ان آیات سے معلوم هوتا هی کہ خدانے انصاف کے لیئے کوئي زمانہ مقرر کررکہا هی اس سے یہہ خیال جاتا رها کہ خدا نے دارالجزاء صرف اس دنیا کو قرار دیا هی کہ اگر انسان خدا کے حکم پر چلیگا تو مینہ برسیگا پیداوار خوب هوگي آرام سے زندگي بسر کریگا ورنہ خلاف اُس کے هوگا بلکہ ان نتایج کے سوا کوئي زمانہ انصاف بهي هی - اُس دن جو کچھہ حزن و سرور هو لیکن تورات کے بیان سے یہہ معلوم هوتا هی کہ یہہ نتایج دنیاوي جو مذکور هیں اعمال جسماني کے هیں روحاني اعمال کے یہہ اثر نہیں هیں موسی کي پانچویں کتاب کے پانچویں باب کي ۳۳ آیت میں لکہا هی کہ خدا نے جو کچھہ تمکو حکم دیا هی اُسي پر چلنا تاکہ زندہ رهو اور تمہارا بهلا هو اور تمہارے ایام دراز هوں اُس مقام میں جو تم میراث پاوگے — اس سے معلوم هوتا هی کہ نتیجہ انقیاد و طاعت زندگي مذکور هی سیاق کلام سے یہہ بهي نکلتا هی کہ همیشہ کي زندگي مراد هی اور یہہ انسان کو اس دنیا میں ناممکن هی اور ایام کي درازي سے مقصود خلوص

هی اور اُس مقام سے مراد عالم ارواح هی که وهي جنت هی "فادخلي في عبادي وادخلي جنتي" کو لحاظ کرو *

اب اس کتاب کے ۱۰ باب کي ۱۲ آیت سے ۱۱ باب کي ۲۱ آیت تک لکهتے هوں آیت ۱۲ - اب اے اسرائیل خدا تیرا معبود تیري قوم سے صرف اپنا خوف بلظر اپني راه پر چلنے کے اور اپني محبت چاهتا هی تاکه تو اُسکي اطاعت تمام دل و جان سے کرے — اس آیت سے ظاهر هی که خدا کي رضامندي اپني محبت و خشیة سے هی که وه باعث خلوص عبادت هی حضرت سلیمان نے کها هی خشیةالله راس الطاعات آیت ۱۳ - خدا کے احکام و شرایع کي حفاظت کے لیئے جسکا میں اس وقت حکم دیتا هوں تیري بهتري کے لیئے هی - ظاهر هی که جو خدا سے محبت رکهیگا اور اُس سے ڈریگا تو بدل و جان اُسکي اطاعت میں مصروف رهیگا - آیت ۱۴ - دیکهو خدا هي کا آسمان وفلک الافلاک اور زمین ومافیها هی - یهه تحریص خلوص طاعت هی آیت ۱۵ - هاں تمام اقوام سے تمهارے آبا کو بکمال محبت منتخب کرلیا اور اُن کي اولاد کو چن لیا آیت ۱۶ - تم اپنے دل کا ختنه کرو اور اب تمرد نه کرو — یهه تحریص تواضع و رجوع الی الله هی آیت ۱۷ - کیونکه الله تمهارا معبود رب الارباب خداوند خداوندان قوي عظیم ذوالکبریا قهار هی نه کسیکي خوشامد کرتا نه رشوت لیتا آیت ۱۸ - عادل محب الغرباء هی اُنکو رزق و کسوت پهونچاتا هی آیت ۱۹ — تم بهي غربا سے محبت رکهو که مصر میں غریب تهے آیت ۲۰ — خدا هي سے ڈرو اُسهکي عبادت کرو اُسي میں فنا هوجاؤ اُسیکے نام کو شاهد کرو آیت ۲۱ — وهي تیرا اول هی تیرا معبود هی اُسي نے تیرے ساتهه بڑے بڑے احسان کیئے اور یهه معجزات ظاهر کیئے جنهوں تمنے بچشم خود دیکها - آیت ۲۲ — ستر تن تمهارے آبا مصر میں وارد هوئے تهے اب خدا تمهارے معبود نے تمکو کواکب سما بمقدیا کثرت و عظمت میں — باب ۱۱ آیت اول تو خدا اپنے معبود کو پیار کر اور اُسکي حدود و شرائع و قوانین و احکام کي حفاظت کو زندگي بهر — (یعني اُسکے عصیان نه کر) اس آیت میں بهي اپني محبت کي هدایت کرتا هی — آیت ۲ اور اپني اولاد کو بتاؤ جو وے نهیں جانتے جو اُنهوں نے نهیں دیکها یعني خدا اپنے معبود کے مفاسک اور اُسکي عظمت و کبریا رجبروت آیت ۳ - اُسکے معجزات اُسکے کام جو اُسنے مصر میں کیئے فرعون بادشاه مصر اور اُسکے ملک کے لیئے آیت ۴ - اور جو کچهه کیا اُسنے لشکر مصر کے ساتهه اُسکے گهوڑے گاڑي کے ساتهه که بحر قلزم کے پانیکو اُنپر لوٹا دیا جب اُنهوں نے تمهارا تعاقب کیا تها اُنکو خدا نے برباد کردیا اب تک آیت ۵ — اور جو کچهه کیا تمهارے واسطے میدان میں یهاں آنے تک آیت ۶ - اور جو کچهه داثان وابیرام ابني آب بن رئوبین کے لڑکوں کے ساتهه کیا که زمین نے اپنا منهه کهول کے اُنکو معه اُنکے اهل و عیال و خیام کے نگل گئي اور اُنکے مویشیونکو بني اسرائیل کے مجمع میں - آیت ۷ - تمهاري آنکهوں نے خدا کے اُن بڑے کاموں کو دیکها هی آیت ۸ — تم لوگ یاد رکهو اُن جمله احکام کو جو میں آج تمکو حکم دیتا هوں تاکه تم قوي هو اور پهونچ جاؤ اور میراث لو وه مقام جهاں تمکو گذرنا هی بغرض ارث آیت ۹ — تاکه تمهارے ایام دراز هوں اُس زمین پر جسکے دینے کا وعده خدا نے تمهارے آبا سے کیا هی ایسي زمین جو مجرے هی دوده و شهد کا - یهه مقام لایق غور هی که وه زمین جو مجراے شیر و شهد هی کون زمین هی اکثر ان مکان میں یهه هی که مراد اُس سے ملک شام هی جسکے دینے کا وعده حضرت ابراهیم سے هوا تها بلظر اُسکي سیرابي و زر خیزي و خوبي آب و هوا کے اُسے مجراے شهد و شهد کها اور جنت آدم علیه‌السلام بهي اُسي سر زمین میں تهي لیکن میرے نزدیک مراد اُس سے عالم انوار هی جسے عالم ارواح و بعض محاورات میں عالم غیب کهتے هیں جو کچهه اس عالم اجسام میں حادث هوتا هی اُسکي علل واصل وهیں هوتي هی دلیل اسکي کتاب بشرے جلد اول میں دیکهو شهد سے مراد علم و یقین هی جسے محاورت شریعت میں ایمان کهتے هیں آنحضرت نے فرمایا هی که اگر خواب میں دوده نظر آئے تو مراد اُس سے علم و حکمت هی اور شهد سے مراد سرور روحاني هی اس میں شبهه نهیں که وه عالم چشمه علم و سرور روحاني هی اس لیئے وه

عالم مجرائے شہر و شہد هوسکتا هی وهي اهل بصیرت کے نزدیک جنت هی اس خیال کو بیان سابقه سے مدد ملیگي انشاءالله تعالی - آیت ۱۰ - کیونکه وه مقام جهاں تو جانے والا هی میراث لینے کو ملک مصر کا سا نهیں هی جهاں سے تو نکلا هی جسے تو بوتا هی اور اُسکي آب پاشي کرتا هی اپني محنت سے بلکه سوسبز باغ کا سا هی - واضح هو که ملک مصر بهت شاداب و سیراب و زرخیز هی آب پاشي وهاں جوش نیل سے هوتي هی خدا کهتا هی که وه مقام ملک مصر کا سا نهیں هی جس میں تخمریزي هو و آب پاشي کیجاے بلکه وه سر سبز باغ کا سا هی - یهه بیان همارے خیال سے بهت موافق هی ملک شام کو نهیں کهتا کیونکه زراعت و آب پاشي وهاں بهي هوتي هی - آیت ۱۱ - وه مقام جهاں سے تم میراث لینے کو گذروگے سر زمین جبل و سهل هی جنت کے مطر سے پاني پیوگے — واضح هو که عالم مثال میں جبل و سهل سب کچهه هی اولاً انسان عالم مثال میں گذرتا هی اُس کے بعد عالم ارواح میں فیضان حزن و سرور عالم مثال میں عالم ارواح سے هوتا هی اسلیئے خدا کهتا هی که تم اولاً عالم مثال میں گذر کروگے جهاں تمهیر عالم ارواح سے برکات نازل هونگي اسکا بیان طولاني هی اس مقام میں گنجایش نهیں جو لوگ محسوسات کے عادي هیں اُنکے نزدیک یهه بیان مضحکه هی لیکن اُنکو مناسب هی که خدا کو بهي نه مانیں — آیت ۱۲ - وه مقام جسکو خدا تیرا معبود بیان کر رها هی همیشه خدا تیرے معبود کي آنکهیں اُسپر هیں ابتداے زمانه سے انتها تک — یعني ابتداے ایجاد عالم اجسام سے اُسکي انتها تک خدا کي آنکهیں اُسي عالم پر هیں یعني خدا کے نزدیک وه عالم محبوب هی — واضح هو که تراجم مشتهره سب یهود و نصاری کے کیئے هیں کسي مسلمان کا ترجمه نهیں هی اُنهوں نے اپنے خیال کے مطابق ترجمه کیا هی میں اُنکا مقلد نهیں هوں هاں جسکو میرے ترجمه پر نظر هو وه اصل عبراني نسخ سے گفتگو کرلے فقط - اس کتاب کا باب ۲۶ آیت ۱۵ — اے خدا تو التفات کر اپنے پاک مقام سے یعني جنت سے اور مبارک کر اپني قوم بني اسرائیل کو اور اُس مقام کو جسے تو حسب الوعده همیں دیگا مقام مجرائے شهر و شهد - باب ۳۰ آیت ۱۵ - دیکهو همنے آج تمهارے سامنے رکهدیا حیات و نیکي اور موت و برائي — ربي سلیمان برخي مفسر نے لکها هی که مقصود یهه هی که اگر اچها کروگے زنده رهوگے اور برا کروگے تو مرجاوگے انتهی - آدمي خواه نیک کرے یا بد مریگا ضرور اسلیئے معلوم هوا که موت و حیات سے دوسري زندگي و موت مراد هی یعني سرور دایمي و عذاب دایمي - آیت ۱۹ - هم گواه قرار دیتے هیں آسمان و زمین کو که زندگي و موت همنے تمهارے سامنے رکهدیا اور لعنت و برکت - اور تمهے اختیار کي زندگي تاکه تو اور تیري نسل زنده رهی - آیت ۲۰ - یعني خدا کي محبت تاکه تو اُسکي طاعت کرے اور اُس میں فنا هوجا که وهي تجهے زنده رکهیگا اور تهوے ایام دراز کریگا اُس زمین پر قیام کے لیئے جسکا وعده کیا تمهارے آباء ابراهیم و اسحاق و یعقوب سے اُنکو دیںے کا - اس سے ظاهر هی که وه زمین جس کے دیںے کا خدا نے ابراهیم و اسحق و یعقوب سے وعده کیا تها که اُنکو دیگا ارض کنعان نهیں کیونکه ارض کنعان ان بزرگوں کو ملي نهیں اور خدا کا وعده جهوٹ نهیں هوتا اسلیئے مراد اُس سے جنت هی جیسا همارا خیال هی فقط اب همکو خدا کے وعده کو دیکهنا چاهیئے که کیا تها واضح هو که حضرت ابراهیم سے خدا کے دو وعده تهے ایک وعده یهه تها که هم تجهے یهه زمین دینگے بلا تصریح که کون زمین یهه وعده خاص اُن کے ساتهه تها - دوسرا وعده یهه تها که تمهاري اولاد کو ارض کنعان دینگے اب هم اُسے بالتصریح لکهتے هیں پیدایش باب ۱۵ آیت اول - ان معاملات کے بعد (یعني بعد جهاد و قتل ملوک و نه لیںے مال غنیمت سے) خدا کا کلام ابراهیم سے مکاشفه میں هوا که ابراهیم تو نه ڈرو نه کر میں تیرے لیئے سپر هوں تیرا اجر بهت زیاده هی - آیت ۲ و ۳ — ابراهیم نے کها اے خدا تو مجهے کیا دیگا (یعني میں کیا کرونگا) میں تنها پهرتا هوں الیعیزر دمشقي میرا وارث هوگا - تو نے مجهے اولاد نه دي — آیت ۴ - پهر خدا نے وحي بهیجي که یهه تیرا وارث نه هوگا تیرا وارث تیري نسل سے هوگا — آیت ۵ - خدا نے اُسے باهر نکالا اور کها دیکهو آسمان کیطرف اور کواکب کو شمار کر اگر اُنکو شمار کرسکے تب اُس سے کها ایسي هي تیري اولاد هوگي —

یهه تو مراد نهیں هی که حضرت ابراهیم کسي حجره میں تهے خدا نے اُنکو اُس حجره سے باهر نکالا بلکه مقصود یهه هی که اُن سے خلع بدن کرایا قرآن میں بهي کها هی وکذلک نري ابراهیم ملکوت السموات والارض — اور اولاد سے مراد توابع هیں یعني تمهارے توابع مثل کواکب کے هونگے نورانیت و کثرت میں = آیت ۶ = ابراهیم نے یقین کیا اور خدانے اُنکو خلیل بنایا = آیت ۷ = تب خدانے کها میں الله هوں جسنے تجهے آتشکدهٔ بابل سے نکالا هی یهه مقام تجهے میراث دینے کو = یهاں قابل فکر هی که وه مقام جس کي میراث دینے کو خدا کهتا هی وه کون مقام هی ارض کنعان تو حضرت ابراهیم کو ملي نهیں دوسرا کوئي مقام معلوم نهیں هوتا جز عالم مثال کے که وه بعدالموت حضرت ابراهیم کو ملا که وه بهي جنت هی یهه خاص وعده حضرت ابراهیم کے ساتهه تها فقط = اس باب کي ۱۸ آیت = اُس دن خدانے ابراهیم کے ساتهه معاهده کیا که تیري اولاد کو دیا میں نے یهه ملک نهر مصر سے دریاے فرات تک — یهه دوسرا وعده هی جو اولاد ابراهیم کے ساتهه پورا هوا پس ان دونوں وعدونکو پیش نظر رکهه کے تورات کے معني سمجهنا مناسب هی جمله آیات کو ایک لاٹهي سے هانکنا مناسب نهیں فقط = اب همکو یهاں کچهه جنت و سقر کا بیان کرنا مناسب هی שָׁמַיִם شامایم یهه لفظ مشترک هی آسمان و بهشت میں جیسے انگریزي هیون لیکن جنت اُس عالم کا نام هی جس میں خدا وعقول و ارواح هیں جسے عالم انوار و عالم ارواح کهتے هیں گزینیس میں لکها هی که شامایم خدا اور فرشتوں کے رهنے کي جگهه کو بهي کهتے هیں = پیدایش باب ۲۸ آیت ۱۰ = نکلے یعقوب بیر سبع سے اور روانه حران هوئے آیت ۱۱ — پهونچے مقام معهود میں اور وهاں ٹهیرے جب آفتاب غروب هوا تو وهاں کے پتهروں کو لیکے اپنے سرهانے رکهکر وهیں سورهے = آیت ۱۲ = خواب دیکها که ایک نردبان زمین پر کهڑا هی جسکا سر جنت تک هی جسپر ملائکه چڑهتے اُترتے هیں = آیت ۱۳ = اور وهاں خدا قایم هی اُسنے کها میں خدا ابراهیم و اسحق تیرے باپ کا معبود هوں یهه مقام جهاں تو سوئیگا (یعني مرکے آئیگا) تجهکو اور تیري اولاد کو دونگا = واضح هو که حضرت یعقوب کو خواب میں وه مقام نظر آیا جهاں خدا و فرشته تهے خدا وعقول عالم اجسام سے باهر هیں لهذا وه مقام عالم اجسام سے نه تها وه عالم ارواح تها اُسکو یهاں شامایم کها خدا نے حضرت یعقوب سے کها که تو جهاں بعدالموت آئیگا اور اُس کے دیني کا وعده کیا وهي مقام اکثر فرق کے نزدیک جنت هی فلسفه کل اور ارباب تفاسیر اور صوفیه کرام سب جنت روحاني کهتے هیں جهاں زندگي ابدي هی و سرور و فرح روحاني هوگا بهي کهتے هیں که مکمت و نجات سے روح مشاهده انوار الهي سے ابد الاباد مست و محظوظ رهیگي پهر نه جنم لیگي نه مریگي حضرت موسی نے بهي نتیجه اعمال حسنه دوام بقا خوبي کے ساتهه بیان کیا جیسا گذرا = آیت ۱۴ = اور هونگي تیري نسل ذرات ارض کیطرح اور تو پهیلے گا پورب پچهم اُتر دکهن = تجهه سے تمام اقوام روے زمین برکت پائینگي اور تیري اولاد سے = ذرات ارض سے مراد جواهر فرد هیں یعني دایم البقا اور نسل سے مراد توابع متبعان احکام الهي = آیت ۱۵ = اور میں تیرے ساتهه رهونگا اور تیري صیانت کرونگا جدهر تو جائیگا اور پهر تجهے یهاں لوٹا لاؤنگا (یعني بعدالموت) تجهکو چهوڑونگا نهیں جب تک کر نه لوں جو میں نے تجهه سے کها هی = انبیا معصوم هوتے هیں خدا اُنکي صیانت کرتا هی وه مقام جهاں حضرت یعقوب سوئے تهے معلوم نهیں کون مقام تها ربي سلیمان برخي نے لکها هی که وه مقام معاوم و مذکور نهیں لیکن قریفه سے معلوم هوتا هی که وه کوه موریه تها جهاں حضرت ابراهیم اپنے لڑکے کو قرباني کے لهئے لیگئے تهے میرے نزدیک وه مقام مکه معظمه تها کهونکه حران کي راه اُس طرف سے اچهي تهي اب اسکي تحقیقات چهوڑ دیتے هیں ورنه بیان بهت بڑه جائیگا خدا اس آیت میں کهتا هی که اس مقام کے لوٹنے تک میں تیرے ساتهه رهونگا تو کها اُس مقام کے لوٹنے کے بعد خدا اُنکے ساتهه نه تها ضرور تها اسلیئے معلوم هوتا هی که وه مقام جهاں کے لوٹنے تک خدا اپنا ساتهه رهنا بتاتا هی وه عالم ارواح هی یعني تازیست میں تیرے ساتهه رهونگا تیري صیانت کرونگا — پیدایش باب ۴۸ آیت ۱۵ = یعقوب نے یوسف کو برکت دي اور کها که وه معبود جس کے سامنے همارے آبا

ابراهیم و اسحق چلتے تھے - وہ معبود جو میرا نگہبان تھا ابتداء سے آج تک - وہ فرشتہ جو مجھے بچائے رہا جملہ برائیوں سے وہ ان لڑکوں کو برکت دے - یہہ زمانہ موت حضرت یعقوب تھا معلوم ہوا کہ خدا اُن کے ساتھہ تازیست تھا باب ۴۹ آیت ۳۳- یعقوب نے وصیت اپنی اولاد سے ختم کی تب اپنے پاؤں بستر پر برابر کیئے اور سانس بند کرلی اور اپنی قوم میں جاملے - قوم سے مراد ارواح ہیں اسي پرتو پر یہاں خدا کہتا ہی جو لکھاگیا- آیت ۱۶ باب ۲۸ - یعقوب خواب سے جگے اور کہا یقیناً خدا اس مقام میں ہی همکو معلوم نہ تھا - حضرت یعقوب اُس زمین کو نہیں کہتے جہاں سوئے تھے کہ خدا یہاں ہی بلکہ جہاں خواب میں اُسے دیکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکے قبل اُنکو نبوت نہ تھي — آیت ۱۷ - اور ڈرے اور کہا کہ کسقدر خوفناک یہہ مقام ہی یہہ ضرور خدا کا گھر ہی اور جنت کا دروازہ ہی- حضرت یعقوب ملائکہ کا چڑھنا اوترنا اور جلال ربانی کو دیکھکر کہتے ہیں کہ کسقدر خوفناک یہہ مقام ہی اور اُس سر زمین کو جہاں سوئے تھے دروازہ جنت بتاتے ہیں - ملاحدہ کہینگے کہ خواب کا کیا اعتبار ہی مگر سب خواب یکساں نہیں ہوتے همکو یہاں اُس کي بحث سے کام نہیں مقصود یہہ ہی کہ عبرانی میں جنت کو شا مایم کہتے ہیں وہ مقام عقول و ارواح و واجب تعالی ہی وہاں پہونچنے سے انسان سرور ابدي پاتا ہي ہی فتامل — استثناء باب ۳۳ آیت ۲۶ - یشورون (یعني یعقوب) کے معبود کا سا نہیں جو جنت میں رهکر تیري مدد میں ہی- اونقلوس نے اس فقرہ کا ترجمہ یہہ لکھا ہی (لیث الاها کهلهادي لسرائیل وشخنتہ بشمیا بسعداہ) - اسرائیل کے معبود کا سا کوئي معبود نہیں جو جنت میں رهتا ہی تیرا مددگار ہی- اسي کے موافق سلیمان برخي کا بیان ہی یہاں بھي شا مایم کو مسکن خدا بتایا ہی تو وہ عالم اجسام سے نہ ہوگا ورنہ قابل اشارہ حسي ہوجائیگا - ۲ زبور آیت ۳ — یوشعب لشامایم یسحاق — ترجمہ - جنت کا ساکن ہنستا ہی — خدا کو ساکن جنت کہنا ہی شا مایم سے مراد یہاں آسمان نہیں ہوسکتا سکونت خدا اُسکے منافي ہی لہذا اُس سے عالم ارواح مقصود ہی — ۱۳۹ زبور آیت ۸ — اگر عالم ارواح میں (یعني جنت) چڑھجاؤں میں تو تو وہاں بھي ہی اور اگر جہنم میں جاؤں تو تو وہاں بھي ہی - الغرض شا مایم عبراني میں جنت کو کہتے ہیں اور وہ عالم ارواح ہی — ۶۱۵۵ شئول اس لفظ کے دو معني ہیں ایک قبر پیدایش باب ۳۷ آیت ۳۵ - مستعد ہوئے اُس کے کل لڑکے اور لڑکیاں اُسے تسکین دینے کو وہ تسلي پذیر نہیں ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ میں اپنے لڑکے کي وجہ سے غمگین قبر میں جاؤنگا اور اُسکے لیئے روتا تھا - واضح ہو کہ غم مردونکو ہوتا نہیں اور یہہ کہتے ہیں کہ میں غمگین قبر میں جاؤنگا فافہم- دوسرے معني جہنم ہیں ربي سلیمان برخي نے آیت گذشتہ کي تفسیر میں لکھا ہي شئول مکان ظلمہ لیکن شئولہ کے معني قبر ہیں مفسرین بالاتفاق اسکے معني جہنم کہتے ہیں افتہی تفرقہ ربي سلیمان معین نہیں دونوں معني آئے ہیں اس آیت میں بمعني قبر ہی — گزینیوس نے شئول کے معني یہہ لکھے ہیں ایک غار تیرہ و تار جس میں موتي کي مثال جمع ہوں مثال سے مراد جسم مثالي معلوم ہوتا ہی وہ ایک نورانی جسم ہی اس جسم کے اندر کہ وہي متکلمین کے نزدیک جان ہی ہنود اُسے سکشم سریر کہتے ہیں - اب ہم لکھتے ہیں کہ شا مایم اگر مقابل میں شئول کے ہو تو اُس سے مراد جنت ہوگي اور اگر بمقابل ارض یعني ارض واقع ہو تو بهشتو مراد اُس سے آسمان ہوتا ہی - ایوب باب ۳۶ آیت ۶ - عاروم شئول لغدد و این کشوث لاابدون - ترجمہ - عاصي کے سامنے جہنم ہی موت کا کچھہ روک نہیں - زبور ۶ آیت ۶ - موت میں تیرا ذکر نہیں جہنم میں کون تیري حمد کریگا — یعني ذکر دنیا میں جاتےئے نہ بعد الموت — ۶۱۵ ہور یہہ لفظ بھي قبر کے لیئے موضوع ہی اور کنایہ جہنم سے ہوتا ہی کیونکہ اس کے اصل معني قید خانہ کے ہیں اب ہم ۸۸ زبور نقل کرتے ہیں جس میں شئول و ہور دونوں لفظیں آئي ہوں — آیت ۲ - میري نماز تیرے سامنے پہونچیگي میرے بھجن کے لیئے اپنا کان کھول — آیت ۳ - میري جان برائیوں سے بھر پور ہی میري زندگي جہنم سے چمٹي ہی - آیت ۴ - محسوب

هوا میں جہنم میں پڑنے والوں میں تها میں جان نه بلاتوت - آیت ۵ - مردوں میں نعشوں کیطرح جو قبر میں سوتے هیں میرا بستر هوگا جسے تولے پهر یاد نه کیا وے تیرے هاتهه سے منفصل هوئے - فقط اب هم اشعیا کے ۵ باب کي ۱۱ آیت سے لکهتے هیں- آیت ۱۱ - تف هی صبح اُتهه کے شراب کے پهچهے پڑنیوالوں کو جنکو شفق کیطرف خمر دوڑاتا هی یعني صبح و شام شراب کي دهن میں رهتے هیں - آیت ۱۲ — ستار و دف و بانسري و قرنا اور شراب اُنکا ولیمه هوتا هی خدا کے کام کیطرف التفات نهیں کرتے اُسکے صنایع کو نهیں دیکهتے — آیت ۱۳ — لیکن هماري قوم اپني نادانی سے جلاوطن هوئي اُسکے سردار قحط سے مریںگے اور اُسکے گروه پیاس سے تڑپینگے- اس وقت تک بني اسرائیل جلاے وطن نه هوئے تهے لیکن وقوع اُسکا یقیني تها بخت نصر کے وقت میں یهه سب کچهه هوا جب کوفیوں نے اثنائے راه میں جس وقت وے اسیري بابل میں جاتے تهے کهانے میں اُنکے نمک زیاده کردیا تو وے غلبهٔ تشنگي سے تڑپ تڑپ کے مرے جیسا یهود نے تفاسیر میں لکها هی - آیت ۱۴ - تب جهنم اپنے کو وسیع کریگي اور اپنا مونهه بیحد پهیلائیگي اور پڑینگے اُس میں اُن کے شوخ اور اُنکي جماعت اور اُنکے سوهي جس سے وه (یعني جهنم) خوشي سے غل مچائیگي- آیت ۱۵ - اور آدمي جهک جائینگے اور انسان پست هوجائینگے اور متکبرون کي آنکهه نیچي هوگي - آیت ۱۶ - اور خدا اپني کبریا ظاهر کریگا دین میں اور وه قدوس تقدیس ظاهر کریگا برحے - آیت ۱۷ — بهیڑیاں مطابق خواهش کے چریںگي دولتمندوں کے خزانه کو اجانب کهائینگے מְחֻיִּים مهیح دولتمند و فربه اجانب سے مقصود مظلوم هیں اور بهیڑیوں سے مقصود نیکو کار جو دوسرونکو ایذا نه پهونچاتے یعني دولتمندوں کے مغهوب مکان کو مظلوم کهائینگے — آیت ۱۸ - تف هی اُنپر جو گناه بے وجهه رسیوں سے کهینچتے هیں اور گاڑیوں سے خطایا - آیت ۱۹ — جو کهتے هیں خدا کے کاموں جلد هوتے تو هم دیکهتے قدوس اسرائیل کي تجویز جلد واقع هوتي تو هم سمجهتے - آیت ۲۰ - تف هی حسن کو قبح اور قبح کو حسن کهنے والوں پر جو ظلمت کو نور اور نور کو ظلمت قایم کرتے هیں اور حلاوت کو تلخي اور تلخي کو حلاوت - آیت ۲۱ — تف هی اُنپر جو اپني نظروں میں حکیم هیں اور اپنے سامنے دانشمند — آیت ۲۲ - تف هی اُنپر جو شراب پینے کے بهادر هیں اور استعمال مسکرات کے سپاهي - آیت ۲۳ — جو بدکار کي تصدیق برشوت کرتے هیں اور صدیقوں کا صدق اپنے سے دور کرتے هیں - آیت ۲۴ - لیکن جیسے خس و خاشاک کو شعله کها جاتا هی اور سوکهي گهاس کو لهب - آگ میں پڑینگے اُنکے اصول سڑي لکڑي کیسے هوجائینگے اُنکے پهول غبار کیطرح اوڑینگے کیونکه خدا کي شریعت کو رد کیا اور قدوس اسرائیل کے احکام کو نه مانا — آیت ۲۵ - اسوجهه سے خدا کا غضب شدید هوگا اپني قوم پر (یعني بني آدم پر) اور اپنا هاتهه اُسپر بڑهائیگا اور اُسے ماریگا اور متزلزل هونگے پهاڑ اور اُنکي لاشیں سڑجائینگي اُسپر بهي اُسکا غصه کم نه هوگا اور اُسکا هاتهه دراز رهیگا — اس کے بعد کي آیات انهیں کے موافق هیں — واضح هو که جملت عربي میں باغ کو کهتے هیں اور عبراني میں باغ کو גַּן گن کهتے هیں گاف وجیم کا بدلا هی اور עֵדֶן عدن عبراني میں خوشي و سرور کو کهتے هیں اور ایک ولایت کا نام هی ایشیا میں— اب هم لکهتے که גַּן-עֵדֶן گن عدن کے معني هیں خوشی کا باغ یعني وه دنیاوي باغ نهیں هی جس میں درخت و پهول و پهل متعارف هوں بلکه وهاں خوشي و سرور بغایت درجه هی دنیاوي چیزوں میں سے کسیقدر باغ سے مناسب هی اُسے גַּן-יְהוָה گن یهوا یعني خدا کا باغ بهي کها هی اور بعض مقام میں גַּן-אֱלֹהִים گن الوهیم یعني فرشتونکا باغ— مقصود یهه هی که وه باغ جسکے اشجار ملائکه هیں جو سراسر نور و سرور هی یعني عالم ارواح هی خدا کا باغ هی جسے خزان نهیں وهیں انسان دایمي خوشي کو پهونچتا هی خدا هر مسلمان و خدا پرست کو نصیب کرے - اشعیا باب ۵ — آیت اول -

שִׁמְעוּ אֵלַי רֹדְפֵי צֶדֶק מְבַקְשֵׁי יְהוָה הַבִּיטוּ אֶל־צוּר חֻצַּבְתֶּם וְאֶל מַקֶּבֶת בּוֹר נֻקַּרְתֶּם :

شِمْعُو ايلائي رُودِفي صِدِق مِبَقّشِي يِهُوا هَبِّيطُو الْ صُور حُصَّبْتُم وِالْ مِقّبِتْ بُور قُقَرتُم —

لغات - (هبيطو) تكاكرو انتظار كرو - (صور) صخره چٹان و اسماء الحسنے سے بمنزله صمد اور باني قوم — (مقبت) كان معدن هتهوڑي آله سنگتراشي - (بور) گڈها حوض قيد خانه قبر مجازاً جهنم و بمعني پاكيزگي يهه ييشتر بلا واو لكها جاتا هی - ترجمه - هماري بات مانو اے سرگرم راستي طالبان خدا تكا كرو اُس چٹان كو جس سے تراشی هو اور كان پاكيزگي خواه قدس كي طرف جس سے كهودے هو - يهه اشاره هی جان كو جو برتو ذات باري تعالی هی يعني تو ذات باري تعالی كو تكاكر اور كان قدس و پاكيزگي يعني عالم ارواح كيطرف متوجه رہ جهاں سے تو آئي هی قال الله تعالی وتبتل اليه تبتيلا - آيت ٢ -

הַבִּיטוּ אֶל־אַבְרָהָם אֲבִיכֶם וְאֶל־שָׂרָה תְּחוֹלְלְכֶם כִּי אֶחָד קְרָאתִיו וַאֲבָרְכֵהוּ וְאַרְבֵּהוּ :

هَبِيطُو الْ ابراهام اَبِيخُم وِالْ سارة تِحُولْلخُم كي اِحاد قِرَائثِيو وَابَارِخيهُو وِ اَرْبِيهُو —

ترجمه — اور پدهن نظر ركهو ابراهيم اپنے جد اور سارہ اپني جدہ كو كه تنها أسے بلايا همنے اور مبارك كيا أسے همنے اور قوي - يعني ابراهيم كے حالات ميں خوض و غور كه اُن كے چال چلن كيسے تهے وهي اختيار كرو تنها أسے بلايا همنے بعد الموت كيونكه بهول وحرمان سے وے تنها نهيں نكلے تهے يعني هر انسان تنها موتا هی ليكن كامل خدا كے پاس جاتا هی يعني تم بهي ويسا هي كرو تو قرب الهي سے شرف اندوز هو ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله — آيت ٣ —

כִּי נִחַם יְהוָה צִיּוֹן נִחַם כָּל־חָרְבֹתֶיהָ וַיָּשֶׂם מִדְבָּרָהּ כְּעֵדֶן וְעַרְבָתָהּ כְּגַן־יְהוָה שָׂשׂוֹן וְשִׂמְחָה יִמָּצֵא בָהּ תּוֹדָה וְקוֹל זִמְרָה :

كي نِحَم يهوا صِيُون فِيحَم كُل حُربُوثيها وَيَاسِم مِدبَارَاه كِعِدِين وِعَرَبَاثَاه كِغَن يهوا سَاشُون و سِمْحَه يماصي باه تودا وقول زِمرا —

ترجمه - تكو أسوقت كو جب بدلا ديگا خدا جبل قدس كو اور أس كے ويرانوں پر افسوس كريگا تب كريگا أسكے جنگل كو جنت كا سا اور ريگستان كو خدا كے باغ كا سا جس ميں شادماني و سرور پايا جاتا هی اور بهجت و ترنم — يهاں لايق لحاظ هی كه ملك شام كو كهتا هی كه أسكے جنگل و ريگستان كو جنت كريگا جزاے اعمال ميں اور أسے خدا كا باغ كهتا هی كه أس ميں خوشي و سرور پايا جاتا هی نه بهول و پهل كيونكه فرحت وانبساط جو لازمه بساتين هی وہ انسان كے باغ ميں بهي هوتا هی پس خدا كا باغ كوئي هی جسے انبيا پيغمبر بتاتے هيں اور أسے بدلے كے دن پر معمول كرتے هيں فتامل — آيت ٣ —

הַקְשִׁיבוּ אֵלַי עַמִּי וּלְאֻמִּי אֵלַי הַאֲזִינוּ כִּי תוֹרָה מֵאִתִּי תֵּצֵא וּמִשְׁפָּטִי לְאוֹר עַמִּים אַרְגִּיעַ :

هَقّشِيبُو ايلائي عَمّي وِلُومّي ايلائي هَزَينُو كي تورا ميائي تيصى و مِشپاطي لاُور عَميم ارگيع

ترجمه - اے ميري قوم ميري طرف متوجه هو اے ميري اُمت ميري طرف كان لگا ميرے پاس سے شريعت جاري هوگي اپنا قانون انام كي روشني كے ليئے قايم كرونگا — واضح هو كه كوئي شريعت بعد شريعت موسوي جاري نه هوئي أسوقت شريعت موسى جاري تهي لهذا يهه خبر شريعت محمدي كي نسبت هی فافهم آيت ٥ —

קָרוֹב צִדְקִי יָצָא יִשְׁעִי וּזְרֹעַי עַמִּים יִשְׁפֹּטוּ אֵלַי אִיִּים יְקַוּוּ וְאֶל זְרוֹעִי יְיַחֵלוּן :

قاروب صِدقي ياصا يِشعي وزروعي عَميم يِشپُطُو ايلائي ايِيم يقّوو وِالْ زِروعي ييحِلُون —

ترجمه — عنقريب هماري عدالت جاري هوگي هماري شفيع هماري زور اقوام کا انصاف کريگا جزاير هماري منتظر رهينگے اور هماري قوت پر تکيه کرينگے صدق پيغمبر کے کاموں ميں شمار هوا هی زرودع جسکا ترجمه همنے قوت کيا هی اُس کے معني لشکر واصحاب کے بهي آئے هيں غازيان اسلام خدا کے لشکر تهے فقط حزقيل باب ٣١ آيت ٩ —

וַיְנַחֻהוּ כָּל עֲצֵי־עֵדֶן אֲשֶׁר בְּגַן הָאֱלֹהִים׃

ويَنْحُمُوهُ هُوكَل عصي عدن اشر بغن ه الوهيم —

ترجمه — مشتاق هوئے اُس کے کل درختان جنت جو خدا کے باغ ميں تهے — اس سے معلوم هوا که جنت خدا کا باغ هی اور اُسکے درخت ملائکه هيں جو سکان اشور کے اُنکي خوبيون سے مشتاق هوئے جو صفت اُن درختوں کي بيان کرتا هی درخت کي طبيعت سے باهر هی وه ملائکه کي صفت هی کل باب کا ترجمه کرنا تطويل هی ليکن مطلوب کے ذهن نشين کرنے ميں بکار آمد هی اگر صحيح ترجمه ملے تو مفهد هی — پهلا زبور اس مقام کے مناسب هی اُسکا ترجمه هم کرديتے هيں پوري تفسير لکهيں تو بهت لکهنا پڑيگا جسکا کچهه حاصل نهيں (زمانه دگر گونه آئين نهاد) — آيت اول کامل السرور وه شخص هی جس نے اشرار کي روش نه اختيار کي — اور خطا کاروں کي راه پر نه کهڑا هوا — اور چغلوں کي بيٹهک ميں نه بيٹها — آيت ٢ — بلکه صرف خدا کے شرايع ميں اُسکي دهن هی اُسيکي شريعت کو رات دن تلاوت کرتا هی — ان آيات سے مقصود يهه هی که وے لوگ جو گناه سے محفوظ و مصئون رهتے هوں جيسے انبياء صديقين صلحاء کاملين اور احکام الهي پر عمل ميں مصروف وے کامل السرور هوتے هيں يعني وے سرور دايمي کو پهونچتے هيں — هم ديکهتے هيں که کتنے صلحا و صديقين اس دنيا ميں بڑي تکليف ميں رهتے هيں اس ليئے ضرور هی که يهه سرور اُنکو کسي دوسرے وقت ميں هوگا — آيت ٣ — وه هوگا سرسبز درخت کا سا جو اپنے وقت پر پهلے اور اُسکے پتے پڑ مردده نه هوں جو کچهه کريگا کامياب هوگا — يهاں لايق خوض هی که وه سرسبز درخت جو اپنے وقت پر پهلے اور اُسکے پتے پژمرده نه هوں کون درخت هی اس دنيا ميں کوئي درخت ايسا معلوم نهيں هوتا جس کے اوراق پژمرده نه هوں هاں ايسے درخت خدا کے باغ کے هيں يعني عالم ارواح کے اشجار که وه ملائکه هيں کيونکه اصل عبارت زبور ميں يوں هی که وے جو گناه سے پاک سرگرم طاعت الله هيں ايسے درخت کهسے هونگے جو مقيم ميوه کے کفارہ مغروس هو جو وقت پر پهلے اور اُسکے اوراق پژمرده نهيں هوتے جسکا حاصل همنے سر سبز درخت لکها هی — پس ميوه سے مراد رحمت هی اور مقيم ميوه سے ذات واجب الوجود جو سراسر رحمت هی مقصود يهه هی که وهي چشمه تمامي موجودات هی اور اقرب الموجودات ذات باري تعالی سے عقول هيں اسليئے اُس درخت سے جو يهاں مذکور هی عقول مراد هيں يعني صديقين وغيره متذکره بعد الموت ملائکه کي مانند دايماً جمال و جلال رباني کے مشاهده ميں مستغرق و مست رهينگے اُنکے پتے پژمرده نهيں هوتے يعني حزن و اندوه سے وے پاک هيں — جزاهم عند ربهم لاخوف عليهم ولاهم يحزنون — الغرض ملائکه کو حضرت داود درخت سے تعبير کرتے هيں تو عالم ملکوت خدا کا باغ هی اور وهي جنت هی ٦٥ زبور ميں بهي حضرت داود نے فرمايا هی " چشمه ملائکه پاني سے لبريز " اس سے بهي مقصود عالم ارواح هی اور پاني سے مراد رحمت — اگر ان آيات کے ظاهر معني ليئے جائيں تو بے ربط هوں — پيدايش باب ١٣ آيت ١٠ ميں قريات لوط کي نسبت جو ملک شام سے هی لکها هی کفن يهوا يعني خدا کے باغ کا سا — اور وه باغ جسے آدم کے رهنے کے ليئے بنايا تها اُسے خدا کا باغ نهيں لکها هی بلکه اُسے کها هی که خدا نے عدن ميں جانب شرقي ايک باغ لگايا اُس ميں آدم کو رکها فقط پس کيا عدن کے دو معني هيں خوشي کا باغ دوسرے ملک عدن کا باغ فتامل قرآن ميں بهي جنات عدن آيا هی عدن عربي ميں اقامت کو کهتے هيں اسليئے علماء اسلام اُسکي تفسير جنات الاقامة والخلود کرتے هيں بيضاوي ميں ايک حديث منقول هی عدن دارالله التي لم ترها عين ولم يخطر علی قلب بشر — يهه بهت ٹهيک هی — فقط — ميرے پاس سواے ارابع و عشرين يعني بهول کے کوئي کتاب نهيں هی مضامين کے لکهنے ميں بهت کتابوں کي ضرورت پڑتي هی فقط ٭

مضمون نمبر ۳۴

قوم نوح کے مذهبي حالات کي تحقیق

حضرت نوح نے اپني قوم سے کہا کہ اللہ کي عبادت کرو — اُسکے سوا تمہارے لیئے کوئي معبود نہیں — جو لوگ کہ اُنکي قوم میں کافر تھے — اُنہوں نے کہا کہ جیسے تم آدمي هو اس سے زیادہ یہہ کچھہ نہیں هی — تم پر اپني بڑائي چاهتا هی اگر خدا چاهتا تو کوئي فرشتہ بهیجتا اور هم نے اپنے پرکهوں سے کوئي ایسي بات نہیں سني — یہہ تو مجنون آدمي سے زیادہ کچھہ نہیں هی — پهر چند روز اُس کو اور دیکهو — سورۂ مومنون *

حضرت نوح نے اپني قوم سے کہا کہ تم اللہ کے سوا کسي کي عبادت نہ کرو — جو لوگ کہ اُنکي قوم میں کافر تھے اُنہوں نے کہا کہ هم تو تجهہ میں اپنا سا آدمي هونے کے سوا کچھہ نہیں دیکهتے — اور هم نہیں دیکهتے کہ بجز کمینہ سهات عقل کے آدمیوں کے اُوْر کسي نے تیري پیروي کي هو — اور هم تو اپنے پر تم میں کچھہ بزرگي نہیں دیکهتے — بلکہ تمکو جهوٹا گمان کرتے هیں — حضرت نوح نے کہا کہ جو لوگ ایمان لائے هوں — اُنکو میں اپنے سے جدا نہیں کرسکتا — لیکن میں تم کو ایک جاهل قوم پاتا هوں — اور نہ میں یہہ کہتا هوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے هیں اور نہ میں غیب کو جانتا هوں اور نہ میں اپنے تئیں فرشتہ کہتا هوں — سورۂ هود *

حضرت نوح نے اپني قوم سے کہا کہ اللہ کي عبادت کرو — اُسکے سوا تمہارے لیئے کوئي معبود نہیں اُنکي قوم کے سرداروں نے کہا کہ هم تو تجهکو صریح گمراهي میں دیکهتے هیں — حضرت نوح نے کہا کہ میں تو گمراهي میں نہیں هوں بلکہ خدا کا رسول هوں — خدا کا پیغام تم تک پهنچاتا هوں — کیا تم تعجب کرتے هو کہ تمہارے پروردگار سے کچھہ نصیحت تم میں سے کسي آدمي کے پاس آئے — پهر اُنہوں نے حضرت نوح کو جهٹلایا — سورۂ اعراف *

حضرت نوح نے اپني قوم سے کہا کہ اگر میري نصیحتیں تم پر گراں هیں تو تم اور تمہارے شریک ملکر پکا ارادہ کرو اور اپني بات کو سوچو تو تم پر چهپي نہیں رهیگي — اور پهر میرے پاس آؤ — سورۂ یونس —

اس آیت میں جو " شرکاء " کا لفظ هی — تفسیر کبیر میں اُس سے اُن کے اهل مذهب سے مراد لي هی — اور ایک قول یہہ لکها هی کہ اس سے بت مراد هیں جنکو وہ اپنا معبود سمجهتے تھے — مگر ظاهرا پہلا قول صحیح معلوم هوتا هي — (جلد سوم صفحہ ۶۱۴) *

اور هم نے نوح کي دعا قبول کي اور هم نے اُس کو مدد دي اُس قوم پر جس نے جهٹلایا هماري نشانیوں کو — بیشک وہ قوم تهي سوء یعني بدکار — (سورۂ انبیا) *

جب نوح اپني قوم کو نصیحت کرتے تھے تو اُنکي قوم نے کہا کہ اے نوح اگر تم نہ باز آؤگے تو تم سنگسار کیئے جاؤگے — (سورۂ شعرا) —

قوم نوح کي فاسق یعني بدکار تهي — (سورۂ ذاریات) —

اور نوح کي قوم تهي اظلم اور اطغی یعني بہت ظالم اور حد سے گذرنے والي — (سورۂ نجم) —

هم نے نوح کو اُسکي قوم کي طرف بهیجا — نوح نے کہا کہ اے قوم میں تمہارے لیئے کهلا کهلا ڈرانے والا هوں — عبادت کرو اللہ کي اور اُس سے ڈرو اور میري تابعداري کرو — خدا تمہارے گناہ بخشیگا — نوح نے خدا سے کہا کہ اے میرے پروردگار میں نے دن رات قوم کو سمجهایا اور میرے سمجهانے سے بجز اس کے کہ میرے سمجهانے سے بهاگیں اور کچھہ نہیں هوا — وہ اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے لیتے تھے اور اپنے کپڑے لپیٹ لیتے تھے — اور اپني بات پر اصرار کرتے تھے اور نہایت مغرور تھے — میں نے اُنکو پکار کر سمجهایا پهر میں نے اُن سے علانیہ اور چهپاکر کہا پهر میں نے اُنکو کہا کہ معافي چاهو اپنے پروردگار سے بیشک وہ بخشنے والا هی — تم پر مینهہ برساویگا زور کا اور مال سے اور بیٹوں سے تمهاري مدد کریگا — اور تمہارے لیئے باغ پیدا کریگا اور نہریں بهائیگا — تم کو کیا هوا هی کہ تم خدا کي بڑائي کا اعتقاد نہیں رکهتے — حالانکہ اُس نے تمکو پیدا کیا هی طرح طرح کا — کیا تم نہیں دیکهتے کہ کسطرح پیدا کیا اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے اور پیدا کیا اُن میں چاند کو چمکتا هوا اور پیدا کیا سورج کو روشن — اور اللہ نے اُگایا تمکو زمین سے ایک طرح کا اُگانا — پهر تمکو لیجاویگا اُسي میں اور نکالیگا تمکو ایک طرح کا نکالنا — اور بنایا اللہ نے تمہارے لیئے زمین کو پهیلا هوا تاکہ تم اُس میں چوڑے رستوں پر چلو — نوح نے کہا کہ اے میرے پروردگار اُنہوں نے میري نافرماني کي اور پیروي کي اُنکي جنکے مال نے اور جنکي اولاد نے نقصان کے سوا کچھہ فائدہ نہیں دیا — اور مکر کیا بہت بڑا مکر اور اُنہوں نے کہا کہ مت چهوڑو اپنے معبودوں کو اور مت چهوڑو وَد کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو — بیشک اُنہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا — اور ظالموں کو بجز گمراهي کے اور کچھہ فائدہ نہیں هوتا — بسبب اپنے گناهوں کے وہ غرق کیئے گئے اور ڈالے گئے آگ میں — نہایا اُنہوں نے اپنے لیئے خدا کے سوا کوئي مدد دیںے والا — نوح نے کہا کہ اے میرے پروردگار مت چهوڑ زمین پر کافروں میں سے کسي بهنگی

والے کو بیشک اگر تو اُنکو چھوڑیگا گمراہ کریںگے تیرے بندوں کو اور نہ جنمینگے بجز فاجروں اور کافروں کے — سورۂ نوح *

قرآن مجید میں جو کچھہ کہ حضرت نوح کي قوم کا بیان ہوا ہی اور جسکا خلاصہ ہم نے لکھا ہی اُس سے بجز ایک آیت کے جس میں بتوں کا ذکر ہی اور جسپر ہم بحث کرینگے قوم نوح کي بت‌پرستي معلوم نہیں ہوتی — صرف ایک آیت سے استدلال ہوسکتا ہی کہ وہ معاد اور حشر اجساد کے منکر تھے ہاں اسکے ساتھہ تعجب ہوتا ہی کہ حضرت نوح نے دین کي جزا کو دنیاوي باتوں میں بتلایا عقبی کے ثواب عذاب کا ذکر نہیں کیا مگر یہہ بات بیشک ثابت ہوتي ہی کہ نوح کي قوم نہایت بدکار — ظالم اور نافرمان تھي — اور اُنہوں نے سوائے خدا کے اُور الہ قرار دیئے تھے اور اُنکي پرستش کرتے تھے — مگر یہہ بات تحقیق طلب ہی کہ جو الہ اُنہوں نے قرار دیئے تھے اُنکي مورتیں بھي بناکر رکھي تھیں اور اُنکي پرستش کرتے تھے *

توریت میں جسقدر بیان حضرت نوح اور اُنکي قوم کا ہی — اُس میں بھي اُنکي شرارت — گمراہي اور بدي کا ذکر ہی مگر بت پرستي کا ذکر نہیں ہی چنانچہ توریت کتاب پیدایش باب اول آیت ۵ میں لکھا ہی — ''خداوند دید کہ شرارت انسان در زمین بسیار شد و ایلکہ ہر تصورے از تدبیرات قلب ایشاں ہمواره محض بدي بود'' اور اسي باب کي آیت ۱۱ و ۱۲ میں ہی'' و زمین در حضور خدا فاسد شد چہ زمین از ظلم پر گردید و خدا بزمین ملاحظہ نمود کہ ایلک فاسد شدہ چونکہ ہر بشر بر روے زمین طریقہ خودرا فاسد گردانیدہ بود *

ایک اور بات بھي غور طلب لایق ہی کہ توریت کتاب پیدایش باب ۱ آیت ۲۶ میں لکھا ہی —

וַיֹּאמֶר אֱלֹהִים נַעֲשֶׂה אָדָם בְּצַלְמֵנוּ כִּדְמוּתֵנוּ :

ویومر الوهیم نعسه آدم بصلمنو کدموتنو —

یعني اور کہا خدا نے بناویں ہم آدم کو اپني پرچھائیں سے مانند اپني شبیہہ کي *

اور چوتھے باب کي چھبیسویں آیت میں ہی —

וְלְשֵׁת גַּם־הוּא יִלַּד־בֵּן וַיִּקְרָא אֶת־שְׁמוֹ אֱנוֹשׁ אָז הוּחַל לִקְרֹא בְּשֵׁם יְהוָה :

ولشیث گم هو یولد بن ویقرا ایث شمو انوش آز هو حل لقرو بشم یهواه —

اور شیث اُس سے پیدا ہوا اور پکارا اُسکا نام انوش مگر اس سے آگے جو الفاظ آئے ہیں اُنکے ترجمہ میں بہت اختلاف ہی مترجموں نے بعض الفاظ کو اصل سے زیادہ کرکے ترجمہ کیا ہی — بشپ پھٹرک کہتے ہیں کہ مشہور آدمیوں نے اسکا ترجمہ اِسطرح کیا ہی کہ اُسوقت آدمي یعني اولاد شیث کي اپنے تئیں خداکے نام سے پکارنے لگي بشپ پھٹرک کہتے ہیں کہ یعني باامتیاز اولاد قائن کے اور باامتیاز اُور کافر شخصوں کے جنہوں نے خدا سے انحراف کیا تھا اپنے تئیں خدا کا خادم اور خدا کا پوجنے والا پکارا *

بہر حال اس آیت سے پایا جاتا ہی کہ جو لوگ مقدس اور پاک تھے انکو خدا کہکر پکارتے تھے — اور یہي بنیاد پڑي خدا کے سوا اوروں کو خدا ماننے کي — مگر ابتک یہہ ظاہر نہیں ہوا کہ نوح کي قوم میں بت‌پرستي جاري ہوگئي تھي *

اب ہمکو بحث کرني ہی قرآن مجید کي اس آیت پر '' وقالوا لاتذرن آلهتکم ولاتذرن ودا ولاسواعاً ولایغوث ویعوق ونسرا '' یعني اُنہوں نے کہا کہ کبھي نہ چھوڑو اپنے الہوں یعني معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑو ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو *

اس آیت میں اسبات پر بحث ہی کہ '' قالوا '' میں جو ضمیر ہی — اُسکا مرجع کیا ہی اور کہنے والے کون ہیں — اگر اُسکے کہنے والے نوح کي قوم کے لوگ ہوں تو اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ پانچوں بت جنکے نام اُوپر بیان ہوئے ہیں — قوم نوح کے بت تھے — اور اگر اسکو جملہ مستانفہ قرار دیا جائے جیسا کہ سورۂ ہود میں حضرت نوح کے قصہ کي اس آیت کو '' ام یقولون افتراہ قل ان افتریتہ فعلي اجرامي و انا بریٔ مما تجرمون '' جملۂ مستانفہ قرار دیا ہی اور افتراہ اور افتریتہ کي ضمیر کو قرآن کیطرف راجع کیا ہی تو '' قالوا '' میں جو ضمیر ہی اُسکا مرجع کفار عرب ہونگے اور اس صورت میں یہہ پانچوں بت جنکے نام اُوپر مذکور ہوئے ہیں کفار عرب کے بت ہونگے نہ قوم نوح کے *

ہم انہي اسکا کچھہ تصفیہ نہیں کرتے اس لیئے کہ مسٹر رچ نے جو بغداد میں برٹش رزیڈنٹ تھے سنہ ۱۸۲۰ ع میں اور مسٹر بوٹا نے جو موصل میں فرنچ کانسل تھے سنہ ۱۸۴۳ ع میں اور مسٹر لیاڈ نے جو انگریزي سیاح تھے سنہ ۱۸۴۷ ع میں بابل اور نینوہ کے کھنڈرات کو کھودکر بہت سے قدیم زمانہ کے بت نکالے ہیں — ہم چاہتے ہیں کہ اول اُن بتوں کا حال وقتاً فوقتاً تہذیب‌الاخلاق میں لکھیں اور نیز اسبات کو بھي دیکھیں کہ بائبل میں بھي ان بتوں میں سے کسي بت کا ذکر ہی یا نہیں — اور جو بت کہ نکلے ہیں — یا جنکا ذکر بائبل میں ہو وہ طوفان سے پہلے کے تھے یا طوفان کے بعد کے اس تحقیق کے بعد اس امر کا فیصلہ کرینگے کہ '' قالوا '' کي ضمیر قوم نوح کے لوگوں کي طرف پھرتي ہی یا کفار عرب کي طرف * (سید احمد)

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد حمة زالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم رجب سنہ ۱۳۱۳ ھجري سنہ ۱۳۲۵ فصلي [نمبر ۱۰

مضمون نمبر ۳۵

کالڈیا کي نظام میں طوفان کا ذکر

کالڈیا کے کھنڈرات جب کھودے گئے تو اُس میں سے بہت سي قدیم چیزیں بت اور مکانات وغیرہ نکلے ہیں اُنھي کھنڈرات میں سے بہت سي اینٹیں نکلیں جن پر کالڈي حرفوں اور کالڈي زبان میں بہت کچھہ لکھا ہوا تھا = معلوم ہوتا ہی کہ پہلے وہ اینٹیں بنائي گئیں اور اُن پر جو لکھنا تھا وہ لکھا اور پھر اُنکو آگ میں پکالیا — یہہ اینٹیں نینوا کے کھنڈرات میں سے ملي ہیں اور لندن کے برٹش میوزیم میں موجود ہیں *

ان اینٹوں پر ایک نظم کندہ ہی اور کئي اینٹیں جو نکلي ہیں اُنپر مسلسل وہ نظم چلي جاتي ہی مگر نظم کے سلسلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ بارہ اینٹیں تھیں اُن میں سے ایک اینٹ نہیں ملي = مسٹر جارج اِسمتھہ نے سنہ ۱۸۷۲ع میں اُن اینٹوں پر جو کچھہ لکھا ہوا تھا اُسکو پڑھا اور مطابق سلسلہ نظم کے جو گیارھویں اینٹ ہی اُسپر طوفان کا قصہ اِسطرح لکھا ہی *

مگر اس قصہ میں جو نام آئے ہیں وہ غیر مانوس ہیں اسلیئے ہم اول اُن ناموں کو معہ اعراب لکھدیتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو *

ہَسِي سَادرا

سُرِپّاکْ نام شہر

آفُو نام دیوتا

بِیل ،، بے کا زیر اور یاے مجہول

نِنْیِب ،، پہلے دونو نون پر کھڑا زیر

اَفُوکِي	
اِیَّا	الف کا زیر و یاے مشدد
اُوبَار تُو تُو	نام بادشاہ
شَمَشْ	بفتح میم
فِي بُو	نون کے نیچے کھڑا زیر نام عطارد
فُرْکَالْ	یعني مریخ
اَنْنْکِي	پہلے نون پر پیش دوسرا ساکن تیسرا مفتوح
رَمَانْ	
اِشْتَرْ	یعني زہرا
نِنْیُوَا	نام شہر

مضمون طوفان نظم میں جو گیارھویں اینٹ پر کندہ ھی

ھسي سادرا (صبح کا سورج) اپني اولاد کے سوال کے جواب میں اسطرح اپنا بیان شروع کرتا ھی — اے ازدوبار! (آگ کا دیوتا) میں تجھکو بتلاؤنگا کہ میں طوفان سے کسطرح بچایا گیا تھا — اور نیز بڑے خداؤنکا حکم بھي تجھکو بتلاؤنگا — تو شہر سر پاک کو جو دریاے فرات کے پاس ھی جانتا ھی — یہہ شہر بہت قدیم تھا — جبکہ خداؤں کے دلوں میں اسبات کي تحریک ھوئي کہ ایک بڑے طوفان کا حکم دیں، اُن سب کے دلوں میں، اُنکے باپ آنو کے دل میں، اُن کے مشیر جنگجو بیل کے دل میں، اُنکے تخت بردار فلیب اور انکے پیشوا انرگي کے دل میں — لانتہا عقل کا مالک یعني خدا ایا اُنکے ساتھہ تھا — اور اُسنے مجھکو خداؤں کا فیصلہ بتلایا — اُس نے یعني ایا نے کہا کہ "سن! اور توجہ کر!! *

سر پاک کے آدمي † اُوبار تو تو کے بیٹے اپنے گھر کے باھر جا اور اپنے لیئے ایک جہاز بنا — اُنھوں نے یعني خداؤں نے ارادہ کرلیا ھی، زندگي کے بیج کے تباہ کرنے پر، لیکن تو اُسکو بچا اور ھر قسم کي جان کا بیج جہاز میں لا — جو جہاز تو بنائیگا اسکو اتنا طول میں ھونا چاھیئے اور اتنا عرض اور بلندي میں (ھندسے طول و عرض اور بلندي کے مت گئے) اور اسکو تختوں سے ڈھانکدے" *

جب میں نے یہہ سنا — تو میں نے اپنے خداوند ایا سے کہا — اگر میں جہاز بناؤں جیسا کہ تو مجھکو حکم دیتا ھی تو اے خداوند لوگ اور اُنکے بڑے بوڑھے مجھپر ھنسینگے — لیکن ایا نے اپنے ھونٹ ایک دفعہ اور کھولے اور مجھہ اپنے نوکر سے بولا — آدمیوں نے میرے خلاف بغاوت کي ھی — اور میں اُنکا انصاف کروں گا اعلی و ادنی سب کا، لیکن تو جہاز کا دروازہ بندکر دیچیو جب وقت آئے اور میں تجھکو بتلادونگا تب جہاز میں داخل ھو اور اُس میں اپنے اناج کا ذخیرہ لا، اپنا تمام اسباب، اپنے گھر بار کے لوگ، اپنے مرد نوکر، اور عورت نوکر، اور اپنے قریب کے رشتہدار، میدان کے مویشي اور میدان کے جنگلي جانوروں کو میں خود تیرے پاس بھیجدوں گا — تاکہ وہ تیرے دروازہ کے پیچھے محفوظ رھیں — تب میں نے جہاز بنایا اور کھانے پینے کي چیزوں کو اُس میں ذخیرہ کیا — اور میں نے اندر کے حصے کو (کمروں کي تعداد کے ھندسے مت گئے) کمروں میں تقسیم کیا — اور دراڑوں کو دیکھا اور اُنکو بھردیا — میں نے اس کي بیروني سطح پر اور اُسکے اندر کي طرف روغن قیر مل دیا — اور جو کچھہ کہ میرے پاس تھا وہ میں نے فراہم کیا — اور اسکو جہاز میں بھردیا جو کچھہ کہ میرے پاس سونے کا تھا یا چاندي کا تھا، اور ھر قسم کي جان کا بیج، تمام اپنے مرد نوکر اور عورت نوکر اور میدان کے مویشي

† یہہ قدیم زمانہ میں کالڈیا کے بادشاھوں میں سے تھا بادشاہ ھی جنکا حال افسانوں میں درج ھی اور اس لفظ کے معني میں شفق ۱۲ —

اور میدان کے جانگلي جانور اور اپنے نہایت قریب دوست — اور جبکہ شمس (آفتاب) مقررہ وقت کو لایا — تو ایک آواز نے مجھہ سے کہا کہ آج شام کو آسمان تباهي برسائیگا — اسلیئے تو جہاز میں چلاجا اور اپنا دروازہ بند کرلے — مقررہ وقت آگیا هی — آواز نے کہا آج شام کو آسمان تباهي برسائیگا اور اُس دن کے سورج کے غروب هونے سے مجھکو بہت هي ڈر لگا جس دن کہ میں اپنا سفر دریائي شروع کرنے کو تھا — میں بہت هي خوف زدہ تھا — تاهم میں جہاز میں داخل هوا — اور اپنے پیچھے دروازہ بند کردیا تاکہ جہاز بند هوجاے — اور میں نے بڑے جہاز کو معہ اُسکے تمام لدے هوئے اسباب کے پتوارپے کے سپرد کردیا — تب ایک بڑا سیاہ بادل آسمانوں کي گہرائي میں سے اُٹھتا هی اور '' رمان '' اسکے بیچ میں گرجتا هی اور اس اثنا میں '' نبو '' (عطارد) اور '' نرگال '' (مریخ) ایک دوسرے کے مقابلہ میں آتے هیں اور تیخت بردار پہاڑوں اور گھاٹیوں پر پھرتے هیں زبردست خدا وبا کا آندھیوں کو کھولدیتا هی '' نفوب '' نہروں میں طغیاني کو برابر جاري کر دیتا هی اور '' انفلکي '' زمین کي گہرائي سے سیلابوں کو اوپر لاتے هیں اور انکي شدت سے زمین لرزتي هی ' رمان کے پانیوں کا مجمع آسمان تک بلند هوتا هی ' روشني تاریکی سے بدلجاتي هی ' ابتري اور تباهي سے زمین بھر جاتي هی ' بھائي بھائي کا خیال نہیں کرتا اور آدمي ایک دوسرے کا خیال نہیں کرتے — آسمانوں میں خدایان بھي ڈرے هوئے هیں اور '' آنو '' کے سب سے اعلی آسمان میں پناہ لیتے هیں اور جسطرح کہ کتا اپنے بہت میں اسي طرح خدایان آسمان کے کٹہرے کے پاس دبک جاتے هیں — '' اشتر '' (زهرہ) رنج میں چلاتي هی — دیکھو ! سب کچھہ کیچڑ هوگیا — جیسا کہ میں نے خداؤں سے پیشین گوئي کي تھي — میں نے اس تباهي اور اپني مخلوقات انسان کي بربادي کي پیشین گوئي کردي تھي — لیکن میں اُنکو اسلیئے پیدا نہیں کرتي کہ وہ سمندروں کو مچھلیوں کے جھول کیطرح بھردیں — تب خدایان اُسکے ساتھہ روئے اور ایک جگہہ پر روتے بیٹھے — چھہ دن اور سات راتوں تک هوا اور طغیاني اور طوفان نہایت زور شور پر رها — لیکن ساتویں دن کے طلوع هونے پر طوفان کم هوا — اور پانیوں نے جو مثل عظیم‌الشان فوج کے لڑ رهے تھے اپنا زور کم کیا — سمندر پس پا هوا اور طوفان اور طغیاني دونوں بند هوگئے — میں سمندر میں ادهر اُدهر جہاز کو چلاتا رها اسپات پر زاري کرتا هوا کہ آدمیوں کے گھر کیچڑ هو گئے — لاشیں لکڑیوں کے ٹکڑوں کي طرح اِدهر اُدهر بہہ رهي تھیں میں نے ایک سوراخ کو کھولا — اور جب دن کي روشني میرے چہرہ پر پڑي تو میں کانپنے لگا اور بیٹھہ گیا اور رونے لگا — میں اُن ملکوں پر جہاز کو چلاتا رها جو اب خوفناک سمندر بنگئے هیں — تب ایک قطعہ زمین پاني میں سے اُٹھا — جہاز زمین نزیر کي طرف چلا اور نزیر کے پہاڑ † نے جہاز کو مضبوط پکڑلیا اور اسکو جانے نہیں دیا — اسیطرح پہلا دن اور دوسرا دن اور تیسرا دن اور چوتھا دن اور پانچواں دن اور چھٹا دن بھي گذرا — ساتویں دن کے طلوع هونے پر میں نے ایک فاختہ لي اور اُسکو باهر بھیجا — فاختہ اِدهر اُدهر باهر گئي لیکن کوئي قیام کي جگہہ اُسکو نہیں ملي اور واپس آئي — پھر میں نے ایک ابابیل لي اور اسکو باهر بھیجا — ابابیل ادهر اُدهر باهر گئي — لیکن کوئي قیام کي جگہہ نہیں پائي اور واپس آئي — پھر میں نے ایک کوا لیا — اور اُسکو باهر بھیجا — کوا باهر گیا اور جب اُسنے دیکھا کہ پاني کم هوگیا هی تو پھر قریب آیا پاني میں احتیاط سے تیرتا هوا لیکن واپس نہیں آیا — تب میں نے تمام جانوروں کو باهر چھوڑدیا آسمان کي هواؤں کے چاروں طرف اور قربانی چڑھائي — پہاڑ کي سب سے اُونچي چوٹي پر میں نے قربان گاہ بنایا — اور پاک برتنوں کو سات سات کرکے اُسپر رکھا اور نرسل بچھایا اور سیدر درخت کي لڑي اور میٹھي نباتات نرسل کے نیچے رکھي — خداؤں نے بو سونگھي — خداؤں نے میٹھي خوشبو سونگھي اور مکھیوں کي طرح قربانی کے گرد جمع هوگئے — جب خدائی اِشتر آئی تو اُسنے بلندي پر اپنے باپ آنو کي بڑي کمانیں پھیلادیں ‡ — اور کہا مجھکو اپني گردن کي هیکل کي قسم هی کہ میں ان دنوں کا خیال رکھونگي اور انکي

† ارارات یا جودي —
‡ یعني قوس قزح —

یاد کو کبھي نہیں بھلاؤنگي ! تمام خدایان قربان گاہ پر آویں- صرف بیل نہیں آئیگا کیونکہ اُسنے اپنے غصہ کو ضبط نہیں کیا اور طوفان برپا کیا — اور میرے آدمیوں کو تباہي کے سپرد کیا — اسکے بعد جب بیل قریب آیا — اور جہاز کو دیکھا تو بہت ہي بیچین ہوا اور خداؤں اور آسمان کي روحوں کے خلاف بیل کے دل میں غصہ بھر گیا — اور وہ چلایا — ایک جان بھي نہیں بچیگي — ایک آدمي بھي تباہي سے بچکر زندہ نہیں نکلے گا ! تب خدا نیب نے اپنے ہونٹ کھولے اور جنگجو بیل سے مخاطب ہوکر کہا سوائے ایا کے اور کون کرسکتا تھا — ایا کو معلوم تھا اور اُسنے اُسکو یعني "ہسي سادرا" کوہرایک چیز بتلادي تھي تب ایا نے اپنے ہونٹ کھولے اور جنگجو بیل سے مخاطب ہوکر کہا تو خداؤں کا زبردست سردار ہی لیکن اس طرح بے سمجھے بوجھے تونے کیوں کام کیا اور یہہ طوفان برپا کیا — گناہگار اپنے گناہ کي سزا پاے اور بدکار اپني بدکاري کي لیکن اس آدمي پر مہربان ہو کہ وہ تباہ نہ کیا جاے اور اُس کي طرف سے اچھا خیال رکھہ تاکہ وہ حفاظت سے رہے اور بجاے ایک اور طوفان لانے کے شیروں کو اور چرغوں کو آنے دے اور ان آدمیوں کي تعداد میں سے لیجانے دے - قحط بھیج زمین کے ویران کرنے کے لیئے یا وبا کے خدا کو اجازت دے کہ آدمیوں کو گرادے - میں نے "ہسي سادرا" کو بڑے خداؤں کا فیصلہ بتلایا نہیں تھا - میں نے تو صرف ایک خواب اُس پاس بھیجا تھا اور وہ اس خواب کو سمجھکر خبردار ہوگیا — تب بیل اپنے ہوش میں آیا اور وہ جہاز میں داخل ہوا — میرا ہاتھہ پکڑا اور مجھکو اوپر اُٹھایا - اُسنے میري بیوي کو بھي اُٹھایا اور اُسکا ہاتھہ میرے ہاتھہ میں رکھا — پھر وہ ہماري طرف مڑا اور ہم دونو کے بیچ میں کھڑا ہوگیا اور یہہ دعا ہمکو دي — اب تک تو "ہسي سادرا" صرف انسان تھا لیکن اب وہ معہ اپني بیوي کے خداؤں کي برابر بلند رتبہ کردیا جائیگا - وہ یعني "ہسي سادرا" دور دراز زمین میں دریاؤں کے دھانے کے پاس رہیگا - پھر اُنہوں نے یعني خداؤں نے مجھکو لیا اور مجھکو ایک دور دراز زمین میں دریاؤں کے دھانے کے پاس منتقل کردیا — (انتہی) *

اس قصہ پر یورپ کے عالموں کے خیالات

یورپ کے عالموںکا خیال ہی کہ یہہ نظام کم سے کم دو ہزار برس پیشتر ولادت حضرت مسیح کے ہی یعني سنہ ۲۰۰۴ دنیوي کے - وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہہ قصہ کوئي اصلي قصہ نہیں ہی بلکہ صرف فرضي قصہ ہی — منطقۃالبروج کے بارہ برجوں میں جب آفتاب دورہ کرتا ہی اور ہر ایک برج میں آفتاب کے جانے سے موسم کا جو حال ہوتا ہی اُسکے مناسب استعارہ میں اُس برج کا نام رکھا گیا ہی اور اُسکے مناسب اُس برج کي صورت قرار دي ہی — پس یہہ فرضي قصہ ہی آفتاب کي گردش کا اور اس سے موسم میں تغیر ہونے کا جبکہ وہ گیارھویں برج یعني دلو میں ہوتا ہی (انتہی) *

واضح ہو کہ برج دلو کي صورت آسمان پر بلحاظ اُن ستاروں کے جو اُسمقام پر ہیں اسطرح پر قرار دي ہی کہ ایک آدمي گھٹنے جھکائے کھڑا ہی اُس کے ایک ہاتھہ میں اوندھا ڈول ہی اور بہت سا پاني اونڈیل رہا ہی جس سے اشارہ کثرت بارش سے ہی اور ایک ہاتھہ میں کسي درخت کے پتے ہیں شاید زیتون کے ہیں عربي زبان میں اُس صورت کا نام "ساکب الماء" رکھا گیا ہی جب آفتاب اس برج میں ہوتا ہی تو کالڈیا میں نہایت کثرت سے بارش ہوتي ہی کالڈیا والے اُسکو مصیبت کا مہینا کہتے تھے اور کچھہ شبہہ نہیں کہ جب وہ وحشیانہ طور سے رہتے تھے اور مکانات بنانے نہیں جانتے تھے اور بارش کي کثرت ہوتي تھي اور دجلہ اور فرات دریاوں اور اُسکي ندیوں میں طغیاني ہوتي تھي تو کالڈیا والوں کو نہایت مصیبت کا زمانہ ہوتا ہوگا یورپ کے عالموں کا جب یہہ خیال ہی کہ یہہ اینتھوں جو نکلي ہیں بہت قدیم ہیں تو وہ یہہ خیال کرتے ہیں کہ " یہودیوں نے کالڈیا والوں سے طوفان اور دنیا کي پیدایش کا حال لیا ہی " اور طوفان کا بیان صرف ایک افسانہ ہی *

ہماري تحقیق اور راے

ہم اسبات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہودیوں نے کالڈیا والوں سے طوفان کا حال لیا ہی بلکہ طوفان جسکا ذکر توریت اور قرآن مجید میں ہی اصلي واقعہ ہی فرضي اور غیر

واقعي قصه کہیں هی وہ قصه نوح کي اولاد مہں بطور روایت کے چلا آتا تها نوح کي اولاد اور اُس ملک کے قریب کے رهنے والے جہاں طوفان آیا تها اور جنکا ملک طوفان سے بچ گیا تها جہاں جہاں جاکر بسی اُس قصه کي روایت اپنے ساتهه لیتے گئے *

اس میں کچهه شک نہیں که جو اینٹیں نینوا سے نکلي هیں وہ بہت قدیم هیں مگر اس میں بهي شک نہیں که وہ واقعي اور اصلي طوفان کے بعد کي هیں اگرچه هم توریت کے زمانوں کو صحیح نہیں مانتے اور نه اسپر یقین کرتے هیں که صرف چار هزار چار برس پیشتر حضرت مسیح کي ولادت کے دنیا پیدا هوئي اور آج تک دنیا کي عمر صرف ۵۸۹۹ برس کي هی — لیکن هم اُسي حساب سے بتلاتے هیں که یہه اینٹیں جو نینوا سے نکلي هیں طوفان سے پہلے کي نہیں هوسکتیں *

مطابق حساب عبري توریت کے طوفان آیا تها سنه ۱۶۵۷ دنیوي یعني ۲۳۴۷ برس قبل ولادت حضرت مسیح کے پس اگر تسلیم کرلیا جاوے که یہه نظم جو اُن اینٹوں پر هی حضرت مسیح کي ولادت سے دو هزار برس پیشتر کي هی تو بهي اس حساب سے وہ نظم بعد طوفان کے لکهي گئي هوگي اور روایت طوفان کي اُس کے پہلے سے چلي آتي هوگي *

کوئي شخص جو نیچرل سائنس سے واقف هی هوگز یقین نہیں کرسکتا که طوفان تمام دنیا میں آیا تها اور اُونچے سے اُونچے پہاڑ جو دنیا میں هیں اُن سے بهي پاني اُونچا هوگیا تها — اور همارے نزدیک قرآن مجید سے هرگز یہه بات ثابت نہیں هی که تمام دنیا میں طوفان آیا تها — پس طوفان ایک محدود قطعهٔ زمین میں تها جو فرات اور دجلہ کے درمیان اور اُسکے گرد و نواح کي نشیبي زمین میں سمندروں کے کنارہ تک واقع هیں جہاں حضرت نوح رهتے تهے — اور میںهه کي کثرت اور ان دونوں دریاوں اور اسکي ندیوں کي طغیاني سے طوفان هوا تها — اِسطرح کا طوفان هونا کوئي عجیب اور غیر طبعي امر نہیں هی — اس زمانه میں بهي بعض قطعات ملک میں طوفان هوجاتا هی — جیسے که همارے زمانه میں جونپور اور مرادآباد میں اُن ندیوں کي طغیاني سے جو اُن میں بہتي هیں اور دریاے سنده کي طغیاني سے پنجاب میں اور گوهنا کي جهیل کا بند ٹوٹنے سے اُسکے اطراف میں هوا تها *

کالڈیا کا ملک طوفان سے بالکل برباد هوگیا تها اور اس سے کوئي مورخ انکار نہیں کرسکتا که بعد طوفان کالڈیا میں نوح کي نسل کے لوگ اور غالباً اور ملکوں کے لوگ بهي جو طوفان کے صدمه سے محفوظ رهے تهے آکر آباد هوئے تهے — اُن ملکوں کے لوگ طوفان کي روایت سے ناواقف نہیں تهے — اور طوفان کي روایت اپنے ساتهه لائے تهے — اگر هم توریت کے بیان پر اعتماد کریں تو اس کے گیارهویں باب کي دوسري آیت سے معلوم هوتا هی که نوح کي نسل کے لوگ بعد طوفان شنعار میں مشرق کي طرف سے آکر آباد هوئے — شنعار کالڈیا کا جنوبي حصه هی — کالڈیا کا جنوبي حصه قدیم زمانے میں شومر کہلاتا تها جسکو توریت میں شنعار کے نام سے موسوم کیا هی — اور اب اسکو "الجزیرہ" اور عراق عرب کہتے هیں — اور کالڈیا کے شمالي حصه کو قدیم زمانے میں اکا دکہتے تهے — پس کچهه شبهه نہیں هوسکتا که نوح کي نسل کے جو لوگ کالڈیا میں آنکر آباد هوئے وہ اپنے ساتهه طوفان کي روایت لائے تهے *

ابتدائي حالت اُن لوگوں کي جو قدیم زمانه میں کالڈیا میں آنکر آباد هوئے کچهه شبهه نہیں که محض وحشیانه تهي — کچهه علم وهنر اور فن سے واقف نہیں تهے — کچهه کالڈ یا هي کے لوگوں پر موقوف نہیں هی — اگلے زمانه کي قدیم قومیں کایهي حال تها — رفته رفته اُنمیں علم و فن اور سویلزیشن میں ترقي هوتي گئي هی — کالڈ یا میں ایک غیر قوم کا شخص آیا اور اُس نے اُن کو تعلیم دي — اور اُنکو مختلف علوم اور فنون سکهائے اور حروف لکهنے بتائے — اور شهر آباد کرنا اور مکان بنانا بهي اُسنے سکهایا — اس شخص کو اُنهوں نے دیوتا مانا اور † اِیاداُن اُس کا نام رکها — چنانچه اُس کا بت کالڈیا میں زمین کهودکر متعدد جگهه سے نکالا گیا هی اور جو برٹش میوزم میں موجود هی — اُس وقت سے جو طوفان کے بہت بعد هی کالڈیا والوں میں

† برٹاني نام اوانیز هی ۱۲ —

سویلزیشن شروع ہوئی اور یہہ اسبات کی دلیل ہی کہ کالڈیا یا نیوہ میں سے جو کچھہ نکلا ہی طوفان کے بعد کا ہی ہم اس بات کا پورا حال اور جو ہمکو اُسپر لکھنا ہی اُسوقت لکھینگے جب اُس بحث کا حال بیان کرینگے *

اس کے بعد رفتہ رفتہ کالڈیا والوں نے ہر ایک فن میں ترقی کرنی شروع کی اور جس زمانہ کی یہہ نظام ہی جو اینٹوں پر ملی ہی وہ زمانہ ایک اعلی ترقی کا معلوم ہوتا ہی جبکہ وہ اجرام فلکی اور منطقۃالبروج کے بارہ برجوں سے اور اُنکے حالات سے بخوبی واقف ہوگئے تھے — اور علم ہیئت اُنمیں ترقی کرگیا تھا — اور لٹریچر میں بھی بہت زیادہ ترقی کی تھی اور ایسے درجہ پر پہانچگئے تھے کہ زبان کالڈی میں اشعار نظم کرتے تھے اب طوفان کا زمانہ کوئی قرار دو اس درجہ تک سویلزیشن میں ترقی کرنا — کچھہ شک نہیں ہی کہ ہاربرس ایج بھی زمانہ وحشت کے بہت زمانہ بعد ہوا ہوگا *

معلوم ہوتا ہی کہ جس زمانہ میں اینٹوں پر لکھا گیا ہی اُس زمانہ میں کاغذ یا اور کوئی چیز جو کتاب کی صورت میں بن سکے — ایجاد نہیں ہوئی تھی اور اس لئے اُنھوں نے اپنے اشعار اینٹوں بناکر اُن پر لکھے اور پھر اُن اینٹوں کو پکا لیا تاکہ وہ قایم رہیں *

ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اِن اینٹوں پر جو اشعار لکھے ہیں اُس میں اُنھی موسموں کا بیان ہی جو بارہ برجوں میں سورج کے ہونے سے ہوتے ہیں — گیارھواں برج برج دلو ہی — اور جب سورج برج دلو میں ہوتا ہی تو کالڈیا میں کثرت سے پانی برستا ہی اُس موسم کا حال اُنھوں نے اُن اشعار میں طوفان کے افسانہ میں لکھا ہی — اور اُس زمانہ میں جن دیوتاؤں کو کالڈیا کے رہنے والے پوجتے تھے اُنکے نام اُس افسانہ میں داخل کردیئے ہیں — اس کی مثال ایسی ہی جیسے کہ ملٹن نے پورا ڈائرکاسٹ میں خدا اور شیطان کے حالات کو بطور ایک افسانہ کے نظم کیا ہی — پس اس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ طوفان کوئی اصلی واقعہ نہیں تھا — بلکہ یہہ ثابت ہوتا ہی کہ طوفان کا اصلی واقعہ ہوا تھا — اور اُس واقعہ کو ایک افسانہ کے طور پر اُس موسم کے حالات میں بیان کیا ہی — جو آفتاب کے برج دلو میں آنے سے کالڈیا میں ہوتا ہی بہت سے تاریخی واقعات ایسے ہیں جو اب بھی بطور افسانہ کے نظم میں لکھے ہوئے موجود ہیں اور شاعروں نے بھی موسموں کے حالات کو افسانہ کے طور پر منظوم کیا ہی — غرض ہماری صرف اسقدر ہی کہ اس افسانہ سے جو اینٹ پر لکھا ہوا ہی یہہ لازم نہیں آتا کہ طوفان کوئی اصلی تاریخانہ واقعہ نہ تھا — بلکہ صرف کالڈیا والوں کا ایک طبع زاد افسانہ تھا *

اس بات میں کچھہ شک نہیں ہوسکتا کہ یہہ اینٹیں جو کالڈیا میں سے نکلی ہیں — حضرت موسی کے وقت سے بہت پہلے کی ہیں — مگر خود توریت کے جو پہلے باب ہیں خواہ اُنکو موسی نے لکھا ہو یا عزرا نے یا کسی اور نے — وہ سب اُن روایتوں سے لکھے گئے ہیں جو اُس زمانہ میں بنی اسرائیل میں یا اور لوگوں میں بطور وراثت چلی آتی تھیں — خود توریت کا پہلا باب بلا کسی اس اشارہ کے کہ خدا نے موسی کو الہام کیا یا وحی بھیجی — شروع ہوتا ہی اور اسطرح شروع ہوا ہی جسطرح کوئی مشہور روایتوں کو لکھنا شروع کرے — توریت کے لکھنے والے کوئی ہوں مگر وہ بنی اسرائیل اور نوح کی اولاد میں تھے — پس جو کچھہ کہ توریت میں لکھا گیا ہی — خود اُنکی موروثی روایتوں سے لکھا گیا ہی — نہ یہہ کہ اُنہوں نے کالڈیا والوں سے طوفان کی روایتوں کو لیا ہو *

ہم پر یہہ اعتراض نکیا جاوے کہ ہم نے توریت کے پہلے بابوں کو الہامی اور خدا کیطرف سے وحی کیئے ہوئے نہیں مانا حالانکہ قرآن مجید میں یہہ آیت موجود ہی " انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ و کانوا علیہ شھداء " یعنی ہم نے بھیجی توریت اُسمیں ہدایت اور نور ہی اُسکے مطابق حکم کرتے تھے پیغمبر جو اُسپر یقین رکھتے تھے اُن لوگوں پر جو یہودی تھے اور اُسیکے مطابق حکم کرتے تھے ربی اور احبار . یعنی یہودیوں کے عالم اُن احکام سے جو یاد رکھتے تھے اللہ کی کتاب سے اور وہ اُسپر گواہ تھے — مگر یہہ بات سمجھنے کیلئے چاہیئے کہ جہاں کہیں قرآن میں توریت کا لفظ آیا ہی اُس سے وہ احکام

اور وہ وحی مراد ہی جو خدا نے حضرت موسی کو دی تھی — خود توریت کے معنی قانون کے ہیں جو دلالت کرتے ہیں اسبات پر کہ اُس سے وہی احکام الہی مراد ہیں جو حضرت موسی کو دیئے گئے تھے — موجودہ توریت کے نسخوں میں اُس وحی اور احکام کے سوا جو حضرت موسی کو دیئے گئے اور بہت سے واقعات اور تاریخی حالات شامل ہیں — اور اسلیئے ہم اُس تمام مجموعہ کو جو بین الدفتین موجود ہی سواے وحی اور احکام الہی کے جو اُس میں ہیں توریت منزل من اللہ نہیں سمجھتے — بلکہ اُس مجموعہ پر مجازاً توریت کا اطلاق کرتے ہیں *

جو حالات اور واقعات کہ بطور روایت کے لکھے گئے ہوں اُن میں کمی اور بیشی ہونے کا احتمال قوی ہی — اور یہی وجہ ہی کہ قرآن مجید میں مشتبہ واقعات اور حالات کا ذکر نہیں ہی بلکہ صرف صحیح اور محقق حالات بیان ہوئے ہیں جنمیں کسیطرح کا شک نہیں ہوسکتا اور توریت موجودہ بین الدفتین اور بالتخصیص واقعات قدیم ماقبل خلق انسان اس سے خالی نہیں ہیں مگر قرآن مجید کا حال اس سے مختلف ہی اُس میں کوئی لفظ بجز اُن لفظوں کے جو ازروے وحی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے شامل نہیں ہی اور اُسی زمانہ میں وہ لکھے بھی لیئے گئے اسلیئے قرآن مجید میں وہ احتمالات نہیں ہوسکتے جو توریت کی نسبت ہوتے ہیں گو قرآن مجید میں بھی نقلاً عقاید مسلمہ یہود یا قصص مسلمہ یہود کا بطور حجت الزامی بغیر اسبات کی بحث کے کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں بیان ہوا ہی *

(سید احمد)

مضمون نمبر ۳۶

مشاہیر معتزلہ

ابوالہذیل علاف

سنہ ۱۳۱ ہجری میں پیدا ہوا — ماموں کا اُستاد اور بصرہ کے علماے اعتزال کا پیشوا تھا — علامہ احمد بن یحیی مرتضی زیدی نے اسکی تعریف ان لفظوں سے شروع کی ہی "و کان نسیج وحدہ و عالم دہرہ ولم یتقدمہ احد من الموافقین له ولا من المخالفین" یعنی ابو الہذیل علاف اپنے زمانہ کا بے نظیر عالم تھا — اس کے موافق اور مخالف علما میں کوئی اُس کا ہمسر نہ تھا — اُسکی طبیعت ابتدا سے فلسفہ اور علم کلام کے مناسب تھی — اُس نے علم کلام تو عثمان طویل سے حاصل کیا جو واصل کے ناموَر شاگردوں میں تھا — اور فلسفہ کی دقیق اور مشکل کتابوں کو اپنے مطالعہ سے حل کیا *

ابوالہذیل ابھی نوجوان ہی تھا کہ اُسنے سنا — ایک یہودی عالم نے بصرہ کے بڑے بڑے متکلمین کو مباحثہ میں بالکل مغلوب کردیا ہی — اُس نے اپنے چچا سے کہا چچاجان! آپ مجھے بھی اس یہودی عالم کے پاس لیچلیں تاکہ میں بھی اس سے گفتگو کروں *

چچا — تم نے سنا ہی کہ اُسنے بڑے بڑے علماے کلام کو مناظرہ میں بند کردیا ہی — پھر تم اُس سے کیونکر بحث کروگے *

ابوالہذیل — نہیں آپ مجھکو ضرور لیچلیں — نتیجہ خواہ کچھہ ہی ہو *

آخر کار چچا کے ساتھہ مجلس مناظرہ میں پہنچا — موسی علیہ السلام کی نبوت پر بحث ہو رہی تھی — اور یہودی نے اپنے زور تقریر سے سب کو ساکت کردیا تھا — ابوالہذیل آگے بڑھا اور یہودی سے مخاطب ہوکر کہا" جناب میں آپ سے پہلے سوال کروں یا آپ پہلے مجھہ سے سوال کرنا چاہتے ہیں " *

یہودی — نہیں پہلے میں سوال کرتا ہوں — تم اُس کا جواب دو *

ابوالہذیل — اچھا تو کیجیئے *

یہودی — تم اسکو تسلیم کرتے ہو کہ موسی علیہ السلام سچے نبی تھے یا اسکا انکار کرتے ہو *

ابوالہذیل — موسی جنکی نسبت آپ نے سوال کیا اگر وہی نبی ہیں جنھوں نے ہمارے نبی علیہ السلام کی بشارت دی اور اُن کی نبوت کی تصدیق کی تو بیشک وہ سچے نبی ہیں — اور اگر اس سے کوئی اور موسی مراد ہی تو میں اُسکی نبوت کو تسلیم نہیں کرتا *

یہودی نے زک اُٹھاکر دوسرا سوال پیش کیا کہ توراۃ تو تم خدا کی سچی کتاب مانتے ہو یا نہیں *

ابوالہذیل - اِس کا بھی وہی جواب ہی جو آپ کے پہلے سوال کا — توراۃ سے جسکی نسبت آپ سوال کرتے ہیں - اگر وہی توراۃ مراد ہی جس میں ہمارے نبی علیہ السلام کی بشارت موجود ہی — تو بیشک وہ خدا کی سچی کتاب ہی - ورنہ میں اُسکو بھی نہیں مانتا *

یہودی عالم اس نوجوان کی تقریر سے حیرت زدہ ہوکر مجلس مناظرہ سے اُٹھہ گیا *

ابوالہذیل علم کلام اور فلسفہ کی تحصیل سے فارغ ہوکر مخالفین اسلام کے ساتھہ مذہبی اور علمی مناظروں میں نہایت سرگرمی سے مشغول ہوا - اور چند روز میں اسکی فصاحت اور خوش بیانی ضرب المثل ہوگئی تھی - ابوالعباس مبرد اکثر کہا کرتے تھے کہ میں نے ابوالہذیل اور جاحظ سے زیادہ کسیکو فصیح اللسان نہیں پایا *

یزداں بخت رئیس مانویہ اور ہشام بن حکم سے جو فرقۂ مجسمہ کا سرگروہ تھا اُس نے مناظرے کئے اور دونوں کو بالکل ساکت کردیا - اس کے علاوہ مجوس اور ثنویہ فرقوں کے علما کے ساتھہ بھی معرکۃالآرا مباحثے کیئے - وہ مخالف کو ہمیشہ مختصر جواب دیکر بند کردیتا تھا — اُسکے زور کلام اور قوت استدلال کا یہہ اثر تھا کہ تین ہزار سے زیادہ غیر مذہب کے لوگ مسلمان ہوگئے *

ایک دفعہ اثنائے بحث میں ابوالہذیل نے ایک فلسفی عالم سے جو اعراض کے وجود مستقل کی نفی کرتا تھا — کہا خدا نے فرمایا ہی " الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ " یعنی زانی مرد اور زانیہ عورت میں سے ہر ایک کو سو تازیانے مارو - اور دوسری جگہہ فرمایا ہی " والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدو ھم ثمانین جلدۃ " یعنی جو لوگ پاک دامنوں پر تہمت لگاتے ہیں اور چار گواہ پیش نہیں کرتے اُنکو اَسی کوڑے مارو — اِن آیتوں میں زانی کی حد زیادہ ہی یا قاذف یعنی تہمت لگانے والے کی *

فلسفی — زانی کی *

ابوالہذیل — قاذف کی *

فلسفی — بقدر یوس کے *

ابوالہذیل — کیا لفظ جلدۃ سے جلاد کا ہاتھہ مراد ہی *

فلسفی — نہیں *

ابوالہذیل — کیا اس سے کوڑا مراد ہی *

فلسفی — نہیں *

ابوالہذیل — کیا اس سے ملزم کی پشت مراد ہی *

فلسفی — نہیں *

ابوالہذیل — کیا اس سے وہ فاصلہ مراد ہی جو کوڑے اور مجرم کی پشت کے درمیان ہی *

فلسفی — نہیں *

ابوالہذیل — تو کیا تمہارے نزدیک ایک لاشی دوسری لاشی سے بقدر یوس کے زیادہ ہوسکتی ہی *

ایکبار مجلس مناظرہ میں اُس نے ایک مجوسی سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک آگ کی کیا حقیقت ہی *

مجوسی — آگ خدا کی بیٹی ہی *

ابوالہذیل — اور گائے کیا موتیہ رکھتی ہی *

مجوسی — گائیں خدا کے فرشتے ہیں جنکے بازو کٹ گئے ہیں - اور وہ زمین پر آ گرے ہیں تاکہ دنیا میں رہکر کاشتکاری کریں *

ابوالہذیل — اچھا تو پانی کیا ہی *

مجوسی — خدا کا نور *

ابوالہذیل — بھوک اور پیاس کیا ہیں *

مجوسی — شیطان کا فقر و فاقہ *

ابوالہذیل — زمین کو کون اُٹھائے ہوئے ہی *

مجوسی — بہمن فرشتہ *

ابوالہذیل — تو دنیا میں مجوس سے زیادہ کون برا ہوسکتا ہی جنھوں نے خدا کے فرشتوں کو پکڑکر ذبح کیا پھر خدا کے نور سے دھویا اور خدا کی بیٹی پر رکھکر بھونا پھر اسکو شیطان کے فقر و فاقہ کے حوالے کردیا - اور اُسکو بہمن فرشتے کے سر سے جو خدا کے فرشتوں میں سب سے زیادہ معزز ہی اُٹھایا اور اُس کی کھال کھینچ لی *

ایکبار امیر حسن بن سہل کی مجلس میں جا نکلا - ایک نجومی امیر کی مسند کے پاس بیٹھا ہوا تھا *

ابوالہذیل نے پوچھا یہہ کون جوان ہی جسکو امیر نے عزت بخشی ہی *

نظام

ابراھیم نام ' ابو اسحاق کنیت اور باپ کا نام سیار ھی - سنہ ۱۸۵ ھجري میں بصرہ میں پیدا ھوا - بچپن سے اُسکي طبیعت ادب اور شاعري کے مناسب تھي — جب سیار اسکو خلیل ابن احمد کے پاس جو اُسوقت علم ادب کا بہت بڑا عالم تھا لیکر گیا اور اُس سے درخواست کي کہ آپ اسکو عربي زبان اور علم ادب کي تعلیم دیں - خلیل نے اس خیال سے کہ اسکو ادب کے ساتھہ طبعي مناسبت ھی یا نہیں ایک بلور کا گلاس امتحاناً ھاتھہ میں لیکر اُس سے کہا صاحبزادے ذرا اسکي تعریف تو کرو — نظام نے فوراً کہا "تریک القذی والمقبل الانی ولا تستر ماوری" یعني اُس میں تلکا صاف نظر آتا ھی اور ذرا سي ٹھیس کي برداشت نہیں کرتا ھی اور جو چیز اُس کے پیچھے ھو اسکو نہیں چھپاتا ھی — خلیل نے کہا اب اس کي مذمت کرو - نظام نے کہا "سریع کسرھا بطي جبرھا" یعني جلد ٹوٹتا ھی اور دیر میں جڑتا ھی - خلیل نے ایک کھجور کے درخت کي طرف جو گھر کے صحن میں تھا اشارہ کر کے کہا اب ذرا اس کي مذمت کرو - نظام نے کہا "صعبۃ المرتقی بعیدۃ المجتنی محفوفۃ بالاذی" یعني اسپر چڑھنا دشوار ھی' اسکے پھل دور ھیں ' اُسکي چاروں طرف تکلیف (کانٹے) ھی خلیل نے کہا اب اس کي تعریف کرو - نظام نے فوراً کہا "حلو جناھا باسق سقفھا ناضر اعلاھا" یعني اسکے پھل شیریں ھیں ' چوٹي بلند ھی اور اُوپر سے سبز ھی - خلیل اسکي حاضر جوابي دیکھکر اُچھل پڑا اور کہا واللہ ! ھم تجھہ سے کہیں زیادہ تعلیم پانے کے محتاج ھیں *

سب سے عجیب بات یہہ ھی کہ اسکو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا اور اُسکا حافظہ ایسا قوي تھا کہ اس نے قرآن ' انجیل ' توریت اور زبور معہ اُنکي تفسیروں کے یاد کرلي تھیں — اس کے علاوہ شعراے عرب کے اشعار ' قضاۃ کے فیصلے ' فلاسفہ کے علمي مذاھب اور علم کلام کے مسائل کثرت سے اُسکو یاد تھے — ایکبار جعفر برمکي کي مجلس میں ارسطو کا ذکر آیا تو اُسنے کہا میں نے ارسطو کي کتاب پر نکتہ چیني کي ھی جعفر نے کہا یہہ کہونکر ھوسکتا ھی تم تو اچھي طرح پڑھہ بھي نہیں سکتے - نظام نے کہا اگر آپ چاھیں تو آپکے سامنے ارسطوکي کتاب اول سے آخر تک یا آخر سے اول تک پڑھہ سکتا ھوں یہہ کہکر اُس نے ارسطو کي کتاب کا ایک ایک مسئلہ اور ساتھہ ھي اُسپر اپنا اعتراض بیان کرنا شروع کیا — جعفر برمکي اُسکے حافظہ کي قوت دیکھکر حیران ھوگیا *

علم ھندسہ میں اُسنے طفرہ کا مسئلہ ایجادکیا جو فلسفہ کي کتابوں میں مذکور ھی - علوم طبعي میں سب سے اول اُس نے ثابت کیا کہ رنگ ' بو ' آواز ' ذائقہ ' روشني ' حرارت وغیرہ اعراض مادي ھیں اور انھي اعراض سے مادہ مرکب ھوتا ھي - وہ اجزاے لایتجزی کے وجود سے منکر اور تناسخ کا قائل تھا — علم کلام میں ابوالھذیل علاف کا شاگرد تھا اور بعض مسائل پر اُستاد کے ساتھہ مباحثہ بھي کیا - اُسنے مسائل فلسفہ کو مذھب اعتزال کے ساتھہ مخلوط کردیا اور اعتزال کي ایک نئي شاخ کي بنیاد ڈالي جسکا نام نظامیہ ھی - اس کي اُمہات عقائد یہہ ھیں *

(۱) بدي اور گناہ خدا کي قدرت سے خارج ھیں *

(۲) انسان نفس ناطقہ کا نام ھی اور بدن صرف نفس ناطقہ کے صدور افعال کا آلہ ھی *

(۳) قرآن کا معجزہ فصاحت و بلاغت نہیں ھی بلکہ اُس کا معجزہ یہہ ھی کہ اُسمیں غیب کي باتوں پیشین گوئي کے طور پر بیان ھوئي ھیں *

(۴) اجماع حجت شرعي نہیں ھی *

(۵) احکام شرع کے وارد ھونے سے پہلے دلائل عقلي سے خدا کي معرفت حاصل کرني چاھیئے *

(۶) معجزۂ شق القمر کے وقوع اور جمادات کے وجود سے منکر تھا *

ابوعبیدہ کہا کرتے تھے کہ دنیا میں نظام کي مثل کوئي شخص پیدا نہیں ھوا - جاحظ کا قول ھی کہ میں نے فقہ میں اور علم کلام میں نظام سے زیادہ کسي عالم کو نہیں پایا - نظام شاعر بھي تھا اور نہایت لطیف اشعار کہتا تھا — ذیل میں اُسکے دو شعر لکھے جاتے ھیں *

و مر بقلبي خاطرا فجرحتہ
ولم ار خلقاً قط یجرحہ الفکر

یعني وہ تصور کے ساتھہ میرے دل میں آیا اور میں نے (تصور سے) اُسے زخمي کردیا - میں نے کبھي ایسا آدمي نہیں دیکھا جو خیال کے صدمہ سے زخمي ہوجاتا ہو *

یمر فمن لین وحسن تعطف

یقال بہ سکر ولیس بہ سکر

یعني وہ چلتا ہی اور اُسکے آہستہ جھومکر چلنے سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ نشہ میں ہی حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہی *

نظام شاعري کے ساتھہ مفلس بھي تھا - اُسکي زندگي نہایت مصیبت اور فقر و فاقہ میں کٹتي تھي — افسوس ہی کہ اُسکي عمر نے وفا نہیں کي - سنہ ۲۲۱ ہجري میں عین عالم شباب میں فوت ہوا - علم کلام میں اُسکے مشہور شاگردوں کے نام یہہ ہیں - جاحظ (اسکا ذکر آگے آتا ہی) احمد بن حائط جسکے نام کي طرف فرقہ حائطیہ منسوب ہی جو مذہب اعتزال کي ایک شاخ ہی — ابوعثمان نظامي — زرقان جسکي تصنیفات میں سے کتاب المقالات علماے متکلمین میں بہت مقبول ہوئي *

جاحظ

اِس کا نام عمر اور کنیت ابو عثمان ہی — علم کلام میں نظام کا شاگرد تھا - ادب ' علم کلام ' تفسیر ' فقہ ' حدیث ' ایام العرب میں اپنے وقت میں بے مثل اور یگانہ تھا — توحید اور اثبات نبوت پر اُس نے نہایت عمدہ کتابیں لکھیں *

جاحظ نے حالت افلاس میں علم پڑھا - ایام جوانی میں ایک روز گھر میں کسي کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا اُس کي ماں دکانِ میں کاغذوں کا مٹھا رکھکر لائي — جاحظ نے پوچھا کہ یہہ کیا ہی — ماں نے کہا یہہ تیري کمائي ہی جو تو کماکر لاتا ہی - جاحظ آزردہ ہو کر گھر سے نکلا اور محلہ کي مسجد میں جا بیٹھا — اُس کے ایک دوست موسی نے جو اُس وقت مسجد میں تھا اِسکو مغموم دیکھکر پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہی ؟ جاحظ نے قصہ بیان کیا - موسی اُسکو اپنے مکان پر لے گیا اور کھانا کھلا کر چلتے وقت پچاس دیناار نذر کیئے - جاحظ اُسیوقت بازار میں گیا اور آٹا خرید کر حمالوں کے سر پر رکھوا کر اپنے گھر میں لایا — ماں نے نہایت تعجب سے پوچھا کہ یہہ کہاں سے لے آیا - جاحظ نے کہا اُنھي کاغذوں کي بدولت ہی جو تم میري پاس لائي تھیں - مگر خلیفہ واثق باللہ کے زمانہ میں اُسکے وزیر ابن زیات کي رفاقت میں رہنے سے اُسکي حالت سنبھل گئي تھي وزیرنے چار سو بیگھہ زمین کا قطعہ اسکو دیدیا تھا جس کي آمدني اُس کے گذارہ کے لیئے کافي تھي — ابن زیات اور قاضي احمد بن ابی‌داود کے درمیان ناچاقي تھي — جب ابن زیات قتل ہوا جاحظ بصرہ سے گرفتار ہوکر قاضي کے سامنے اس شکل سے لایا گیا کہ اُسکي گردن میں زنجیر تھي اور بدن پر ایک بوسیدہ پھٹا ہوا کرتہ تھا - قاضي نے اُس سے خطاب کرکے کہا — میں جانتا تھا کہ تو احسان فراموش، کافر نعمت اور عیبوں کا پتلا تھا - میں نے بہت چاہا کہ تیري اصلاح ہوجاے مگر تیري بدفینتي اور بدمزاجي کے سبب زمانہ تیرے ساتھہ وفا نکرسکا جاحظ نے کہا خدا کي قسم تیرا مجھپر قابو پانا اس سے بہتر ہی کہ میں تجھپر قابو پاتا اور اس بات کا مشہور ہونا کہ میں نے برا کیا اور تونے مجھپر احسان کیا اس سے بہتر ہی کہ میں تجھپر احسان کرتا اور تو میرے ساتھہ بدي سے پیش آتا اور اس حالت میں کہ میں تیرے قابو میں ہوں تیرا خطا معاف کرنا اس سے بہتر ہی کہ تو مجھسے انتقام لے - قاضي نے کہا تو بڑا چرب زبان ہی — اپنے خادم کو اشارہ کیا — اُس نے بھڑي اور ہتکڑي کاٹ دي اور اسکو حمام میں بھیجا - نہانے اور تبدیل لباس کرنے کے بعد قاضي کے پاس آیا - تو اُس نے بہت تعظیم کي اور اپنے پاس مسند پر بٹھایا *

باوجود ان تمام علمي فضیلتوں کے جو جاحظ کي ذات میں تھیں وہ نہایت بد صورت اور بد قوارہ تھا اسکو جاحظ اسي لیئے کہتے تھے کہ اُسکي دونوں آنکھوں کے ڈھیلے حلقۂ چشم سے باہر نکل پڑے تھے *

ابوالقاسم سیرافي بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن وزیر ابوالفضل ابن عمید کي مجلس میں موجود تھا اورجاحظ کا ذکر ہو رہا تھا - حاضرین میں سے ایک شخص نے ناک بھوں چڑھا کر اُسکي مذمت اور تحقیر کي - وزیر خاموش رہا جب وہ شخص مجلس سے اُٹھہ گیا تو میں نے وزیر سے

امیر — یہہ نجومی ہی *

ابوالہذیل — نجوم کا حساب جانتا ہی یا اُنکے احکام*

امیر — یہہ نجوم کے احکام جانتا ہی *

ابوالہذیل — یہہ علم تو بالکل جھوٹا ہی — اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے ایک سوال کروں *

امیر — ہاں ہاں ضرور کیجیئے *

ابوالہذیل نے ایک سیب ہاتھہ میں اُٹھالیا اور نجومی سے خطاب کرکے کہا آپ بتائیں میں اس سیب کو کھاؤں گا یا نہیں *

نجومی — (حساب کرکے) آپ اس سیب کو ضرور کھائینگے *

ابوالہذیل — (سیب ہاتھہ سے رکھکر) میں اسکو ہرگز نہیں کھاؤں گا *

نجومی — آپ سیب کو دوبارہ ہاتھہ میں اُٹھالیں — میں پھر غور کرتا ہوں — شاید حساب میں کوئی غلطی رھگئی ہی *

ابوالہذیل نے ایک اور سیب ہاتھہ میں اُٹھا لیا *

امیر — ہیں ! آپ نے دوسرا سیب کیوں اُٹھایا *

ابوالہذیل — جناب ! اسلیئے کہ اگر ایکبی دفعہ نجومی نے کہا کہ تم اس سیب کو نہیں کھاؤگے تو میں اسکو ضرور کھاؤنگا *

نجومی شرمندہ ہوکر مجلس سے اُٹھہ جاتا ہی *

ایک دفعہ بصرہ میں اُسکے پاس ایک نووارد شخص آیا جو مسلمان نہ تھا اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو قرآن میں چند شبہات ہیں جنکو میں آپ سے حل کرنا چاہتا ہوں — آپ کی خدمت میں پیش کروں — میں نے بہت علما سے اُن شبہات کو رفع کرنا چاہا مگر مجھکو بالکل اطمینان نہیں ہوا — میرے چند احباب نے مجھہ سے کہا کہ تم علامۂ ابوالہذیل کے سامنے اپنے شبہات پیش کرو — یقین ہی کہ تمکو قابل تشفی جواب مل جائیگا — میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ حسبۃ للہ میرے شبہات کا جواب دینگے اور اُنکو رفع کردینگے *

ابوالہذیل — میں سنوں کہ وہ کیا شبہات ہیں *

نووارد — قرآن کی چند آیتوں میں مجھکو تناقض معلوم ہوتا ہی اور چند آیتیں ہیں جن میں میں زبان دانی کی غلطی معلوم ہوتی ہی *

ابوالہذیل — آپ ایک ایک آیت پر الگ الگ اپنے شبہات بیان کرنا چاہتے ہیں — یا اپنے تمام شکوک کا جواب ایک ہی دفعہ سننا پسند کرتے ہیں *

نووارد — اگر ایک ہی دفعہ تمام شبہات کا جواب دینا ممکن ہی تو یہہ اور بھی مناسب اور مفید ہی *

ابوالہذیل — آپ کو معلوم ہی کہ محمد صلعم عرب کے شرفامیں سے تھے اور اُنکی زبان مستند اور غیر مطعون تھی اور وہ اپنی قوم کے نزدیک سب سے زیادہ عاقل تھے *

نووارد — بیشک وہ ایسے ہی تھے *

ابوالہذیل — آپ کو معلوم ہی کہ عرب کے لوگ نہایت تند خو ، سرکش اور جھگڑالو تھے *

نووارد — یہہ بھی سچ ہی *

ابوالہذیل — آپ جانتے ہیں کہ اہل عرب نے ہمارے پیغمبر کی تکذیب اور مخالفت میں کوئی دقیقہ سعی و کوشش کا اُٹھا نہیں رکھا *

نووارد — بیشک *

ابوالہذیل — آپ جانتے ہیں کہ اُنھوں نے متناقض کلام کرنے یا غلط بولنے کا الزام کبھی ہمارے پیغمبر پر نہیں لگایا *

نووارد — ہاں کبھی نہیں *

ابوالہذیل — تو عرب عربا کی شہادت چھوڑ کر جو اپنی زبان سے خوب ماہر تھے آپ کسی جاہل اور بے مغز کی بات کا کیوں اعتبار کرتے ہیں *

نووارد — کلمۂ شہادت پڑھتا ہی اور فوراً مسلمان ہوجاتا ہی *

ابوالہذیل کو عربی اشعار بھی کثرت سے یاد تھے جن سے اکثر اپنے کلام میں جابجا استشہاد کرتا تھا — ابو معن ثمامہ کہتے ہیں کہ ابوالہذیل جب مامونں کے دربار میں مجھہ سے خطاب کرتے تو ہمیشہ میرا نام لیکر مجھہ سے بات کرتے تھے اور مامون ہمیشہ کنیت کے ساتھہ مجھہ سے خطاب کرتا تھا — مجھکو اسپر کیئی دفعہ غصہ آیا مگر آداب مجلس کے خیال سے ضبط کرتا اور خاموش ہوجاتا تھا —

ایکبار ابوالہذیل نے مجلس مناظرہ میں اپنے کلام کي سند میں سات سو اشعار عرب عربا کے پڑھے — یہہ دیکھکر میں دنگ ہوگیا اور میں نے کہا اب آپ کو اختیار ہی مہرا نام لیکر مجھہ سے بات کریں یا کفیت کے ساتھہ خطاب کریں *

ایک دفعہ ابوالہذیل صالح بن عبدالقدوس سے جو ثنوي المذہب تھا ملنے گیا اور اُس کا ایک نوجوان لڑکا اُنہي دنوں میں فوت ہوا تھا - صالح کو غمگین دیکھکر ابوالہذیل نے پوچھا کہ آپ تو انسان کو کھیتي کي مانند سمجھتے ہیں جو پھولتي پھلتي اور اپنے وقت پر کٹ جاتي ہی - پھر آپ کے غمگین ہونے کي کوئي وجہ نہیں ہی *

صالح — نہیں میں اسلیئے افسوس کرتا ہوں کہ مرحوم نے کتاب الشکوک نہیں پڑھي *

ابوالہذیل — وہ کیا کتاب ہی *

صالح - کتاب الشکوک میں نے ہي تصنیف کي ہی - اور جو اسکو پڑھتا ہی موجود چیزوں میں شک کرتا ہی کہ شاید وہ نہیں ہیں اور معدوم چیزوں میں شک کرتا ہی کہ شاید وہ ہیں *

ابوالہذیل - تو آپ اپنے بیٹے کي موت میں شک کریں اور خیال کریں کہ وہ نہیں مرا اگر چہ وہ مرگیا ہی اور اسیطرح آپ شک کریں اور خیال کریں کہ مرحوم نے کتاب الشکوک پڑھي ہی اگر چہ اُسنے نہیں پڑھي *

ابوالہذیل سے ایک عالم نے اثناے مناظرہ میں کہا کہ آپ عالم کا حادث ہونا بدون اس کے کہ اُس میں حرکت و سکون کا موجود ہونا تسلیم کیا جاوے ثابت کریں - ابوالہذیل نے کہا تمہاري مثال بالکل اُس آدمي کیسي ہی جو اپنے مخالف سے کہے کہ آؤ میرے ساتھہ قاضي کے پاس چلو مگر دیکھنا اپنے دعوے پر کوئي دلیل پیش نکرنا *

ابوالہذیل کو خلیفہ کي طرف سے بطور علمي وظیفہ کے ساتھہ ہزار درم سالانہ ملتے تھے اور وہ اُس روپیہ کو اپنے دوستوں میں صرف کردیتا تھا - آخر عمر میں نابینا ہوگیا تھا اور بڑھاپے کے سبب کسقدر اُسکے دماغي قوا میں فرق بھي آگیا تھا مگر استدلال اور مناظرہ کي قوت میں ذرا کمي نہیں آئي تھي -

سنہ ۲۳۵ ہجري میں خلیفہ متوکل عباسي کي ابتدائي خلافت میں سو برس سے زیادہ عمر کا ہوکر فوت ہوا *

علامہ احمد بن یحیي مرتضی زیدي نے اپني کتاب ملل و نحل میں لکھا ہی کہ اُسنے ساتھہ کتابیں مخالفین اسلام کے رد میں لکھیں جن میں علم کلام کے بہت سے نازک اور دقیق مسائل بیان کیئے ہیں — اُسکي ایک کتاب کا نام میلاس ہی اور یہہ حقیقت میں ایک مجوسي کا نام ہی جو اپنے ہم مذہب علما کو ہمراہ لیکر ابوالہذیل سے مباحثہ کرنے آیا تھا اور مناظرہ میں مغلوب ہوکر مسلمان ہوگیا تھا *

مذہب اعتزال کا ایک فرقہ ہذلیہ ہی جسکا بانی ابوالہذیل علاف ہی - الہیات میں اس گروہ کے چند عقاید یہہ ہیں *

(۱) خدا کا علم ، اُسکي قدرت ، اُسکي حیات عین ذات ہیں *

(۲) خدا کے بعض ارادے ہیں جنکا کوئي محل نہیں ہی اور بعض ارادوں کا محل ہی - اول کي مثال خدا کا قول " کن " ہی - دوم کي مثال امر و نہي *

(۳) خدا کے مقدورات متناہی اور محدود ہیں - کسي چیز کا وجود میں لانا اور فنا کرنا یا زندہ کرنا اور مارنا اُس کے دائرۂ قدرت سے باہر ہی *

(۴) احکام شرع کے واجب ہونے سے پہلے عقل کے ذریعہ سے خدا کو پہچاننا واجب ہی *

(۵) خدا کا ارادہ اور وہ چیز جسکا خدا نے ارادہ کیا ہی دونوں متحد ہیں *

ابوالہذیل کے نامور شاگردوں کے نام یہہ ہیں نظام (اسکا ذکر آگے آتا ہی) ابو یعقوب شحام جو بصرہ میں اپنے زمانہ کا معتزلي امام تھا - اور جو ابو علي جبائي کا اُستاد ہی - اسنے مخالفین اسلام کے رد میں کتابیں لکھیں — قاضي عبدالجبار معتزلي کہتے ہیں کہ وہ ابوالہذیل کا غلام اور علم کلام کا مالک تھا — ابو علی اسواري — ابو عبداللہ دباغ — یحیی بن بشر ارجائي *

کہا کہ آپ اس شخص کي بیہودہ گوئي سنکر کیوں خاموش رہے ؟ آپ کي تو عادت ہی کہ آپ ایسي باتوں کي ضرور تردید کردیتے ہیں = وزیر نے کہا میں نے اس کے حق میں یہي مناسب سمجھا کہ اُسکو اسکي جہالت پر چھوڑ دوں = اگر میں کچھہ بولتا اور جاحظ کے حالات کي اصلي اطلاع اسکو دیتا تو وہ ضرور اُسکي تصنیفات پڑھتا اور آدمي بنجاتا = جاحظ نے ایک جگہہ لکھا ہی کہ اول عقل سیکھو پھر ادب اور میں نے اُسکو اس قابل نہیں پایا *

جاحظ اخیر عمر میں ایک عجیب بیماري میں مبتلا ہوگیا تھا = وہ خود کہا کرتا تھا کہ میرا بدن بائیں طرف سے ایسا سُن ہوگیا ہی کہ اگر قینچي سے کاٹا جائے تو مجھے بالکل خبر نہ ہو اور داہنی طرف کا بدن اسقدر حسّاس ہی کہ اگر مکھي بھي بیٹھتي ہی تو مجھکو تکلیف ہوتي ہی اور ٹھنڈي چیز کھاتا ہوں تو پاؤں میں تکلیف ہوتي ہی اور گرم چیز کھانے سے سر میں تکلیف ہوتي ہی اور خانہ میں پتھري ہی جس سے پیشاب کرنے میں سخت درد ہوتا ہی = خلیفہ مہتدي کے زمانہ میں سنہ ۲۵۵ ھ میں ۹۶ برس سے زیادہ عمر کا ہوکر بصرہ میں فوت ہوا = مرنے سے پہلے یہہ شعر اکثر پڑھتا تھا *

اترجو ان تکون و انت شیخ

کما قد کنت ایام الشباب

یعني کیا تو بوڑھا ہوکر اُمید کرتا ہی کہ تو ویسا ہي ہوجائے جیسا ایام جواني میں تھا *

لقد کذبتک نفسک ' لیس ثوب

دریس کالجدید من الثیاب

یعني تیرے دل نے تجھکو دھوکا دیا = پرانا کپڑا نئے کپڑے کامقابلہ نہیں کرسکتا *

جاحظ مذہب اعتزال کے ایک فرقہ کا بانی ہی جسکا نام جاحظیہ ہی = اس گروہ کے چند عقاید یہہ ہیں *

(۱) کوئي مادي جسم معدوم نہیں ہوسکتا *

(۲) خدا گناہوں کا ارادہ نہیں کرتا ہی *

(۳) خدا کي رویت نا ممکن ہی *

(۴) خدا ارادہ کرتا ہی اس کے معني یہہ ہیں کہ اُس سے غلطي اور سہو کا ہونا نا ممکن ہی *

(۵) اشیا کا حسن و قبح اصلي ہی جو کبھي نہیں ہوسکتا اور انسانوں کے افعال کسبي نہیں ہیں طبعي ہیں *

جاحظ کي تصنیفات میں سے کتاب الحیوان اور البیان والتبیین نہایت عمدہ اور مشہور کتابیں ہیں وحیدالدین پاني پ

مضمون نمبر ۳۷

قوم نوح

خط جناب مولانا مولوي عنایت رسول صاحب مدظلہ

عمیم الاشفاق صمیم الوفاق زاد مجدکم =

بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات کے امر ضروري یہہ ہی کہ پرچہ تہذیب الاخلاق مجریہ یکم جمادي الثاني سنہ ۱۳۱۳ ھجري پہونچا میں بہت خوش ہوا کہ آپ تحقیقات قوم نوح کي بطرز جدید شروع کي ہی جسے ما قرآن سے بھي تعلق ہی ایسے مضامین اس دور میں غنیمت ہیں قدما کي تحریرات پر قناعت نا صواب وکہولت اب میں باب ۴ آیت ۲۶ پر بحث کرتا ہوں =

וְלְשֵׁת גַּם הוּא יָלַד־בֵּן וַיִּקְרָא אֶת־שְׁמוֹ אֱנוֹשׁ אָז הוּחַל לִקְרֹא בְּשֵׁם יְהוָה .

וְלִשְׁיתְ גַּם هُوَ يُلَّدَ بِيْنِ وَيِقْرَا اِتْ شِمُو اِنُوشْ آز هُوحَلْ لِقْرُوْ بِشِيمِ يِهُوا —

(آز) یہہ ظرف زمان ہی اسکے معني ہیں اُسوقت سے = (هو حل) اسکا مادہ חלל حلل ہی یہہ مادہ کثیر الاستعمال ہی یہاں مقصود ہی شروع کرنا ابتداء و آغاز = (קרא) (قرا) یہہ مصدر مجہول قرء کا ہی معني پڑھا جانا —

ترجمہ = شیث کے بھي ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام انوش رکھا اُسوقت سے اللہ کا نام پڑھا جانا شروع ہوا = بیان اسکا یہہ ہی کہ حضرت آدم کے وقت میں زکوٰۃ فرض ہوئي اُسي بناء پر قصہ ہابیل وقابیل ہی الوہش کي پیدایش سے نماز پڑھا جا

فرض هوا اس سے پہلے نماز پڑھي نہیں جاتي تھي خدا کے صفات کمالي کو تصور کرتے تھے میں نے کتاب الصلوٰۃ میں اسکي بحث تفصیلاً کي هی اونقاموس نے جو بہت قدیم و معتبر مترجم هی اس آیت کا ترجمہ کالدي زبان میں یہہ کیا هی —

וְלְשֵׁת אַף הוּא אִתְיְלִית בַּר וְקְרָא יַת שְׁמֵיהּ אֱנוֹשׁ בְּנַן בְּיוֹמוֹהִי חֲלוּ בְנֵי אֱנָשָׁא לְמִלַּלָאה בִּשְׁמָא דְיוי :

وَ اشِيثْ اف هو اثِيليث بر وقْرايث شميه انوش بِخِين ابُو هُوهِي حَالُو بِمِي انانا ملّصلّا بشماد يهوا —

کالدي زبان میں (بر) معني بیٹا (صلّا) معني صلوٰۃ — ترجمہ — شیث کے بھي اوکا پیدا هوا جسکا نام انوش رکھا اُسکے زمانہ سے شروع کي بني آدم نے نماز خدا کے نام سے — الغرض انوش کي پیدایش سے نماز فرض هوئي آیت سے یہي معني متبادر هوں لیکن رهبي سلیمان برخي نے اپني تفسیر میں هو حل کو مشتق حول سے قرار دیا هی اس مادہ کے معني بہت هیں لیکن اصل معني اس کے هیں گھومنا ناچنا موزونا جیسے مفسر مذکور نے پھیرنا مجازاً ارادہ کرکے معني فقرہ یہہ لکھے کہ اُس وقت سے پھیرا گیا پکارنا آدمي و لکڑي کو خدا کے نام سے بت پرستي کے لیئے انتہی — اسکا حاصل یہہ هی کہ انوش کے وقت سے آغاز بت پرستي هی فقط یہوں سے بشپ پیٹرک نے اخذ کیا هی لیکن یہہ معني بالکل بے اصل و بےقرینہ هیں جس مادہ سے یہہ مضمون نکالا هی وہ اُس معني میں مستعمل نہیں اور جو تقدیر کرتے هیں نہ اُسپر کوئي قرینہ هی نہ ضرورت — اسلیئے میں اس آیت سے بت پرستي پر استدلال نہیں کرتا اب همکو یہہ بحث کرنا ضرور هی کہ آغاز بت پرستي کب سے هی چنانچہ کتابیں منسوب بہ وحي هیں سب میں هدایت خدا پرستي کي هی یہود جو هنود کي معتبر کتاب هی جسے وے آسماني بتاتے هیں اُسمیں بھي خدا پرستي کي تاکید هی مورث کي پوجا ممنوع هی تورات جو یہود و نصاریٰ و مسلمانوں میں مسلم هی اور اُس سے پوراني کتاب میسر نہیں اُسپر اعتماد کرکے لکھتے هیں واضح هو کہ ارباب زیج کہتے هیں کہ فی ریاضي حضرت آدم سے هی چنانچہ جبل القمر پر جو ایک پہاڑ هی متصل مکہ معظمہ اُسپر وے رصد کرتے تھے اسلیئے اُنکي اولاد حالات کواکب سے بخوبي واقف تھي اُنکي حرکات و اوضاع وتاثیرات پر اُنکي نظر تھي حضرت آدم پر زکوٰۃ فرض تھي یعني اپنے مال کا ایک حصہ خدا کي خوشنودي کے لیئے علحدہ کرنا اسي بنا پر هابیل و قابیل نے اپنے اپنے مال سے زکوٰۃ نکالي لیکن قابیل کي زکوٰۃ مقبول نہ هوئي یہہ امر اُسے بہت ناگوار هوا اسپر حکم هوا کہ تو کیوں آزردہ هوا تونے زکوٰۃ هماري خوشنودي کے لیئے نہیں نکالي — پیدایش باب ۴ آیت ۷ میں لکھا هی

הֲלוֹא אִם־תֵּיטִיב שְׂאֵת וְאִם לֹא תֵיטִיב לַפֶּתַח חַטָּאת רֹבֵץ וְאֵלֶיךָ תְּשׁוּקָתוֹ וְאַתָּה תִּמְשָׁל־בּוֹ :

هَلُو اِمْ تِيطِيب شِيثْ وِام ارتِيطِيب لِپّتْح حطّاث رُوبِص والِيطخاتشو قائو واتّا تِمْشُل بو —

ترجمہ — هاں اگر تو اچھا کام هماري خوشنودي کے لیئے کریگا تو مقام عالي هی اور اگر هماري خوشنودي کے لیئے نہ کریگا تو تا یوم الدین گناہ محفوظ رهیگي اور تیرا اُس سے شوق هوگا اور تو اُس سے مشغول هوگا — اس سے یہہ هدایت هی کہ هماري خوشنودي ملحوظ رهے آنحضرت نے بھي فرمایا هی (انما الا عمال بالنیات) الغرض خوشنودي خدا کا پیش نظر رکھنا خدا پرستي هی یہي حضرت آدم کو حکم تھا اور روحانیت خواہ ملایکہ هوں یا ارواح کواکب اُنکي رضامندي کا منوي و پیش نظر رکھنا بت پرستي هی عجب نہیں کہ قابیل کو اپني زکوٰۃ سے رضامندي کسي روحانیت کي مقصود رهي هو اِس باب کي ۱۶ آیت میں یوں هی —

וַיֵּצֵא קַיִן מִלִּפְנֵי יְהוָה : وَيِيصِي قايِن مِلِفْنِي يهوا

ترجمہ — نکل گیا قابیل خداکے سامنے سے — خدا کے سامنے سے نکل جانیکو کوئي معني نہیں بجز اِس کے کہ وہ مرتد هوگیا اِس سے ظاهر هی کہ قابیل نے خدا پرستي چھوڑ دي بت پرستي اختیار کي وہ روحانیات کواکب سے خوب واقف تھا غالباً روحانیات کي پوستش کرتا تھا غیر خدا کے پرستش بھي

بت پرستي هي سليمان برخي نے اپني تفسير ميں لکها هي که شياطين کي اطاعت کے سبب سے خدا کے سامنے سے نکلا اس باب کي ۲۱ آيت ميں لکها هي —

הוּא הָיָה אֲבִי כָל־תֹּפֵשׂ כִּנּוֹר וְעוּגָב :

هُو هَايَا أَبِي كُول تُفش كِنُّور وعُوغَاب —

يهه يوبال جو قابيل کي اولاد ميں تها اُسکي شان ميں هي — ترجمه — وه اُستاد تها کنور و عوغاب بجانے والوں کا — يهه باجے پيشتر بتوں کے سامنے بجائے جاتے تهے ربي سليمان برخي نے لکها هي که وه بتونکے ليئے باجا بجاتا تها جيسے اُسکا بهائي بتخانے بلاتا تها ربي مذکور اس معني پر اجماع بيان کرتا هي اس سے صاف ظاهر هي که بت پرستي قابيل کے وقت سے هي آيت ۱۶ گذشته ميں لکها هي که قابيل نے سکونت ارض نود ميں اختيار کي ارض نود کا خوب پتا لگنا نهيں ليکن اُسکا نشان تورات ميں لکها هي ملک شام سے پورب يهه عراق عرب وفارس هي قابيل کي اولاد بموجب اُن نشانات کے جو تورات ميں مرقوم هيں معلوم هوتا هي که عراق وفارس ميں تاتار تک آباد هوئي چنانچه ان ملکوں ميں بت پرستي بڑے زور و شور سے هوتي رهي صابئي مذهب کے لوگ خليج فارس کے غربي جانب بهت تهے وے کواکب کي پرستش کرتے تهے فارس کا حال بهي ايسا هي تها گبروں کے مذهب ميں بهي اجسام نوراني کو قبله کرتے هيں عراق ميں ايک بڑا مندر کواکب پرستي کے ليئے تيار کيا تها جس کا ذکر تورات ميں بهي هي حضرت ابراهيم کو آتشکده ميں جو ڈالا تها وه اپنے ديوتا موئل نار کو چڑهاتا تها ان قرائن سے معلوم هوتا هي که قابيل کي اولاد جو ان ملکوں ميں بسي تهي روحانيات کي پرستش کرتي تهي که يهي بت پرستي هي الغرض قابيل سے بت پرستي کا آغاز هي اُسکي اولاد ميں خوب پهلي ليکن شيث کي اولاد خدا پرست تهي اسليئے اُن کي اولاد کو بني آدم يعني يهي آدم کهتے تهے يعني وے آدم کي شريعت پر چلتے تهے اور قابيل کي اولاد کو بوجهه پرستش روحانيات کے بني اِلهيم يهي الوهيم يعني ابناء الملائکه کهتے تهے جيسا ايک قبيله عرب بوجهه پرستش قمر يهي هلال کهلاتا تها يا مسافر کو ابن السبيل کهتے هيں ايسا محاوره عبراني ميں بهت هي اب هم اس کتاب کے ۶ باب کي ۱ و ۲ آيت پر بحث کرتے هيں اس باب سے آغاز قصه نوح هي واضح هو که شيث کي اولاد وقابيل کي اولاد ميں بسبب تخالف مذهبي وصلت و قرابت نه تهي بت پرست خدا پرست کا کفو نهيں هوتا آيت ۱ جب آدم کي اولاد زمين پر زياده هوئي اور اُن کي لڑکياں پيدا هوئيں آيت ۲ —

וַיִּרְאוּ בְּנֵי־הָאֱלֹהִים אֶת־בְּנוֹת הָאָדָם כִּי טֹבֹת הֵנָּה וַיִּקְחוּ לָהֶם נָשִׁים מִכֹּל אֲשֶׁר בָּחָרוּ :

ويرُو بْني ها اُلوهيم اث بْنُوث ها آدام كه طُوبُوث هِينَّا ويِّقحُو لاهِم ناشيم مِّكُل اَشِر باحارُو

اس آيت کے معني ميں قدماء مفسرين نے بهت اختلاف کيا هي بعض نے کها که جب ابناء ملائکه نے ديکها که آدمي کي لڑکياں خوبصورت هيں تو اُنهوں اپنا جفت بنالينا — يهه معني کسقدر نامعقول هيں اور بعض يهه کهتے هيں که جب جنات کے لڑکوں نے آدمي کي لڑکيوں کو ديکها که وے خوبصورت هيں تو اُنکو جورا کرليا يهه معني بهي لغو هيں اولاً جنات ميں توالد و تناسل ثابت نهيں دوسرے اُن سے اور آدمي سے اجراے نسل کسقدر لغو هي اسليئے ميں اُسکے معني اپنے خيال پر لکهتا هوں که جب بت پرستوں کي اولاد نے ديکها که شيث کي اولاد ميں لڑکياں خوش سليقه هوں تو اُنکو اپنا جورا بنالينا جسکو پسند کيا سياق کلام سے معلوم هوتا هي که يهه فعل جبريه تها اب اس سے ظاهر هي که زمانه نوح تک بت پرستي شايع هوگئي تهي آيت ۴

הַנְּפִלִים הָיוּ בָאָרֶץ בַּיָּמִים הָהֵם וְגַם אַחֲרֵי־כֵן אֲשֶׁר יָבֹאוּ בְּנֵי הָאֱלֹהִים אֶל־בְּנוֹת הָאָדָם וְיָלְדוּ לָהֶם הֵמָּה הַגִּבֹּרִים :

هَنِّفِيلِيم هايُو بَاآرص بَيَّامِيم هاهِم وِغم اَحَرِي خِين اَشِر يابُوُو بْني ها اِلوهيم الِ بْنُوث هاآدام ويَّالدُو لاهِم هِيمَّا هَگِبُّورِيم —

اس آیت میں لفظ نافیل کے معنی میں مفسرین نے اختلاف کیا ہی کسی نے جن کہا اونقلوس کے سر کش سے ترجمہ کیا گزیفس نے انہیں اقوال کو جمع کردیا ہی میرے نزدیک اس کے معنی ہیں مردود مقصود اولاد قابول ہی کہ وے نکالے گئے تھے اور خدا پرستی چھوڑ دی تھی —

ترجمہ — اولاد قابول اُس زمانہ میں ملک میں تھی اور نیز بعد اُسکے جب اصنام پرست شیث کی لڑکیوں کے ساتھہ ہم بستر ہوئے اور اُن سے سرکش پیدا ہوئے — اس سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ نوح کے زمانہ تک بت پرستی شایع ہوگئی تھی — آیت ۹ — یہہ تذکرہ ہی نوح کا ' نوح اپنے وقت میں مرد کامل صدیق تھے نوح ہی خدا پرست تھے — اس سے صاف ظاہر ہی کہ نوح کے زمانہ میں صرف نوح خدا پرست تھے معنی حصر کے لیئے نوح پر ایک نشان بشکل الف بنا ہی اس حصر سے نکلتا ہی کہ قوم نوح بت پرست تھی — آیت ۱۱ — اور مردود ہوگیا ملک خدا سے (یعنی بت پرستی شایع ہوگئی) اور ضلالت سے بھر گیا — آیت ۱۲ — دیکھا خدا نے کہ وہ خطہ مردود ہوگیا (یعنی بت پرست) کہ ہر بشر نے بت پرستی اختیار کی — ان آیات سے نوح کے زمانہ کی بت پرستی بخوبی ثابت ہی اِس کتاب کے ساتویں باب کی پہلی آیت میں ہی کہ خدائے نوح سے کہا کہ اِس دور میں تجھکو ہمنے خدا پرست پایا — خدا پرست وہی ہی جو اُسکی شریعت کی تعمیل کرے اُسکی شریعت میں ترک بت پرستی بھی ہی اور '' تجھکو '' پر وہی نشان حصر بنا ہی یہہ فقرہ بھی دلالت کرتا ہی کہ نوح کے زمانہ میں بت پرستی شایع تھی ہر قسم کی ضلالت اُس زمانہ میں چھائی تھی حضرت نوح کے زمانہ کے بتوں کا نام بخوبی معلوم نہیں ہی نہ اسمیں کوشش ہوئی لیکن قرآن میں جو پانچ بت سورہ نوح میں مذکور ہیں اُن میں سے نسر کا پتا لگتا ہی عبرانی میں اُس بت کا نام נסר نسر ہی یہہ بت بشکل کرگل ہی اس کے ساتھہ روحانیت نسر طایر کے سمجھتے ہیں جو صور شمالیہ سماویہ سے ہی یہہ تو کوکب سے مرکب ہی مقصود ان بت پرستوں کے پیشوا کا یہہ ہی کہ ایک ملک عالم ارواح میں ہی کہ اگر اُسکا پرتو عالم اجسام میں پڑے تو صورت کرگل ظاہر ہو اُس ملک کی وہ صورت نہیں ہی نہ اُس کی کوئی شکل ہی یہہ نسر طائر جو آسمان میں ہی اُسیکا پرتو وصنم ہی ہنود بھی کرگل کو دیوتا سمجھتے ہیں اِس بت کی پرستش تازمانہ اِسلام بڑے زور و شور سے ہوتی تھی اسلام نے بہت بتوں کو نیست و نابود کیا اِس بت کی پرستش عراق میں جہاں مسکن نوح علیہ السلام کا تھا ہوتی تھی نہفری جو کسیوقت میں وہاں کا دارالسلطنت تھا اُس کا مفدو تھا یہہ شہر ۶۶ درجہ ۳ دقیقہ طول ۳۶ درجہ ۳ دقیقہ عرض پر دجلہ کے کنارہ شرقی پر واقع ہی اور پچھم طرف شہر موصل — یونس پیغمبر کا قصہ یہیں واقع ہوا تھا اِس بت کا ذکر سلاطین باب ۱۹ آیت ۳۷ و اشعیا باب ۳۷ آیت ۳۸ میں ہی فقط *

واضح ہو کہ تراجم متداولہ ہرگز مفید نہیں اور اکثر غلط ہیں اسوقت میں بیبل کے صحیح ترجمہ کی بہت ضرورت ہی مسلمانوں کو مناسب ہی کہ ایک تفسیر بیبل کی مجھسے لکھا لیں میرے بعد شاید یہہ وقت اُنکو بدقت میسر ہو فقط والسلام *

اب میں ایک تکلیف دیتا ہوں کہ آپ میرے اِس خط کو تہذیب الاخلاق میں چھاپ دیجیئے گو آپ کے خیالات سے موافق نہ ہو عبرانی حروف کی وجہ سے میں نے تکلیف دی غالباً آیندہ تصدیع نہ دیجاوے فقط

العبد المجہول الاسمی
عنایت رسول عباسی

مضمون نمبر ۳۸

سید کے لفظ کا اِستعمال غیر بنی فاطمہ پر

سید کا لفظ بنی فاطمہ علیہاالسلام پر بطور اِظہار سلسلہ نسب عام طور پر مستعمل ہی اور اِس لفظ کا اِن معنوں میں ایسا عام اِستعمال ہی کہ کوئی شخص اِسکے سوا دوسرے معنی اور دوسرا مطلب سمجھتا ہی نہیں اور عرف عام دلیل شرعی ہی پس اِس لفظ کا اِستعمال اپنے نام کے ساتھہ ایسے شخص کو جو بنی فاطمہ نہیں ہی جائز نہیں اور جو شخص بنی فاطمہ نہ ہو اور اُس لفظ کو اپنے نام کے ساتھہ اِستعمال کرے وہ وعید داخل النسب اور خارج النسب میں داخل ہی *

سید احمد

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم شعبان سنہ ۱۳۱۳ ھجري سنہ ۱۳۲۵ نبوي [نمبر ۱۱

مضمون نمبر ۳۹

الدعاء والاستجابة

بحضور قبلہ وکعبہ ام آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب مدظلهم

جناب عالي

دعا کے متعلق حضور کے خیالات ایسے اعلی تر اور بالا تر ہیں کہ مجھہ جیسے ہیچمداں کي سمجھہ میں آنا تو برکنار خود نواب محسن الملک مولوي سید مہدي علي خاں صاحب بہادر جیسے عالم متبحر اور فاضل اجل کي بھي اُن سے تسلي نہوں ہوئي اور نہ بقول اُن کے وہ اختلاف جو جناب ممدوح کو حضور سے اس مسئلہ میں ہی رفع ہوا - مگر حق تو یہہ ہی کہ اثر دعا کي نسبت گو حضور کا کچھہ ہي خیال ہو اور استجابة دعا کے باوہ میں گو حضور کچھہ ہي فرماویں — مگر جب دیکھا جاتا ہی کہ خود حضور کي دلسوزیوں اور قوي الاثر تمناؤں اور آرزؤں کو جنکو دوسرے الفاظ میں ہم سواے دعا کے اور کچھہ نہیں کہہ سکتے یہہ اثر ہی کہ ہم ان ہوئي کو ہوني اور ناشدني کو شدني ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس امر کا اقرار ضرور کرنا پڑتا ہی کہ مسبب الاسباب حقیقي نے انساني خواہشوں اور تمناؤں اور دلي جذبوں یا دعاؤں میں کچھہ تاثیر رکھي ہی ورنہ کون خیال کرسکتا تھا کہ ہماري مردہ قوم میں پھر بھي کوئي روح پھونکي جاویگي اور ہماري ایسي درماندہ اور پست حالت میں علیگڈہ جیسا دارالعلوم تیار ہوسکے گا - کسکو خیال تھا کہ ہماري قوم میں ندوة العلما جیسي ایک انجمن قایم ہوگي — کیا یہہ برکت اُس توجہہ یا دلسوزي یا ہمدردي یا خواہش یا تمنا یا ارادہ یا آرزو یا دعا کے فیض سے نہیں جس سے آپ ، آپکا دل ، آپکا دماغ ، آپ کے ہاتھہ ، آپ کے پانوں ، آپکا ارادہ ، آپکا علم اور آپکا قلم ایک دم بھي فارغ نہیں

میرے خیالات جو دعا کے متعلق ہیں وہ اس نیت اور غرض سے ذیل میں عرض کرتا ہوں کہ حضور خود بدولت یا نواب صاحب اُنکی تصحیح کیطرف متوجہ ہو کر مجھکو اُن وساوس سے رہائی بخشیں گے جو اِس مسئلہ کی پیچیدگیوں سے میرے دلپر عاید ہو رہے ہیں *

تمام موجودات عالم میں خواہ وہ حیوانات ہوں یا نباتات، جمادات ہوں یا ذرات المنتشرۃ بین الارض والسماء، سماواۃ ہوں، یا اجرام السماواۃ، علے قدر مراتب تھوڑی بہت قوت جاذبہ موجود ہی جس سے نظام عالم قایم ہی ہر ایک چیز اپنی اپنی قوت کے مطابق دوسرے کو اپنی طرف کشش کرتی ہی — اُن تمام موجودات کے ایک جزو ہونے کیوجہہ سے ہر ایک انسان میں بھی یہہ قوت علے قدر مراتب موجود ہی اور وہ معہ اپنے دل و دماغ، زبان و جوارح، افعال و اقوال اور ارادوں کے اس قوت جاذبہ کا عامل بھی ہی اور معمول بھی اور چونکہ انسان کی بناوٹ ایک خاص قسم کی ہی یا دوسرے الفاظ میں وہ اشرف المخلوقات ہی تو اُسکی قوت جاذبہ بھی خاص قسم کی یا دوسرے الفاظ میں اشرف الجذبات ہی *

رنج و راحت، درد و آرام کے اسباب بھی خواہ وہ دکھائی دیں یا نظر سے اوجھل ہوں منجملہ موجودات عالم میں ان اسباب کو انسان کے ساتھہ اُسی قوت جاذبہ کے ذریعہ جسکا یہہ عامل بھی ہی اور معمول بھی تعلق ہی، اسلیئے ہر ایک انسان معہ اپنے دماغ و دل و جوارح، افعال و اقوال کے اپنے اپنے رتبہ اور قوت کے مطابق جیسا کہ نیچر نے اُسے عطا کیئے ہیں ان اسباب کو محسوس کرتا ہی کوئی بہت، کوئی تھوڑا، کوئی نہایت تھوڑا *

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان تھوڑے سے صدمہ کو بھی بہت سا محسوس کرتا ہی اور تھوڑی سی خوشی سے شادی مرگ ہوجاتا ہی مگر بعض دل ایسے قوی ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے صدمات کی کوئی حقیقت نہیں جانتے اور بڑی سے بڑی خوشی کو معمولی بات سمجھتے ہیں — خیر جو کچھہ ہو اُس تحریک کو جو اِنھی محسوسات کے اثر کے نتیجے سے پیدا ہوتی ہی، ارادہ یا خواہش یا آرزو یا دعا کہا جاتا ہی جو انسان کے دل سے باہر آتی ہی — اسیطرح ہو ایک انسان معہ اپنے دل، دماغ، جوارح، افعال، اقوال کے اور معہ اُس تحریک کے جو بیرونی اسباب کے اثر کے نتیجہ سے ارادہ، خواہش، آرزو، یا دعا بنکر باہر آتی ہی اُنھیں بیرونی اسباب کیطرف جس میں اسباب حصول مقاصد شامل ہیں اُسی قوت جاذبہ کے ذریعہ جو اُسکو اُسکی قدر اور مرتبہ کے موافق نیچر نے عطا کی ہی جلب منفعت یا دفع مضرت کے لیئے رجوع کرتا ہی اور اُسی قوت جاذبہ کی مقدار کے مطابق اُن اسباب حصول مقاصد کو اپنی طرف کھینچتا ہی — اگر وہ قوت نہایت قوی ہی تو بہت جلد، اگر کچھہ کم قوی ہی تو کچھہ دیر میں اور اگر وہ قوت بمقابلہ اُن اسباب کے جھکی کشش کرنے کی خواہش ہو، نہایت کمزور ہی تو ناکام رہتا ہی — میرا یہہ بھی خیال ہی کہ اگر ایک انسان کی قوت جاذبہ اسباب حصول مقاصد کو کشش کرنے کے واسطے کافی طور پر قوی نہو تو دوسرے انسان کی قوت جاذبہ سے مدد لے سکتا ہی اور ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ فرمانا کہ "جس کام کے لیئے ایک جماعت متفق اللفظ اور متحدالمقال ہوکر دعامانگے وہ جلد قبول ہوتی ہی" میرے اِس خیال کی تائید میں سند ہو سکتا ہی *

چونکہ خالق مطلق نے یہہ قوت جاذبہ ہر ایک انسان کو عطا کی ہی، لہذا خواہ وہ نبی ہو یا ولی مسلمان ہو یا مشرک، فاسق ہو یا فاجر، چور ہو یا ڈاکو، اپنے اپنے رتبہ اور مقدور اور اپنے اپنے خیالات کے مطابق اس قوت کو کام میں لانے کا مجاز اور اس قوت کے جایز یا ناجایز طور پر استعمال کرنے میں وہ اپنے اور اعمال کی طرح فعل مختار ہی اور دوسرے اعمال کی طرح اس اپنے عمل کا بھی خود جواب دہ اور ذمہ دار اور مستوجب سزا و جزا ہی کما قال اللہ تعالی "انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا" اس قوۃ جاذبہ کو دنیاوی اصطلاح میں خواہش اور کوشش اور دینی الفاظ میں دعا کہا جاتا ہی خواہ وہ کسی نیک کام کے لیئے استعمال کی جاوے، خواہ کسی برے کام کے لیئے عمل میں لائی جاوے جس برے یا بھلے خیال کی وہ قوت ہوگی اُسی قسم کے برے یا بھلے اسباب اُس کے مرید ہونگے —

خواہ یہہ دعا خدا سے مانگی جاوے یا کسی فقیر اور پیر سے یا کسی گرو سے یا ٹھاکر جی مہاراج سے — وہ ماگنے والے کی قوت یا کم زوری کے مطابق نتائج پیدا کریگی حضرت اسحاق کے دو بیٹے عیساؤ اور یعقوب کا قصہ جو تورات کی کتاب پیدایش باب ۲۷ میں مذکور ہی میرے اس خیال کا موید ہی — وہ قصہ اسطرح پر ہی کہ جب حضرت اسحاق بوڑھاپے کے باعث نابینا ہوگئے اور اُنکو خیال ہوا کہ اب وہ اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہوں تو اُنہوں نے اپنے بڑے بیٹے عیساؤ کو جس سے وہ زیادہ محبت رکھتے تھے یہہ کہا کہ تو میرے واسطے شکار لا اور جسطرح میں پسند کیا کرتا ہوں کھانا پکا اور مجھے کھلا تاکہ میں خوش ہوکر تجھے برکت دوں — عیساؤ بیچارہ باپ کا یہہ حکم سنکر اپنا تیر و کمان لے کر شکار کو جنگل میں گیا مگر جب حضرت اسحاق کی بیوی ربقہ نے یہہ باتیں سنیں — تو اُسنے اپنے چھوٹے بیٹے یعقوب سے کہا کہ گلہ میں سے ایک بڑہ ذبح کرلا تا کہ میں تجھے پکا دوں اور تو اپنے باپ کو کھلائیو اور یہہ کہیو کہ میں تیرا بڑا بیٹا عیساؤ ہوں میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہی اب مجھے برکت دے حضرت یعقوب ڈرے کہ مبادا باپ پہچان جاوے اور اس دھوکہ کے واسطے مجھے بجاے برکت کے لعنت دیوے مگر ماں نے کہا — جس طرح میں تجھے کہتی ہوں کر — یعقوب نے بڑہ ذبح کیا ماں نے اُس کے کباب پکائے اور بیٹے سے کہا کہ جا اب باپ کو کھلا اور برکت حاصل کر عیساؤ کے ہاتھوں اور گردن پر بڑے بڑے بال تھے اور یعقوب کا بدن صاف تھا مگر حضرت یعقوب کی ماں نے حضرت اسحاق کو دھوکہ دیا — اور بکری کی کھال یعقوب کے ہاتھوں اور گردن پر لپیٹ دی — اور عیساؤ کے کپڑے بھی نکال کر یعقوب کو پہنادیئے اس دھوکہ سے حضرت یعقوب اپنے باپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے میرے باپ اُٹھ اور میرا شکار کیا ہوا جو میں تیرے واسطے پکایا ہی کھا اور مجھے برکت دے اسحق نے پوچھا تو کون ہی یعقوب نے کہا میں تیرا بڑا بیٹا عیساؤ ہوں — باپ نے کہا کہ تو میرے نزدیک آ کہ میں تجھے چھوکر دیکھوں چنانچہ یعقوب نزدیک گئے اور حضرت اسحق نے اُسکی گردن اور ہاتھوں اور کپڑوں کو چھوکر کہا کہ آواز تو یعقوب کی ہی مگر بدن اور لباس عیساؤ کا ہی — آخرش حضرت اسحق نے کھانا کھایا اور یعقوب کو برکت دی — اس کے بعد عیساؤ جنگل سے آیا اور کھانا پکا کر باپ کے آگے لایا اور کہا کہ اے باپ اُٹھ اور کھانا کھا اور مجھے برکت دے — اُسوقت حضرت اسحاق غصہ سے کانپے اور چلا اُٹھے — کہ وہ کون تھا جو تجھ سے پہلے میرے پاس کھانا لایا اور برکت لے گیا — اب وہ مبارک ہوگا عیساؤ ہو چند چیخ چیخ کر رویا اور چلایا کہ اے باپ کیا تیرے پاس ایک ہی برکت تھی جو وہ لے گیا اور اب میرے واسطے باقی نہیں — مگر حضرت اسحاق جو برکت یا دعا دھوکہ سے پہلے حضرت یعقوب کو دے چکے تھے اب اُس کا کوئی علاج نہ تھا — اس قصہ سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت اسحاق کے قواے جاذبہ نے جن اسباب برکت کو اپنی کشش سے جمع کیا ہوا تھا وہ برخلاف اُنکی خواہش کے دوسرا آدمی دھوکہ سے لے گیا — اور باوجودیکہ حضرت اسحاق نے دل سے وہ دعا یا برکت اپنے بڑے بیٹے عیساؤ کو دی تھی — اور باوجود حضرت یعقوب کے فریب کے اُس مسبب الاسباب حقیقی اور برکت کے مالک نے بھی جو تمام فریبوں اور کارسازیوں کا جاننے والا ہی — اور جسکے آگے کوئی فریب چل نہیں سکتا — حضرت یعقوب ہی کو اُس برکت کا سزاوار اور مورد رہنے دیا — کیونکہ جب اسحق کی قوت جاذبہ عملی اور مکمل طور پر ایک شخص یعنی حضرت یعقوب پر کام کرچکی تھی تو پھر خدا نے اپنا قانون توڑنا نہ چاہا *

انسان کی قوت جاذبہ کے لیئے یہہ ضروری نہیں کہ وہ ہر وقت یکساں طور پر کام کرکے یکساں نتیجہ پیدا کرے — بسا اوقات بیرونی اسباب کی قوت کا مقابلہ ایسا سخت یا کمزور ہو جاتا ہی کہ جس قوت نے دس بارہ موقعہ کامیابی حاصل کی ہی — وہ ایک بار ناکام بھی رہ جاتی ہی — اور جو قوت ہمیشہ ناکام رہتی ہو وہ ایک بار کامیاب بھی ہو جاتی ہی — یہہ امر ہم انسان کے دوسرے قویٰ میں بھی پاتے ہیں ایک اعلی درجہ کا لکچرار بعض وقت اپنے سامعین کو اپنی تقریر سے موثر نہیں کرسکتا — اور ایک کامل قوال اپنے سامعین کو بعض اوقات حظ نہیں دے سکتا — حضرت نوح کی ایک دعا کا قبول ہونا اور دوسری کا نہ قبول ہونا اور اسیطرح حضرت موسیٰ اور حضرت یونس کی دعاؤں کا کبھی

مستجاب ہونا اور کبھی ناکام رہنا میرے اس خیال کی تائید کرتا ہی *

اب جب کہ اُس قوت جاذبہ کا دوسرے قواے انسانی کی طرح عامل اور معمول ہونا — ایک نیچرل امر تھا تو مذہب کا فرض ہوا کہ جسطرح وغیرہ قواے انسانی کو سدھارنے اور درست استعمال کرنے کی تعلیم کرتا ہی — اِس قوت کو بھی راہ راست پر رکھے — اور چونکہ مذہب اسلام انسان کے تمام قواے ملکوتی یا بہیمی کی تہذیب کی تکمیل کے واسطے آیا ہی — اسلیئے اسکا کام تھا کہ اس قوت کو بھی بڑے طور پر استعمال ہونے سے روکے — اسلیئے اسلام نے اس قوت کا نام دعا رکھا — اور اُسکے استعمال میں بھی خداے واحد ذوالجلال کی تقدیس اور توصیف کا لحاظ اور اُسکی عبادت کا خیال بطور فرض قرار دیا — اور جسطرح خدانے اپنے خالق مطلق اور علۃالعلل ہونے کیوجہ سے ' یضل من یشاء ویہدی من یشاء ' فرماکر ضلالت اور ہدایت کو اپنی طرف منسوب کیا اسیطرح دعا کے اثر یعنی اُسکی اجابت یاعدم اجابت کو بھی اپنے ذمہ لگایا ہی — کما قال اللہ تعالی — اُدعونی استجب لکم — اُجیب دعوۃ الداع اِذادعان — فلاتسئلنی ما لیس لک بہ علم — فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ ضر و آتینا اہلہ و مثلہم معہم رحمۃ من عندنا و ذکری للعابدین و غیرہ و غیرہ *

میں اُمید کرتا ہوں کہ اگر میرے خیالات غلطی پر ہوں تو حضور یا نواب صاحب اُنکی تصحیح کیطرف توجہ فرماوینگے — و السلام *

خاکسار

۲۰ نومبر سنہ ۱۸۹۵ ع { سراج الدین احمد — پوسٹل ڈیپارٹمنٹ از ڈیرہ اسمعیل خاں

مضمون نمبر ۴۰

ادنی حالت سے اعلی حالت پر انسان کی ترقی

کائنات پر جب ہم نظر ڈالتے ہوں تو اُس میں مختلف قسم کی چیزوں کو پاتے ہیں جنکو ہم تین قسم پر تقسیم کرتے ہیں — حجر — شجر — حیوان — ان تینوں قسموں میں اسباب داخلی یعنی طبیعی اور اسباب خارجی سے تغیر اور تبدل ہوتا ہوا پاتے ہیں *

اشجار کو دیکھتے ہیں کہ پہلے وہ ایک چھوٹے سے دانہ کی صورت میں ہوتے ہیں — پھر اُس میں سے ایک نہایت ضعیف نکوا نکلتا ہی — پھر وہ بڑا ہوتا جاتا ہی — ٹہنیاں اور پتے نکلتے آتے ہیں — پھر پھول نکلتے ہیں اور انواع واقسام کے پھل لگتے ہیں — اور اُس اعلی درجہ پر ترقی کرجاتا ہی جس درجہ تک بالطبع وہ درخت ترقی کرسکتا ہی پھر اُس سے زیادہ ترقی نہیں کرسکتا *

اسیطرح حیوانات کو اُنکے نطفہ کی حالت سے جوان ہونے تک دیکھتے ہیں کہ برابر ترقی کرتا جاتا ہی — پہلے نطفہ تھا — پھر مضغہ ہوا پھر سانس لینے لگا پھر ایک کامل صورت ہوئی پھر زیادہ قوت آئی — اپنی جگہہ سے باہر نکلا — قد بڑھتا گیا — ہاتھہ پاؤں میں طاقت آنے لگی — پھر بیٹھنے لگا — چلنے پھرنے لگا — گال جو نہایت صاف تھے اُن پر داڑھی نکلی — کسیکی لمبی — کسیکی چھوٹی کسیکی چکنی اور کسیکے دو تین بال — وہ سیاہ تھی پھرسفید ہوگئی — غرضکہ جس حد تک بالطبع وہ ترقی کرسکتا تھا — ترقی کرگیا — پھر اُس سے زیادہ ترقی نہیں کرسکتا *

حجر کا حال اس سے کسیقدر مختلف ہی — اُس میں کوئی علامت طبعی ترقی کی نہیں پائی جاتی — اس میں جسقدر ترقی ہوتی ہی وہ خارجی امور سے ہوتی ہی *

اشجار کی جدا جدا نوعیں ہیں — مثلاً ایک ساق والے درخت جیسے کھجور معہ اُسکے اقسام کے — ناز معہ اس کے اقسام کے اس قسم کے تمام درخت جو دنیا میں پائے جاتے ہوں — اگر ایک جگہہ جمع کرکے بقرتیب رکھے جاویں تو پہلا دوسرے کے اور دوسرا تیسرے کے اور تیسرا چوتھے کے ایسے مماثل ہونگے کہ ایک دوسرے سے ممیز نہیں ہوسکے — مگر جب پہلے کو پانچویں سے یا دسویں سے ملاکر دیکھا جاوے تو ایک دوسرے سے بخوبی ممیز ہونگے *

نارنگی — رنگترہ — میٹھا — کھٹا — چکوترہ — لیموں کے درخت آپس میں نہایت مماثل ہیں — اِن میں نامحسوس

تفاوت ہی - اور ایک کا پھوند دوسرے میں لگ جاتا ہی مگر یہہ کبھی نہیں ہوتا کہ نارنگی کا درخت چکوترہ ہوجاوے اُسی حالت کو ہم مماثلت سے تعبیر کرتے ہیں *

اسیطرح حیوانات کی بھی جدا جدا نوعیں ہیں مثلاً کتا اور بھوڑیا - شیر — تیندوا — بگھوا — چیتا ایک نوع ہیں — گھوڑا — گدھا ایک ہی نوع میں داخل ہیں - کبوتر - فاختہ — قمری — ٹوٹرو سب ایک نوع کے ہیں — یہہ ہوسکتا ہی کہ اُسی نوع کا نر اُسی قسم کی مادہ سے ملے — اور ایک تیسری قسم کا حیوان اُنھی کی مماثل پیدا ہوجاوے مگر یہہ نہیں ہوسکتا کہ شیر کتا اور کتا شیر ہوجاوے *

اگر اس نوع کے تمام حیوانات ایک جگہہ جمع کیئے جاویں اور بترتیب رکھے جاویں - تو پہلا دوسرے سے اور دوسرا تیسرے سے اور تیسرا چوتھے سے اور چوتھا پانچویں سے ایسے مماثل ہونگے جن میں تمیز مشکل ہوگی لیکن جب پہلے کو پانچویں یا دسویں سے مقابلہ کیا جاوے تو دونوں میں فرق بیحد معلوم ہوگا *

انسان کو ہم اُسی نوع کے حیوانات میں داخل کرتے ہیں جس نوع میں بندر داخل ہیں — اگر تمام قسم کے بندروں کو جنکی بے انتہا قسمیں معلوم ہوئی ہیں ایک جگہہ جمع کیا جاوے تو اُنکی بھی یہی حالت ہوگی کہ پہلے کو دوسرے سے اور دوسرے کو تیسرے سے اور تیسرے کو چوتھے سے اور چوتھے کو پانچویں سے ایسی ہی مماثلت ہوگی جنمیں تمیز مشکل ہی - مگر جب پہلے کو پانچویں یا دسویں یا پچاسویں سے مقابلہ کیا جاوے تو دونوں میں تفاوت بیّنہ ظاہر ہوجاویگا *

وہ بندر جو اب بھی پائے جاتے ہیں اور جنکو اورانگ اوتان اور اینتھروپوموس کہتے ہیں — بہت سی چیزوں میں انسان کے مماثل ہیں - اور مسٹر ڈارون جنکی نسبت کہتے ہیں کہ چند بیچ کی کڑیاں ناپید ہوگئی ہیں یا دستیاب نہیں ہوئیں - اگر دستیاب بھی ہوجاویں تو بجز مماثلت کے اور کوئی نیا امر اُن سے ثابت نہیں ہو سکتا - ہم خود اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان بھی اُسی نوع حیوان میں سے ہی جس نوع میں بندر داخل ہیں — مگر انسان اُس نوع کا سب سے اعلی جانور ہی جس سے اوپر اُس نوع کا کوئی جانور نہیں - اِسوقت میرے دل نے کہا کہ کیا اِسی سے اشرف المخلوقات کہلاتا ہی ؟ *

یہہ امر کہ یہہ مماثلت کیونکر پیدا ہوئی — اسکی نسبت کوئی ایسی دلیل جو بطور برہان کے یا اولیات کے ہو ہمارے پاس نہیں ہی — صرف یہہ کہہ سکتے ہیں کہ مادہ جو سالمات یعنی اجزاے لایتجزی کی صورت میں موجود تھا — اُن سالمات کے ایک مقدار کے باہم ملنے سے تمام اشیاے کائنات ظہور میں آئی ہیں - وہی اجزا جب ایک معین مقدار سے اور ایک مخصوص ہیئت سے آپس میں ملے تو ایک شے موجود ہوگی — اور اُنکی دوسری وضع اور ہیئت سے ملنے میں دوسری شے پیدا ہوگی - اور جس مقدار سالمات کے ملنے سے وہ چیزیں پیدا ہوئی تھیں - جب اُس مقدار سے زیادہ یا کم سالمات آپس میں ملے تو ایک اور شے کا ظہور ہوا - جو کہ قدرت نے تمام چیزوں کو ایک سلسلہ سے پیدا کیا ہی - کہ ایک کی کڑی دوسرے سے ملی ہوئی ہی اور تمام ضروریات ہر ایک مخلوق کی جو اُسکے لیئے ضروری تھیں ' اُسکی فطرت میں رکھدی ہیں ' اسلیئے تمام مخلوقات کا مماثلت پر پیدا ہونا تسلیم کیا جاسکتا ہی *

ہم اسکے دعویدار نہیں ہیں کہ تمام اشجار اور حیوان معہ اپنی تمام انواع و اقسام کے دفعۃ واحدۃ ایک ساتھہ پیدا ہوگئے ہیں بلکہ ہمکو معلوم نہیں کہ کسقدر زمانہ میں یہہ سلسلہ مماثلت ظہور میں آیا ہی - مگر ہم اسبات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اس سلسلہ مماثلت میں جو سب سے اول ہی وہ پہلے وجود میں آیا ہی اور اُس کے بعد دوسرا اور اُس کے بعد تیسرا اور علی ہذا القیاس *

یہی مماثلت ہم تمام دنیا کے انسانوں میں بھی پاتے ہیں — اگر تمام دنیا کی مختلف قومیں جو افریقہ اور امریکا اور ایشیا اور جزائر اور جبال میں موجود ہیں ایک جگہہ جمع کی جاویں اور بترتیب بٹھائی جاویں — یا اُن کے چہروں کی تصویریں بناکر بترتیب رکھی جاویں تو پہلا دوسرے سے اور دوسرا تیسرے سے اور تیسرا چوتھے سے اور چوتھا پانچویں سے ایسا ہی مماثل ہوگا کہ ایک دوسرے

میں بہت ہی غیر محسوس فرق ہوگا مگر جب پہلے کو پانچویں اور دسویں سے مقابلہ کیا جاوے تو فرق بین ظاہر ہوگا *

ہم اُس انقلاب جسمی اور ذہنی سے جو مختلف ملک اور مختلف قوم کے لوگوں میں پاتے ہیں یا جو ایک ملک کے مرد اور عورت دوسرے ملک کے مرد اور عورت کے ملنے سے اُنکی اولاد میں ظاہر ہوتا ہی — اور اُن اسباب کے موثر ہونے سے جو جسمانی اور ذہنی امور پر مختلف ملکوں کے موسم سے ہوتا ہی — انکار نہیں کرتے اور ہم اسبات کو بھی نہ مذہباً اور نہ علماً ضروری سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کی مختلف قومیں ایک ہی آدم کی نسل سے ہیں اور اسلیئے مسئلہ مماثلت میں جو ہم نے اختیار کیا ہی کچھہ تزلزل لازم نہیں آتا *

اس زمانہ میں کہا جاتا ہی کہ ابتدا میں ہر ایک نوع حیوان کے پیدا کرنے کے لیئے نیچر نے ایک ہی شی جاندار پیدا کی تھی جو دنیا میں پہلی ہوئی تھی — پھر اُن ضروریات کے سبب جو اُسکو لاحق ہوتی گئیں اور موثرات خارجی کے سبب ایک ممتد زمانہ میں اُس نے ترقی کی — اور اُس کی جسمانی اور ذہنی حالت نے ایک ترقی یافتہ حالت پیدا کی — رفتہ رفتہ وہ اعلی درجہ پر پہونچگئی — مثلاً حیوانات میں سے جس نوع میں بندر کو داخل کیا ہی — وہ ترقی کرتے کرتے اوران اوتان اور الیغشکوس بندروں تک ترقی کرگئی — اور پھر وہ ترقی کرتے کرتے انسان کی حالت میں پہونچ گئی — اسیطرح پر اس مسئلہ کے قایم کرنے کا سبب طبیعت کا وہ رجحان ہی جو کثرت کو وحدت کی طرف رجوع کرتا ہی اور نیچر کو ترقی کی طرف مایل قرار دیتا ہی اور پھر نیچر کے باقاعدہ اثرات سے اسکو متفرع کرنا چاہتا ہی — اس مسئلہ کے لیئے برہان لمی یا اولیات کے دلائل ہونے کی نسبت زیادہ تر قیاسی اور خیالی دلیلوں ہیں — اس مسئلہ کو ہم انقلاب کے مسئلہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اسبات کو تسلیم نہیں کرتے کہ پہلی قسم کا بندر اور اُسکی نسل رفتہ رفتہ ایک ممتد زمانہ میں دوسری قسم کی ہوگئی اوراسیطرح دوسری قسم تیسری قسم کی — اور اخیر قسم کا جو بندر تھا رفتہ رفتہ ترقی پاکر ایک ممتد زمانہ میں انسان یا آدم بنگیا — اگر ہم اس مسئلہ کو بھی مان لیں تو ہمارے اصول مذہبی میں جو ہم قرآن مجید سے پاتے ہیں کچھہ نقصان نہیں آتا — کیونکہ قرآن مجید میں وہ حیوان مخاطب ہی جو انسان کی صورت میں آیا تھا گو کہ وہ کسیطرح پر آیا ہو *

اب ہم کو بیان کرنا ہی کہ انسان نے ادنی حالت سے اعلی حالت پر کیونکر ترقی کی — قدرت نے بہت سے حیوانات میں ایک حد تک تربیت کا مادہ رکھا ہی جس سے جسمانی اور ذہنی حالت کو ترقی ہوتی ہی — اسیطرح انسان میں بھی ایک مادہ ہی جس سے اُسکی ذہنی قوت روز بروز ترقی پاتی جاتی ہی — اور یہہ بات کہ اسکی ترقی کی حد کہاں تک ہی ابھی تک تحقیق نہیں ہوئی — اور معلوم نہیں کہ کہاں تک اُسکی ترقی کی حد ہوگی — اسلیئے کہ انسان کی ذہنی قوت برابر ترقی کرتی چلی جاتی ہی — مگر اسبات کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور تسلیم بھی کرنا چاہیئے کہ وہ حیوان جب انسان کی صورت میں آیا تھا تو اُس میں ایک بے انتہا ذہنی ترقی کا مادہ موجود تھا اور اُسکی ترقی تربیت پر منحصر تھی جو بلاشبہہ ایک ممتد زمانہ میں حاصل ہوسکتی ہی *

تربیت سے اس مقام پر ہماری مراد اُن معلومات کے حاصل کرنے سے ہی جو ایک نسل سے آیندہ آنے والی نسل کو پہونچتی ہیں — اِس پچھلی نسل کے پاس اگلی نسل کی معلومات کا ذخیرہ موجود ہوتا ہی اور یہہ پچھلی نسل اُس ذخیرہ میں کچھہ ترقی دیتی ہی اور یہہ ترقی یافتہ ذخیرہ اُس سے آگے آنے والی نسل کو پہونچتا ہی اور وہ اسمیں کچھہ ترقی دیتی ہی اور یہہ ترقی یافتہ گنجینہ اُس سے آگے آنے والی نسل کو پہونچتا ہی اور علی ہذاالقیاس — اور اِسیطرح آیندہ نسلیں ترقی پاتی جاتی ہیں — اور اِسیطرح تمام علوم نے جو اب ترقی یافتہ ہیں رفتہ رفتہ ترقی پائی ہی *

انسان ابتدا میں نہایت ادنی حالت میں تھا مگر ترقی کا مادہ جو خدا نے اِس قسم کے حیوان یا اس قسم کے بندر یا آدم کو دیا تھا اُسمیں موجود تھا اور اُسکی نسل میں بھی

موجود ہی (اگر امور خارجہ اس کے مخالف نہ ہوں) پھر رفتہ رفتہ اُسی تربیت سے جس کا ہم نے ذکر کیا ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ وہ اس درجہ ترقی پر پہونچا ہی ' جس پر وہ آج ہی اور معلوم نہیں کہ ابھی کس حد تک ترقی کرنی باقی ہی — اسپر قیاس ہوسکتا ہی کہ آدم سے کسقدر طویل زمانہ گزرنے کے بعد حضرت نوح کو کشتی بنانے کا فن آیا ہوگا — توریت میں جو ۱۶۵۷ برس کا زمانہ قرار دیا ہی وہ ایک ہنسی کی بات ہی *

(سید احمد)

(مضمون نمبر ۴۱)

کالڈیوں کے مذہبی خیالات

شمر اور اکاد کے رہنے والے جنکو کلدانی کہتے ہیں نہایت قدیم زمانے میں اُس ملک میں سلطنت کرتے تھے جسکو اب میسوپوٹیمیا کہتے ہیں — یہہ ملک دریاے دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہی اور اسکا حصہ دریاے دجلہ کے شمال مشرق کی طرف بھی پھیلا ہوا تھا — جنوبی حصہ کا نام شمر یا شنعار تھا اور شمالی حصہ کو اکاد کہتے تھے اور اِس ملک کے رہنے والوں کو شمیرو اکادیوں یا صرف کالڈین کہتے ہیں — یہہ لوگ کئی خدا کے ماننے والے تھے اور خیال کرتے تھے کہ تمام کائنات ارواح سے معمور ہی جن میں سے بعض تو نیک ارواح ہیں لیکن کثرت سے ارواح خبیثہ ہیں اور سب سے بڑے بارہ خدا تھے اُنکے تین طبقے تھے *

پہلے طبقہ میں تین تھے جنکے نام آنو ' اِیا اور بیل ہیں * اُنکے بعد دوسرے طبقہ میں سن' شماش اور رمان شامل تھے *

اور اُنکے بعد نغدار ' مرودوک ' نرگال ' نیبو ' بیلیت اور اشتر † تھے *

آنو — آسمان کا خدا تھا اور تمام ستاروں کا ' تاریکی کا مالک ' سب سے قدیم اور آثر خدایگان کا باپ *

ایا = سمندر اور زمین کا مالک تھا نہایت دانشمند اور رحیم اور تمام ترتیب اور نظام کائنات کا ٹھیک رکھنے والا *

اور بعل جسکے معنی مالک کے ہیں اُسنے عناصر ادنیٰ کو ترتیب دیکر مختلف اور موزوں صورتوں میں چیزوں کو بنایا اور اجرام فلکی کی ترتیب دی اور اُنکی گردش کے دور مقرر کیئے *

یہہ تینوں اپنی صفات اور اصلیت کے لحاظ سے انسانوں سے دور تھے اور انسان کی سمجھہ میں اچھی طرح نہیں آسکتے تھے ' لیکن دوسرے طبقہ کے خدا یگان کا تعلق انسان سے بہت قریب کا تھا *

سن چاند کا نام تھا *

شماش سورج کا *

اور رمان کرہ بادی کا خدا تھا *

یہہ نام سمیٹک ہیں اور قدیم ترین زبان میں چاند کو یوروکی یانفار کہتے تھے سورج کو اد یا بت بار اور رمان کو اِم یا مر مر کہتے تھے *

خدا رمان مینہ کا برسانے والا ' آندھیوں کا چلانے والا ' طوفان برپا کرنے والا تھا اور بہت ہی دلعزیز تھا کیونکہ اناج اُسی کی مہربانی سے پیدا ہوتا تھا اور ہیبت ناک بھی تھا وہی فصل کو برباد بھی کرسکتا تھا ' قحط ڈالدیتا تھا اور برق اور رعد اُسکے قبضہ میں تھے *

نغدار (جسکو نغیب بھی کہتے تھے) سب سے دور سیارہ زحل کا خدا تھا *

مرودوک سیارہ مشتری کا خدا تھا اور اسکا ذکر بائبل میں میرو داک کے نام سے آیا ہی اور اسکو قدیم ترین زبان میں میریدوگ کہتے تھے *

نرگال لڑائی کا خدا سیارہ مریخ کا مالک تھا *

سیارہ عطارد کا مالک نبو یا نبو (یعنی خدایگان کا پیغامبر) تھا اور علم ہندسہ اسی کی سرپرستی میں تھا اور سیارہ زہرہ ایک خدا کی یعنی اشتر کی حکومت میں تھا جو سب خداؤں میں بہت ہی زیادہ ہر دلعزیز تھی اور محبت اور حسن اور لڑائی کی ملکہ تھی *

بیلیت مونث ہی بعل کا اور بعل کی بی بی کا نام ہی *

---

† صفحہ (۲۳۹ و ۲۴۶) کالڈیا = اِسٹوری آف دی نیشن سیریز =

ان میں سے کئی خداؤں کی تصویریں بابل وغیرہ کے کھنڈروں میں سے نکلی ہیں۔ ایک تصویر ہی جسکی شکل مچھلی اور آدمی دونوں کی ہی — اسکا قصہ بیروسس کلدانی نے یونانی زبان میں لکھا ہی اور اسکا نام اُ آنز بتلایا ہی — بیروسس نے اسطرح قصہ بیان کیا ہی کہ بابیلونیا میں اصل میں غیر نسل کے بہت لوگ آباد تھے جو مثل جانوروں کے بلا ترتیب کے رہتے تھے لیکن خلیج فارس سے ایک جانور جس میں عقل تھی نکلا۔ اس جانور کا کل جسم مچھلی کا تھا لیکن مچھلی کے سر کے نیچے ایک اور سر مثل آدمی کے تھا اور دم کے نیچے مثل آدمی کے پانوں تھے۔ یہہ جانور تمام دن آدمیوں میں رہتا تھا اور رات کو سمندر میں چلا جاتا تھا اور آدمیوں میں کوئی چیز نہیں کھاتا تھا۔ اس جانور نے آدمیوں کو علوم و فنون سکھائے، قوانین بتلائے، شہروں کا اور معبدوں کا تعمیر کرنا سکھایا اور زراعت سکھائی غرض ہر ایک چیز سکھائی — یہی قصہ ایلئوں پر بھی کندہ ملا ہی — اس جانور کا کلدانی نام اپاہان (یعنی اِیا البحرت) ہی اور کلدانی خیال کرتے تھے کہ خود اِیا دانشمند اور مہربان آدمیوں میں آیا اور اُنکو انسانیت بتلائی اور الہی امور سے آگاہ کیا *

علما کا خیال ہی کہ اس اعلی طرز تمدن کے لانے والے اور سکھانیوالے کو سیمائٹ یعنی سام کی نسل کے لوگ تھے (صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶ - ۲۰۲) — لیکن بیروسس نے اس لکھنے میں کہ ہر چیز سکھائی نہایت مبالغہ کیا ہی — بیروسس خود سیمائٹ تھا جو بعد میں آکر کالڈیا میں آباد ہوئے اور اسی لیئے یہہ لکھا ہی کہ غیر نسل کے لوگ آباد تھے۔ سیمائٹ کے آباد ہونے سے پہلے کلدانی لکھنا جانتے تھے اور فن تعمیر وغیرہ جانتے تھے — ہاں سیمائٹ نے صرف اعلی طرز تمدن سکھایا اور مذہب کو ترقی دی — یہہ واقعہ سنہ ۴۰۰۰ قبل ولادت مسیح کے بعد کا نہیں ہوسکتا اور اس میں شبہہ نہیں کہ کم سے کم چار ہزار برس قبل از ولادت مسیح سیمائٹ کالڈیا میں آکر آباد ہوئے — (صفحہ ۱۹۵) *

سنہ ۱۸۸۱ ع میں مسٹر هرمزد رسم ایک ٹیلہ کو جسکو عرب ابوحبہ کہتے ہیں کھود رہا تھا اُسکے نیچے ایک نہایت وسیع عمارت دبی ہوئی نکلی جسپر معبد کا گمان ہوتا تھا۔ کھودتے کھودتے ایک کمرہ نکلا جسکا فرش اور کمروں سے نہایت مضبوط بنا ہوا تھا۔ مسٹر رسم نے خیال کیا کہ یہہ ضرور معبد کا کتب خانہ ہوگا — غرض فرش کھودنے سے بہت سی اینٹیں کندہ ہوئیں نکلیں اور ایک مٹی کا صندوق نکلا جس میں پتھر کی ایک تختی رکھی تھی — یہہ سورج کا معبد تھا اور تختی پر شماش یعنی سورج کے خدا کی تصویر بنی ہوئی ہی اور نہایت عمدہ حالت میں ہی — یہہ تختی سنہ ۸۸۶ قبل مسیح میں جب کہ معبد کی مرمت کی گئی رکھی گئی تھی *

شماش تخت پر بیٹھا ہی اور لوگ پرستش کررہے ہیں اور دو آدمی یعنی ارواح آسمانی سورج کے گردہ کو دونوں میں باندھے ہوئے لٹکا رہے ہیں — شماش کے اُوپر تین دائرے جو بنے ہوئے ہیں وہ چاند اور سورج کے خداؤں کی اور اشتر کی علامت ہیں - (یہہ کتبہ سے معلوم ہوتا ہی) — کتبہ میں لکھا ہی "یہ بڑے خداوند شماش کی تصویر جو اپی بارا (سورج کا مکان) میں رہتا ہی جو شہر سپر میں ہی (صفحہ ۱۴۷ و ۱۴۸) *

خدائے نبو کی مورت بھی نکلی ہی — یہہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہی اور اسپر یہہ کندہ ہی کہ خدا نبو کی مورت — یہہ مورت اب برٹش میوزیم میں ہی — (صفحہ ۱۴۳) *

خدائے بیل (جسکا نام بائبل میں بعل ہی) کی کئی تصویریں ملی ہیں — اور ان میں بیل اڑدھے سے جسکا نام مسو تھا ہی — قیامات سے مراد ہمولائے اولی روح خبیث ہی یعنی تاریکی اور بے ترتیبی کی قوت - قبل اس کے کہ بیل نے عناصر کو ٹھیک ترتیب دی تمام چیزیں عجیب بے ترتیبی کی حالت میں تھیں اور قیامات سب کا مالک تھا اور جب بیل نے ترتیب دیکر سب چیزوں کو موزوں صورت میں کردیا اور قیامات کی سلطنت ویران کردی تو قیامات سب خداؤں کا دشمن بن گیا اور اُن سے بدلا لینے کا عہد کیا اور خداؤں کی مخالفت شروع کردی - آخر کار خداؤں نے یہہ تجویز کی کہ ہم میں سے کوئی اس سے جاکر لڑے اور اسکو مار ڈالے — بیل نے یہہ سنکر

اپنے ذمہ لی اور برق اور رعد سے مسلح ہوکر تھر برساتا ہوا اس اژدھے سے لڑنے گیا اور اسکو نہایت دشواری سے مغلوب کیا — کچھہ تعجب نہیں کہ یہہ اژدھا اور وہ سانپ جو آدم اور حوا کی تصویر میں بنا ہوا ہی جسکا آگے ذکر آئیگا ایک ہی ہوں — اس واقعہ کی نئی تصویریں بیلنوں پر بھی ہوئی بابل کے کھنڈروں میں سے دستیاب ہوئی نکلی ہیں *

علاوہ ان بڑے بڑے خدا یان کے اور چھوٹے چھوٹے خداؤں اور خدا نیوں کو مانتے تھے مثلاً انات یا نانا زمین کی خدائی اور آنو کی بی بی تھی *

اور انونیت بی بی تھی شماش کی *

الات خدائی تھی ملک تحت الثرے کی جہاں آدمیوں کی روحیں موت کے بعد رہتی ہیں اور اس ملک کا نام ارالی تھا — اور یہہ کل ارواح خبیثہ کا بھی وطن تھا — نلدائی ارواح خبیثہ سے ہمیشہ خوف میں رہتے تھے اور اُنسے بچنے کے لیئے مفتر پڑھتے تھے اور چھوٹے چھوٹے پتھر یا دھات کی تختیوں پر مفتر لکھہ کر گلے میں لٹکاتے تھے یا بازو پر باندہ لیتے تھے اور ارواح طیبہ سے مدد مانگتے تھے — سب سے بڑی ارواح خبیثہ سات تھیں جنکو ماسکم کہتے تھے اور یہہ نہایت ہولناک اور ہیبت ناک مخلوقات تھیں — یہہ زلزلہ اور طوفان اور طغیانی کا باعث ہوتی تھیں اور ہر طرح انسانوں کو ستانے کی کوشش کرتی تھیں — علاوہ انکے ہزاروں چھوٹی چھوٹی ارواح خبیثہ تھیں — بیماریوں کو یہہ خیال کرتے تھے کہ ارواح خبیثہ ہیں اور انسان کے بدن میں گھس جاتی ہیں اسی وجہ سے دواؤں سے علاج نہیں کرتے تھے بلکہ مفتروں سے اور تعویذوں سے *

بخار کی روح خبیث کا نام اِدپا تھا اور وبا کی روح کو نمتار یا دبارا کہتے تھے جو ملکہ تحت الثرے کا وزیر اعظم تھا لیکن یہہ سب ارواح خبیثہ اسقدر بدہیئت اور کریہ المنظر ہوتی تھیں کہ خود اپنی شکل سے ڈرکر بھاگ جاتی تھیں — اسی لیئے مکانوں کی دیواروں اور دروازوں پر ہولناک تصویریں بناتے تھے کہ ارواح خبیثہ اپنی شکل دیکھکر بھاگ جائیں اور نیز چھوٹی مورتیں دھاتوں کی بنا کر کھونکی یا دروازہ میں لٹکا دیتے تھے — اسی قسم کی مورت کانسی کی بنی ہوئی پیرس کے عجایب خانہ اور میں رکھی ہوئی ہی اور اُژر بہت ساری برٹش میوزم میں رکھی ہوئی ہیں — یہہ سب مکانوں میں سے دبی ہوئی ملی ہیں *

پیرس میں جو مورت ہی وہ جانوب مغربی ہوا کے دیو کی ہی — اُسکے چار پر ہیں اور سر پر ایک کلاہ لٹکانے کے لیئے بنا ہوا ہی اور اسکی پشت پر یہہ عبارت کندہ ہی کہ یہہ جانوب مغربی ہوا کا دیو ہی اور کھونکی یا دروازہ میں اسکو لٹکا دینا چاہیئے *

ایک اور چیز جس سے ارواح خبیثہ ڈرتی تھیں وہ روشنی ہی سورج کی جہاں جہاں شعاعیں پہنچتی ہیں وہاں سے بھاگ جاتی تھیں رات کے وقت سورج تحت الثریٰ میں جاکر ارواح خبیثہ سے لڑتا ہی اور پھر کامیاب صبح کو واپس آتا ہی — کلدائی اسی لیئے اندھیرے سے بہت ڈرتے تھے اور آگ کے دیوتا کی بھی پرستش کرتے تھے — آگ کے دیوتا کا نام گبل تھا — گبل خبیث ماسکم کا بھگانے والا، حیات کا مددگار، بدوں کے دل خوف زدہ کرنے والا، دشمنوں کا تباہ کرنے والا اور نمتار یعنی وبا کا دور کرنیوالا تھا *

انسانوں پر سب سے زیادہ مہربان خدا اِیا تھا جو اپنے بیٹے مردوگ کے ذریعہ سے آدمیوں کو ارواح خبیثہ کے دور کرنے والے مفتر سکھاتا تھا اور اس مہربان کام میں اِیا کے مددگار سورج چاند آگ وغیرہ کے دیوتا تھے اور اکثر مکانوں کے دروازوں پر جو پردار نرگاؤ وغیرہ کی مورتیں ملی ہیں وہ محافظ ارواح کی مورتیں ہیں اور انکا نام کروبو تھا اور علاوہ ان عام خدایان کے ہر ایک شخص کے الگ الگ ایک خدا اور خدائی تھی جو اُس آدمی میں رہتے تھے — اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہمزاد کو بھی مانتے تھے اور اُسکو خدا اور خدائی سمجھتے تھے *

ایک تصویر کا یہاں حال لکھنا ضروری ہی لیکن افسوس ہی کہ جن اینٹوں پر یہہ خیال کیا جاتا ہی کہ اس تصویر کے متعلق کندہ تھا وہ اسقدر شکستہ حالت میں ہیں کہ کچھہ مطلب نہیں نکل سکتا لیکن وہ تصویر خود پر مٹی ہی — بیچ میں درخت بنا ہوا ہی اور اُس کے دو طرف ایک مرد اور ایک عورت بیٹھی ہوئی ہی اور عورت کے

پوچھے سانپ اسطرح کہتا ہی کہ معلوم ہوتا ہی کہ عورت سے کچھہ کہہ رہا ہی — یہہ خیال کیا جاتا ہی کہ یہہ تصویر آدم اور حوا کی ہی جب کہ شیطان سانپ کی شکل میں حوا کو بہکا رہا ہی — یہہ تصویر دمات کے بیلن پر ملی ہی — تصویریں جو بیلنوں پر بنی ہوئی ہیں اور یہہ بیلنیں مہر کا کام دیتی تہیں مذہب کے متعلق نہیں اسلیئے یہہ خیال قرین قیاس ہی کہ یہہ تصویر آدم و حوا کی ہی اور اور بہت سی تصویریں درخت کی ملی ہیں اور درخت کے سامنے مختلف شکل کی پردار روحیں پرستش کرتی ہیں — ایک تصویر میں درخت کے سامنے عقاب کے سر والی تصویر بنی ہوئی ہی *

سید احمد علی بی اے
مدرسۃالعلوم علیگڈھ

(مضمون نمبر ۴۲)

خضر

کیا در حقیقت کوئی شخص تھے
یا صرف فرضی نام ہی

حضرت موسی کا قصہ جنکے ساتھی کو لوگوں نے خضر قرار دیا ہی قران مجید میں اس طرح پر آیا ہی — جب حضرت موسی جوان اور قوی ہوگئے تو وہ ایسے وقت میں شہر میں آئے کہ شہر والوں کو کچھہ خبر نہ تھی — انہوں نے شہر میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا — ایک تو اُنکی قوم کا تھا اور ایک اُنکی دشمن قوم یعنی قبطی قوم کا — اُنکی قوم کے آدمی نے موسی سے دشمن پر مدد چاہی — موسی نے اُسکو ایک گھونسا مارا اور وہ مرگیا *

پھر موسی نے اُس شہر میں ڈرتے ہوئے کہ دیکھیئے کیا ہوتا ہی صبح کی کہ یکایک وہ شخص جسکی کل مدد کی تھی اُسکو پھر مدد کے لیئے پکارتا ہی — موسی نے اُسکو کہا کہ بیشک تو بڑا جھگڑالو ہی — پھر جب موسی نے چاہا کہ اُسکو جو دونوں کا دشمن تھا یعنی قبطی قوم کا تھا پکڑے تو اُس نے کہا کہ اے موسیٰ کیا تم مجھکو بھی مارڈالنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم نے ایک جان کو مار ڈالا ہی *

اتنے میں ایک شخص شہر کے پرلے کنارہ سے دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے موسی سرداروں نے مشورہ کیا ہی کہ تجھکو مارڈالیں تو یہاں سے نکل جا پھر موسی وہاں سے نکل گئے (سورہ قصص) *

موسی نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ میں چلتا جاونگا جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہہ تک پہونچوں یا مدت تک چلتا جاوں پھر جب وہ وہاں پہونچے جہاں دونوں سمندر ملتے ہیں تو اپنی مچھلی کو بھول گئے اور مچھلی سمندر میں اپنی راہ چلدی جب وہ آگے چلے تو موسی نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ ہمارے لیئے ہمارا صبح کا کھانا لا ہمکو ہمارے اس سفر سے تکلیف ملی ہی — اُس جوان نے کہا کہ تم نے دیکھا ہی کہ جب ہم اُس چٹان تک پہونچے تو ہم مچھلی کو بالکل بھول گئے تھے اور اس قصہ کا ذکر کرنا شیطان ہی نے مجھکو بھلادیا اور وہ عجیب طرح سے سمندر میں چلی گئی موسی نے کہا ذلک ما کنا نبغ من غدائنا یعنی وہ صبح کا کھانا ہی جسکو ہم چاہتے تھے پھر دونوں اولٹے پاؤں اپنے پاؤں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے پھرے پھر اُنھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس پر ہم نے اپنی رحمت کی تھی اور ہم نے ہی اپنے پاس سے اُسکو علم سکھایا تھا — موسی نے اُس سے کہا کہ کیا میں تمہاری پیروی کروں اسپر کہ جو کچھہ تمکو بھلائی سکھائی گئی ہی مجھکو بھی سکھادو — اُس شخص نے کہا کہ تم میرے ساتھہ صبر نکرسکوگے اور جو بات تمہاری سمجھہ میں نہیں آئی ہی اُسپر تم کھونکر صبر کروگے — موسی نے کہا کہ خدا چاہی تو تو مجھکو صابر پاویگا اور میں تیرے حکم کی نافرمانی نہیں کرنے کا اُس شخص نے کہا کہ اگر تم میری پیروی کرتے ہو تو تم مجھہ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک کہ میں ہی تم سے اُس کا کچھہ ذکر نکروں — پھر وہ دونوں چلے — پھر جب ایک کشتی میں سوار ہوئے تو اُس شخص نے کشتی میں شگاف کردیا — موسی نے کہا کہ تم نے کشتی میں اسلیئے شگاف کردیا کہ کشتی میں جو ہیں اُنکو ڈبودو یہہ تو تم بڑی مصیبت لائے ہو — اُس شخص نے کہا کہ میں نے تم

سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھہ صبر نکرسکو گے — موسی نے کہا کہ میری بھول میں مجھہ سے مواخذہ نکر اور مجھہ پر میرے کام میں دشواری مت ڈال — پھر وہ دونوں چلے اور جب ایک غلام یعنی جوان سے ملے تو اُس شخص نے اُس غلام کو مار ڈالا — موسی نے کہا کہ تم نے ایک بے گناہ جان کو بغیر جان کے بدلے کے مار ڈالا یہہ تو تم نے بری بات کی — اُس شخص نے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھہ صبر نکرسکوگے — موسی نے کہا کہ اگر اب سے میں کچھہ تم سے پوچھوں تو تم مجھکو اپنے ساتھہ نرکھنا — بیشک تم نے میرے عذر کی برداشت کی ہی — پھر وہ دونوں چلے جب ایک گانوں والوں کے پاس پہونچے تو اُن سے کھانا مانگا گانوں والوں نے کھانا دینے سے انکار کیا — اُس گانوں میں ان دونوں نے ایک دیوار کو پایا کہ گرنے کو ہی — پھر اُس شخص نے اُسکو درست کردیا — موسی نے کہا کہ اگر تم چاہتے تو اسپر مزدوری لیتے — اُس شخص نے کہا کہ اب مجھہ میں اور تم میں جدائی ہی — میں تمکو بتا دیتا ہوں بھید اُس بات کا جسپر تم صبر نکرسکے — کشتی تو غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں اُس سے کام کرتے تھے — میں نے چاہا کہ اُس کو عیب دار کردوں اُنکے درپے ایک بادشاہ ہی کہ ہر ایک کشتی کو چھین لیتا ہی اور وہ غلام اُس کے ماں باپ ایماندار ہیں پھر ہم ڈرے کہ وہ زیادتی اور نافرمانی کرکے اُن دونوں کو نہ پھنسا ڈالے — پھر ہم نے چاہا کہ اُنکا خدا اُنکو اچھا اور زیادہ رحمدل اور نعم البدل دیگا اور دیوار اس شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اُس کے نیچے اُن کے لیئے خزانہ تھا اور اُن دونوں کا باپ نیک آدمی تھا — پھر تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں جوان اپنی جوانیوں اور تیرے پروردگار کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں اور میں نے یہہ کام اپنی خواہش سے نہیں کیا — یہہ بھید ہی اُن باتوں کا جن پر تو صبر نکرسکا —

(سورہ کہف)

جو قصہ کہ سورہ قصص میں بیان ہوا ہی وہی بعینہ توریت میں اور عہد جدید میں ہی — توریت میں لکھا ہی " و واقع شد درآں روز ہا کہ موسی بزرگ شدہ بنزد برادرانش بیروں آمد و بارہائے ایشاں نگریست و مرد مصری را دید کہ مرد عبرانی برادرانش را می زد و بایں طرف و آں طرف نگاہ کردہ چونکہ کسی را ندید مصری را کشت واو را در ریگ پنہاں کرد و روز دیگر بیروں آمد و ایشاں دو مرد عبرانی مخاصمت می کردند وبظالم گفت کہ رفیق خود را چرا می زنی و او جواب گفت کیست کہ ترا سرور یا حاکم برما نصب گزاردہ است آیا قصد کشتن مرا چنانکہ مصری را کشتی داری پس موسی ترسیدہ باخود گفت کہ بتحقیق ایں قصہ معلوم شد و فرعون ایں قصہ را کہ شنود خواست کہ موسی را بکشد اما موسی از حضور فرعون فرار کرد و در ولایت مدیان ساکن شد " —

(سفر خروج باب دوم ورس ۱۱ تا ۱۵)

اعمال حواریون میں لکھا ہی — " اور موسی نے مصریوں کی ساری حکمت میں تربیت پائی اور قول و فعل میں بڑا لایق تھا — جب وہ پورے چالیس برس کا ہوا تو اُس کے دل میں آیا اپنے بھائیوں بنی اسرائیل سے ملاقات کرے اور ایک کو اُن میں سے ظلم اٹھاتے دیکھہ کے اُسکے مدد کی اور اُس مصری کو جان سے مار کے مظلوم کا بدلہ لیا اور اُس نے گمان کیا کہ میرے بھائی سمجھیں کہ خدا میرے وسیلے سے اُنھیں بچائیگا لیکن وے نہ سمجھے — پھر دوسرے دن اُن سے جسوقت وے لڑ رہے تھے ملاقات ہوئی اور چاہا کہ اُنھیں ملائے اور بولا کہ اے مردو تم بھائی ہو کیوں ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہو ؟ لیکن اُس نے جو اپنے پڑوسی پر ظلم کرتا تھا اُسکو دور کرکے کہا کسنے تجھے ہم پر حاکم اور قاضی مقرر کیا ہی ؟ کیا جس طرح تونے مصری کو قتل کیا مجھکو قتل کیا چاہتا ہی ؟ موسی اس کہنے پر بھاگا اور مدین ملک میں جا رہا " —

(اعمال حواریان باب ۷ ورس ۲۲ لغایت ۲۹)

سب سے پہلے اسبات پر غور کرنی ہی کہ موسی کہاں رہتے تھے اور کس شہر میں آئے جہاں اُنھوں نے مصری کو قتل کیا — تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ اکثر لوگوں کا یہہ قول ہی کہ جس میں حضرت موسی نے قبطی کو قتل کیا تھا وہ شہر تھا جہاں فرعون رہتا تھا اور وہ مصر سے دو

فرسخ دور ہی اور ضحاک کا قول ہی کہ وہ شہر عین شمس تھا — (جلد پنجم صفحہ ۱۰۶) *

مگر یہہ بات جاننی چاہیئے کہ جس شہر میں فرعون مصر کا دارالخلافہ تھا اُس کا نام رعمسیس ہی اور اُس سے تھوڑی دور ایک اور شہر تھا اُس کا نام تھا ہیلیو پولس (یعنی مدینۃ الشمس) اُس شہر میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی اور تمام علوم کی اُس میں تعلیم ہوتی تھی اور حضرت موسی نے نہایت اعلی درجہ کے علوم تک اُس یونی ورسٹی میں تعلیم پائی تھی — اس کا مختصر ذکر اعمال حواریین میں بھی ہی جسکو ہم نے انہی نقل کیا ہی علاوہ اسکے ڈاکٹر ولیم اسمتھ نے قدیم کتابوں سے ڈکشنری آف بائبل میں اُس کا مفصل حال لکھا ہی جسکا بعینہ ترجمہ ہم لکھتے ہیں *

اُس میں لکھا ہی کہ " اسوقت سے بہت برسوں تک موسی کو باشندہ مصر خیال کرنا ضرور ہی — توریت میں اس زمانہ کا کچھہ ذکر نہیں ہی مگر عہد جدید سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت موسی تعلیم یافتہ تھے اور اُنہوں نے مصریوں کی ساری حکمت میں تربیت پائی اور قول اور فعل میں بڑے لایق تھے (اعمال باب ۷ آیت ۲۲) مفصلہ ذیل مختصر احوال یہودی اور مصری روایات کا ہی جس سے کہ اس مقدس مصنف کے (اُس زمانہ کے) جو حالات معلوم نہیں ہیں معلوم ہوتے ہیں اُنکی تعلیم ہیلیو پولس میں ہوئی تھی (تصحیفات اسٹریبو سے مقابلہ کرو باب ۱۷ فقرہ اول) اور وہاں بطور مقدس قوہن کے جہاں کہ اُنکا مصری نام اوسارسف یا تسی تھن تھا پرورش پائی — حسب رائے مفتیو (جو قدیم مورخ ہی) لفظ اوسارسف مشتق ہی اوسائی رس سے جو ایک مصری معبود کا نام تھا اور اوسارسف کے معنی یہہ ہیں جسکو اوسائی رس نے بچایا ہو — حضرت موسی کو کل سلسلہ یونانی ' کالڈی اور اسیرین لٹریچر کا پڑھایا گیا تھا — مصریوں سے اُنہوں نے میتھی ۔ وٹکس سیکھا تاکہ اُن کا ذہن بلا تعصب صدق کے قبول کرنے کے قابل ہو — اُنہوں نے کشتیاں اور تعمیر کے اوزار اور نیز آلات حرب اور پانی کی کلیں اور حرف جو تصویروں کی صورت میں لکھے جاتے تھے اور زمین کی قسموں کو ایجاد کیا اُنہوں نے ارفیوس کو تعلیم دی اور اسوجہہ سے یونانی حضرت موسی کو موسیس کہنے لگے اور مصری ہرمیز (ہرمس) کہنے لگے اُنہوں نے علم صرف و نحو یہودیوں کو سکھایا اور وہاں سے وہ علم فنیشیا اور یونان میں پہونچا حضرت موسی کو ایک مہم پر جو بخلاف حبشیوں کے تھی بھیجا گیا تھا اور اُنھوں نے اُس ملک کے سانپوں کو اس طرح پر معدوم کیا کہ ملک بھر میں کھانچے بھر بھر کر پرند مار خیر جانور چھڑوا دیئے اور شہر ہرمو پولیس بطور یادگار اپنی فتح کے آباد کیا پھر وہ شہر سبا کی طرف جو ایتھو پیا کا دارالخلافت تھا روانہ ہوئے اور اُس شہر کا نام اپنی متوفی کرنیوالی ماں مسمی مرھس کے نام پر مہرو رکھا اور اُسی جگھہ حضرت موسی نے اُنکو دفن کیا — بادشاہ ایتھو پیا کی بیٹی مسمی تھاریس کو اُن سے تعشق ہوگیا تھا اور حضرت موسی معہ اُس لڑکی کے بطور اپنی بی بی کے خوش و خورم مصر کو واپس آئے " *

(ڈکشنری آف دی بائبل مصنفہ ڈاکٹر ولیم اسمتھ جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ و ۴۲۶)

حال میں جو احمد افندی نجیب نے قدیم مصر کی تاریخ لکھی ہی اُس میں بھی اس شہر کا ذکر کیا ہی — " وہ لکھتا ہی کہ عین الشمس کا قدیم نام " ان " ہی اور یہہ مصریوں کا قدیم مقدس شہر تھا اور وہاں اُنکے دیوتا " رع " (آفتاب) کا مقدر تھا اور اس شہر میں ایک یونیورسٹی تھی جسکی شہرت کے سبب سے سولون جو یونان کا مقنن تھا اور افلاطون اور فیثاغورس علم کی تحصیل کے لیئے اس یونیورسٹی میں داخل ہوئے تھے اور رعمسیس ثالث کے زمانہ میں جو بیسویں شاہی خاندان کا بادشاہ تھا ایک مقدر میں بارہ ہزار طالبعلم تعلیم پاتے تھے " —

(الاثر الجلیل لقدماء وادی النیل صفحہ ۳۲)

اس بیان سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت موسی شہر مدینۃ الشمس یا عین الشمس میں رہتے تھے اور وہاں سے شہر رعمسیس میں آئے اور اُسی شہر میں اُس شخص کو گھونسا مار کر مار ڈالا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہی *

قرآن مجید میں جو یہہ لفظ ہیں کہ " اِذْقَالَ موسی لِفَتٰہُ " یعنی موسی نے اپنے ساتھی جوان سے کہا — قرآن مجید میں

تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہہ کون شخص تھا صرف اتنا قیاس ہوسکتا ہی کہ جس شخص نے آنکر حضرت موسی کو خبر دی تھی کہ تمہارے مارڈالنے پر مشورہ ہوا ہی وہی حضرت موسی کے ساتھہ ہولیا جبکہ وہ رعمسیس سے نکل گئے ؛ مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ وہ شخص یوشع تھے یا یوشع کے بھائی اور یہہ بات ممکن ہی کیونکہ جب حضرت موسی رعمسیس سے نکلے ہیں تو یوشع کی عمر بموجب توریت کے بائیس برس کی تھی اور قفال اور عمر ابن عبید کا قول ہی کہ وہ شخص حضرت موسی کا غلام تھا *

قرآن مجید میں جو یہہ لفظ ہیں " لاابرح حتی ابلغ مجمع البحرین " یعنی جب تک دو سمندروں کے ملنے کی جگہہ تک پہونچوں — پس یہہ بات دریافت کرنی ہی کہ مجمع البحرین سے کونسی جگہہ مراد ہی — تمام مفسرین نے لکھا ہی کہ بحر فارس اور بحر روم جس مقام پر آپس میں ملے ہیں وہ مقام مجمع البحرین ہی ' مگر یہہ صریح غلطی ہی اس واسطے کہ بحر فارس اور بحر روم نہ کسی جگہہ آپس میں ملے ہیں اور نہ مل سکتے تھے — رتسی یعنی بحر قلزم کی دو شاخیں نکلی ہیں ایک شرقی ہی اور ایک غربی — پھر وہ دونوں شاخیں آپس میں ملی ہیں — اس زمانہ میں شرقی شاخ کو گلف آف ایلہ یعنی خلیج عقبہ اور غربی شاخ کو گلف آف سویز یا خلیج سویس کہتے ہیں — جہاں یہہ دونوں شاخیں باہم ملی ہیں اُس مقام کو مجمع البحرین کہا گیا ہی — ان دونوں شاخوں کے بیچ میں بہت سے پہاڑ ہیں اور اُس زمانہ میں جنگل ہوگا اور عام طور پر وہ رستہ چلتا نہ ہوگا — اسکا ثبوت قرآن کے ان لفظوں سے نکلتا ہی " فارتدا علی آثارھما قصصا " یعنی جب حضرت موسی اور اُنکا ساتھی جوان مجمع البحرین سے چلے اور معلوم ہوا کہ مچھلی نہیں ہی تو پھر وہ اپنے پانوں کے نشانات ڈھونڈتے ہوئے واپس آئے — اس سے صاف پایا جاتا ہی کہ عام رستہ نہیں تھا بلکہ جنگل تھا جس کے سبب اُنکو اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس آنا پڑا *

حضرت موسی جب رعمسیس سے بھاگے ہیں تو اس خیال سے کہ تعاقب کر کے لوگ پکڑ نہ لیں وہ عام رستہ اختیار کر نہیں سکتے تھے اسلیئے اُنھوں نے جنگل کا اجاڑ رستہ اختیار کیا اور وہ اس بات کو جانتے تھے کہ جب مجمع البحرین پہونچ جائینگے تو وہاں سے مدین کا رستہ جہاں اُنکو جانا مظور تھا آسانی سے مل جائیگا — اسی لیئے اُنھوں نے کہا " لاابرح حتی ابلغ مجمع البحرین " *

صوبہ مدین رتسی یعنی بحر قلزم کی مشرقی شاخ (خلیج عقبہ) کے دونوں طرف واقع ہی جہاں کہ مدیانی قوم رہتی تھی اور خاص شہر مدین خلیج عقبہ کے مشرقی کنارہ پر واقع تھا — ان تمام حالات سے جو جغرافیہ سے معلوم ہوتے ہیں بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ حضرت موسی رتسی کی ایک شاخ کے جنگل کے کنارے ہوکر وہاں پہونچے جہاں دونوں شاخیں رتسی کی ملتی ہیں اور جسکو مجمع البحرین کہا ہی اور وہاں سے مدین کو چلے گئے *

مچھلی کی نسبت بہت سی دور ازکار روایتیں کتب تفاسیر وغیرہ میں لکھی ہیں اصلی حقیقت صرف اتنی معلوم ہوتی ہی کہ حضرت موسی کے پاس کوئی کھانے کا سامان موجود نہیں تھا وہ سراسیمگی کی حالت میں شہر سے بھاگے تھے جب وہ مجمع البحرین پر پہونچے تو اُنھوں نے ایک مچھلی پکڑی اور اسکو ایک چٹان پر رکھدیا کیونکہ قرآن مجید میں اسبات کا کہ موسی اپنے ساتھہ مچھلی لیکر چلے تھے اور وہ مری ہوئی یا بھنی ہوئی تھی کچھہ اشارہ نہیں ہی مگر تھوڑی دیر میں وہ مچھلی تڑپ کر پھر دریا میں جاپڑی جب موسی وہاں سے چلے تو اُنکو خیال تھا کہ وہ مچھلی ہوگی اُنھوں نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ ہمارا کھانا لاؤ — اُس جوان نے کہا کہ وہ مچھلی تو پھر دریا میں چلی گئی اور اُس کا ذکر کرنا میں تم سے بھول گیا جبکہ جنگل میں اور کچھہ کھانے کا سامان نہیں تھا اسلیئے حضرت موسی مجمع البحرین کو واپس ہوئے تاکہ پھر کوئی مچھلی کھانے کے لیئے وہاں سے پکڑیں *

مچھلی کے دریا میں چلے جانے کی نسبت قرآن مجید میں یہہ لفظ ہیں " اتخذ سبیلہ فی البحر سربا " سرب کے معنی چلنے کے ہیں — مفسرین نے جو اس کے معنی مطابق اُن حدیثوں کے جن میں یہہ قصہ بیان ہوا ہی اور جنکو ہم بیان کرینگے اسطرح بیان کیئے ہیں کہ مچھلی جب پانی

میں گئی تو پانی دونوں طرف ہٹ گیا اور پانی میں طاق یا سرنگ کی صورت بنگئی - یہہ بیان روایات یہود پر مبنی ہی جنکا کوئی اشارہ قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا - تفسیر کبیر میں اس آیت کے " اتخذ سبیلہ فی البحر سربا " یہہ معنی لکھے ہیں سرب فی البحر سربا یعنی وہ مچھلی سمندر میں چلی گئی اور الفاظ " اتخذ سبیلہ " کو " سرب " کے قایم مقام بیان کیا ہی جسکا نتیجہ وہی ہی جو ہم نے بیان کیا *

اس کے بعد حضرت موسی کے ساتھی جوان نے جب مچھلی کے سمندر میں چلے جانے کا ذکر کیا تو یوں کہا " و اتخذ سبیلہ فی البحر عجبا " یعنی مچھلی سمندر میں عجیب طرح سے چلی گئی — " عجبا " کے لفظ سے یہہ سمجھا کہ اُس مچھلی نے کوئی عجیب طرح سے سمندر میں رستہ بنایا تھا کسی طرح پر درست نہیں - صاف بات یہہ ہی کہ مچھلی کو سمندر میں سے نکالکر چٹان پر ڈالدیا تھا اور یہہ سمجھے تھے کہ وہ مرگئی مگر اُس میں جان باقی تھی اور وہ تڑپ کر سمندر میں جا پڑی — اسی بات کو موسی کے ساتھی جوان نے عجیب بات سمجھکر کہا کہ " واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا " *

اسی قسم کا واقعہ خود مچھیر گذرا ہی — میں نہر سویز کی سیر کرنے کو کشتی پر بیٹھہ کر گیا — ایک ملاح نے نہر میں سے مچھلی پکڑی اور اُسکو کشتی میں ڈالدیا دو ایک دفعہ تڑپ کر وہ سست ہوگئی ہم سب نے جانا کہ وہ مرگئی ہم سب نہر کی سیر دیکھتے جاتے تھے اور اُس مچھلی کا کچھہ خیال نہ تھا تھوڑی دیر بعد وہ مچھلی زور سے تڑپی اور پھر نہر میں جا پڑی اور ہم سب دیکھتے کے دیکھتے رہگئے - ایسے واقعات عام طور پر واقع ہوتے ہیں اور اسیطرح حضرت موسی کو بھی بطور ایک عام واقعہ کے پیش آیا *

چند اور لفظ اس قصہ کے ہیں جن پر بحث کرنی ہی یعنی جب حضرت موسی نے اپنے ساتھی جوان سے مچھلی کا پھر دریا میں چلا جانا سنا تو کہا " ذلک ماکنا نبغ " جو کہ مفسرین نے اُن روایات یہود سے جو بعض حدیثوں میں بھی مذکور ہیں یہہ سمجھا تھا کہ موسی کو خبر دیگئی تھی کہ جہاں تم مچھلی پھر چل جاؤگے وہاں تمکو خضر ملینگے ' اسلیئے اُنہوں نے ذالک کا مشارالیہ مچھلی کا چلا جانا قرار دیا اور اُسکے معنی یہہ سمجھے کہ مچھلی کا چلا جانا وہ امر ہی جسکو ہم چاہتے تھے ' — مگر ذلک ماکنا نبغ کے معنی صاف ہیں حضرت موسی نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ " آتنا غداءنا " یعنی ہمارا صبح کا کھانا لا اُس نے کہا مچھلی تو دریا میں چلی گئی یعنی صبح کا کھانا جو تم مانگتے ہو نہیں رہا موسی نے کہا کہ " ذلک " ای غداءنا ای ماکنا نبغ من غداءنا یعنی صبح کا کھانا یہہ ہی جسکو ہم چاہتے تھے ذلک کا اشارہ صاف غداء نا کیطرف ہی اُسکا مشارالیہ ایک امر ذہنی بلکہ خیالی کو قرار دینا جسکا ذکر نہ صراحتا نہ کنایتا قران مجید میں موجود ہی صحیح نہیں ہوسکتا *

قرآن مجید میں آیا ہی " فوجدا عبدا من عبادنا آتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما " یعنی جب حضرت موسی اور اُنکا ساتھی جوان پھرکر مجمع البحرین پر پہونچے تو اُنہوں نے ایک بندہ کو خدا کے بندوں میں سے پایا جسکو ہم نے اپنی رحمت دی تھی اور ہم نے اُسکو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا مفسرین اور محدثین کہتے ہیں کہ عبد سے خضر مراد ہیں *

حضرت موسی کو خضر کے ملنے کی یہہ وجہہ بیان ہوئی ہی کہ حضرت موسی سے اُنکی قوم نے پوچھا کہ سب سے زیادہ کون اعلم ہی موسی نے کہا کہ میں سب سے زیادہ اعلم ہوں اسپر خدا خفا ہوا اور خدا نے وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھسے زیادہ اعلم ہی ' مگر اسکا قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں اور کسقدر عجیب بات ہی کہ اس واقعہ کا نہ قرآن مجید میں ذکر ہی اور نہ کہیں خضر کا نام آیا ہی البتہ یہودیوں میں خضر کا نام اور اُنکے قصے تھے *

قرآن مجید سے صرف اسقدر پایا جاتا ہی کہ جب حضرت موسی لوٹ کر پھر مجمع البحرین پر آئے تو وہاں ایک اور شخص اُنکو ملا - ظاہر ہی کہ جس رستہ سے حضرت موسی نے مدین جانے کا ارادہ کیا تھا وہ نہایت اجاڑ پہاڑوں اور جنگل کا رستہ تھا جسکو طی کرنا بغیر

کسي ایسے شخص کے جو رستہ سے واقف نہو نہایت دشوار تھا معلوم ہوتا ہی کہ وہ شخص جو ملا وہ رستہ کا اور اُس نواح کے حالات کا واقف کار تھا اس لیئے حضرت موسی نے اُس سے کہا کہ کیا میں تیري پیروي کروں بشرطیکہ جو بھلائي تجھکو سکھائي گئي ہی مجھکو بھي سکھادے یعني رُستہ بتاتا ہوا لے چلے *

واضح ہو کہ اب اسقام سے قرآن مجید میں صرف انہي دو شخصوں کا ذکر ہی اُس جوان کا جو پہلے سے حضرت موسی کے ساتھہ تھا کچھہ ذکر نہیں آیا یا تو وہ ساتھہ نہیں رہا یا آیندہ کے حالات میں اُسکے ذکر کرنیکي کوئي خاص ضرورت نہیں ہوئي *

یہہ شخص جو ملا ' صاحب موسی کہلاتا ہی اس کي نسبت علماے متقدمین نے بہت اختلاف کیا ہی اکثر تو کہتے ہیں کہ یہہ خضر پیغمبر تھے جو اب تک جیتے ہیں اور جیتے رہینگے اور قیامت کے نزدیک سمیٹینگے مگر لوگوں کو دکھائي نہیں دیتے — کبھي کسي بھولے بسریکو واہ بتا دیتے ہیں اور کبھي کسیکو علم ادني سکھا دیتے ہیں *

جو لوگ صاحب موسی کو نبي بتاتے ہیں وہ اس آیت پر استدلال کرتے ہیں '' آتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما '' یعني جس پر ہمنے اپني رحمت کي تھي اور ہم ہي نے اپنے پاس سے علم سکھایا تھا ' مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ نبوت بلاشک رحمت ہی مگر اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ ہر رحمت نبوت ہو *

اور تفسیر کبیر میں یہہ بھي لکھا ہی کہ '' علمناہ من لدنا '' کے الفاظ سے بھي نبوت ثابت نہیں ہوتي کیونکہ علوم ضروریہ ابتدا میں خداہي سے ملتے ہیں — پس یہہ دلیل نبوت کي نہیں ہی *

اور تفسیر کبیر میں یہہ بھي لکھا ہی کہ یہہ الفاظ جو قران میں ہیں '' وما فعلتہ عن امری '' ان الفاظ سے نبوت پر استدلال کرنا نہایت ضعیف ہی — اِسکا نہایت ضعیف ہونا ظاہر ہی اسلیئے کہ یہہ کہنا کہ میں نے خدا کي مرضي سے یہہ کام کیا ہی یا اپني مرضي و خواہش سے نہیں کیا عام محاورہ بول چال کا ہی اس سے اُس شخص کا نبي اور پیغمبر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا *

بخاري کي تین حدیثوں میں جن میں سے ایک عبداللہ بن محمد المسندي سے اور ایک ابراہیم بن موسی سے اور ایک قتیبہ بن سعید سے مروي ہی ان حدیثوں میں اُس شخص کا نام جو حضرت موسی سے مجمع البحرین پر ملا خضر لکھا ہی مگر وہ اُن وجوہ سے جو آگے بیان ہونگي قابل تسلیم نہیں ہی *

بخاري میں متعدد جگہہ حضرت موسی کے قصہ کا ذکر ہی مگر چار حدیثوں بہت بڑي ہیں جن میں تقریباً یہہ تمام قصہ مذکور ہی *

پہلي حدیث میں عبداللہ بن محمد المسندي — سفیان — عمرو — سعید ابن جبیر — ابن عباس — ابي ابن کعب راوي ہیں *

دوسري حدیث میں علي ابن عبداللہ — سفیان — عمرو بن دینار — سعید ابن جبیر — ابن عباس — ابي ابن کعب راوي ہیں *

تیسري حدیث میں ابراہیم بن موسی — ہشام ابن یوسف — ابن جریج — یعلي بن مسلم — عمرو بن دینار — سعید بن جبیر — ابن عباس — ابي ابن کعب راوي ہیں *

چوتھي حدیث میں قتیبہ بن سعید — سفیان ابن عیینہ — عمرو ابن دینار — سعید بن جبیر — ابن عباس — ابي ابن کعب راوي ہیں *

ان چاروں حدیثوں میں ابي ابن کعب اخیر راوي ہیں اور عمرو بن دینار — سعید ابن جبیر — ابن عباس چاروں حدیثوں میں راوي ہیں اور سفیان صرف پہلي اور دوسري اور چوتھي حدیث میں اور چاروں حدیثوں میں ابن عباس نے ابي ابن کعب سے روایت کي ہی *

مگر ان حدیثوں میں جو تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور بعض جگہہ مضمون میں ہی اُسکو بیان کرنا مناسب ہی *

پہلی حدیث میں ھی " موسی نبی " دوسری میں ھی صرف " موسی " تیسری میں ھی " موسی رسول اللہ " چوتھی میں ھی صرف "موسی" *

پہلی اور دوسری حدیث میں ھی " تام موسی النبی خطیبا فی بنی اسرائیل فسئل ای الناس اعلم فقال الا " *

اور چوتھی حدیث میں بجاے " فسئل " کے " فقال لہ " ھی *

اور تیسری حدیث میں ھی " ذکر الناس یوما حتی اذا فاضت العیون ورقت القلوب ولی فادبر کہ رجل فقال ای رسول اللہ ھل فی الارض احد اعلم منک قال لا " *

یعنی پہلی اور دوسری حدیث میں ھی کہ "حضرت موسی وعظ کرنے کو بنی اسرائیل میں کھڑے ھوئے پوچھا گیا کہ کون شخص سب سے زیادہ عالم ھی حضرت موسی نے کہا کہ میں ھوں" *

اور چوتھی میں بجاے " فسئل " کے " فقیل لہ " ھی یعنی موسی سے کہا گیا *

اور تیسری حدیث میں ھی کہ " ایک دن حضرت موسی نے لوگوں کو نصیحت کی یہاں تک کہ لوگ روئے اور اُنکے دل نرماگئے جب وعظ کہکر چلے تو ایک شخص ملا اور اُسنے کہا کہ اے رسول خدا دنیا میں تمسے زیادہ کوئی عالم ھی ؟ حضرت موسی نے کہا نہیں" *

پہلی حدیث میں ھی " فاوحی اللہ الیہ ان عبدامن عبادی بمجمع البحرین اعلم منک " *

اور دوسری حدیث میں ھی " قال لابل لی عبد بمجمع البحرین ھو اعلم منک " *

اور تیسری حدیث میں ھی " قیل بلی قال ای رب فاین قال بمجمع البحرین " *

چوتھی حدیث میں ھی " واوحی الیہ بلی عبدمن عبادی بمجمع البحرین ھو اعلم منک " *

یعنی پہلی حدیث میں ھی کہ "خدا نے موسی کے پاس وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں ایک میرا بندہ تجھسے زیادہ عالم ھی" *

اور دوسری حدیث میں ھی کہ "خدا نے موسی سے کہا کہ نہیں بلکہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھسے زیادہ عالم ھی " *

اور تیسری حدیث میں ھی کہ " کہا گیا ھاں موسی نے کہا اے خدا کہاں ؟ خدا نے کہا مجمع البحرین میں" *

اور چوتھی حدیث میں ھی کہ "خدا نے موسی کو وحی بھیجی کہ ھاں میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھسے زیادہ عالم ھی" *

پہلی حدیث میں ھی " قال یارب وکیف بہ " *

دوسری حدیث میں ھی " قال ای رب ومن لی بہ وربما قال سفیان ای رب فکیف لی بہ " *

تیسری حدیث میں ھی " قال ای رب اجعل لی علما اعلم ذلک منہ " *

چوتھی حدیث میں ھی " قال ای رب کیف السبیل الیہ " *

یعنی پہلی حدیث میں ھی کہ " موسی نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک پہونچونگا " *

اور دوسری حدیث میں ھی کہ "موسی نے کہا اے خدا کون مجھے اُس تک پہنچائے گا اور کبھی سفیان نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک پہنچونگا " *

اور تیسری حدیث میں ھی کہ "موسی نے کہا اے خدا مجھے کوئی نشانی بتا جس سے میں اُس کو پہچانوں" *

اور چوتھی حدیث میں ھی کہ " موسی نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک رستہ پاؤں " *

پہلی حدیث میں ھی " فقیل لہ احمل حوتا فی مکتل فاذا فقدتہ فھو ثم " *

دوسری حدیث میں ھی " قال تاخذ حوتا فتجعلہ فی مکتل حیث ما فقدت الحوت فھو ثم وربما قال فھو ثمہ " *

تیسری حدیث میں ھی " فقال لی عمرو قال حیث یفارقک الحوت وقال لی یعلی قال خذ نونا میتا حیث ینفخ فیہ الروح " *

چوتھی حدیث میں ھی " قال تاخذ حوتا فی مکتل فحیث ما فقدت الحوت فاتبعہ " *

یعنی پہلی حدیث میں ہی کہ "موسی سے کہا گیا کہ زنبیل میں ایک مچھلی اٹھالے جہاں وہ گم ہو وہ اُسی جگہہ ہوگا" *

اور دوسری حدیث میں ہی کہ "خدا نے کہا ایک مچھلی لے اور زنبیل میں رکھہ جہاں مچھلی گم ہوجائے وہ اُسی جگہہ ہوگا" *

اور تیسری حدیث میں ہی کہ" عمرو بن دینار نے مجھہ سے کہا کہ خدا نے کہا جہاں مچھلی تجھہ سے جدا ہو اور یعلی نے مجھہ سے کہا کہ خدا نے کہا ایک مردہ مچھلی لے جہاں اُسمیں جان پڑجائے" *

اور چوتھی حدیث میں ہی کہ" خدا نے کہا زنبیل میں ایک مچھلی رکھہ لے جہاں مچھلی گم ہوجائے اُس کے پیچھے پیچھے چلا جائیو" *

پہلی حدیث میں ہی " وحمل حوتا في مكتل حتى كانا عند الصخرة وضعا رؤسهما فناما فانسل الحوت من المكتل فاتخذ سبيله في البحر سربا" *

دوسری حدیث میں ہی " فاخذ حوتا في مكتل ثم انطلق هو وفتاه يوشع بن نون حتى اذا اتيا الصخرة وضعا رؤسهما فرقد موسى واضطرب الحوت فخرج فسقط في البحر فاتخذ سبيله في البحر سربا" *

تیسری حدیث میں ہی " فاخذ حوتا فجعله في مكتل فقال لفتاه لا اكلفك الا ان تخبرني بحيث يفارقك الحوت * * * فبينما هو في ظل صخرة في مكان ثريان اذ تضرب الحوت * * * حتى دخل البحر" *

چوتھی حدیث میں ہی " قال فخرج موسى ومعه فتاه يوشع بن نون ومعهما الحوت حتى انتهيا الى الصخرة فنزلا عندها قال فوضع موسى راسه فنام قال سفيان وفي حديث غير عمرو قال وفي اصل الصخرة عين يقال له الحياة لا يصيب من مائها شى الا حيي فاصاب الحوت من ماء تلك العين قال فتحرك وانسل من المكتل فدخل البحر" *

یعنی پہلی حدیث میں ہی کہ" موسی نے زنبیل میں مچھلی رکھہ لی یہاں تک کہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہونچے اور دونوں اُسپر سر رکھکر سوگئے - مچھلی زنبیل سے نکل پڑی اور اُسنے سمندر میں رستہ لیا" *

اور دوسری حدیث میں ہی کہ" موسی نے زنبیل میں مچھلی لی پھر وہ اور اُنکا جوان ساتھی یوشع بن نون دونوں چلے اور ایک چٹان کے پاس پہونچے دونوں نے اُسپر اپنا سر رکھا اور موسی سوگئے اور مچھلی تڑپ کر نکل پڑی اور سمندر میں جاپڑی اور اُسنے سمندر میں اپنا رستہ لیا" *

اور تیسری حدیث میں ہی کہ" موسی نے مچھلی لی اور اسکو زنبیل میں رکھا پھر اپنے جوان ساتھی سے کہا میں تمکو اس کے سوا اور تکلیف نہیں دیتا کہ جہاں مچھلی تم سے جدا ہو مجھے خبر کر دیجیو * * * اسی اثنا میں کہ موسی ایک چٹان کی پناہ میں تر زمین پر تھے کہ مچھلی تڑپی * * * یہاں تک کہ وہ سمندر میں چلی گئی" *

اور چوتھی حدیث میں ہی کہ" راوی نے کہا کہ موسی چلے اور اُنکے ساتھہ یوشع بن نون تھے اور دونوں کے ساتھہ مچھلی تھی یہاں تک کہ ایک چٹان کے پاس پہونچے اور اس کے قریب اُتر پڑے راوی نے کہا ہی کہ موسی نے اپنا سر (اُسپر) رکھا اور سوگئے — سفیان کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار کی روایت کے سوا اور روایت میں ہی کہ چٹان کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جسکو چشمہ آب حیات کہتے ہیں — اُسکا پانی جسکو لگتا تھا وہ زندہ ہوجاتا تھا اُس مچھلی کو بھی وہ پانی لگا اور اُسمیں جنبش پیدا ہوئی اور زنبیل سے نکلکر سمندر میں چلی گئی" *

پہلی حدیث میں ہی " فلما انتهيا الى الصخرة اذا رجل مسجي بثوب اوقال تسجى بثوبه" *

دوسری حدیث میں ہی " حتى انتهيا الى الصخرة فاذا رجل مسجي بثوب" *

تیسری حدیث میں ہی " فرجعا فوجدا خضرا قال لي عثمان بن ابي سليمان على طنفسة خضراء على كبد البحر قال سعيد ابن جبير مسجي بثوبه" *

چوتھی حدیث میں ہی " قال فلما انتهيا الى الصخرة اذا هما برجل مسجي بثوب" *

یعنی پہلی حدیث میں ہی کہ " جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو یکایک ایک شخص نظر پڑا جو ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھا " *

اور دوسری حدیث میں ہی کہ " جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو ناگاہ ایک شخص ملا جو کپڑا اوڑھے ہوئے تھا " *

اور تیسری حدیث میں ہی کہ " جب دونوں اگلے پہنچے تو اُنہوں نے خضر کو پایا عثمان بن ابی سلیمان نے مجھ سے کہا سمندر کے بیچ میں ایک سبز وصلچہ پر - سعید بن جبیر نے کہا کپڑا اوڑھے ہوئے " *

اور چوتھی حدیث میں کہ " روای نے کہا جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو یکایک دونوں نے ایک شخص کو دیکھا کپڑا اوڑھے ہوئے " *

پہلی اور تیسری اور چوتھی حدیث میں اُس شخص کا نام جو حضرت موسی سے مجمع البحرین پر ملا خضر لکھا ہی اور دوسری حدیث میں نام نہیں ہی بلکہ " رجل مسجی بثوب " لکھا ہی یعنی ایک شخص ملا جو چادر اوڑھے ہوئے تھا *

یہہ تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور زیادتی و کمی مضامین کو بطور نمونہ کے ہم نے دکھایا ہی اور اسطرح کا اُن حدیثوں میں جو موسی کے قصہ سے متعلق ہیں بہت جگہہ تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور مضامین کا ہی — اس سے ہمکو یہہ ثابت کرنا ہی کہ ان حدیثوں کے جو الفاظ ہیں وہ وہ نہیں ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں بلکہ یہہ الفاظ اخیر راویوں کے ہیں جنھوں نے ان حدیثوں کو مثل دیگر احادیث طوال کے بالمعنی روایت کیا ہی اور اسلیئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تصور نہیں ہوسکتے *

دوسرے یہہ امر قابل غور ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ " حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج " —
(بخاری کتاب الانبیاء)

یعنی بنی اسرائیل جو روایتیں بیان کرتے ہیں اُس کے بیان کرنے میں کچھہ حرج نہیں ہی - اس بنا پر صحابہ اور تابعین یہودیوں کی روایت کو بیان کرتے تھے - اخیر کے راویوں نے یہہ خیال کرکے کہ پہلے راوی نے آنحضرت سے سنا ہوگا اُنکو آنحضرت کیطرف مستند کردیا - پس جسقدر یہودیوں کے قصے حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اُنکی نسبت یقین نہیں ہوسکتا کہ درحقیقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مستند ہیں گو کہ وہ حدیثوں میں مستند کیئے گئے ہوں ' اسلیئے ضرور ہی کہ اُن قصوں کا جس قدر ذکر قرآن مجید میں آیا ہی اُنہیں پر ہم منحصر رہیں اور حدیثوں میں جو قصے ہیں اُنکو بنظر درایت دیکھیں اور جانچیں اور جہاں تک اُن میں کوئی نقص نہایا جاوے اور قرآن مجید سے اُسکی تائید ہوتی ہو اُنکو تسلیم کریں اور جن میں ازروے درایت کے کچھہ نقص پاویں اُنکو متروک کریں *

قرآن مجید میں یہہ قصہ دو سورتوں میں آیا ہی سورہ قصص میں صرف وہاں تک بیان ہوا ہی جہاں تک کہ حضرت موسی ایک شخص کو قتل کر کے شہر سے بھاگے اُس کے بعد بھاگنے کی حالت میں جو واقعات پیش آئے اُنکا بیان سورہ کہف میں آیا ہی اور کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ وہ ایک ہی قصہ اور حضرت موسی ہی کا قصہ ہی جو آدھا ایک سورۃ میں اور آدھا دوسری سورت میں آیا ہی *

جس وقت تک کہ حضرت موسی اُس شہر سے بھاگے ہیں جس میں اُنھوں نے ایک قبطی کو مارڈالا تھا اُسوقت تک وہ نبی یا پیغمبر یا رسول نہیں ہوئے تھے کیونکہ اُنکو رسالت اُسکے بہت بعد ہوئی ہی جبکہ وہ فرعون کی ہدایت اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے پر مامور ہوئے اور یہہ ایک تاریخی واقعہ ہی مگر بخاری کی مذکورہ بالا حدیثوں میں اُنکو نبی اور رسول اللہ کر کے تعبیر کیا ہی اور لکھا ہی کہ خدا نے اُنپر وحی بھیجی تھی کہ مجمع البحرین میں جو میرا بندہ ہی وہ تجھہ سے زیادہ عالم ہی اور اُن تمام حدیثوں میں پایا جاتا ہی کہ اس واقعہ کی بابت خدا برابر اُنپر ہدایتیں بھیجتا رہتا تھا پس یہہ امر جو خلاف تاریخ محققہ و مثبتہ ہی مطابق اصول حدیث کے تسلیم نہیں ہوسکتا *

بخاري کي ایک حدیث میں ہی کہ اُس چٹان کے نیچے جسپر مچھلي رکھي تھي آب حیات کا چشمہ تھا اُسکا پاني جسکو لگتا تھا وہ زندہ ہوجاتا تھا اُس مري مچھلي کو بھي وہ پاني لگا اور وہ زندہ ہوکر سمندو میں چلي گئي — یہہ بیان نہ قران مجید سے مطابقت رکھتا ہی نہ عقل سے اور اسلیئے مطابق اصول حدیث تسلیم نہیں ہوسکتا اور نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمودہ قرار پاسکتا ہی — اسیطرح خضر کا سمندر کے بیچ میں ایک سبز و صلیچہ بچھائے بیٹھا ہونا جو بخاري کي حدیث میں ہی قابل تسلیم نہیں ہی اور نہ یہہ بات تسلیم ہوسکتي ہی کہ جس سوکھي گھانس پر وہ بیٹھتے تھے وہ ہري ہوجاتي تھي — انہي قصوں کي مناسبت سے اُس شخص کا نام خضر رکھدیا ہی*

اصل یہہ ہی کہ قدیم زمانہ کے مقدس لوگوں میں ایک عام رواج تھا کہ لوگوں کو نصیحت کرنے اور اُن کے دل میں خدا کا ڈر بٹھانے اور اُسکي قدرت کي شان جتانے کے لیئے اس قسم کے قصے بنالیتے تھے اور بزرگوں کے واقعي اور سچے حالات میں ایسي باتیں ملادیتے تھے جن سے خدا کي قدرت مظہم ظاہر ہوتي تھي اور وہ لوگوں کے دلوں پر زیادہ موثر ہوتے تھے اسي قسم کے بہت سے قصے نہایت قدیم زمانہ کے لیکن زبان میں موجود ہیں ' حکایات لقمان بھي اسي قسم کي کتاب ہی ' حضرت مولانا روم کي مثنوي بھي اسي قسم کے قصوں سے مملو ہی' اسیطرح یہودیوں کے عالموں اور واعظوں نے حضرت موسی کے شہر سے نکلنے اور مدین تک پہونچنے کے سفر میں جو واقعات پیش آئے اُس میں بھی اعجوبہ باتیں ملادیں اور اُس سفر میں ایک فرضي شخص خضر کا ملنا شامل کیا جسکو ایک نہایت ہي بزرگ شخص اور مقدس خدا رسیدہ صاحب کشف وکرامات قراردیا — وہ قصہ یہودیوں میں مشہور تھا اُسي قصہ کو بطور قصہ ہاے یہود صحابہ و تابعین نے بیان کیا ہوگا اور اخیر راویوں نے اس خیال سے کہ اُن لوگوں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہوگا اُن قصوں کو حدیثوں میں شامل کردیا اور مفسرین نے اپني تفسیروں میں داخل کیا ' مگر قرآن مجید میں جہاں تک اس قصہ کا بیان ہی وہ سیدھا اور صاف ہی اور اُن باتوں میں سے جو ان روایتوں اور تفسیروں میں بیان ہوئي ہیں ایک حرف بھي قرآن میں شامل نہیں ہی*

آج تک علما یہہ بھي نہیں بتاسکے کہ خضر کون تھے اور کسکے بیٹے تھے دارقطني کي روایت یہہ ہی کہ وہ حضرت آدم کے بیٹے ہیں یہہ روایت ابن عباس سے ہی اور اس روایت میں مقاتل اور ضحاک بھي راوي ہیں — اصابہ میں لکھا ہی کہ مقاتل کي روایت تو لینے کے قابل نہیں ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے کوئي روایت نہیں سني*

ابوحاتم سجستاني اُنکو قابیل کا بیٹا قرار دیتے ہیں ' اور بعضوں نے کہا ہی کہ اُن کا نام خضرون ہی ' اور بعضوں نے کہا عامر ' اور بعضوں نے کہا کہ اُنکا نام بلیا ہی اور وہ بیٹے ہیں ملکان کے جو نوح کي اولاد میں سے تھے ' اور بعضوں نے کہا اُنکا نام معمر ہی اور وہ بیٹے ہیں مالک بن عبداللہ بن نصر بن ازد کے ' اور بعضوں نے کہا کہ وہ عمائیل بن نوح بن عوص بن اسحق کے بیٹے ہیں ' اور بعضوں نے کہا کہ وہ موسی کے بھائي ہارون کے نواسے ہیں ' اور بعضوں نے کہا کہ اُنکا نام ارمیا بن خلقیا ہی ' اور بعضوں نے کہا کہ وہ فرعون کے نواسے ہیں ' اور بعضوں نے کہا کہ وہ فرعون کے بیٹے ہیں ' اور بعضوں نے کہا کہ وہ الیسع ہیں اور اُنھي کو خضر کہتے ہیں ' اور بعضوں نے کہا کہ وہ فارسي النسل ہیں ' اور بعضوں نے کہا کہ وہ اُنمیں سے کسي شخص کي اولاد میں ہیں جو حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے ' اور بعضوں نے کہا کہ اُن کا باپ تو ایک فارسي شخص تھا اور اُنکي ماں رومي تھي' اور بعضوں نے کہا کہ اُن کا باپ رومي تھا اور ماں فارسي تھي' اور بعضوں نے کہا وہ فرشتے تھے جو آدمي کي صورت بنجاتے تھے یہہ تمام اختلاف جو نسب سے علاقہ رکھتے ہیں علامہ ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیئے ہیں*

اور اصابہ میں سہولي کي کتاب التعریف والاعلام سے لکھا ہی کہ خضر کا نام عاصہل بن سماطون بن ارما بن خلقیا بن عیصو بن اسحاق ہی اور اُنکے باپ بادشاہ تھے اور ماں فارسي تھي جسکا نام الہاء تھا اور وہ ایک جنگل میں

پیدا ہوئے اور ایک شخص کے بکری تھی جو اُنکو دودھ پلا جاتی تھی پھر اُس شخص نے اُنکو اٹھا لیا اور پرورش کی۔ ایسی حالت میں اور خصوصاً جبکہ بعضوں نے اُنکو فرشتہ قرار دیا ہو جو آدمی کی صورت بن جاتے تھے کیونکر ایک واقعی شخص اور نہ صرف شخص بلکہ نبی ورسول قرار دیا جا سکتا ہی اور کچھ شبہہ نہیں رہتا کہ یہہ پرانے قصوں میں کا ایک فرضی نام ہی اور اُس کو حضرت موسی کے اصلی اتفاقات کے ساتھہ شامل کردیا ہی *

اب ہمکو تین واقعات کی نسبت جلکا ذکر قرآن مجید میں ہی بیان کرنا باقی ہی ایک کشتی کا چیرنا ' ایک دیوار کا درست کرنا اور ایک غلام کا قتل کرنا — یہہ شخص جو حضرت موسی سے ملا کچھہ شبہہ نہیں ہو سکتا کہ اُس نواح کے حالات سے واقف تھا اور اسی سبب سے یعنی رستہ بتانے کی غرض سے حضرت موسی نے اُس سے کہا تھا کہ کیا میں تمھاری پیروی کروں — اُس نے کہا تھا کہ جوکچھہ میں کروں جب تک کہ میں ہی تم سے نکہوں مجھسے نہ پوچھنا کہ یہہ کام تم نے کیوں کیا وہ شخص جانتا تھا کہ موسی اُس نواح کے حال سے واقف نہیں ہیں جو کچھہ کرونگا وہ پوچھینگے کہ یہہ کیوں کیا اور شاید اُسکا بتلانا مجھکو منظور نہو *

کشتی کے ناقص کردینے کی جو وجہہ اُس شخص نے بتلائی وہ نہایت صاف ہی وہ جانتا تھا کہ وہاں کا بادشاہ ظالم ہی لوگوں کی کشتیاں چھین لیتا ہی یا بیکار میں پکڑلیتا ہی اُس نے اُس کشتی کو اسلیئے ناقص کردیا کہ وہ چھینی یا پکڑی نہ جاوے *

دیوار کو اُس نے اسلیئے درست کردیا کہ اُسکو پہلے سے معلوم ہوگا کہ اُسکے نیچے یتیموں کے باپ کا رکھا ہوا مال ہی اور اُسکو اُن یتیموں کے مال کا محفوظ رہنا منظور ہوگا *

تفسیر کبیر میں بعض کا قول لکھا ہی کہ اُس دیوار کے نیچے خزانہ نہ تھا بلکہ ایک تختی تھی جسپر چند عمدہ باتیں لکھی ہوئی تھیں — یہہ قول صحیح ہو یا غلط مگر جن عمدہ باتوں کا اُس پر لکھا ہوا ہونا بیان کیا ہی وہ دلچسپ ہیں اسلیئے ہم اُنکو لکھتے ہیں *

اُس تختی پر لکھا ہوا تھا " تعجب ہی کہ جو شخص مقدور پر یقین رکھتا ہو اور پھر غمگین رہے *

تعجب ہی کہ جو شخص رزق مقدور پر یقین رکھتا ہو اور پھر رنج میں پڑے *

تعجب ہی کہ جو شخص موت پر یقین رکھتا ہو اور پھر خوش رہے " *

تعجب ہی کہ جو شخص حساب اعمال پر یقین نہ رکھتا ہو اور پھر غفلت میں پڑا رہے *

تعجب ہی کہ جو شخص دنیا کے انقلاب پر یقین رکھتا ہو اور پھر اُسپر مطمئن رہے " *

اخیر کو اُس میں لکھا تھا " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ "

غلام کا مارڈالنا البتہ زیادہ غور کے لایق ہی مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ غلام کا اخلاق بچپہ ہی پر نہیں ہوتا بلکہ جوان پر بھی ہوتا ہی اور اُس میں یہہ قول بھی لکھا ہی کہ جسکو غلام کہا ہی وہ بالغ یعنی جوان تھا اور ڈاکہ ڈالا کرتا تھا اور اور برے برے کام کرتا تھا — پس صاف ظاہر ہی کہ وہ شخص اُس کے افعال سے واقف تھا اور وہ واجب القتل تھا اتفاقاً اُسکو ملگیا اور اُسنے مار ڈالا اور موسی سے کہا کہ اُس کے ماں باپ نیک ہیں خدا اُنکو نعم البدل دیگا مفسرین نے تو یہاں تک سلسلہ پہونچادیا ہی کہ پھر اُسکے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور ایک پیغمبر سے بیاہی گئی اُس سے بیٹی ہی پیدا ہوئی پس ان تمام واقعات میں کوئی ایسی بات نہیں ہی جو عجیب ہو اور عام حالات انسانی کے مطابق واقع نہوتی ہوں *

سید احمد

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد دوم] یکم رمضان سنہ ۱۳۱۳ هجري سنہ ۱۳۲۵ نبوي [نمبر ۱۲

(مضمون نمبر ۴۳)

عرب کے بتوں کے نام اور اُنکے حالات

کتابوں میں تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ عرب میں بہ‌الیس بت تھے — کچھہ عجب نہیں کہ اس سے زائد ہوں مگر کتابوں میں اسي قدر نام ملے ہیں — منجملہ اُنکے آٹھہ بت وہ ہیں جن کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہی *

ود — سواع — یغوث — یعوق — نسر — لات — منات — عزی *

علاوہ ان کے چونتیس اور بت ہیں جو لغت کي کتابوں اور دیگر کتابوں سے پائے جاتے ہیں *

ذوالکلب — هبل — اساف (مجاور الریح) — نائلہ (مطعم‌الطیر)— سعد — کثری — تیم — ذوالشری — باجر — جہار — اوال — مطرق — سعیر — عمیانس — فلس — رضا — ذوالکفین — بجہ — جریش — جاد — شارق — عائم — اقیصر — کسعہ — مدان — عرف — مناف — یالیل — جبہہ — ابراطلہ — خلصہ — شمس — رہام — فراض *

قرآن مجید میں جو پانچ نام ہیں یعني ود — سواع — یغوث — یعوق — نسر اُنکي نسبت مختلف اقوال کتابوں میں لکھے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ قابیل ابن آدم کي اولاد کے یہہ نام ہیں جنکے مرنے کے بعد اُنکے بت بنائے گئے تھے — بعض کہتے ہیں کہ قوم نوح میں سے چند نیک آدمي تھے جنکے یہہ بت بنائے گئے — بعض کہتے ہیں کہ ادریس کے پانچ بیٹے تھے جنکے یہہ بت ہیں — ان اقوال پر دو وجہ سے اعتبار نہیں ہوسکتا اول اسلیئے کہ اسبات کي کوئي قابل اطمینان سند موجود نہیں ہی کہ قابیل یا ادریس کي اولاد کے

یہہ نام تھے اور کہ اس کا ثبوت ہی کہ قوم نوح میں اُن ناموں کے چند نیک آدمي مشہور تھے — دوسرے یہہ کہ ان بتوں کي صورتوں جو کتابوں میں بیان کي ہیں بعض تو ان میں سے مرد اور عورت کي صورت ہیں — اگر انسانوں کے بت بنائے گئے ہوتے تو وہ سب انسانوں کي صورت کے ہوتے — اگرچہ بخاري میں یہہ روایت ہی کہ یہہ قوم نوح میں سے چند نیک آدمیوں کے نام ہیں جنکے بت بنائے گئے ہیں مگر اس حدیث کے سلسلۂ رواۃ میں ابن جریج ' عطا اور ابن عباس راوي ہیں — علامہ ابن حجر عسقلاني لکھتے ہیں کہ عطائي ملاقات ابن عباس سے کبھي نہیں ہوئي اور ابن جریج نے بھي عطا سے یہہ حدیث نہیں سني اور یہہ بھي لکھا ہی کہ ابن جریج جو حدیث عطا سے روایت کرتا ہی وہ ضعیف ہوتي ہی † *

ایک عام خیال یہہ ہی اور ہمارے نزدیک صحیح بھي ہی کہ بت پرست یہہ سمجھتے تھے کہ خداے تعالی نے کواکب کو مدبر عالم بنایا ہی اور اُن میں روحانیت بھي مانتے تھے اور اسي لیئے انکي پرستش کرتے تھے کہ خدا سے اُنکے سفارشي ہوں اور ارواح طیبہ اور ارواح خبیثہ کو موثر امور کائنات سمجھتے تھے اور اس لیئے اُن کي پرستش کرتے تھے تاکہ وہ مہربان ہوں اور اُنکي مضرت سے محفوظ رہیں اور اپنے خیالات کے موافق اُنکي مورتیں بناتے تھے اور نیک اور خدا رسیدہ آدمیوں کي بھي مورتیں بناکر اُنکي پرستش کرتے تھے اور اُن کي ارواح سے اپني حاجات مانگتے تھے جیسے کہ اس زمانہ میں اولیاء اللہ کے مزارات متبرک سے حاجات مانگي اور منتیں مانی جاتي ہیں — پس اس خیال سے مختلف صورتوں کے بت بت‌پرستوں نے بنائے تھے جنکي وہ پرستش کرتے تھے *

عراق عرب جو قدیم ملک کلدانیوں کا تھا وہاں بت‌پرستي کثرت سے رائج تھي — پس ہمکو اسبات کي تحقیق کرني مناسب ہی کہ عرب میں جو بت تھے

† دیکھو فتح الباري جلد ہشتم صفحہ ۵۱۱ —

اُن میں سے کونسے بت خاص عرب کے تھے اور کونسے بت ایسے تھے جو کلداني قوموں میں سے عرب میں آگئے تھے — اُن امور کي تحقیق قابل اطمینان نہایت مشکل ہی ' کیونکہ ہمارے ہاں کي عربي کتابوں میں ان تمام امور کا قابل اطمینان ملنا محالات سے ہی مگر جہاں تک ہم سے ممکن ہوگا ہم اسکي تحقیق میں کوشش کرینگے — سب سے پہلے ہم " نسر " جو عرب میں بت تھا اُسکي نسبت لکھتے ہیں *

یہہ بات پہلے سمجھہ لیني چاہیئے کہ برجوں کے یا کواکب کے مجموعوں کي جو صورتیں علماے ہیئت نے قرار دي ہیں وہ حقیقت آسمان میں وہ صورتیں بني ہوئي نہیں ہیں بلکہ ایک مجموعہ ستاروں کا اسطرح پر واقع ہوا ہی کہ اگر اُس مجموعہ کے اطراف کے ستاروں پر خط فرض کیا جاوے تو ایک صورت پیدا ہوتي ہی اور جرضرورت کہ اسطرح پر پیدا ہوتي ہی اُس مجموعہ ستاروں کا اسي صورت پر نام رکھدیتے ہیں — اسکا سبب یہہ ہی کہ جب ایک جگہہ ستاروں کا مجموعہ ہی اور اُن میں سے ہم کسي ایک ستارے کا نشان دینا چاہیں تو اُسکا نشان دینا نہایت ہي مشکل بلکہ غیر ممکن ہوجاتا ہی ' لیکن جب ہم نے ایکصورت فرض کرلي مثلاً انسان کي یا جانور کي ' تو جو ستارہ اُس مقام پر آیا ہی جہاں کہ ہم نے اُس صورت کا سر فرض کیا ہی اور اُس ستارہ کا ہم نشان دینا چاہتے ہیں تو ہم بخوبي بتاسکتے ہیں کہ وہ ستارہ اُس صورت کے سر پر ہی — اسیطرح جو ستارہ پاؤں پر ہی اسکو بخوبي بتاسکتے ہیں کہ وہ ستارہ اس صورت کے پاؤں کے مقام پر واقع ہی ' پس یہہ صورتیں واسطے آسانی نشان دینے ستاروں کے فرض کرلي گئي ہیں ' نہ یہہ کہ درحقیقت آسمان پر یہہ صورتیں ہیں *

نسر

آسمان کے شمالي حصہ میں ایک مجموعہ ستاروں کا واقع ہی جس پر بطور مذکورہ بالا خطوط

نسربت کی تصویر

جو

کالڈیا کے کھنڈرات مین سے کھود کر نکالی گئی ہے

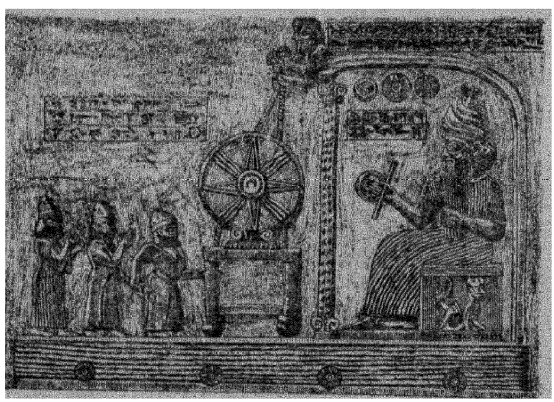


(مطبوعہ مفید عالم پریس آگرہ)

شماش بت یعنی سورج کے خدا کی تصویر

جو

کالڈیا کے ٹیلون مین سے کھود کر نکالی گئی ہے



(مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ)

فرض کرنے سے ایک اُڑتے ہوئے جانور کی صورت بن جاتی ہی جسکا نام نسر طائر قرار دیا گیا ہی اور چند ستارے اور ہیں جن پر خط فرض کرنے سے ایک جانور کی شکل بن جاتی ہی جو اوپر سے کندے تولکر نیچے اُترتا ہو اور مثلث کی مانند دکھائی دے اُس کا نام نسر واقع رکھا ہی *

نسر کہتے ہیں کرگس یا عقاب کو جسکو ہندی میں گد اور انگریزی میں (Eagle) ایگل کہتے ہیں — نسر ارض حمیر میں قبیلہ ذوالکلاع کا بت تھا اور بقو جشم ظہور اسلام تک اُسکی پرستش کرتے رہے عربی کی کسی کتاب میں بجز اس کے کہ یہہ بت گد کی صورت کا تھا اور کچھہ زیادہ تفصیل نہیں ہی † عبداللہ ابن عباس سے روایت ہی کہ طوفان نوح میں یہہ پانچوں بت چلکاذکر سورہ نوح میں ہی زمین کی تہ میں دب گئے تھے عربوں نے سالہا سال کے بعد اُن کو زمین سے نکال کر اپنا معبود ٹھہرایا تھا ، مگر مشکل یہہ ہی کہ قرآن مجید سے یا توریت سے یہہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اُمت نوح نے قبل زمانہ طوفان مجسم بت بناکر اُنکی پرستش کی ہو — اُمت نوح بے شک مشرک تھی اور وہ غیر خدا کی پرستش کرتے تھے مگر یہہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اُنھوں نے روحانیات یا کواکب یا اور کسی کی صورتوں کے بت بنا کر اُنکی پرستش کی ہو — جناب مولوی عنایت رسول صاحب نے اپنے خط میں جو یکم رجب سنہ ۱۳۱۳ نبوی کے تہذیب الاخلاق میں چھپا ہی ارقام فرمایا ہی کہ روحانیت خواہ ملایکہ ہوں یا ارواح کواکب یا اور کوئی ارواح ، اُن کی پرستش بھی بت پرستی میں داخل ہی — یہہ بات بالکل درست ہی اور قوم نوح میں بلاشبہہ غیرخدا کی پرستش جاری تھی مگر ہمکو اس بات کی تلاش ہی کہ قوم نوح نے قبل طوفان مجسم مورتیں بنائی تھیں اور اُن مجسم مورتوں کی پرستش کرتے تھے — اسبات کا ٹھیک پتا اور صاف صاف ثبوت ہمکو نہیں ملتا ہی *

† دیکھو فتح الباری جلد ہشتم صفحہ ۵۱۳ —

حال میں کالڈیا اور نینوہ کے میدان اور ٹیلے کھودے گئے ہیں اور اُنمیں سے بہت سے قدیم بت نکلے ہیں اور ایک بت نسر کا بھی نکلا ہی اگر ہم توریت کے مندرجہ حساب کو صحیح سمجھیں تو حضرت نوح سنہ ۱۰۵۶ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۶۵۷ دنیوی میں طوفان ہوا تھا اور بابل کی تعمیر سنہ ۱۷۷۰ دنیوی میں ہوئی تھی یعنی (۱۱۳) برس بعد طوفان کے اور نینوہ کی تعمیر سنہ ۱۷۸۶ دنیوی میں ہوئی یعنی (۱۳۰) برس بعد طوفان کے — پس جو بت کھوہاں بنائے گئے تھے وہ غالبا اُسی زمانہ میں یا اُسکے بعد بنائے گئے ہونگے جب وہ شہر تعمیر ہوئے تھے اور اسلیئے جو بت کہ وہاں سے نکلے ہیں اُنکی نسبت یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ طوفان سے پہلے کے تھے *

یہہ بت جو کالڈیا میں سے نکلا ہی اُسکی تصویر ہم اس آرٹیکل کے ساتھہ چھاپتے ہیں اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اُسکا بدن، ہاتھہ پاوں، قد وقامت سب انسان کا سا بنایا ہی صرف چہرہ گد کا ہی اور ہو پھر ہیں — اُسکے ایک ہاتھہ میں مقدس درخت کی تصویر ہی یعنی اُس درخت کی جو بہشت میں تھا اور جسکا پھل کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا اور اس درخت کے دونوں طرف دو فرشتے ہیں جو اُسکی نگہبانی یا پوجا کر رہے ہیں اور دوسرے ہاتھہ میں ایک پھل ہی غالبا اُسی درخت کا — نہایت قدیم زمانہ کے بت اکثر اسیطرح کے ہوتے تھے اُن میں کچھہ اعضا انسان کے کچھہ حیوان کے بنائے جاتے تھے — اب یہہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ عرب میں جو نسر کا بت تھا اُسکی یہی شکل تھی یا اور کسیطرح کی — جو کہ عرب میں کالڈیا سے بت لائے گئے تھے اسلیئے سمجھا جاسکتا ہی کہ عرب میں نسر کا بت اسی شکل کا تھا *

کالڈیا میں یہہ بت معلوم نہیں کس نام سے موسوم تھا مگر کتاب دوم سلاطین اور کتاب اشعیا میں (נסרוך) نسروک اُسکا نام آیا ہی اُسکا ایک مندر تھا اور سنحیریب بادشاہ اشور کو اس بت کی پوجا کرتے

وقت اُسکے بھائی نے مار ڈالا تھا چنانچہ کتاب دوم سلاطین میں یہہ عبارت مندرج ھی " پس سنحیریب ملک اشور رحلت نمودہ و روانہ شدہ برگشت و در نینویہ ساکن شد و واقع شد ھنگامیکہ در خانۂ خدائے خود نسروک سجدہ مینمود پسرانش ادرملک و شراصر اورا بشمشیر زدند وبولایت ارراط فرار کردند وپسرش ایسر حدون بجایش ملک شد "—

(کتاب دوم سلاطین باب ۱۹ ورس ۳۶ و ۳۷ و کتاب اشعیا باب ۳۷ ورس ۳۷ و ۳۸) *

ود

یہہ بھی ایک بت عرب میں تھا جسکی قبیلہ بنوکلاب پرستش کرتے تھے اور یہہ بت دومۃالجندل میں تھا عربی لغتوں میں واقدی کی روایت کی بناپر صرف اسقدر لکھا ھی کہ یہہ بت مرد کی صورت پر تھا اور کچھہ تشریح نہیں لکھی *

قرآن مجید میں ود منصرف آیا ھی اور اس سے معلوم ھوتا ھی کہ یہہ عربی زبان کا لفظ ھی کیونکہ اگر یہہ عجمی لفظ ھوتا تو عجمہ اور علمیت پانے کے سبب سے غیر منصرف ھوتا *

ود کے معنی دوستی کے ھیں مگر یہہ معلوم نہیں ھوسکتا کہ کس خیال پر اس بت کا نام ود رکھا گیا اور یہہ بت اُن پانچوں بتوں میں سے ھی جنکا ذکر سورۂ نوح میں آیا ھی اور جنکی نسبت بیان ھوا ھی کہ وہ طوفان نوح میں زمین کی تہ میں دب گئے تھے عربوں نے کھود کر نکالا اور اپنا معبود ٹھہرایا *

ھم بیان کرچکے ھیں کہ کوئی کافی ثبوت اس بات کا نہیں ھی کہ طوفان سے پہلے مجسم مورتیں بتوں کی بناکر پوجی گئی تھیں مگر کالڈیا میں جب بعد طوفان کے وہ آباد ھوا بت پرستی کا بہت رواج ھوگیا تھا — کچھہ عجب نہیں کہ عرب میں وھاں سے کوئی بت لایا گیا ھو اور اُسکی پرستش ھونے لگی ھو — کالڈی زبان میں (اد) سورج کو کہتے تھے لیکن اسبات کا کوئی قرینہ نہیں ھی کہ ود وھی لفظ ھی جو کالڈیا میں (اد) کہلاتا تھا مگر کالڈیا میں (اد) یعنی سورج کا جو مندر تھا اور زمین کھودنے سے وہ برآمد ھوا ھی اُس کا ذکر ھم پچھلے تہذیب الاخلاق میں لکھہ چکے ھیں اور جو تصویر اس مقام سے نکلی ھی اُسکو اس آرٹیکل کے ساتھہ چھاپتے ھیں — جس تختی پر یہہ تصویر ملی ھی اُسپر لکھا ھی کہ یہہ "شماش" یعنی سورج کے خدا کی تصویر ھی — اس تصویر کے دیکھنے سے معلوم ھوتا ھی کہ ایک شخص جسکی صورت مرد کی ھی تخت پر بیٹھا ھی جو سورج کا خدا ھی اُس کے آگے آسمانی روحیں سورج کو ڈوریوں میں باندھکر لٹکا رھی ھیں اور لوگ اُسکی پرستش کر رھے ھیں — اس شخص کے سرپر تین دائرے بنے ھوئے ھیں جو چاند ' سورج اور اشتر (زھرہ) کے نشان ھیں *

آسمان پر ستاروں کے متعدد مجموعے ھیں جنکے اطراف پر خط کھینچنے سے مرد کی شکل پیدا ھوتی ھی ان مجموعوں کے نام یہہ ھیں قیقاؤس — عوا — جاثی — برساؤش — ممسک الاعنہ — حوا — جبار وغیرہ یہہ تحقیق نہیں ھوسکتا کہ " ود " جسکی صورت واقدی کی روایت کی بناء پر مرد کی بیان ھوئی ھی ان مجموعوں میں سے کس مجموعے کی طرف منسوب ھی ' لیکن اس میں شبہہ نہیں ھی کہ اُسکی پرستش کسی مجموعۂ کواکب کی پرستش ھوگی کیونکہ بت پرست قرمیں جو عرب یا کالڈیا میں بھتی تھیں ستاروں میں روحانیت کو تسلیم کرتی تھیں اور اُنکو مدبر فی الکائنات خیال کرکے اُنھی کی مجسم مورتیں بناکر پوجتی تھیں پس ود کی صورت کسی ایسے ھی مجموعۂ کواکب کو بنائی گئی ھوگی جس کے اطراف پر خط کھینچنے سے مرد کی شکل پیدا ھوجاتی ھے *

سواع

یہہ بھی اُن پانچ بتوں میں سے ایک تھا جن کا ذکر سورہ نوح میں آیا ھی - واقدی کی روایت میں کوئی تشریح اس بت کی سوائے اسکے نہیں ھی کہ وہ عورت کی شکل پر بنایا گیا تھا - بخاری کی حدیث میں جو ابن عباس سے مروی ھی مذکور ھی کہ یہہ بت قبیلہ بنوھذیل کا تھا - علامہ ابن حجر نے ابن اسحق کے حوالہ سے بیان کیا ھی کہ یہہ بت مقام رھاط میں تھا جو ملک حجاز میں سمندر کے کنارہ پر واقع ھی - معجم البلدان میں لکھا ھی کہ رھاط مکہ اور مدینہ کے درمیان مکہ سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ھی اور احمد بن واضح کاتب عباسی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ھی کہ اس بت کو قبیلۂ کنانہ کے لوگ پوجتے تھے مگر اُس کا مقام بیان نہیں کیا — بعض نے لکھا ھی کہ یہہ بت ذوالکلاع الحمیری کی اولاد کے پاس تھا پھر اُن سے بنو حمیر کے سب قبائل کے پاس پہونچا - محیط المحیط میں ھی کہ اس بت کی بنو ھمدان پرستش کرتے تھے *

واقدی کی روایت کو اگر تسلیم کیا جاے تو کچھہ عجب نہیں ھی کہ یہہ بت بھی کسی ایسے مجموعۂ کواکب کے خیال سے بنایا گیا ھوگا جسکی اطراف پر خط کھینچنے سے عورت کی شکل پیدا ھوتی ھی - ذات الکرسی - مراۃ المسلسلہ اور سنبلہ تین ایسے ھی مجموعے ستاروں کے ھیں جنکی شکل علماے ھیئت نے عورت کے مشابہ بنائی ھی - ذات الکرسی آسمان کے نصف کرۂ شمالی میں واقع ھی اور اُس میں تیرہ ستارے ھیں اس مجموعہ کی اطراف پر خطوط کھینچنے سے ایک عورت کی شکل بن جاتی ھی جو کرسی پر بیٹھی ھوئی ھی - اور مراۃ المسلسلہ بھی ایک مجموعہ ستاروں کا نصف کرۂ شمالی میں ھی جس میں تیئیس ستارے ھیں اور اسکی شکل بھی عورت کی ھی - سنبلہ جسکو عذرا بھی کہتے ھیں منطقۃ البروج کا ایک برج ھی جس میں چھبیس ستارے داخل ھیں اور اُسکی شکل بھی عورت کی ھی جو خوشۂ گندم ھاتھہ میں لیئے ھوئے ھی - پس غالباً سواع کی شکل انھی مجموعوں میں سے کسی ایک کی پرستش کے خیال سے بنائی گئی ھوگی *

یغوث

بخاری کی روایت سے جو ابن عباس سے مروی ھی معلوم ھوتا ھی کہ یہہ بت بنو مراد کا تھا پھر بنو غطیف اس کی پرستش کرنے لگے اور اسی روایت سے معلوم ھوتا ھی کہ یہہ بت مقام جرف میں تھا جو شہر سبا کے قریب واقع ھی سبا کے قریب ھونے سے غالبا یہہ مراد ھی کہ جرف یمن میں واقع ھی مشترک حموی اور معجم البلدان میں لکھا ھی کہ محدثین کے نزدیک جرف یمن میں ایک مقام ھی اور ایک محدث کا نام بھی بتایا ھی جو اسی مقام کی طرف منسوب ھونے سے جرفی کہلاتا ھی مگر بخاری کے حاشیہ پر جرف کی جگہہ جوف بھی ایک نسخہ لکھا ھی اور غالبا یہہ صحیح معلوم ھوتا ھی کیونکہ جوف یمن میں ایک وادی ھی اور غالبا یہہ بت اسی وادی میں تھا — عینی شارح بخاری نے اسی نسخہ کو اختیار کیا ھی — دو نسخے لفظ جرف پر اور لکھے ھیں ان میں سے ایک نسخہ جون ھی - معجم البلدان میں لکھا ھی کہ جون ایک پہاڑ ھی اور بعض کے نزدیک یمامہ میں ایک قلعہ ھی جسکو طسم وجدیس نے جو عرب کے قدیم قبیلے تھے بنایا تھا لیکن اگر الفاظ "عند سبا" کو جو روایت بخاری میں ھیں تسلیم کیا جاے تو اس نسخہ پر کچھہ بھی اعتبار نہیں رھتا - ایک نسخہ حوف ھی اور غالباً یہہ وھی لفظ جوف ھی جسکو بعض نے حاے حطی سے بیان کیا ھی - چنانچہ معجم البلدان میں لکھا ھی کہ جوف مراد اور جوف

همدان دو مقام یمن میں ہیں جنکو بعض لے حاشد خطی سے روایت کیا ہی *

محیط المحیط اور صناجۃ الطرب میں لکھا ہی کہ یہہ بت قبیلہ مذحج کا اور یمن کے کئی قبیلوں کا تھا اور اُس کا مقام وہی بہان کہا ہی جو قبیلہ مذحج کے رہنے کا مقام ہی — اور بعض تفسیروں میں لکھا ہی کہ بنوطے نے یغوث کو اپنی بستیوں میں رکھا اور اُسکی پرستش کرتے تھے — پھر بنو مراد اُن سے چھین کر لیگئے بنو ناحیہ نے چاہا کہ اُن سے بت چھین لیں مگر وہ اس خوف سے بت کو لیکر بھاگے اور بنو حرث کے ملک میں آرہے جہاں اس بت کی عرصۂ دراز تک پرستش ہوتی رہی *

واقدی کی روایت میں جو فتح الباری میں درج ہی بیان ہوا ہی کہ یہہ بت شہر کی شکل تھا — منطقۃ البروج میں ایک ستاروں کا مجموعہ ہی جسکو برج اسد کہتے ہیں اور جس میں ستائیس ستارے داخل ہیں اس مجموعہ کے اطراف میں خط ملانے سے شیر کی شکل پیدا ہوتی ہی پس کچھہ عجب نہیں ہی کہ یغوث کی شکل اسی مجموعے کی پرستش کے خیال پر بنائی گئی ہو *

یعوق

بخاری کی روایت میں مذکور ہی کہ یعوق بنو همدان کا بت تھا اور علامۂ ابن حجر نے لکھا ہی کہ بنو مراد بھی اسکی پرستش کرتے تھے مگر اس بت کا کوئی مقام بیان نہیں کیا ہی غالباً جن شہروں میں بنو همدان اور بنومراد بستے تھے اُنھی میں یہہ بت ہوگا — اور بعض تفسیروں میں لکھا ہی کہ یہہ بت پہلے بنو کہان کا تھا پھر بنو همدان کے پاس وراثت میں پہونچا *

واقدی کی روایت میں اس بت کی شکل گھوڑے کی بیان ہوئی ہی — آسمان کے نصف کرۂ شمالی میں ستاروں کا ایک مجموعہ ہی جسکو فرس اعظم کہتے ہیں اور اس میں بیس ستارے داخل ہیں جنکی اطراف پر خط کھینچنے سے ناقص گھوڑے کی شکل پیدا ہوتی ہی جسکے پچھلے دو پاؤں اور کفل اور دم نہیں ہی — غالباً انھی ستاروں کی پرستش کے خیال سے یعوق کو گھوڑے کی شکل پر بنایا ہوگا *

† تاریخ مسعودی میں لکھا ہی کہ بت پرستی سے پہلے ستارہ پرستی شروع ہوئی تھی اور چونکہ ستارے کبھی طلوع کرتے ہیں اور کبھی غروب ہوجاتے ہیں — اسلیئے مختلف ستاروں کی مختلف شکلیں بناکر اُنکی پرستش کرنے لگے اور اسطرح بت پرستی کا اغاز ہوا اسکے بعد رفتہ رفتہ ستارہ پرستی موقوف ہوکر اس کی جگہہ بت پرستی قائم ہوگئی — پس کچھہ عجب نہیں ہی کہ ان مذکورہ بالا پانچ ستاروں کی پرستش اسیطرح شروع ہوئی ہو اور حقیقت میں اُنکی شکلیں آسمانی کواکب کی صورتوں پر بنائی گئی ہوں جیسا کہ واقدی کی روایت میں بیان ہوا ہی *

تفسیر لباب التاویل میں لکھا ہی کہ یغوث اور یعوق یاتو اسلیئے غیر منصرف آئے ہیں کہ یہہ عجمی نام ہیں اور انمیں علمیت اور عجمہ دو سبب غیر منصرف ہونیکے موجود ہیں یا یہہ دونوں لفظ عربی ہیں اور علمیت اور وزن فعل دو سبب غیر منصرف ہونے کے اُن میں موجود ہیں — ہمارے نزدیک ان بتوں کا غیر ملکوں یا غیر قوموں سے منتقل ہوکر عرب میں آنا پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچا ہی اور جہاں تک ثبوت پہم پہونچا ہی وہ صرف اس بات کا ثبوت ہی کہ یہہ بت ایام جاہلیت میں عرب میں موجود تھے اور عرب کے مختلف قبائل اُنکی پرستش کرتے تھے اور اسی لیئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یغوث اور یعوق کے سوا باقی سب نام جو منصرف ہیں عربی زبان

† دیکھو تاریخ مسعودی مطبوعہ پیرس جلد ۴ صفحہ ۲۳ و ۲۴ —

کے الفاظ ہیں اور یغوث اور یعوق اسلیئے غیر منصرف آئے ہیں کہ اُن میں غیر منصرف ہونے کے دو سبب موجود ہیں وزن فعل اور علمیت نہ اسلیئے کہ اُن میں عجمہ اور علمیت دو سبب منصرف نہ ہونے کے پائے جاتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک یہہ نام بھی عربی زبان کے ہیں پس درحقیقت یہہ تمام بت جنکا ذکر اوپر ہوا اور جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں عرب کے بت ہیں اور اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہی کہ وہ حضرت نوح کے زمانہ میں طوفان سے پیشتر کالدیا اور اطراف کالدیا میں پوجے جاتے تھے کیونکہ عبری اور کالدی زبان کا لغت دیکھنے سے اور جو بت کالدیا کے کھنڈرات کھود کر نکالے گئے ہیں اُنکے نام اور صورت ملانے سے یقین ہوجاتا ہی کہ طوفان سے پیشتر کوئی بت اُن بتوں کا ہمنام اور ہمشکل کالدیا میں موجود اور معبود نہ تھا — پس تمام مفسرین نے جو آیت وقالوا لاتذرن آلہتکم ولاتذرن ودا ولا سواعاً ولا یغوث ویعوق ونسرا " میں قالوا کی ضمیر کا مرجع قوم نوح کے لوگوں کو قرار دیا ہی — ہم اس سے اختلاف کرتے ہیں ہمارے نزدیک اس آیت کو نوح کے قصہ سے جو اس سے پہلے اور بعد بیان ہوا ہی کوئی تعلق نہیں ہی بلکہ یہہ آیت بطور جملہ معترضہ کے ہی اور قالوا کی ضمیر کا مرجع یعنی یہہ بات کہنے والے کہ تم اپنے خداؤں کو نہ چھوڑنا نہ ود کو نہ سواع کو نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو خود اہل عرب ہیں جو آنحضرت کے زمانہ میں ان بتوں کی عبادت کرتے تھے — اور جب سورۂ نوح میں قوم نوح کے کفر و ضلالت کا ذکر ہوا کہ شرک سے اُنکو منع کیا گیا تھا اور جو وبال اُن پر آیا تھا اُس کا ذکر بھی ہوا تو کفار عرب آپس میں کہنے لگے کہ ہم اپنے بتوں کو نہیں چھوڑینگے — پس یہہ آیت سورۂ نوح میں اسلیئے بطور جملہ معترضہ کے اسیطرح آئی ہی جسطرح سورۂ ہود میں آیت " ام یقولون افتراہ قل ان افتریتہ فعلی اجرامی وانا بری مما تجرمون " بطور جملۂ معترضہ کے نوح کے قصہ کے درمیان واقع ہوئی ہی اور مفسرین نے بھی مقاتل کی روایت پر اسکو جملۂ معترضہ ٹھہرایا ہی اور لکھا ہی کہ اس آیت کے مضمون کو اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہی جسکے درمیان یہہ واقع ہوئی ہی مفسرین نے یقولون کی ضمیر کا مرجع قریش کو اور افتراہ کی ایک ضمیر کا مرجع آنحضرت کو اور دوسری ضمیر کا مرجع قرآن شریف کو قرار دیا ہی اور اسی ترکیب کے موافق شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہی کہ

یا محمد آیا میگویند بربستہ است قرآن را بگو اگر بر بستہ ام پس بر منست گناہ من و من بے تعلقم از گناہ کردن شما یعنی اے محمد کیا قریش کہتے ہیں کہ محمد نے قرآن بنا لیا ہی تم کہدو کہ اگر میں نے بنا لیا ہی تو میرا گناہ مجھپر ہی اور میں تمہارے گناہوں سے بے تعلق ہوں *

امام فخرالدین رازی نے خود اس بات پر اعتراض کیا ہی کہ یہہ بت قوم نوح کے تھے اور اُن سے منتقل ہو کر عرب تک پہونچے چنانچہ اُنھوں نے لکھا ہی کہ اس آیت میں ایک مشکل ہی اور وہ یہہ ہی کہ دنیا طوفان کے وقت برباد ہوگئی تھی پھر یہہ بت کسطرح قائم رہے اور منتقل ہو کر عرب تک کہونکر پہونچے — یہہ کہنا تو ممکن نہیں ہی کہ نوح علیہ السلام نے ان بتوں کو اُٹھا کر کشتی میں رکھ لیا ہوگا کیونکہ وہ تو بتوں کو مٹانے اور توڑنے کو آئے تھے یہہ کیونکر کہا جاسکتا

وفیہ اشکال لان الدنیا قد خربت فی زمان الطوفان فکیف بقیت تلک الاصنام و کیف انتقلت الی العرب ولا یمکن ان یقال ان نوحا علیہ السلام وضعھا فی السفینۃ و امسکھا لانہ علیہ السلام انما جاء لنقیھا و کسرھا فکیف یمکن ان یقال انہ وضعھا فی السفینۃ سعیا منہ فی حفظھا —
(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ و ۳۶۶)

ہی کہ اُنھوں نے ان باتوں کی حفاظت میں کوشش کی اور اسلیئے انکو اپنی کشتی میں رکھہ لیا تھا — امام صاحب نے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا اور جواب دینا اُس زمانہ میں ممکن بھی نہ تھا کیونکہ نہ اسوقت تک کالڈیا کے بت زمین کھود کر نکالے گئے تھے نہ اُنکی زبان ' مذہب ' تاریخ اور علوم سے کوئی اُسوقت تک آگاہ تھا پس کسطرح اس بات کی تحقیق ممکن تھی کہ یہہ بت حقیقت میں قوم نوح کے بت تھے جو طوفان سے پہلے کالڈیا میں پوجے جاتے تھے اور جو منتقل ہوکر اہل عرب کے پاس پہونچے یا یہہ بت خود عرب والوں کے بت تھے جو غیر ملک اور غیر قوم سے منتقل ہوکر عرب میں نہیں آئے تھے *

سید احمد

(مضمون نمبر ۴۴)

طوفان کے قصہ پر

جو کالڈیا کی اینٹوں پر کندہ ہی

تاریخخانہ ریمارک

بظاہر یہہ نظم ایک شاعرانہ خیال ہی جسے کسی بت پرست نے منظوم کیا ہی — طرز بیان دلالت کرتا ہی کہ خود نوح علیہ السلام نے بیان کیا ہی — حالانکہ یہہ ایینتیں حضرت نوح کی وفات کے بعد کی ہیں بیان اُسکا یہہ ہی کہ نیفوا شہر جو موصل سے پورب دجلہ کے کنارے ۶۶ درجہ ۳ دقیقہ طول ۳۶ درجہ ۳ دقیقہ عرض پر واقع ہی قدیم شہر ہی یہہ قدیم زمانہ میں الجزیرہ کا جسے یونانی اسیریا کہتے ہیں دارالسلطنت تھا یونس نبی کا قصہ یہیں واقع ہوا تھا — وہی اوجز کرکے موصل آباد ہوا اس شہر میں ایک مقدر تھا جس میں نسر بت کی مورت وکہی تھی وہاں کے لوگ اُسکی پرستش کرتے تھے وہاں کے بادشاہ سقحیریب اور بنی اسرائیل سے اشعیا نبی کے زمانہ میں سخت لڑائی ہوئی یہہ شہر آباد کیا ہوا ۳۸۱۶ آشور کا تھا جیسا سفرالتکوین باب ۱۰ میں لکھا ہی اب ہمکو یہہ تحقیق کرنا ضرور ہی کہ اشور کون تھا اور کب اسنے نیفوا آباد کیا اسقدر تورات سے ثابت ہی کہ اشور حام بن نوح کی اولاد میں ہی سن ولادت و وفات معلوم نہیں لیکن تورات سے یہہ معلوم ہی کہ نمرود حام بن نوح کا پوتا تھا اور وہ بڑا سرکش صاحب اقتدار تھا اسکا دارالسلطنت شہر بابل قریب بغداد کے تھا تمام عراق عرب و اکثر بلاد عرب پر اسکا قبضہ تھا — اسکا سن ولادت و وفات لکھا نہیں ہی لیکن اسقدر ثابت ہی کہ یہہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں تھا اور اُنھوں کے ہاتھہ سے مارا گیا اور اُسکی سلطنت برباد ہوئی اُسکی لڑائی جو حضرت ابراہیم کے ساتھہ ہوئی سفرالتکوین باب ۱۴ میں مذکور ہی طوفان کے بعد سن طوفانی عراق وغیرہ ملکوں میں خصوصا اولاد نوح میں جاری تھا چنانچہ ارباب زیج سن طوفانی اپنے دفاتر میں قایم کرتے ہیں تورات میں بھی اُس سے حساب کیا ہی پیدایش حضرت ابراہیم علیہ السلام سنہ ۲۹۳ طوفانی میں تھی اوج وفات حضرت نوح سنہ ۳۵۰ طوفانی میں ۔ ہجرت حضرت ابراہیم ارض فلسطین میں سنہ ۳۶۸ طوفانی میں = سنہ ۳۷۰ طوفانی میں جنگ نمرود و حضرت ابراہیم اور موت نمرود ہی جب یہانتک معلوم ہوا تو کہتے ہیں کہ تا زمانہ نمرود کسی کو مجال بغاوت وخروج نہ تھی اُسکے مرنیکے بعد جب سلطنت عراق برباد ہوئی اُس وقت اشور مذکور نے خروج کیا اور ایک جماعت کا سردار بن کے شہر نینوا آباد کیا غالباً اسکی آبادی سنہ ۴۰۰ طوفانی میں ہو پس نوح کی وفات کے پچاس برس بعد آبادی نینوا ثابت ہی اسلیئے ہسی سادرا نوح تو نہیں ٹھہرتا نہ یہہ تحریر زمانہ نوح علیہ السلام کی = اور قصہ وہی ہی جو نوح کے حالات میں تورات میں ثبت ہی لہذا یہہ دوسرا طوفان بھی نہیں قرار پاسکتا لہذا قیاس ہوتا ہی کہ

یہہ نظم کسی بہت پرست کی اختراع ہی نوح کے لڑکے حام سام اور یافث تو کشتی میں بیٹھے تھے اُن سے قصہ طوفان بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی ہاں حام بن نوح نے جو کشتی میں موجود تھے اگر طوفان کی روایت اپنے کسی لڑکے سے کی ہو تو عجب نہیں حام کے معنی عبرانی میں گرم کے ہیں اور مجازاً سورج کیونکہ کواکب میں اسکی گرمی واضح ہی ہسی سادرا اُسی کا ترجمہ ہی غالبا یہہ لفظ قبطی ہو اور حام کے پوتے کا نام لحبیم لہابیم تھا اُس کے معنی ہیں لہبہ و شعلہ اُسیکا ترجمہ از دوبارا ہی اس سے مفہوم ہوتا ہی کہ حام بن نوح نے اپنے پوتے لہابیم سے طوفان کی روایت کی ہوگی لیکن حام اور اُسکی اولاد پر نوح علیہ السلام نے لعنت کی ہی - حام کی اولاد اکثر بت پرست تھی روایت طوفان اُن بت پرستوں نے اپنے ڈھنگ پر بنائی شدہ شدہ کسی شاعر نے اُسے اُس طور پر نظم کردیا جو اہلفتوں پر کھدہ ہی پس اُس نظم سے جسکا نہ سر ہی نہ پاؤں تورات پر کیا اعتراض ہوسکتا ہی اب ہم کہتے ہیں کہ علماء یورپ جو تجویز کرتے ہیں کہ یہہ تحریر دوہزار برس پہلے مسیح سے ہی اسپر کوئی داخل نہیں اہل یورپ کی یہدلیل تجویز کو کون مانتا ہی سنہ طوفانی اولاد نوح میں بخوبی جاری تھا اور اکثر بلاد میں شایع — لیکن اُسکی دو روایتوں تھیں ایک روایت طوفان کی اولاد سام میں اور ایک اولاد حام میں- اولاد حام روحانیات کی پرستش کرتی تھی اسلیئے اُن میں ریاضی و نجوم خوب مروج تھا حام کی اولاد میں جو روایت طوفان کی تھی اہل زیج نے اُسے اختیار کیا چنانچہ تقاویم میں وہ سنہ لکھا جاتا ہی اُس حساب سے سنہ ۲۸۰۴ طوفانی میں جلوس بخت نصر ہی جلوس بخت نصر سے سنہ اُسکا جاری ہوا جو سنہ قبطی کہلاتا ہی سنہ ۴۳۶ قبطی مطابق سنہ ۳۲۴۰ طوفانی میں جلوس اسکندر رومی ہوا اُسوقت تحویل آفتاب برج میزان میں تھی سنہ ۳۱۲ رومی مطابق سنہ ۷۲۸ قبطی مطابق سنہ ۲۷۲۴ طوفانی میں ہوا اُس سے دو ہزار برس پہلے سنہ ۷۲۴ طوفانی تھا کہ وہ زمانہ بنی اسرائیل کے مصریوں کے قید میں ہونے کا ہی تب اُنکو فیذرا کے لوگوں سے خلط کا کوئی موقع نہ تھا کہ اُنہوں نے طوفان کی روایت کر اُن سے اخذ کیا سنہ ۱۰۵۷ طوفانی میں بنی اسرائیل مصر سے فرعون کی قید سے نکلے اور چالیس برس عربستان میں رہے اُسوقت میں بھی کوئی صورت خلط عراقیوں سے نہ تھی اگر خلط ہوا ہوگا تو بعد موسی علیہ السلام کے ہوا ہوگا جب تورات پورا ہو چکا تھا جس میں طوفان نوح کا بیان بصراحت ہی لہذا یہہ خیال کہ یہودیوں نے طوفان کا افسانہ کلدانیوں سے لیا ہی بالکل غلط ہی ایک نقشہ سنہ طوفانی کا ہم تورات اور ملاخیم یعنی سلاطین سے مرتب کرکے نقل کر دیتے ہیں جس سے اہل نظر حساب کرلینگے فقط اب رہا یہہ بیان کہ طوفان کا قصہ واقعی نہیں ہی اور اینٹ پر جو کندہ ہی اس میں بیان ہی اُن تغیرات موسم کا جو آفتاب کے برج دلو میں ہونے سے عراق میں حادث ہوتا ہی یعنی جب آفتاب برج دلو میں ہوتا ہی تو کالڈیا میں بارش بکثرت ہوتی ہی اسکا کوئی ثبوت نہیں اور کثرت بارش اور ہی اور طوفان اور - جو کندہ ہی اُسے اس تاویل سے کوئی مناسبت نہیں یہہ تحقیق ہی کہ اہل علماء یورپ کی جو اس زمانہ میں فلسفہ شمار ہوتے ہیں اب ہم ایک بات اور باختصار تمام لکھتے ہیں علم النجوم میں

یہہ مقرر هی کہ اگر قران اعظم علویین اول حمل میں هو اور جملہ کواکب سیارہ وهاں مجتمع هوں اور هو مدبر تمر یا مشتري تو هوا طوفان هوتا هی جس سے اکثر معمورات غرق هوجاتے هیں اور اگر انتها تسور اعظم کسي برج آبي میں زحل یا مریخ کي حد میں هوتا هی اور سبعہ سیارہ اُس میں جمع هوتے هیں اُسوقت بهي ایسا هي طوفان هوتا هی جب یہہ معلوم هوا تو کہتے هیں کہ ایلمک پر جو کتبہ هی اُس میں فکر کرنے سے معلوم هوتا هی کہ اُسمیں بیان هی اُس وضع فلکي کا جو طوفان نوح کے وقت میں تهي لیکن چونکہ کندہ کرنے والے کواکب پرست تهے تو سیارات کو دیوتا کرکے لکها هی اور چونکہ یہہ روایت حام بن نوح تک مشتهر هوتي هی جو طوفان کے وقت میں کشتي میں موجود تها لہذا یہہ درپارہ وضع فلکي معتبر هوگي هاں قصہ طوفان میں کسیقدر فرق هوگیا هی اس سے بهي قصہ طوفان صحیح و ثابت ٹهیرتا هی نہ افسانہ و اسمارالليل دیکهو בל بول کلدي میں نام هی مشتري کا چونکہ یہہ کوکب سعد هی اسلئے بول شصر اخور سلاطین عراق کا نام اس سے مصدر هی دانیل نبي کو اسي کے وقت میں خواب هوا تها נבוכדנצר نبو خد نصار نام بخت نصر اسي کوکب سے شروع هی یعني خادم عطارد س کوکب کي پرستش عراق میں بهت هوتي تهي چنانچہ نابي خادم عطارد کو کهتے تهے اور سمجهتے تهے کہ عطارد اُس خادم کہطرف الهام کرتا هی منجمین حکمت و تفکر کو اُسکي طرف منسوب کرتے هیں — هاود اُسکي روحانیت کو سروستي کهتے هیں עשתר عشتر نام هی زهرہ کا נרגל نیرگل نام هی مریخ کا عبرانی اور سریاني میں جو انگریزي تصرفات سے نرگال هوگیا اور שמש شمش شمس کو کهتے هیں שבתי أونو نام هی زحل کا وہ انگریزي تصرفات سے آنو هوگیا — انوگي اور نیلهب دو دیوتاؤں میں سے ایک تمر هوگا اور ایک برج آبي پس نتیجہ نظم یہہ هوا کہ سبعہ سیارہ برج آبي میں جمع تهے اور مدبر مشتري تها — چونکہ یہہ وضع مقتضي طوفان تهي اسلئے کہتا هی کہ سب دیوتاؤں کے دل میں تحریک بڑے طوفان کي هوئي — چونکہ زحل جملہ سیارات کے اوپر هی اور اُسکا فلک اُنکے افلاک کو محیط هی اسلئے اُسے اُن سب کا باپ کهتا هی الغرض حاصل اس کتبہ کا یہي هی کہ جب سبعہ سیارہ برج آبي میں جمع هوئے اور تهي یہہ وضع مقتضي طوفان تو خدا نے کشتي بنا کے جاندار کے بچانے کي تدبیر الهام کي اس سے نوح کے قصہ کا افسانہ هونا کیونکر نکلتا هی منجمین بالاتفاق کہتے هیں کہ طوفان کے وقت میں سبعہ سیارہ برج آبي میں تهے فقط دلو برج هوائي هی آبي نہیں هی فقط اگر وہ اینگهوں همارے سامنے هوتیں تو هم زیادہ بیان کرتے فقط ٭

العبد الاسي
عنایت رسول عباسي

جدول سنین طوفانی از کتاب المقدس وملاحیم یعنی سلاطین

اسامي	سنہ ولادت	سنہ وفات	هجرت	نکاح	خروج	کیفیت
ار فخشد	۳ طوفاني	۴۳۸ طوفاني				
شیلح	۳۸ طوفاني	۴۷۱ طوفاني				
عیبر	۶۸ طوفاني	۵۳۴ طوفاني				

اسامی	سنہ ولادت	سنہ وفات	ھجرت	نکاح	خروج	کیفیت
فیلغ	۱۰۲ طوفانی	۳۴۱ طوفانی				
رعو	۱۳۲ طوفانی	۳۷۱ طوفانی				حضرت ابراھیم سے خدا نے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری اولاد مصریوں کی غلامی میں چار سو برس رہنے کے بعد اسیکہ نکلینگے اس حساب سے خروج بنی اسرائیل مصر سے سنہ ۱۰۵۷ طوفانی میں ہوا کیونکہ غلامی بعد وفات حضرت یوسف کی ہوئی تاحیات حضرت یوسف اُنکو کوئی تکلیف نہ تھی سنہ ۶۲۷ طوفانی میں بنی اسرائیل نے مصر میں سکونت اختیار کی گھر بھائی قبل اسکے معاملہ رہتے تھے فقط
سروغ	۱۶۳ طوفانی	۳۹۴ طوفانی				
ناحور	۱۹۴ طوفانی	۳۴۲ طوفانی				
تارح	۲۲۳ طوفانی	۴۲۸ طوفانی				
حضرت ابراھیم	۲۹۳ طوفانی	۴۶۸ طوفانی	از خاران سنہ ۴۶۸ طوفانی	از ھاجر سنہ ۴۷۸ طوفانی		
حضرت اسمعیل	۳۷۹ طوفانی	۵۱۶ طوفانی				
حضرت اسحاق	۳۹۳ طوفانی	۵۷۳ طوفانی		اسحاق سنہ ۴۳۳ طوفانی		
حضرت یعقوب	۴۵۳ طوفانی	۶۰۰ طوفانی	بمصر سنہ ۵۸۳ طوفانی			قیام یعقوب بمصر ۱۷ سال
حضرت یوسف	۵۴۷ طوفانی	۶۵۷ طوفانی				
حضرت موسی	۹۷۸ طوفانی	۱۰۹۸ طوفانی				نبوت حضرت موسیٰ سنہ ۱۰۵۸ طوفانی
حضرت سلیمان بن داود	•	۱۰۹۳ طوفانی				
حضرت عیسی	۳۱۲ رومی مطابق ۷۴۸ قبطیہ مطابق ۲۷۲۴ طوفانی					
آغاز تعمیر بیت المقدس	۱۵۳۷ طوفانی					
اتمام تعمیر بیت المقدس	۱۵۴۴ طوفانی					
جلوس بخت نصر	۱۹۷۶ طوفانی					
جلوس اسکندر رومی	۴۳۶ قبطیہ مطابق ۲۴۱۲ طوفانی					
خروج بنی اسرائیل از مصر					سنہ ۱۰۵۷ طوفانی	

(مضمون نمبر ۴۵)

دلیل نقلي مفید یقین ہی یا نہیں ؟

دلیل سے وہ مقدمات مراد ہیں جنکو خاص طرح ترتیب دینے سے ایک نتیجہ نکل آتا ہی — متکلمیں نے دلیل کي تین قسمیں کي ہیں اول دلیل عقلي جو محض عقل پر منحصر ہو اور نقل کو اُس میں کچھہ دخل نہ ہو دوسري دلیل نقلي جو محض نقل پر منحصر ہو مگر اُس کا ثبوت بھي فی الحقیقت عقل سے ہوتا ہی کیونکہ قائل یعني نبي کے صادق القول ہونے پر جو چیز دلالت کرتي ہی اُس کا امتحان بھي عقل کے رو سے کیا جاتا ہی ورنہ اگر دلیل نقلی کا ثبوت بھي نقل پر موقوف ہو تو دور یا تسلسل لازم آتا ہی — دلیل کي تیسري قسم دلیل مرکب ہی جو عقل اور نقل دونوں پر موقوف ہو اور متکلمیں اپني اصطلاح میں اُسیکو دلیل نقلي کہتے ہیں *

دلیل کے مقدمات کبھي تو بالکل عقلی ہوتے ہیں جیسے عالم متغیر ہی اور ہر متغیر حادث ہی اور کبھي محض نقلي ہوتے ہیں — جیسے حکم الہي کا ترک کرنے والا نافرمان ہی اور جو نافرمان ہی عذاب کا مستحق ہی اس دلیل کے پہلے مقدمہ کي بنا خدا کے اس قول پر ہی " افعصیت امري " یعني کیا تونے میرے حکم کي نافرماني کي اور دوسرے مقدمہ کي بنا اس آیت پر ہی " ومن یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جہنم " یعني جو خدا اور اُس کے رسول کي نافرماني کرے اُس کے لیئے دوزخ کي آگ ہی اور کبھي دلیل کے مقدمات میں سے بعض نقل سے ماخوذ ہوتے ہیں اور بعض عقل سے — جیسے خدا قادر مطلق ہی اور جو قادر مطلق ہی وہ نظام کائنات کو تبدیل کرسکتا ہی — اس دلیل کا پہلا مقدمہ اس آیت پر مبني ہی ان اللہ علی کل شئی قدیر یعني خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہی دوسرا مقدمہ عقلي ہی اِن دلائل کے مقدمات جن مطالب پر مشتمل ہوتے ہیں اُنکي بھي تین قسمیں ہیں اول وہ مطالب ہیں جنکا عقلاً نہ ثابت کرنا ممتنع ہی نہ رد کرنا مثلاً کوئي شخص کہے کہ اس وقت سنبھت مرفوعہ کے گنبد پر کوا بیٹھا ہی اس کا ثبوت محض نقل پر موقوف ہی جبکہ ہماري عقل اور ہمارے حواس سے یہہ واقعہ پوشیدہ ہی اور اس کا صحیح ہونا قایل کي راست گوئي پر موقوف ہی اسطرح جنت و نار عذاب و ثواب کا ثبوت پیغمبروں کے اقوال پر موقوف ہی اور عقبی کے ایسے حالات عقل کے سامنے پیش کیئے جائیں تو وہ نہ انکار کي کوئي وجہہ رکھتے ہیں نہ اقرار کي اور اس کے نزدیک اسکا رد کرنا یا ثابت کرنا ممکن نہیں ہی — اس کے پاس امور مذکورہ بالا کے صحیح ہونے کي صرف ایک دلیل ہی اور وہ پیغمبروں کا صادق البیان ہونا ہی دوسرے وہ مطالب ہیں جن پر نقل کي صحت کا مدار ہی جیسے خدا کا وجود اور اُسکا عالم ، قادر اور مختار ہونا اور آنحضرتؐ کي نبوت — ان مطالب کا ثبوت عقل سے ہوتا ہی کیونکہ اگر اُنکو نقل سے ثابت کرنا چاہیں تو دور لازم آتا ہی — نقل کي صحت مخبر یعني پیغمبر کے صادق القول ہونے پر موقوف ہی اور پیغمبر کا صادق القول ہونا اُسکي نبوت کے ثبوت پر موقوف ہی اور نبوت کا ثبوت اس بات پر موقوف ہی کہ خدا کا وجود اور اُسکا عالم ، قادر اور مختار ہونا ثابت ہوجائے — اور اس کا ثبوت عقل پر موقوف ہی پس اگر نقل کو نقل کے ذریعہ سے ثابت کیا جائے تو گویا نقل کي صحت خود نقل کي صحت پر موقوف ہوگي اور یہي دور ہی — تیسرے وہ مطالب ہیں جن پر نقل کي صحت کا مدار نہیں ہی جیسے کائنات کا حادث ہونا اور خدا کا واحد ہونا — نقل کي صحت کا مدار کائنات کے حدوث پر نہیں ہی کیونکہ خدا کا وجود حدوث کے سوا اور دلایل سے

بھی ثابت ہوسکتا ہی پھر اُسکا عالم و قادر اور مختار ہونا ثابت ہوسکتا ہی پھر ثابت کیا جاسکتا ہی کہ خدا اپنے بندوں کی ہدایت کے لیئے رسولوں کو بھیجتا ہی اس کے بعد رسالت کی امارات اور اُن سے رسولوں کے صادق القول ہونے پر استدلال ہوسکتا ہی پھر اُن کے اقوال سے کائنات کا حادث ہونا ثابت ہوسکتا ہی اسیطرح نقل کی صحت کا مدار خدا کی وحدانیت پر نہیں ہی بلکہ دیگر دلائل سے یہہ ثابت ہوسکتا ہی کہ رسول خدا کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیئے مبعوث ہوتے ہیں اور وہ تبلیغ رسالت میں صادق القول ہوتے ہیں اور اُنہی کے اقوال سے خدا کی وحدانیت ثابت ہوسکتی ہی پس یہہ مطالب ایسے ہیں جن کا ثبوت عقل سے ممکن ہی کیونکہ کوئی دلیل عقلی اُنکے برخلاف نہیں ہی اور ان کا ثابت کرنا نقل سے بھی ممکن ہی کیونکہ نقل کا مدار ان مطالب پر نہیں ہی *

دلیل نقلی سے جس مطلب کو ثابت کرنا منظور ہو اُس کا یقینی اور قطعی ثبوت دلیل نقلی سے ہوجاتا ہی یا نہیں ؟ اس میں علماے متکلمین کی رائیں مختلف ہیں علماے معتزلہ اور اشاعرہ تو کہتے ہیں کہ دلیل نقلی مفید یقین نہیں ہی کیونکہ دلیل نقلی کا مفید یقین ہونا اول اس بات کے جاننے پر موقوف ہی کہ آنحضرتؐ سے جو الفاظ منقول ہوئے ہیں وہ اُن معانی اور مطالب کے مقابل حقیقتاً یا مجازاً وضع ہوئے ہیں جو ہم مراد لیتے ہیں † دوسرے اس بات کا جاننا بھی ضروری ہی کہ آنحضرت نے اُن الفاظ سے وہی معنی مراد لیئے ہیں جو اُنکے مقابل وضع ہوئے ہیں پہلی بات کا جاننا تو علم لغت پر

† سب سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہی کہ جن الفاظ کی نسبت کہا جاتا ہی کہ وہ آنحضرتؐ سے منقول ہوئے ہیں حقیقت میں بھی وہ الفاظ بعینہٖ آنحضرتؐ کے الفاظ ہیں یا نہیں ؟ (وحیدالدین سلیم)

جس سے الفاظ کے مادے اور اُنکے معین اور مخصوص معانی معلوم ہوتے ہیں اور علم نحو پر جس سے مرکب صورتوں کے معانی سمجھے جاتے ہیں اور علم صرف پر جس سے مفرد الفاظ کے معنی سمجھے میں آتے ہیں — موقوف ہی — اور ان ہر سہ علوم کے اصول کی بنا روایت احاد پر ہی اسلیئے کہ اہل عرب کے اشعار و امثال اور اقوال سے ان ہر سہ علوم میں سند دیجاتی ہی — اور اہل عرب کے اشعار امثال اور اقوال کے راوی چند اشخاص ہیں جیسے اصمعی ، سیبویہ ، خلیل ، فرا وغیرہ جنکی روایتیں روایات احاد سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں — اور اگر یہہ تسلیم بھی کیا جائے کہ یہہ روایتیں صحیح ہیں تاہم اہل عرب سے خطا ہونا نا ممکن نہیں ہی مثلاً شعراے جاہلیت میں سے امرءالقیس کے کلام جو بڑے رتبہ کا شاعر سمجھا گیا ہی اور سبعہ معلقہ کا ایک قصیدہ اُسی کا ہی جو نہایت درجہ کا فصیح و بلیغ خیال کیا جاتا ہی امام باقلانی نے اپنی کتاب اعجازالقرآن میں اُسمیں نکتہ چینی کی ہی اور اس کے بعض اعتراضات بالکل صحیح ہیں اسی طرح اس کے کلام میں کئی مقامات پر اعتراض ہوئے ہیں پس ہر سہ علوم مذکورہ بالا کے اصول روایت احاد پر مبنی ہیں اور اُن کے فروع اور جزئیات کی بنا قیاس پر ہی — اور اس میں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ قیاس اور روایت احاد دونوں ظنی ہیں *

دوسری بات کا جاننا یعنی اس بات کا جاننا کہ اُن الفاظ سے معنی موضوع لہ مراد لیئے گئے ہیں اول اس بات کے جاننے پر موقوف ہی کہ ان الفاظ کے وہ معانی جو آنحضرت کے زمانہ میں اُن الفاظ سے سمجھے جاتے تھے ہمارے زمانہ میں بدل نہیں گئے ہیں بلکہ جو معانی ان الفاظ سے ہم سمجھتے ہیں وہ بعینہٖ وہی معنی ہیں جو آنحضرت کے زمانہ میں سمجھے میں آتے تھے دوسرے اس بات کے لیئے

سمجھنے کے لیئے کہ آنحضرت نے ان الفاظ سے ٹھیک وہی معنی مراد لیئے تھے جو اُسکے لیئے موضوع ہیں = اسبات کا جاننا بھی ضروری ہی کہ وہ الفاظ مشترک نہیں ہیں یعنی ایسے الفاظ نہیں ہیں جنکے متعدد معنی ہوں — کیونکہ اس صورت میں ممکن ہی کہ جو معنی ہمنے سمجھے ہیں وہ آنحضرت نے مراد نہ لیئے ہوں *

تیسرے اس بات کا جاننا بھی نہایت ضروری ہی کہ ان الفاظ سے کوئی مجازی معنی مراد نہیں ہیں کیونکہ اگر ایسا ہی تو ممکن ہی کہ ہم نے اُن الفاظ کے معنی حقیقی مراد لیئے ہوں اور آنحضرت کی مراد اُن الفاظ سے معنی مجازی ہوں یا اسکے برعکس ہماری سمجھ میں اُن الفاظ کے معنی مجازی آئے ہوں اور آنحضرت نے معنی حقیقی مراد لیئے ہوں= چوتھے اس بات کا جاننا بھی ضروری ہی کہ اس کلام میں جسکی نسبت کہا جاتا ہی کہ آنحضرت سے منقول ہی کچھہ مضمر نہیں ہی کیونکہ اگر کچھہ مضمر ہی تو ممکن ہی کہ آنحضرت نے وہ معنی مراد نہ لیئے ہوں جو ہماری سمجھ میں آئے ہیں جیسے " اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا " یعنی اپنی لکڑی پتھر پر مار موسی نے پتھر پر اپنی لکڑی ماری اور اس سے بارہ چشمے جاری ہوگئے اس آیت میں " فانفجرت " سے پہلے " فضرب موسی بعصاہ الحجر " یعنی موسی نے پتھر پر اپنی لکڑی ماری مضمر ہی = پانچویں آنحضرت کی مراد سمجھنے کے لیئے یہہ جاننا ضروری ہی کہ ان الفاظ سے خاص معنی مراد نہیں ہیں کیونکہ اگر ان میں تخصیص پائی جاتی ہی تو ممکن ہی کہ آنحضرت کی مراد اُن الفاظ سے وہ عام معنی نہ ہوں جو ہم سمجھے ہیں بلکہ اس معنی کا ایک جزو مخصوص مراد ہو = چھٹے اس بات کا جاننا ضروری ہی کہ ان الفاظ میں تقدیم و تاخیر نہیں ہی کیونکہ مقدم و موخر ہو جانے کی حالت میں یہہ ممکن ہی کہ جو معنی ہم نے مراد لیئے وہ آنحضرت کو مقصود نہ ہوں اور چونکہ یہہ چھہ احتمال اکثر کلام میں نکل سکتے ہیں اس لیئے اُس کلام کی نسبت جو آنحضرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہی یقین نہیں کرسکتے کہ اُس میں یہہ پہلو موجود نہیں ہیں غایت مافی الباب یہہ گمان کرسکتے ہیں کہ شاید اُس میں موجود نہ ہوں *

امور مذکورہ بالا کے طے ہوجانے کے بعد اس بات کا جاننا بھی ضروری ہی کہ دلیل نقلی جس مطلب پر دلالت کرتی ہی اس کے برخلاف کوئی دلیل عقلی متناقض نہیں ہی کیونکہ اگر کوئی دلیل عقلی قطعی دلیل نقلی کے برخلاف پائی جاے تو دلیل نقلی پر دلیل عقلی کو ترجیح دی جائیگی — اور اس دلیل نقلی کے معنی میں تاویل کیجائیگی — جیسے " الرحمن علی العرش استوی " یعنی خدا تخت پر بیٹھا اس آیت میں لفظ استوی سے اگر بیٹھنا مراد لیجائے تو دلیل عقلی سے جو اسکے برخلاف ہی یہہ ثابت ہی کہ خدا کے لیئے بیٹھنا محالات سے ہی پس استوی سے غلبہ یا استوی علی العرش سے حکومت مراد لی جائیگی اور دلیل عقلی کو دلیل نقلی پر جب کہ دونوں میں تعارض ہو اس لیئے ترجیح دیتے ہیں کہ نہ ان دونوں پر عمل کرنا ممکن ہی نہ دونوں کی نقیضوں پر کیونکہ جسطرح اجتماع نقیضین محال ہی اسیطرح ارتفاع نقیضین بھی محالات سے ہی — اور اگر نقل کو عقل پر ترجیح دیجاے تو گویا ہم اصل کو فرع سے باطل کرتے ہیں کیونکہ نقل کا ثبوت خود عقل سے کیا جاتا ہی یہہ ظاہر ہی کہ خدا کا وجود انبیا کی نبوت اور تمام وہ چیزیں جن پر نقل کی صحت کا مدار ہی بغیر عقل کی مدد کے ثابت نہیں ہوسکتیں پس عقل اصل ہی اور نقل اُسکی فرع ہی اگر ہم نقل کو عقل پر ترجیح دینگے تو گویا اصل کو فرع سے

باطل قرار دیںگے — اور جب فرع سے اصل کو باطل کردیا تو خود فرع بھی باطل ہوجائیگی کیونکہ اس صورت میں نقل کی صحت اُس عقل پر موقوف ہوگی جسکا فاسد اور باطل ہوجانا جاؤ ہی بس نقل کی صحت ہی یقینی نہ ہوگی اور نقل کے صحیح ثابت کرنے سے جسکو ہم نے نقل کو عقل پر مقدم کیا اُسکا غلط ہونا لازم آئیگا اور جب کسی شے کا ثبوت اسکے ابطال کا باعث ہو تو وہ شی اپنی ہی متناقض ہوتی ہی اور اسی لیئے باطل اور محال ہوتی ہی کیونکہ اگر ایسا ہونا ممکن ہو تو اجتماع نقیضین بھی ممکن ہوگا اور جب ان دونوں دلیلوں پر اور اُنکے نقیضوں پر عمل کرنا اور دلیل نقلی کو دلیل عقلی پر ترجیح دینا ناممکن ہی تو ضرور ہی کہ دلیل عقلی کو دلیل نقلی پر مقدم سمجھا جاے اور یہی ثابت کرنا مطلوب تھا *

جب دلیل عقلی اور دلیل نقلی میں تعارض ہو تو یہہ شبہہ دامیں پیدا ہوسکتا ہی کہ اس صورت میں کیوں نہ دونوں میں سے کسی پر بعینہٖ عمل کرنے میں توقف کیا جاوے تاکہ یہہ محالات لازم نہ آئیں لیکن یہہ شبہہ غلط فہمی پر مبنی ہی کیونکہ جب تک یہہ معلوم نہ ہو کہ کوئی عقلی اور قطعی دلیل نقلی دلیل کے مخالف موجود نہیں ہی دلیل نقلی مفید یقین نہیں ہوسکتی نہ اس صورت میں توقف کرنا گویا اس بات کو تسلیم کرنا ہی کہ عقلی اور قطعی دلیل میں خطا کا احتمال ہی اور اسوقت دلیل نقلی دلائل عقلیہ میں بھی حجۃ قطعی نہیں ہوسکتی پس دلیل نقلی کے مفید یقین ہونے کے لیئے اس بات کا جاننا نہایت ضروری ہی کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اسکے برخلاف نہیں ہی لیکن ایسی قطعی اور عقلی دلیل کا نہ پایا جانا یقینی نہیں ہی غایت مافی الباب یہہ ہی کہ ہمکو دلائل عقلی کے بدرجۂ غایت تفتیش کرنے سے کوئی قطعی اور عقلی دلیل اسوقت تک ایسی نہیں ملی ہی جو کسی دلیل نقلی مانحن فیہ کے مخالف اور متناقض نہیں ہی مگر اس سے یقین نہیں ہوسکتا کہ حقیقت میں اس دلیل نقلی کے برخلاف کوئی عقلی اور قطعی دلیل موجود نہیں ہی ممکن ہی کہ ہو اور ہمکو اُسپر اطلاع نہ ہو *

پس اس تمام بحث سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ دلائل نقلی کا اپنے معانی پر دلالت کرنا امور مذکورہ بالا پر جو سراسر ظنی ہیں موقوف ہی — اسی لیئے کوئی دلیل نقلی جب تک کہ مواتب مذکورہ بالا اُسکی نسبت طی نہ ہوجائیں ہرگز مفید یقین نہیں ہوسکتی *

اشاعرہ اور معتزلہ کے سوا بعض متکلمین کا یہہ مذہب ہی کہ دلیل نقلی مفید یقین ہی مگر اُن کے دلائل اسقدر کمزور ہیں کہ اُن پر کسیطرح اعتماد نہیں ہوسکتا اسلیئے ہم اس آرٹکل کو جو بتصرف یسیر شرح مواقف سے ماخوذ ہی اسی مقام پر ختم کرتے ہیں *

وحیدالدین سلیم

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام محمد ممتازالدین چھپا اور مشتہر ہوا

اطلاع

بخدمت خریداران تہذیب الاخلاق

واضح ہو کہ تہذیب الاخلاق کا سال جسکی بابت خریداروں نے از راہ عنایت پوشگی روپیہ عنایت فرمایا تھا ماہ رمضان المبارک میں ختم ہوجاویگا اسلیئے خریداران تہذیب الاخلاق کی خدمت میں عرض ہی کہ چھ روپیہ زر قیمت سالانہ تہذیب الاخلاق بابت سال آیندہ ماہ رمضان المبارک تک راقم کے پاس ارسال فرماویں جس صاحب کے پاس سے پوشگی زر قیمت بابت سال آیندہ جو یکم شوال سنہ ۱۳۱۳ ہجری سے شروع ہوگا ماہ رمضان تک وصول نہوجاویگی اُنکے نام پرچہ یکم شوال بھیجا نہیں جائیگا *

راقم

سید احمد

علیگڑہ یکم رمضان